کے ۱۹۵۸ ۱۱
NO. 10911
नगर

شبد + گیان + پڑھو + ذوق و شوق بڑھاؤ

وگیانی

بابت ماہ جولائی ۔ اگست ۔ ستمبر ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء

ستتی

(۱) گورو کے چرن کی شرن ہیں شانتی ۔ گورو کی بھگتی ہیں کرم دھرم بہت ہیں
گورو کے اُپدیش سے بھوترت ہیں پرانی ۔ گورو کے پریم ہیں سکھ سمپتی بست ہیں

(۲) گورو کی اوٹ گہہ پکڑ وشواس سے ۔ گورو کی دیا سے سار وستو لہتے ہیں
گورو کے دھیان ہیں ویراگ تیاگ سیاہئے ۔ گورو کے بچن سے تیج تاپ بھی ڈہتے ہیں

(۳) گورو کے نام کا سمرن دن رات کر ۔ نام بل انگنت وگیانی سب کہت ہیں
گورو کی سیو اور بندگی سے مکتی ملے ۔ گورو بن نربھو ساگر ہیں بہت ہیں

عبرت

سرائے دُنیا ہے منظر غم یہ مخزنِ آفت والم ہے
کہیں ہیں جھگڑے کہیں بکھیڑے کہیں ہے سختی کہیں ستم ہے

نہیں محو شی کا نشان یہاں کچھ کہ جس کو دیکھا وہ مبتلا ہے
کوئی پریشاں ہے کوئی حیران کوئی گلفت سے چشم نم ہے

یہاں ٹھکانا نہیں کسی کا کہ حادثوں سے بھری ہے دُنیا
نہ اس کے ناز و ادا پہ بھولو یہ چپلاتی ہی رہی ہے دُنیا

ثواب میں ہے عذاب پنہاں عذاب سے دل ہے پارہ پارہ
بہار رنجی حالتیں ہیں دن کی ان سے چلتا نہیں گذارہ

زمیں پہ بجلی فلک نہ ہوگا نہ دور لیل و نہار ہوگا
عدم کی فہرست میں ہر اک شے کا خود بخود حساب ہوگا

چراغ کے نیچے تیرگی ہے خوشی کی تہ میں الم ہے پنہاں
جو آیا جائیگا ایک دن وہ اجل ہے ہر شخص سے ہراساں
تباہی ہے شکل خیرخواہی مرض کی صورت علاج دل کی
قیام کی ہے امید کس کو کہ موج دریا ہے عمر گذراں

جرس ہے نالاں کہ رخت باندھو کٹی شب سحر ہوئی ہے
نہ بھولیں بھولے وہ اپنی منزل مسافروں کو خبر ہوئی ہے

نہ اتنا دنیا سے منہ لگاؤ کہ یہ محبت کے کب ہے قابل
طبیعت اپنی پھیر اس سے سنو یہ صحبت کے کب ہے قابل
نہ اسکے ناز و ادا پہ بھولو یہ عشق و الفت کے کب ہے قابل
نہ اسکے سحر و فسون جادو پری یہ رغبت کے کب ہے قابل

فنائے ہستی جو جانتا ہوگا رفو گری کا نہیں ہے امکاں
خزاں ہے آخر بہار دنیا مٹینگے اکدن گل گلستاں

عرض حال

انسان کے دل میں نقل پرستی اور مادہ پرستی کے اثرات اس قدر مضبوطی کے ساتھ
سمائے ہوئے ہیں کہ ان کا آسانی کے ساتھ دور کرنا اور ان کی جگہ اصل پرستی اور
روح پرستی کو داخل کرنا سخت مشکل کام ہوگیا ہے۔ سنت اور فقرا ہمیشہ سے
بہ آواز بلند اعلان کرتے رہے ہیں کہ اصلیت کی تلاش اپنے اندر کرو۔ مگر آدمیوں
کی نگاہ مندروں و مسجدوں پر ہی رہتی ہے۔ عقلا اور حکما بتاتے آئے ہیں کہ جو کچھ ہے
خود ہم میں ہے۔ مگر معمولی پڑھے لکھے آدمی کتابوں کے صفحات کی تہہ میں اصلیت کی
تلاش کرتے رہتے ہیں۔ دل کے حجرہ میں داخل ہوکر اصلیت کے دیکھنے والے کم
ہیں۔ مگر خارجی سامان کے الجھن میں پڑنے والے بہت ہیں۔ اس میں شک نہیں

کہ جو باہر ہے وہی بھیتر بھی ہے۔ مگر یہہ بات اُن کے سمجھانے اور سمجھنے کے لئے ہے
جو باہر اور بھیتر کی خبر رکھتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کہ بالکل ہی خارج ہیں اور باہر ہی کھو
گئے ہیں اُن کو تو اُس وقت تک بمشکل اس رمز کی خبر ملے گی۔ جب تک وہ کسی حد تک
اندرونی یا اندرمکھی ہونے کا سادھن نہ کریں گے۔ یہہ بات ہم برابر اپنی روزانہ زندگی
کے کاروبار میں دیکھتے ہیں۔ کہ ہم جو بیوہار کرتے ہیں یا کرنے پر ہوتے ہیں۔ اُس کی جڑ
پہلے ہمارے خیال کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر باقی کام پھل پھول پتے اور
شاخ وغیرہ کی طرح اُسی جڑ میں سے نکل کر باہر اپنا تماشا دکھاتے ہیں۔ یہ دنیا خواہی
طرح پر بنی ہوئی ہے پہلے من تب کرم۔ خواہش۔ جذبات۔ حوصلے وغیرہ سب کی
جڑ ہمارے اندر ہی ہوتی ہے۔ ہاں یہہ ممکن ہے کہ وہ وہاں ہی دبی پڑی رہے۔
لیکن جس وقت باہری سنگت یا خارجی معاملات کا اثر ہوتا ہے۔ وہ اُبھر کھڑی ہوتی
ہے۔ اور پھر ہمارے اندر خاص جذبہ کی صورت میں کام کرتی ہے ✦

جس طرح بیوہارک جگت کا کام ہوتا ہے اُسی اصول پر پرمارتھک کام بھی ہوتے
ہیں۔ ست سنگ۔ سنت سماگم۔ کتابوں کا مطالعہ۔ دنیا کی سیر وغیرہ سے بھی اُسی قسم
کے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ ان سب کی غرض یہہ ہے۔ کہ جیسے ہم اپنے اندر خارجی
اثرات کو لے کر بیوہار کے جذبات کو اپنے اندر سے اُبھارتے اور نکالتے ہیں۔ اُسی
طرح ان سب باہری ساز و سامان سے مدد لے کر کسی طرح اندر بھی داخل ہونے کا موقع
حاصل کر لیں۔ اور پھر جہاں اندرونی دنیا میں داخلہ نصیب ہوا۔ تو پھر اُس وقت اندر
اور باہر کی نہ صرف ماہیت ہی معلوم ہو جائے گی۔ بلکہ دونوں یکساں نظر آنے لگیں گے
اور رفتہ رفتہ ہماری نگاہ خود اصلیت کی طرف چلی جائے گی۔ اور سنسار کا بھرم
ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا ✦

غرض تو یہ ہے۔ کہ انسان زندہ دلوں کی صحبت، زندہ کتاب کا مطالعہ اور زندہ

دُنیا کی سیر کر کے رمز پسند اور نکتہ سنج بنے۔ مگر مُردہ طبیعت والوں کو صرف مُردہ پرستی ہی میں مزہ آتا ہے۔ وہ زندہ گوروؤں کے ساتھ پریت اور پرتیت نہ کریں گے۔ بلکہ اُن کی سمادھ اور قبروں سے سر ٹکرا لیتے ہیں کو وہ اپنا فرض سمجھیں گے۔ ہر قسم کی بُت پرستی کی جڑ اسی مُردہ دلی خیال کے اندر ہے۔ بُت پرستی کے معنی یہی نہیں ہیں۔ کہ پتھر یا لکڑی کا بُت بنا کر پوجا جائے۔ بلکہ جو لوگ کُتب پرستی کرتے ہیں۔ اور جھینگر کی طرح کتابوں کی سیاہی چاٹا کرتے ہیں۔ وہ بھی بہت بڑے بُت پرست ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اوروں کے بُت تو دھات یا اور مادّی اشیا کے ہوتے ہیں۔ ان کے بُت کاغذ۔ سطر۔ حروف۔ الفاظ وغیرہ کے ہیں۔ جو کسی مذہبی کتاب کو پوجتے ہیں وہ بھی بُت پرست اور جو بغیر مطلب سمجھے ہوئے کسی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں وہ بھی بُت پرست ہی ہیں۔ حرفوں کے "اوم" یا "اللہ" کا جاپ کرنا بھی اسی قسم کی مورتی پوجا ہے +

ہم مورتی پوجا کے بذاتِ خاص مخالف نہیں ہیں۔ وہ بھی اپنی قدر و قیمت رکھتی ہے۔ مگر افسوس وہاں ہوتا ہے۔ جہاں قدر و قیمت کو نہ جان کر لوگ نادانی سے بُت یا مورتی کو اپنے گلے کا ہار بنا لیتے ہیں۔ اور ساری عمر بار ہر کبھی بنے رہتے ہیں۔ جس طرح دُنیا کے مناظر اپنے مشاہدہ سے ہمارے اندرونی خیال کو حرکت دیتے ہیں۔ اُسی طرح کتاب۔ کتاب کا مطالعہ۔ کتاب کے مضمون۔ صاحبدلوں کی صحبت اور اُن کے رمز و اشارے بھی صرف ہمارے دلی جذبات ہی کے اُبھارنے کے سامان ہیں۔ اس سے زیادہ اور کوئی وقعت اُن کی نہیں ہے۔ یہی سب کچھ نہیں ہیں۔ بلکہ جو اصلی سب کچھ ہے وہ ہمارے اپنے ہی اندر ہے۔ اور یہ اُسی کے جتانے۔ بتانے اور خیال دلانے کے مددگار ہیں +

ہماری تحریری کوششوں کا اصلی مقصد صرف اسی قدر ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے

کہ کوئی شخص کتابوں کا عاشق اور دلدادہ ہو کر اپنے اندر والے اصلیت کے معشوق سے منحرف ہو۔ بلکہ اس وگیانی ہی کے صفحات میں ہمیشہ سے یہ اہتمام مدنظر رہتا ہے کہ جو اس کو پڑھیں وہ ہمارے مافی الضمیر کو سمجھ کر اپنے اندر غور و فکر کرنے کی عادت سیکھیں اور باخبر ہو کر کچھ اثر کبھی بنیں۔ جن کا طرز عمل اس قسم کا ہے۔ وہ مبارک ہیں۔ اور جن لوگوں نے اب تک اس بات کو نہیں سمجھا ہے۔ وہ اب سمجھیں اور اپنے جیون کو سادھن سمپن (اور زندگی کو باعمل) بنانا شروع کر دیں تاکہ ہماری محنت اور اُن کے مطالعہ کا کچھ نتیجہ بھی ہو۔ وگیانی کے صفحات مذہبی تعصب یا تنگ دلی اور کٹرپنے سے پاک صاف رہتے ہیں۔ وہ یہ کبھی نہیں کہتا۔ کہ انسان کی بھلائی کسی ایک ہی قسم کے مذہبی اصول کی پابندی سے ہونی ممکن ہے۔ بلکہ وہ ہمیشہ سے بتاتا آیا ہے۔ کہ منزل مقصود ایک ہے۔ اور راہیں بے شمار ہیں۔ جو بات تم کو پسند آئے۔ فطرتاً تم کو جس طریق کے ساتھ ہمدردی اور وابستگی ہو۔ اور جس اصول کو تم سچا سمجھتے ہو۔ اُس میں سچے ہو کر لگو۔ اور جہاں تک ہو سکے اسی زندگی میں اُس کو ساکشاتکار کر لو۔ تاکہ اصلی شانتی تمہارے حصہ میں آ جائے۔ سویدانت ہو یا یوگ۔ سمپردائی طریق ہو یا پنتھائی۔ کسی ایک کا اچھی طرح پہلے مطالعہ کر لو پھر اگر وہ تم کو سچا پرتیت ہو۔ تو اُس کی عملی تعلیم کو اپنی زندگی کا جزو بنا لو۔ تجربے اور مشاہدے خود روز بروز معاون ہو کر تم کو ٹھکانے لگا دیں گے۔ اور اگر محض زبانی جمع خرچ۔ تقریری بحثت بازی۔ اور معمولی کتب بینی سے ہی کام رہا۔ تو ان میں عمریں گذر جائیں گی۔ اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

یہ زمانہ خاص قسم کا ہے۔ اس میں جس قدر کثرت کے ساتھ علم و ہنر کی ترقی ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی نادانی اور اگیان کی بھی کمی نہیں ہے یہ قاعدہ کی بات ہے۔ جہاں کسی شے کی زیادتی ہوتی ہے۔ ساتھ ہی اُس کے ضد کی موجودگی کا بھی وہاں

ہی امکان ہوتا ہے۔ دُنیا میں خیالات کا سیلاب آیا ہوا ہے بعض آدمیوں کو تو کتابیں کشتی بن کر پار لگا دیتی ہیں۔ اور بعض آدمیوں کو غرق بھی کر دیتی ہیں۔ کتاب سے بہتر کوئی ساتھی نہیں۔ اور ساتھ ہی کتاب سے بدتر کوئی دشمن بھی نہیں ہے۔ جہاں اچھی کتابیں ہم کو حقیقت کا علم بخش کر وہ وہ نیکی کی باتیں بتاتی ہیں۔ جن کا ممکن ہے کہ فرشتوں کو بھی علم نہ ہو۔ وہاں بری کتابیں ہم کو یوں ہی خبث باطن اور ناپاک بدیوں کا پتہ دیتی رہتی ہیں کہ جو شاید شیطان کے بھی وہم و خیال میں نہ ہونگی۔ کتابوں کا انتخاب کر کے پڑھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ اور جو لوگ دوسروں کو اچھی کتاب پڑھنے اور بری کتابوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ وہ واقعی باتمیز معلّم اور دانشمند ہادی کے فرایض انجام دیتے ہیں۔ بدی سے ناواقف رہنے ہی میں خوشی ملتی ہے۔ اور بری کتابوں کا یہ حال ہے۔ کہ وہ ایک برے خیال کا خیال دلا کر اس کے ساتھ اسی قسم کے بے شمار اور برے خیالات دلوں میں پیدا کر دیتے ہیں اور اُن کو بالکل زہریلا اور مسموم بنا دیتے ہیں +

وگیانی نے جہاں اپنی چند روزہ اور عارضی زندگی میں ہر قسم کے نیک خیالات پہنچے دلانے کا اہتمام کیا۔ اُس کو اُردو پڑھنے والوں کے مذاق دُرست کرنے کے ارادہ سے اچھی کتابوں کے لکھنے کا بھی خیال پیدا ہوا ہے یہ کیسی ہیں۔ ان کا اندازہ صرف وگیانی کے پڑھنے والے ہی لگا سکیں گے۔ یہ سلسلہ بھی مختلف النوع ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو اپنے طور پر مذہبی مسایل کے سمجھنے اور ان کی بابت خود فیصلہ کرنے کا موقع ہاتھ آوے۔ اس مرتبہ **وگیان بودھاین** نذر ہے۔ پھر اپنی باری پر اسی طرح **وگیان سنتاین** پیشکش کیا جائے گا۔ امید ہے۔ کسی حد تک وہ بدھ درشنت کے ست سنگ کا لطف دیجائیں گی +

ناظرین جہاں اس سلسلہ کے مطالعہ سے محفوظ ہونگے۔ ساتھ ہی اُن سے یہ

بھی مقصود ہے۔ کہ وہ اِن سے اصلی فائدہ حاصل کرتے ہوئے (۱)۔ بلند نظر وسیع
دِل اور عالی دماغ بنیں۔ (۲)۔ تعصب اور تنگ دلی کے مرض سے بچیں۔ اور
(۳)۔ اپنی زندگی کو عملی بنائیں۔ تاکہ پڑھنے والے اور لکھنے والے۔ دونوں کی غرض
پوری ہو۔ ست گورو سب کا کلیان کریں۔ یہ سچے دل کی سچی دُعا ہے +

بھگت جن

بھگتی مارگ بہت سہل اور ساتھ ہی حقیقت کے حاصل کرنیکا یقینی طریقہ ہے اور اسمیں آنکھیں کھولنے والے کو
اس راستہ میں خوشی اور آنند ملتا ہے جسکا بیان کرنا بہت مشکل ہے شاستروں میں بھگت پانچ قسم کے بتائے گئے ہیں۔
(۱) شانت (۲) داسیہ (۳) واتسلیہ (۴) سکھیہ (۵) مدھر +
(۱)۔ شانت بھگت وہ ہیں جو دل کے نیک اور حلیم ہیں۔ یہ نیچے درجہ کے بھگت ہیں اور ابھی انہیں بھگتی کا جوش پیدا نہیں آیا ہے۔ جب غیب سے جوش پیدا آتا ہے۔ جنون جیسی حالت ہو جاتی ہے +
(۲)۔ داسیہ بھگت معمولی بھگت ہیں جو بھجن بندگی سیوا۔ اور ایشور کے سیوکوں کی ٹہل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی تعداد ہر جگہ ہر مذہب اور ہر قوم میں کثرت سے ملے گی۔ ان دو طرح کے بھگت عام ہیں۔ باقی تین طرح کے بھگت فقط ہندوؤں میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ نہیں ان کا پتہ نہ کوئی اس قسم کی بھگتی کو سمجھ ہی سکتا ہے +
(۳) واتسلیہ بھگتی وہ ہے جسمیں ایشور کو بچہ سمجھ کر پوجا جاتا ہے۔ گوپال جی جیسا نند یشودا وغیرہ اس قسم کے بھگت تھے۔ ایشور نہ کسی کا باپ ہے نہ ماں ہے نہ لڑکا ہے۔ اس کی بھگتی لوگ اپنے اپنے مزاج کے موافق کرتے ہیں۔ سوا ہندوؤں کے اور وں کے یہاں ایشور کو لڑکا سمجھ کر پوجنا بیدینی اور کفر سمجھا جائیگا کیونکہ انمیں اس بھگتی کی تہذیب نہیں ہے۔
(۴)۔ سکھیہ کہتے ہیں دوست کو۔ ایشور کو مِتر اور دوست سمجھنا سکھا بھاؤ ہے جیسے ارجن اور گوال بال کی بھگتی کرشن جی کے ساتھ تھی +
(۵)۔ مدھر بھگتی اِن سب سے زیادہ رسیلی ہے۔ ایشور کو پیارا پریتم اور معشوق مانکر اُسکی محبت کا دم بھرنا مدھر بھگتی ہے۔ ورندابن کی گوپیاں اس قسم کی بھگت تھیں +

ہندو فلسفہ کے دلچسپ سلسلہ کا نمبر ۲۵

سال کے بارہ مہینوں کے ہر روز کے لئے ایک ایک بچن

لینا ہووے سو جلد لے ۔ کہی سُنی مت مان
کہی سُنی جگ جگ چلے آوا گون بندھان

(پرم سنت کبیر صاحب)

از

ایڈیٹر وگیانی لاہور

جولائی ۱۹۱۰ء

دیباچہ

اس چھوٹی سی کتاب میں چھوٹے چھوٹے بچن بارہ مہینوں کے ایک ایک دن کے خیال سے لکھے گئے ہیں اسکی ترتیب بارہ ماسہ کی نظر سے ہوئی ہے ۔ دن چریا کے لحاظ سے یونہی من میں ایک ترنگ آگئی اور لکھنا شروع کر دیا گیا ۔ ہمارے لکھنے کا مقصد تو ہمیشہ سے یہی ہے کہ کسی طرح کسی بات سے پڑھنے والے میں آتم وچار کی لہر پیدا ہو جائے ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لہر کس وقت اور کس قسم کے الفاظ سے ہوگی ۔ اس کا نہ کوئی وقت مقرر ہے نہ کوئی قاعدہ ۔ ہاں بار بار اُسی طرف چت کے رجوع کرتے رہنے سے یہ اُمید کی جا سکتی ہے کہ کبھی نہ کبھی یہ حالت آ ہی جائیگی لکھنے والے کے مقصد کا اظہار تو ہو گیا ۔ پڑھنے والے کی غرض بھی یہی رہتی ہے کہ کسی طرح آتما کا انبھو حاصل ہو اگر یہ خواہش نہ ہو تو پھر کسی کو وگیانی کے قسم کے روکھے پھیکے رسالہ کے خریدنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہو ۔ جو لوگ اس کو بغور پڑھتے اور اسکی تحریروں کی قدر کرتے ہیں ۔ اُن کو صرف اپنی تفریح طبع ہی مد نظر نہیں رہتی بلکہ اگر انکے دلوں پر دو کے اندر داخل ہو کر دیکھا جائے تو تفریح کے علاوہ کوئی خواہش بھی چھپی ہوئی نظر آویگی اور وگیانی کے لکھنے والے کو اُسی خواہش کے کرید کر پرگٹ کرنیکی آرزو رہتی ہے ۔ اُن دو جذبوں سے تو فریق کی غرض کی وضاحت ہو گئی ۔ آتم تتو ۔ تتو کی درشٹی سے ایک ہے ۔ اس کو کوئی چت (چیتن) کہتا ہے کوئی گیان بتاتا ہے ۔ کوئی ذات ۔ کوئی سروپ ۔ کوئی برہمہ کوئی حقیقت کہتا ہے ۔ یہ سب مترادف قریب قریب ہم معنی الفاظ ہیں یہ ایک کی طرح انیک کے روپ میں بھاستا ہے ۔ سمجھنے کا بھی مضمون ہے اور سمجھ سے باہر بھی ہے جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں برہمہ کو جانتا ہوں وہ برہمہ سے جدا ہوا ابھی کوسوں دور ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں برہمہ کو نہیں جانتا ہوں وہ سمجھو برہم میں رہ گیا برہمہ بدھ اپنشدوں کا مضمون ہے ۔ ویدانت کی کتابوں میں یوگ وسشٹ میں مختلف طریقوں میں اُس کا وچار کیا گیا ہے ۔ سنت مت یا رادھا سوامی مت میں محض وچار ہی کام نہیں دیتا بلکہ وہ سُرت شبد کے سادھن کے ساتھ ست سنگ کر کر وچار کا موقع دیتے ہیں یہاں تو سُرت لوک سے نیچے اتر کر شونیہ استھان میں آیا اور پھر تیسرے تل سے اوپر سہس دل کنول میں ہزاروں روپ لا او راٹ سُرت چیت ہونے لگا ۔ ایک کا طرح انیک اور انت شکلوں میں بھاستا معرفت کا راز ہے اور جو اس راز کو جان لیتا ہے یا سمجھ لیتا ہے اس کو سچی شانتی اور مکتی مل جاتی ہے ۔ اس رسالہ میں بھی اسی طور پر اُسی کی طرف طبیعت کے رجوع کرنیکا خیال کیا گیا ہے ۔ اور بس ۔

شیو
[illegible]

۲۲ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء

جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

وگیان پچناین

سال کے بارہ مہینوں کے ہر روز کے لئے ایک ایک بچن

منگلاچرن

کرپا سندھو پورن دھنی ستگورو پرم اُدار
رادھا سوامی چرن سروج میں ونڈوں بار ہزار

دھرم

چیت

(۱)۔ دلداری اور دلدہی سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاک دھرم ہے۔ دھرموں میں یہ گُہیہ دھرم ہے اور باقی سب گون ہیں ✤

(۲)۔ دِلآزاری اور دل خراشی ہی سب سے بُرا۔ اور سب سے زیادہ ناپاک دھرم ہے۔ ادھرموں میں یہ گُہیہ ادھرم ہے۔ اور باقی سب گون ہیں ✤

(۳)۔ جو من بچن اور کرم سے دوسروں کے دِل کو سُکھی کرتے ہیں وہ دھرماتما ہیں۔ اور جو لوگ من بچن کرم سے دوسروں کے دِل کو دُکھی کرتے ہیں وہی ادھرمی ہیں ✤

(۴)۔ جو اوروں کو ستاتا ہے وہ ستایا جائے گا۔ جو اوروں کو خوش کرے گا وہ خوش ہوگا اور خوش کیا جائے گا یہ قانون ہے ✤

(۵)۔ نیکی اور بدی دونوں کی جڑ دل میں ہے۔ اور جو لوگ اپنے دل کے جذبات

(۲۵)۔ اپنے مارنے اپنے آپا کے زایل کرنے اور اپنے آپ کو قابو میں کر لینے سے اصلی زندگی۔ اور زندگی کی اصلی طاقت ملتی ہے۔ مگر جو اوروں کو ماتا ستاتا ہے اور دکھ دیتا ہے۔ وہ موت کے منہ میں ہے +

(۲۶) جس کو بندھن یا غلامی کہتے ہیں وہ صرف ہنسا ہی ہے +

(۲۷)۔ ہنسا کرنے والا غرض کا۔ نفسانیت کا۔ لذت کا۔ اور دل کے ناپاک جذبات کا غلام ہے۔ یہہ ایسی غلامی ہے۔ کہ جس سے چھوڑانے کی طاقت زمینی یا آسمانی مخلوق میں سے کسی میں بھی نہیں ہے +

(۲۸)۔ ہنسا کرنے والے کا دل نرک سے بھی بدتر ہے۔ وہ جیتے جی نرک میں ہے۔ اب اُس کے لئے اس سے بدتر نرک اور کون ہوگا +

(۲۹)۔ شرتی۔ سمرتی۔ پوران سب ایک زبان ہو کر کہتے ہیں "اہنسا پرمودھرما"

(۳۰)۔ جین (جینی)۔ بودھ۔ اور سنت۔ ان تینوں کی یہہ خصوصیت ہے۔ کہ وہ من۔ بچن۔ کرم سے ہنسا نہیں کرتے +

کرم

بیساکھ

(۱)۔ یہہ سنسار کرم کی جگہ ہے۔ اسلئے تم بھی کرم کرتے رہو +

(۲)۔ کرم کرنے والا چست چالاک رہتا ہے۔ سست اور اپاہج بے مصرف آدمی ہے +

(۳)۔ انسان یا تو اپنے کام آسکے یا دوسروں کے۔ نکما آدمی کس کام کا؟

(۴)۔ جو کنجی بار بار قفل کو مروڑتی رہتی ہے وہ چمکیلی بنی رہتی ہے۔ لیکن جو یوں ہی پڑی رہتی ہے اُس کو مورچہ لگ جاتا ہے +

(۵) ۔ دُنیا میں ہم کو تو کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جو حرکت میں نہ ہو ۔ پس تم یا اور کوئی آدمی کیسے نکما بیٹھ سکتا ہے !

(۶) ۔ کرم کرو ۔ کرم میں لگے رہو ۔ اور اس کرم کا پھل تمھارے سلئے بہت ہی مُفید ثابت ہوگا +

(۷) ۔ سورج چمکتا ہے ۔ بادل گرجتے ہیں ۔ مینھہ برستا ہے ۔ ہوا بہتی ہے آگ جلتی ہے ۔ پانی چلتا ہے ۔ الغرض آسمان اور زمین کی تمام طاقتیں کسی نہ کسی کام میں لگی ہوئی ہیں ۔ اور تم کو بھی اُن سے مصروفیت اور سرگرمی کا سبق سیکھنا چاہیئے +

(۸) ۔ کرم کرنے میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے ۔ ایک تو یہہ کہ تمھارا کام فضول نہیں ہے ۔ دوسرے یہہ کہ اُس سے کسی کا نقصان نہیں ہوتا +

(۹) ۔ فضول کام کرنا حمق اور پاگل پنے کی علامت ہے ۔ اور اپنے کام سے دوسروں کو نقصان پہنچانا شیطنت ہے +

(۱۰) ۔ دیوتا اور راکشس دونوں ہی کرم کرتے ہیں ۔ دیوتا تو اپنا کام نکال لیتے ہیں ۔ اور حتی الامکان بالغرض نہ کسی کو چھیڑتے نہ کسی کو دُکھی کرتے ہیں راکشس کا سلوک اس کے برعکس ہے +

(۱۱) ۔ منشیہ نہ دیوتا ہے نہ راکشس ہے ۔ اس میں سوچنے وچارنے کا مادّہ ہے ۔ اگر سوچ وچار کرتے ہوئے وہ دیوتاؤں کی راہ چلتا ہے تو دیوتا ہے ۔ اور اگر بُری راہ اختیار کرتا ہے تو راکشس ہے +

(۱۲) ۔ جو نیکی کے بدلے نیکی کرتا ہے وہ معمولی انسان ۔ جو بدی کے عوض بھی نیکی کرتا ہے وہ غیر معمولی انسان ۔ اور جو نیکی کے عوض بدی کرتا ہے وہ حیوان سے بھی بدتر ہے ۔ کیونکہ حیوانوں میں بھی احسانمندی کا مادّہ پایا جاتا ہے +

(۱۳) ۔ ہردوار میں گنگا بہہ رہی تھی ۔ ہم بھی سنان کرنے گئے ۔ ہزاروں لاکھوں

اور پریشانی کے ساتھ کام کرنا رجوگنی - غفلت - کاہلی اور سستی کے ساتھ کام کرنا
تموگنی کرم ہے +

(٢٨) - جو لوگ بلا غرض نشکام کرم کرتے ہیں - اُن کے کرم تینوں گن کے دائرہ
سے اونچے ہوتے ہیں +

(٢٩) - سنکام کرم بندھن کے کارن ہوتے ہیں - کیونکہ اُن میں پھل کی اچھیا
رہتی ہے - لیکن جب پھل کی اچھیا ہی نہ ہو - تو پھر وہ کرم کس طرح کسی کو باندھ سکتے
ہیں !

(٣٠ الف) - اپنے اپنے استھان میں سب ہی کرم اچھے ہیں - ان میں سے نہ کوئی کرم
چھوٹا کہلاتا ہے نہ بڑا +

(٣٠ ب) - جس کرم سے آتم بدی کی قریب کا امکان ہو - وہ بے شک اچھا اور جس
سے دوری ہو وہ بُرا ہے - کرم کے متعلق صرف اتنا ہی کہا جاتا ہے +

دیا

جیٹھ

(١) - دیا سورگ کا مول ہے کرودھ نرک کا مول + سُکھ سنتوش دیا
ہے کرودھ رہے دُکھ مول +

(٢) - دیا سنسکرت لفظ "دے" - (بچانے) سے نکلا ہے - کسی کو دُکھ سنتاپ
اور کلیش سے بچانا ہی دیا ہے +

(٣) - جو آپ بچنا چاہتا ہے - وہی دوسروں کو بھی بچانا چاہے گا +

(٤) - سنسار میں ایک بھی پرانی ایسا نہیں ہے - جو بچنا نہ چاہتا ہو - پھر اوروں
کو کوئی کیوں نہ بچائے +

(۵)۔ بھوساگر سے پار ہونے کے لئے یہ دیا جہاز ہے۔ جو دیا نہیں کرتا وہ جہاز کے تختوں کو توڑ رہا ہے۔ اور جب اُس میں پانی آجائے گا تو دوسروں کے ساتھ وہ آپ بھی ڈوب جائے گا +

(۶)۔ دیا کرنا بہت سہل ہے۔ جو شخص راہ کے کانٹے اور کنکر اس خیال سے اُٹھا کر پھینک دیتا ہے۔ کہ کسی مسافر کے پاؤں کو ان سے دُکھ نہ ہو۔ وہ دیا کرتا ہے +

(۷)۔ دیا بڑائی کا نشان ہے۔ کیونکہ دیا ہمیشہ چھوٹوں ہی پر کی جاتی ہے +

(۸)۔ نہ بڑوں کو کسی کی دیا کی ضرورت ہے۔ نہ برابر والوں کو۔ اور نہیں دشمن اور مخالف کسی کی دیا کے محتاج ہیں۔ چھوٹوں پر رحم کرنا۔ اُن کو دُکھ سے بچا لینا۔ اُن کی مدد کرنا ہی دیا کہلاتی ہے +

(۹)۔ سوچو۔ جو شخص تم سے درخواست کرتا ہے۔ کہ اُس پر دیا کرو۔ وہ تم کو اپنے سے بڑا۔ اور اپنے آپ کو تم سے چھوٹا سمجھتا ہے۔ اُس کا درخواست کرنا ہی تمھاری ستتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے۔ کہ کوئی تمیزدار آدمی ایسے چھوٹے کی مدد سے انکار کرے گا +

(۱۰)۔ ایشور کا نام دین دیال اور دینا ناتھ ہے۔ آج تک کسی نے اُس کو بڑوں پر دیال یا بڑوں کا ناتھ نہیں کہا۔ جو لوگ سچے ایشور کے بھگت ہوں اُن کو بھی اُس کی طرح دین دُکھیوں کے ساتھ ہمدردی اور دیا سے پیش آنا چاہیئے +

(۱۱)۔ برابر والوں کے ساتھ دوستی۔ بڑوں کی بڑائی دیکھ کر خوشی۔ اور بُرے آدمیوں کے ساتھ نہ رغبت نہ نفرت۔ اور چھوٹوں کے ساتھ ہمیشہ دیا کا سلوک کرنا یہ علمِ اخلاق کا زرّیں اصول ہے +

اور دھوکا دینے والی صدا ہے - لیکن اگر یہ بات کہیں صحیح اُترتی ہے تو صرف دیا کے معاملہ میں - وہاں بے شک ایک کے بدلے دس کیا ہزاروں لاکھوں - اور بے شمار ملتے رہتے ہیں +

(۲۷) - اور کچھ نہیں - صرف نیک بننے کی ضرورت ہے - نیک بنے نہیں کہ ایشور سے میل ملا نہیں - پس جتنا جی چاہے خرچ کرو - اسکے خزانہ میں کیسے کمی آوے گی +

(۲۸) - صاحب کے دربار میں کمی وستو کی ناسد + بندہ موج نہ پاوہیں چوک چاکری میں مانہہ - (کبیر صاحب) +

(۲۹) - مالک کو اگر تم سچ مچ دیاوان سمجھتے ہو - اور ساتھ ہی اگر اُس کے سیوک کہلانے کی خواہش رکھتے ہو - تو پھر تم کو بھی دیا دان ہونا چاہیئے - پُوجا کرنے والے کو ہمیشہ پُوجیہ جیسا ہونا چاہیئے +

(۳۰) - " دیا دھرم نہیں گیان کہتے بید + سو نرک کے جاینگے پڑھ پڑھ ساکھی شبد " (کبیر)

بیراگ

(۱) - جو آتا ہے وہی جاتا ہے - جو پیدا ہوتا ہے وہی مرتا ہے - جو کبھی نہیں آیا - وہ کیسے جائے گا - جو پیدا ہی نہیں ہوا وہ کیسے مریگا

(۲) - کوئی حالت دائمی نہیں ہے - جو ہے وہ عارضی ہے +

(۳) - آسمان پر بادل چھائے - رم جھم رم جھم پانی برسا - ندی نالے اُمنڈنے لگے - کس کی طاقت کہ پانی کے سیلاب کا مقابلہ کرے - مگر صبر کرو - تھوڑی ہی دیر میں پانی بہ گیا - آسمان پھر صاف ہے - بادل نام کو بھی نہیں ہے - اسی طرح زندگی کے تمام تماشوں کا حال ہے - آج ہے - کل نہیں ہے - کل ہے پرسوں نہ رہے گا +

(۴)۔ ست کو ست اور است کو است جاننا ببویک ہے۔ نتیہ کو نتیہ اور انتیہ کو انتیہ سمجھنا ہی سچی بدھی ہے۔ ست کو است خواہ است کو ست سمجھ لینا اور نتیہ کو انتیہ خواہ انتیہ کو نتیہ مان لینا ہی ابویک اور نربدھی ہے +

(۵)۔ گیان شاستر کو پڑھکر اپنے آپ کو برہمہ نہ جاننا اور نہ سمجھنا حد درجے کی اگیان کی بات ہے۔ برہمہ کس کو کہتے ہیں؟ چیتن یا چت شکتی ہی کا نام برہمہ ہے۔ تم سوچ سکتے ہو۔ کہ اس نظر سے تم برہمہ ہوئے یا نہیں؟

(۶)۔ کڑچھی بار بار حلوے کی کڑاہی میں جاتی ہے۔ مگر اس کے مٹھاس کی لذت نہیں پاتی۔ اسی طرح نادان آدمی بار بار وید۔ شاستر اور گیتا پڑھتے ہیں۔ مگر ان کے اصلی مطلب سے باخبر نہیں ہوتے +

(۷)۔ گدھے کی پیٹھ پر چندن لدا ہے۔ مگر اس کو کیا خبر۔ کہ یہ حد درجہ کی خوشبودار چیز ہے۔ اسی طرح بہت پڑھے لکھے آدمی کتابوں کے مضمون کے بوجھ سے لدے رہتے ہیں۔ مگر کتابوں کے علم کی لذت سے محروم ہیں +

(۸)۔ جانوروں کی بہت قسمیں ہوتی ہیں۔ سنو۔ "گو برو لشو نر پشو تریا پشو وید پشو سنسار۔ مانش سو لئی جانئے جا ہی بویک بچار" (کبیر صاحب) +

(۹)۔ سنسار کیا ہے؟ جو سار کے سنگت ہو اور خود سار نہ ہو۔ وہ سنسار ہے دکھ۔ سکھ۔ موت۔ زندگی۔ اچھا برا۔ صحیح غلط۔ امرت زہر۔ لوک پرلوک یہی سنسار ہے۔ اور یہ سب بادل کی چھاؤں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے +

(۱۰)۔ سنسار کو سار سمجھ کر پتر دھن اور ستری میں لپٹ رہنا اگیان ہے۔ اگیان کے اور کوئی سینگ پونچھ نہیں ہوتی۔ آدمی جانتا ہے۔ کہ یہ سب ناشمان ہیں۔ اور ناشمان سمجھتا ہوا پھر بھی ان ہی کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔ اس سے زیادہ اگیانی اور کون ہوگا

(۱۱)۔ جس کا من مفلسی میں چنچل ہو۔ اور جو دولت پاکر بھی شانت بنا رہے اور

خوف۔ غصہ اور پریشانی اُس کو نہ ستا سکیں۔ ہم اُسی کو یوگی اور ستپا اُنمی کہیں گے +

(۱۲)۔ جو رات دن رام رام کہا کرتے ہیں مگر اپریشا۔ ڈاہ کرنے اور بدلہ لینے کے فکر میں پڑے رہتے ہیں وہ ابوگی ہیں۔ انکے رام رام کہنے سے رام کو خود شرم آتی ہوگی

(۱۳)۔ یوگی کو نہ کسی بات کی خواہش ہوتی ہے نہ وہ کسی کا اُمیدوار رہتا ہے اور نہ اُس کو کوئی لالچ دے سکتا ہے۔ اگر اس کو کرم کرتے ہوئے دیکھو۔ تو سمجھ لو۔ کہ وہ صرف پرکرتی کے سوبھاو سے کرم کر رہا ہے +

(۱۴)۔ بغیر کسی اور کی مدد کے اپنے بندھن کو آپ اپنے تجربہ سے کاٹ دینا یوگ کی علامت ہے +

(۱۵)۔ مالک کا سچا پیارا یوگی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کا رُوپ اُس کے رُوپ سے نیارا نہیں ہے +

(۱۶)۔ جو اپنی مدد آپ کرتا ہے وہ تمیزدار آدمی ہے۔ جو دوسروں سے مدد کا محتاج رہتا ہے وہ پشو ہے۔ اور جو ضرورت کے وقت اَوروں کو مدد دے دیکر انکھار دیتا ہے۔ وہ دیوتا ہے +

(۱۷)۔ جو اپنی مدد آپ نہیں کرتا وہ نیچ ہے۔ جو دوسروں کی مدد کا محتاج رہتا ہے وہ مہا نیچ ہے۔ اور جو مدد دینے کے قابل ہو کر بھی مدد دینے سے جی چراتا ہے وہ اُس سے بھی گیا گذرا ہے +

(۱۸)۔ اندریاں بڑی ہیں مگر من ان سے بھی بڑا ہے۔ اور من سے بڑی بُدھی ہے۔ کیونکہ یہی بُدھی یوگ والی ہے۔ اور وہ آتما سے بہت قریب ہے +

(۱۹)۔ کسی کی گالی سُننے سے تم کو کیوں غصہ آتا ہے ؟ سسرال میں گالی کھا کر تم کو کیوں غصہ نہیں آتا ؟ آخر گالی تو گالی ہی ہے۔ اس راز کو سمجھ لو اور پھر تم کو غصہ نہ آئے گا +

(۲۰) - سادھوؤں کی عزت ضرور کرو۔ مگر اُس سادھو کو زیادہ بزرگ سمجھو۔ جو بویک والا ہو۔ ورنہ تو تم کو کرم دھرم پوجا پاٹ اور تیرتھ مندر میں پھنسائیں گے۔ مگر بویکی تم کو اپنے اندر آتما کے درشن کرنے کرانے کا جتن بتائے گا +

(۲۱) "سادھو میرے سب بڑے اپنی اپنی ٹھور + شبد بویکی پارکھی تے ماتھے کی مور" (کبیر صاحب) +

(۲۲) - ہم نے کئی شبد ابھیاسی دیکھے یہ آنکھ۔ کان۔ زبان بند کرنا تو سیکھ گئے مگر اس بات کی اُن کو خبر نہیں ملی۔ کہ شبد ابھیاس ہے کیا چیز اور اُس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ وہ بویک شکتی سے خالی ہیں +

(۲۳) - تیلی کے کولھو کا بیل گھڑی میں پچاس کوس کا چکر لگاتا ہے۔ مگر جہاں ہے وہاں ہی رہتا ہے۔ اور آنکھوں پر پٹی بندھی رہتی ہے۔ اسی طرح ابویکی کا کرم دھرم اور یوگ ابھیاس کا حال ہوتا ہے +

(۲۴) "جب لگ نہیں بویک من تب لگ لگے نہ تیر + بھوساگر ناہیں ترے ستگور کہیں کبیر" (کبیر صاحب) +

(۲۵) - کھانا۔ سونا اور شہوت یہ سب میں عام ہیں۔ فرق بویک کا ہوتا ہے۔ جس آدمی کو بویک سے خالی پاؤ سمجھ لو۔ کہ وہ اب تک حیوانیت سے اونچے نہیں اٹھا +

(۲۶) - بغیر بویک کے ابھیاس نہیں۔ بغیر ابھیاس کا ویراگ نہیں۔ بغیر ویراگ کے شانتی نہیں۔ اور بغیر شانتی کے آتما کا آنند نہیں ملتا۔ بویک اسلئے سب کی جڑ ہے +

(۲۷) - جس میں بویک نہیں ہے اُس کو گیان سکھانا پتھر میں تیر چلانا ہے +

(۲۸) "مورکھ کے سمجھاونے گیان گرہ کا جائے + کوئلہ ہوئے نہ اوجلا چاہے سو من صابن لائے" (کبیر صاحب) +

(۲۹) - جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ میں مر جاؤں گا۔ اور کوئی شخص مجھ کو قتل کر دے گا۔

وہ ابودھی ہے۔ کیونکہ اس نے ابھی "آتم" شبد کا ارتھ نہیں سمجھا ہے +

(۵۳)۔ آدمی میں بویک کی پیدایش اُس کے جند مُکت ہونے کی علامت ہے +

سادھن

ساون

(۱)۔ دُنیا محتاجگی کا نام ہے۔ اور محتاجگی کے دور کرنے کا علاج کوئی نہ کوئی تدبیر ہوتی ہے۔ اور اسی تدبیر کے کام میں لانے کی ترکیب اور مشاقی کو سادھن کہتے ہیں۔ یہاں بغیر سادھن کے کسی کا بھی گذارا نہیں ہے +

(۲)۔ جو سادھن کرتا ہے اپنا کام بنا لیتا ہے جو نہیں کرتا وہ نقصان اُٹھاتا ہے +

(۳)۔ اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ یہاں ہر شخص کو کسی نہ کسی قسم احتیاج کمی۔ نقص یا غرض سے تعلق رہتا ہے۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں ملتا۔ جو غرض سے خالی ہو یا کسی نہ کسی شے کا محتاج نہ ہو۔ اور جب غرض اور محتاجگی کا احساس موجود ہے۔ تو اُس کا علاج بھی کرنا ضروری ہے +

(۴)۔ دُنیا میں بغیر غرض کا کوئی بھی نہیں ہے +

(۵)۔ "سُر نر مُنی کی یا ہی ریتی + سوارتھ لاے کریں سب پریتی"
(گوسوامی تلسی داس جی) +

(۶)۔ ہم کیوں پڑھتے لکھتے ہیں۔ کیونکہ اس کام میں ہماری غرض شامل ہے اور اُس غرض کے پوری کرنے کا سادھن ہمارا پڑھنا لکھنا ہے +

(۷)۔ ہم ایشور کی پوجا کیوں کرتے ہیں؟ کسی اپنے مطلب کے لئے۔ ورنہ اگر مطلب نہ ہوتا۔ تو ہم بھول کر بھی ایشور کا نام نہ لیتے +

(۸)۔ دُنیا کے تمام کاروبار عبادت۔ مطالعہ۔ کرم دھرم۔ دیا۔ دان سب میں

اپنی غرض لگی ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ دنیا غرض اور محتاجگی کا مقام ہے۔ اور ہم مجبور ہیں۔ کہ اس غرض کے دور کرنے کے لئے کچھ جتن اور سادھن کریں +

(۹)۔ چور چوری کرتے ہیں۔ بُرے لوگ بدمعاشی اختیار کرتے ہیں۔ یوگی یوگ کرتے ہیں۔ ویدانتی وِچار کیا کرتا ہے۔ راجہ راج کاج۔ اہلکار نوکری۔ کسان کھیتی۔ اور پیشہ ور پیشہ کرتے ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ ان کو کسی نہ کسی قسم کی غرض سے تعلق ہے +

(۱۰)۔ یہ سب کاروبار ایک نہ ایک طرح کے سادھن ہیں +

(۱۱)۔ کوئی سادھن بُرا ہے۔ کیونکہ وہ غلط فہمی کے ساتھ ہے۔ اور کوئی اچھا ہے۔ کیونکہ وہ صحیح سمجھ لے کر کیا گیا ہے +

(۱۲)۔ بُرے سادھن میں آدمی کو تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور تجربہ کرنے کے بعد اُس کو پھر صحیح اور سچے راستہ پر آنے کی ضرورت ہوتی ہے +

(۱۳)۔ اچھے سادھن میں سے آدمی کو سُکھ ملتا ہے۔ اور اس سُکھ کا تجربہ اُس کو ترقی کی راہ میں خود بخود لے جاتا ہے +

(۱۴)۔ چور کو چوری کی سزا ملی تب جا کر وہ سیدھے راستہ پر آیا۔ یوگی کو یوگ سادھن کا سُکھ نصیب ہوا۔ اس وجہ سے وہ بے خوفی اور خوشی کے ساتھ سادھن میں لگا ہوا ہے +

(۱۵)۔ چور اور جوگی دونوں اپنے اپنے غرض کے لئے صحیح اور غلط سادھن کر رہے ہیں۔ ایک کا کام بہت دیر میں ہوگا۔ دوسرے کا جلد ہوگا۔ ایک کی راہ پیچدار اور ٹیڑھی ہے۔ دوسرے کی سیدھی اور نزدیک ہے +

(۱۶)۔ جس طرح اور ہر قسم کے کام سادھن کے محتاج ہیں ویسے ہی مذہبی اور رُوحانی غرض کی تکمیل بھی بغیر سادھن کے نہیں ہوتی +

(۱۷)۔ جیسے اور سب اغراض ہوتے ہیں۔ ویسے ہی مذہب اور روحانیت کی بھی غرض ہوا کرتی ہے +

(۱۸)۔ جن میں مذہب اور رُوحانیت کی غرض کی کمی ہے یا معدومیت ہے اُن کو اُن کے سادھن سے تعلق نہ ہوگا۔ اور اِس لئے اُن کو کسی طرح کا سادھن بتانا سخت غلطی ہوگی +

(۱۹)۔ دُنیا میں ہر چیز غرض والے کے لئے ہے۔ جس کو غرض ہو وہ ہزار وقت بار آ کر لے جائے گا۔ اور جس کو غرض ہی نہ ہوگی وہ تمہارے کہنے سے سادھن کی طرف کیسے رجوع ہوگا؟

(۲۰)۔ پیاسے کے لئے پانی۔ اور بھوکوں کے لئے روٹی ہے۔ کیونکہ جہاں جس شے کی مانگ ہوتی ہے وہاں ہی وہ شے مہیا کی جاتی ہے۔ بغیر مانگ کے مہیا کرنے کا اہتمام قدرت میں کہیں بھی نہیں ہے۔ اس نظر سے ان ادھکاری یعنی بغرض کو اپنا اُپدیش سُنانا اُس اپدیش کی تحقیر اور ذلت کرانا ہے +

(۲۱)۔ چار باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا مقدم ہے۔ وشے۔ ادھکاری۔ سمبندھ اور پریوجن۔ اور جو ان چاروں کو سمجھ کر سادھن سیکھتے یا سکھاتے ہیں وہاں فائدہ ہوتا ہے۔ اور جہاں سمجھ سے کام نہیں رہتا۔ وہاں اُلٹا نقصان ہوتا ہے +

(۲۲)۔ بھوکے کو کھانا کھلانا اُس کا اُپکار کرنا ہے۔ آسودہ کو کھانا کھلانا اُس کا اَپکار کرنا اور اُس کو ناحق بیمار بنانا ہے +

(۲۳)۔ وشے کہتے ہیں مضمون کو۔ پریوجن کہتے ہیں مقصد کو۔ سمبندھ کہتے ہیں تعلق کو۔ اور ادھکاری کہتے ہیں غرض والے کو۔ پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے۔ کہ آیا جو سادھن بتایا جاتا ہے۔ اُس کا کسی کو ادھکار بھی ہے یا نہیں۔ اور یہ سادھن خود کیا ہے۔ اس کی غرض کیا ہے۔ اور ادھکاری کا اُس کے ساتھ تعلق کیا ہے! اگر ان

چاروں کا میل مل گیا تب تو سادھن بہتر نتیجہ پیدا کرے گا۔ ورنہ بدتر +

(۲۴)۔ مثلاً وشے یوگ ہے۔ یوگ کا مقصد دُکھ کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی ہے۔ جو شخص دُکھوں سے چھوٹنے اور پرم آنند پراپت کرنے کی غرض رکھتا ہے وہی ادھکاری ہے۔ اور یوگ کے سادھن کے ساتھ اُس ادھکاری کا اور ساتھ ہی پرم سُکھ کا تعلق بھی ہے +

(۲۵)۔ جس کو یقین ہے کہ یوگ کے سادھن کا خاص قسم کا پھل ہوگا۔ اور اُس پھل کے حاصل کرنے کے لئے اُس میں تڑپ ہے۔ تب تو وہ بہت جلد اُس کا عمل کر کے اُسے سیکھ لیگا۔ اور اگر برعکس اس کے نہ اُس کو یقین ہے۔ اور نہ اُس کے دل میں پھل کے لئے تڑپ ہے تب وہ کیسے سیکھیگا!

(۲۶)۔ سنسار میں کوئی شخص بھی دُکھی نہیں رہنا چاہتا۔ سب کو سُکھ کی خواہش ہی رہتی ہے۔ اس لئے سب کو یوگ کے سیکھنے کا ادھکار ہونا چاہئیے؟ نہیں۔ یہاں غلطی ہے۔ سُکھ کی خواہش تو سب کو ہے۔ اور سُکھ کے سب ادھکاری ہیں مگر یوگ کے سب ادھکاری اس وجہ سے نہیں کہے جاتے۔ کہ سب پرانی یوگ کے دوارا اپنے دُکھوں کی نورتی نہیں چاہتے۔ بلکہ اُن کے خیالات۔ یقین۔ اور عقاید میں اختلافات ہیں +

(۲۷)۔ پھر یوگ سادھن کے ادھکاری کون ہیں؟ سُنو ــ "وشین سے جو ہوئے اُداسا + پرمارتھ کی جا من آسا + اندری بھگت گلت من ہوئی + بھوک نیند نس جن کھوئی + پریم بان جس ہردے لاگا + کھوجت پھرے سادھ کو رہاگا" +

(۲۸)۔ جس کو من کے چنچلتا کا دُکھ ہو۔ جو من کی یکسوئی میں شانتی تلاش کرتا ہو۔ اور جس کو پورا نشچے ہو۔ کہ یوگ کرتے سے من ٹھہر جائے گا۔ وہ یوگ کا ادھکاری ہے۔ اور جو یوگ کو متھیا سمجھتا ہے اُس کو اس کا ادھکار نہیں ہے +

(۲۹)۔ جیسے دنیا کا کوئی کام بغیر سادھن کے پورا نہیں ہوتا۔ ویسے ہی روحانیت کی غرض بھی اُس کے بغیر حاصل نہیں ہوتی +

(۳۰)۔ چونکہ انسان کی طبیعتیں جُدا جُدا ہیں۔ اور اُنکے اغراض کی تکمیل کے لئے سادھن بھی مختلف ہی ہونگے +

(۳۱)۔ اگر تم میں سے کسی کو کسی غرض کے حاصل کرنے کا خیال ہو۔ تو ضرور سادھن سیکھو۔ اور اپنی زندگی کو سادھن سمپن بنالو۔ ورنہ تمھارا مقصد کبھی پورا نہ ہوگا +

دان

بھادوں

(۱)۔ جو دیتا ہے وہی پاتا ہے۔ جو نہیں دیگا وہ کیا پائیگا +

(۲)۔ جس کو کچھ دیتے ہو۔ تو پریم سے دو۔ تاکہ تمھارے پریم میں ترقی ہو۔ اگر دان کرنے میں پریم شامل نہیں ہے۔ تو وہ پھر برکت کی چیز نہ ہوگی +

(۳)۔ پریم سے دیا ہوا دان لینے والے اور دینے والے دونوں کا کلیان کرتا ہے۔ مگر جو دان کہ نفرت۔ نمایش۔ اور بے پروائی کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ وہ دونوں کے لئے نقصان کا باعث ہوتا ہے +

(۴)۔ پریم کا ایک تنکا نفرت کے ہزاروں پھولوں سے بڑھکر ہے۔ اور پریم کا ساگ نفرت کے پکوان پر قابل ترجیح ہے +

(۵)۔ جو لوگ نام کے خیال سے سہایتا دیتے ہیں اُن کو اسی جنم میں دان کا پھل مل چکا۔ عوام میں ناموری ہو گئی اور بس۔ لیکن جو شخص بغیر کسی ذاتی غرض کے دان دیتے ہیں اُن کو بہت پھل ملتا ہے +

(۶)۔ دان دیتے وقت دیش۔ کال۔ وستو۔ پاتر کا خیال کسی حد تک رکھنے سے

بھلا ہی ہوتا ہے۔ مگر خوف یہہ ہے۔ کہ زیادہ احتیاط کرنے سے کہیں دل سخت نہ ہو جائے۔ ورنہ اُس کا سُدھرنا مُشکل ہوگا +

(۷)۔ دان ہمیشہ ایسا ہو۔ جو یا تو بےچاری کو ملے یا جو بالکل لاچار ہیں۔ ان کے بعد پھر دوسروں کا حق ہے +

(۸)۔ نوجوان اور کمسن بچّوں کو بھی ضرورت کے وقت دان دینا بُرا نہیں ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ کہیں دان دینے والے ہی کے سہارے رہنے کی اُن کی عادت پڑ جائے۔ ورنہ پھر وہ دان ایک طرح پر اُن کا نقصان کرے گا +

(۹)۔ کسی مدرسہ میں بہت سے طالب علم رہتے تھے جو دوپہر کے وقت کھانا کھایا کرتے۔ اور جو چھپکلیاں وہاں آتیں اُن کو بھی کچھ نہ کچھ وہ دیدیا کرتے چھپکلیوں کی عادت پڑ گئی روز وہ انتظار میں رہتیں۔ اور لڑکوں کے پس خوردہ پر گذر کرتیں۔ اور دوسری جگہوں کا جانا بھی چھوڑ بیٹھیں۔ اتفاق کی بات مدرسہ میں دو مہینہ کی چھٹی پڑ گئی سب لڑکے اپنے اپنے گھر گئے۔ چھپکلیاں کھانے کے انتظار میں آئیں۔ مگر چونکہ انکو کچھ کھانا نہ ملا نتیجہ ہوا۔ کہ دو چار دن میں وہ مر مر گئیں۔ یہہ بھی دان تھا۔ مگر یہ دان چھپکلیوں کے لئے زہر کا اثر رکھتا تھا +

(۱۰)۔ اصلی دان تو وہ ہے۔ جو انسان کو ہمیشہ کے لئے محتاجگی کے عیب سے نجات دے۔ اور یہ گیان کا دان ہے +

(۱۱)۔ سوائے گیان کے اور قسم کے سب دان صرف عارضی ضرورتوں کو رفع کرتے ہیں۔ اور اسی نظر سے اُن کو دینا بھی چاہئے +

(۱۲)۔ خیال رکھو۔ کہ تمہارا دان کسی کو اپاہج نکما یا غیروں کا دست نگر نہ بنا دے +

(۱۳)۔ ایک سادھو رہتا تھا۔ اُس کی افیون کھانے کی عادت تھی۔ جب وہ کھانا کھاتا۔ کوّے اُس کے آس پاس منڈلانے لگتے۔ سادھو کو جو دُور کی سُوجھی سائے

میں افیون گھول کر اُن کی گولیاں بنا کر کوؤں کو کھلاتا۔ اب تو اُن کو بھی افیون کی
چاٹ پڑ گئی۔ جب تک سادھو زندہ تھا اُن کی ضرورت رفع ہوتی رہی۔ جب وہ
کہیں چلا گیا یا مر گیا۔ تو ساتھ ہی ان کوؤں کی بھی وہ دُرگت ہوئی۔ کہ ایشور کی پناہ! اس
قسم کا سلوک بُرا دان ہے۔ بلکہ اس کو دان بھی کہنا نہ چاہیئے +

(۱۴)۔ پھر ہم کیسے جانیں کہ کون شخص دان کا پاتر ہے؟ اس کا پتہ پانا مشکل ہے
اگر تم کو نہیں معلوم کہ پاتر کون ہے تو دل کو نیک اور رقیق بنا کر دان دو۔ اور اپنی راہ لو۔
زیادہ اُلجھن میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے +

(۱۵)۔ دان دینے کی عادت اچھی ہوتی ہے۔ اس سے دل اُونچا ہوتا رہتا
ہے۔ اور کمینہ پن کی عادتوں سے وہ دُور رہتا ہے +

(۱۶)۔ "دیہہ دھرے کا گُن یہی دیہہ دیہہ کچھُ دیہہ + کہے کبیر اُدیہہ تُو
جب لگ تیری دیہہ" +

(۱۷)۔ "دیہہ کھیہہ ہو جائے گی پھر کون کہے گا دیہہ + نشچے کر اُپکار ہی جیون
کا پھل ایہہ" +

(۱۸)۔ "گانٹھی ہوئے سو ہاتھ کر ہاتھ ہوئے تو دیہہ + آگے ہاٹ نہ بانیا
لینا ہوئے سو لیہہ" +

(۱۹)۔ "دھن دیئے دھن نا گھٹے ندی نہ گھٹے نیر + اپنی آنکھوں دیکھ لو
یوُں کتھہ کہیں کبیر" +

(۲۰)۔ دینا اصل میں لینا ہے۔ جو دان دیتا ہے وہ اپنا نقصان نہیں کرتا۔ بلکہ دان
کے عوض اُس کو کچھ ملتا بھی ہے +

(۲۱)۔ جس وقت کسی سچے حاجتمند کی مُراد برآری ہوتی ہے۔ اُس کے دل سے
سچی دُعائیں نکلتی ہیں۔ اور یہ دعائیں چونکہ نیک خیال کی دوسری صورتیں ہیں

دان دینے والے کے دل میں سما جاتی ہیں۔ اور اُس کو دلی تقویت بخشتی ہیں +

(۲۲)۔ سخی کی بہار رہے +

(۲۳)۔ کسی بھوکے کو پریم سے کھلا کر دیکھو۔ کہ تم کو کس قسم کی اصلی اور رُوحانی خوشی نصیب ہوتی ہے +

(۲۴)۔ دان دیتے وقت یہہ نہ کہو سکہ دُنیا بھکھ منگوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور یہہ مُصیبت کے باعث ہیں۔ بلکہ مالک کا شُکر یہ ادا کرو۔ کہ تم کو ان محتاج دان لینے والوں کا درشن ملتا ہے۔ اگر یہہ نہ ہوتے۔ تو تم کس کو دان دیتے۔ اور تمہاری فیاضی کو مشتاقی کا موقع کیسے ملتا +

(۲۵)۔ اصل میں تم دان لینے والوں پر احسان نہیں کرتے۔ بلکہ جو تمھارا دان لیتے ہیں وہ تم پر احسان کرتے ہیں +

(۲۶)۔ مالک کا شکر کرو۔ کہ وہ تمھارے ہاتھ سے اوروں کو روزی دلواتا ہے۔ ورنہ تم کیا ہو جو اُن کو دیتے اُن کی قسمت اُن کے ساتھ ہے۔ بیچ میں تم اِس قدرتی نظام کا فائدہ حاصل کر لیتے ہو +

(۲۷)۔ دینے کے لئے اَنّ کا دان اور لینے کے لئے مالک کا نام بتایا گیا ہے اور یہی ہماری تمھاری اور سب کی عادت ہونی چاہیئے +

(۲۸)۔ دان دیتے وقت اگر دو باتوں کا خیال رہے۔ تو پھر کبھی تکلیف نہ ہو اوّل کسی کو معلوم نہ ہونے پاوے۔ کہ تمھاری دان دینے کی عادت ہے۔ دوسرے دان دینے کی کوئی غرض تمہارے دل میں نہ رہے +

(۲۹)۔ دان دینے سے تکلیف اُن ہی کو ہوتی ہے جو غرض اور نام کے لئے دان دیتے ہیں +

(۳۰)۔ ایک دان دینے کا گُن آدمی کے ہزاروں عیبوں کو چھپا دیتا ہے

اور وہ یوں ہی ہر دلعزیز بنا رہتا ہے +

گورُو اور شِشیہ

اسُوتر

(۱) - یہ کُرّہ جس میں ہم اس وقت بستے ہیں - انسان کے لئے بالخصوص تعلیم معلّم اور متعلّم کا مقام ہے - اور تا وقتیکہ انسان کا بچہ کسی سے کچھ نہ سیکھے یا سکھایا نہ جائے تب تک کام نہیں بنتا +

(۲) - کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو آدمی میں نہ ہو - ہر طاقت و لیاقت کا امکان اُس میں پہلے ہی سے ہے - مگر اگیان کی بے بسی نے اُس کو لاچار کر دیا ہے - اور وہ اس بات کا محتاج ہو گیا ہے - کہ کوئی خیال دِلانے والی یا ہدایت کرنے والی طاقت اُس کی دستگیری کرے +

(۳) - زمین کی اور مخلوق انسان کے بچّہ کی طرح بے بس نہیں ہوتی - وہ پھر بھی کام کرنے اور کر لینے کے قابل ہوتی ہے - اِس میں ابتدا وہ اوصاف نظر نہیں آتے +

(۴) - جو طاقت کہ دستگیری کرنے آتی ہے - اُس کو پیر یا دستگیر یا گورو کہتے ہیں - ہاتھ پکڑ کر اُٹھانے والا دستگیر - اور بولنے والے یا بتانے والے کو گورو کہتے ہیں +

(۵) - گورو نام ہے آدرش - معراج یا اشٹ کا - ممکن ہے کہ وہ انسان کی صُورت میں ہو - اور ممکن ہے اُس کی اور ہی شکل ہو - مگر انسان کی شکل میں جو شخصیت تعلیم دیتی اور ہدایت کرتی ہے - وہ سب پر فائق - قابل ترجیح - اور عزت کئے جانے کی مستحق ہے +

(۶) - گورو کا کام کہیں کہیں قدرت کی طاقتیں (دیوتا) زمینی مخلوق - اور

پھل پھول پتے تک دیتے ہیں۔ مگر جو علم ان سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ مکمل نہیں ہوتا۔ انسان کی صورت ہی ہر قسم کے خیالات کی رہنمائی کر دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے رشتہ یا چیلے کے تمام جذبات کے اُبھرنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ جس کی امید اوروں سے نہیں ہوتی +

(۷)۔ انسان کا غرور اور اُس کا اہنکار کسی شے کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتا۔ وہ سب کو پھر بھی جڑ اور اپنے آپ کو چیتن سمجھتا ہے۔ اس نظر سے اوروں کا تعلق اُس کے اہنکار کو تبدیل نہیں کرتا۔ یہہ صرف اُس وقت سُدھرتا ہے۔ جب انسان کی صورت کا گورو ملتا ہے +

(۸)۔ انسان میں فطرتاً نقل کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ جو اوروں کو کرتے دیکھتا ہے خود بھی کرنے لگ جاتا ہے۔ گورو کے نمونہ کو دیکھکر اُس میں گیان شانتی اور یکسوئی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے +

(۹)۔ جب دُنیاوی اور ظاہری کام کے سیکھنے کے لئے گورو کی ضرورت ہے تو پھر دینی اور باطنی کام کے سیکھنے کے لئے کیوں نہ ہوگی!

(۱۰)۔ ڈوبنے والے کو جس طرح وقت پر کسی جہاز کے آجانے سے بچنے کی اُمید ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سچے گورو کے ملنے پر اُس کو سنسار ساگر سے پار اُترنے کی آسا بندھنے لگتی ہے +

(۱۱)۔ آدمی کچھ کام نہ کرے۔ صرف سچے گورو کی صحبت اختیار کرے۔ اور اُس میں خود بخود تمام نیک اوصاف آجائیں گے +

(۱۲)۔ گورو کتنے قسم کے ہیں؟ گورو کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک معمولی آچاریہ گورو جو کتابوں کو پڑھکر اور معمولی علم و عمل سیکھ کر رُوحانی تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا سادھو گورو جو سادھن میں لگا ہے۔ اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی پار لگاتا ہے۔ تیسرا ہنس گورو

جو اعلےٰ درجہ کا وچاروان اور بدی سے بچتا ہوا نیکی کے راہ میں چلتا ہے - اور دُنیا سے بے لوث رہتا ہے - چوتھے سنت گُورو - یا ست گُورُو - جو جیون مُکتی کے دشا میں ہے اور بھلائی بُرائی دونوں پر غالب آ کر اپنی عملی مثال اوروں کے سامنے پیش کر کے اُنکو آپ جیسا بننے اور بنانے کا جتن سکھاتا ہے - یہہ آخری گورو سب سے بڑھکر ہوتے ہیں - اور مبارک ہیں وہ شِشیہ جن کو یہہ مِل جائیں !

(۱۳) - شِشیہ بھی چار قسم کے ہوتے ہیں - ایک معمولی - جن کی نظر میں گورو کرنا بیوپار ماتر ہے - دوسرے کنشٹ جن میں تموگن کی نُوڑھتا بہت ہے - تیسرے مدھیم جو راجسی سوبھاو والے ہیں - چوتھے ستوگنی جن میں پریم کے ساتھ انوراگ ہے - یہہ سب میں اُتم ہیں - اور یہہ بحث مباحثہ سے بچ کر صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں +

(۱۴) - جو خاص غرض کو مدِنظر رکھکر گوروائی کا پیشہ کرتے ہیں - اور جو کسی خاص غرض کی وجہ سے چیلے بنتے ہیں - وہ ریاکار اور جھوٹے ہیں - اور اُن کو گورو اور شِشیہ کہنا غلطی ہے +

(۱۵) - جس نے اپنے آپ کو مار ڈالا - اور اِس نظر سے مُردہ ہو رہا وہی مُرید ہے اور جو شاسن (حکم) مانتا ہے وہی شِشیہ ہے +

(۱۶) - گورو کا حکم سر آنکھوں سے مانتا ہوا جو اپنے من پر اُس حکم کے بل سے حکومت کرتا ہے - اُسی کو چیلا اور سیوک بولتے ہیں +

(۱۷) - "سیوک سیوا میں رہے انت کہوں نہیں جائے + دُکھ سُکھ سر اُوپر سہے کہیں کبیر سمجھائے "

(۱۸) - "پھل کارن سیوا کرے تجے نہ من سے کام + کہیں کبیر سیوک نہیں چہے چوگنا دام" +

(۱۹) سہ "سیوک سوامی ایک مت جومت میں مت مل جائے + چتورا ای ریجھیں نہیں ترجھیں من کے بھائے" +

(۲۰) سہ "سیوک سیوا میں رہے سیوکرے دن رات + کہیں کبیر کو سید کا سنکھ نا ٹھہرات" +

(۲۱) سہ "سیوک تکھا کہا وہی۔ سیوا میں دڑھ ناہیں + کہیں کبیر سو سیوکا لکھ چوراسی جاہیں" +

(۲۲) سہ "دکھ سکھ ایک سمان کر ہرش شوک نہیں بیاپ + پراوپکاری نہ کامنا اپجے چھووہ نہ تاپ" +

(۲۳) سہ "شش کو ایسا چاہیئے گورو کو سرلس دے + گورو کو ایسا چاہیئے شش کا کچھو نہ لے" +

(۲۴) سہ "کبیر نربندھن بندھ رہا بندھ نربندھن ہوئے + کرم کرے کرتا نہیں سداس کہاوے سوئے" +

(۲۵) گورو روحانیت کا آفتاب ہو۔ اور سیوک مجلے شیشہ کی طرح ہو۔ تب دونوں میں ایک ہی روپ کا نور نظر آنے لگے گا +

(۲۶) اپنے آپے کو کسی کے چرنوں میں ارپن کرنے کی نیت سے پہلے لوگ چیلے ہوا کرتے تھے۔ اس آپے کے مارنے کی اور کوئی دوسری تدبیر نہیں ہے۔ اس وقت کوئی برلا ہی سیوک ملیگا۔ جو اس معیار پر پورا اتر سکے گا +

(۲۷) سیوک تو کمائی کی ہوئی ملایم مٹی ہے۔ اور گورو کمہار ہے۔ اور اس مٹی میں اپنے اپدیش کا پانی ڈالکر گوندھتا ہے۔ اور پھر اس کو گھڑے کی شکل کا بنا کر اپنا ایک ہاتھ اندر لگا دیتا ہے۔ اور دوسرے ہاتھ سے تھپتھپا کر اوپر سے ٹھونکتا رہتا ہے۔ تاکہ گھڑا چکنا مضبوط اور سڈول بن جائے۔ اور تب اس میں پرمارتھ کا پانی رکھا جا سکے

یہ گورو اور سیوک کی حیثیت ہے۔ گورو ظاہرا سیوک کو سخت سُست کہکر باطنی طور پر اُس کو۔ دے دے کر آپ جیسا بناتا ہے ✦

(۴۸)۔ سیوک کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے آپ کو مہندی کی طرح پیس کر گورو کے سامنے پیش کرے۔ وہ جب چاہیں گے اُس کو اپنے چرنوں میں لگالیں گے ✦

(۴۹)۔ انڈا بے حس و حرکت رہتا ہے۔ پر مرغ اُس پر بیٹھکر اُس کو سیتا ہے اور اپنی گرمی دے دے کر اُس کو پالتا ہے۔ تب اُس کے اندر سے بچہ نکلتا ہے۔ گورو بھی اسی طرح سیوک کے ساتھ سلوک کرتا ہے ✦

(۵۰)۔ "شِشْ کھانڈ گورو مُتقلا۔ چرہے شبد کھرسان ✦ شبد سے سنمکھ رہے تو نپجے شِشیہ سوجان" (کبیر صاحب) ✦

گرہست آشرم

کاتب

(۱)۔ جو خانہ داری کے تعلقات کی ذمہ داری کرتا ہے۔ وہ گرہست اور گرہستی ہے ✦

(۲)۔ یہ ہلکا اور ساتھ ہی بہت وزنی اور بڑا کام ہے۔ اگر وہ سمجھ دار ہے۔ تو اُس کا کام ہلکا ہوتا ہے۔ اور اگر ان سمجھ ہے۔ تو پھر وہ کام سر اور گردن کا بوجھ ہو جاتا ہے ✦

(۳)۔ سادھو سٹریٹ (لاہور) سے رات کے وقت ایک بارات گذر رہی تھی۔ دولہا سر پہ سہرا باندھے گھوڑے پر چڑھا ہوا جا رہا تھا۔ باجے بج رہے تھے مرد اور عورت دونوں ہی بارات میں شریک تھے۔ روشنی بھی اچھی تھی۔ ہم نے اپنے دل سے سوال کیا۔ یہ جلوس اور آرائش کس غرض سے ہے؟ اور دل نے جواب دیا

یہ دولہا جو گھوڑے پر سوار ہے۔ پُرش کے اختیارات حاصل کر کے آج چھوٹا راجہ بنا ہے۔ یہہ دولہن کو بیاہنے جا رہا ہے یعنی پرکرتی ہے۔ پرکرتی پُرش کی جائداد ہے یہہ ہمت اور جرأت کر کے اُس کو جھوگنے اُس پر قابو رکھنے اور اُس کے تعلقات کو وسیع کرنے چلا ہے۔ اور اس لئے یہہ جشن منایا جاتا ہے۔ راجہ کے آنے جانے اور شاہی کاروبار کے بڑھانے کے وقت اسی طرح کی خوشی منانے کا دستور چلا آتا ہے۔ یہ آج سے راجہ ہوگا۔ اس کا گھر سلطنت اور اس کی بیوی اُس سلطنت کی رانی ہوگی۔ یہہ وجہہ جلوس نکالنے اور آرایش کرنے کا ہے"+

(۴)۔ پُرش (دولہا) کے دو وصف ہوتے ہیں۔ بھوگ اور موکش اور جو ان دونو کی سمجھ رکھتے ہیں وہی پُرش کہلانیکا استحقاق رکھتے ہیں+

(۵)۔ مزے لوٹنا صحبت کا لُطف اُٹھانا بھوگ ہے۔ اور پھر صحبت اور مزے کے سامان سے ہمیشہ الگ رہنا موکش ہے+

(۶)۔ پُرش ستری کے ساتھ بھوگ کر کے ننگ ہوجاتا ہے۔ اس سے پت نہیں ہوتا۔ بال بچے ستری پیدا کر کے اُن کو پالتی پوستی ہے۔ پُرش کچھ بھی نہیں کرتا+

(۷)۔ مگر نہیں۔ پُرش ایک کام کرتا ہے۔ اپنا سایہ ستری کو دیتا ہے۔ اپنا بل اس کو دیتا ہے۔ اپنی کمائی اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور وہ ستری پُرش کے سنجوگ سے کام والی۔ بل والی۔ اثر والی اور کمائی والی ہوجاتی ہے+

(۸)۔ پُرش سچ بیراگی ہے۔ وہ سونجوگ سے الگ ہے۔ ستری کی سنگت سے اُس میں گرہن اور سمبندھ پرتیت ہوتے ہیں+

(۹)۔ جس پُرش کے گھر والی نہیں ہے اُس کا نہ کوئی اعتبار رکھتا ہے نہ بے اعتباری اعتبار اور بے اعتباری صرف ستری کی وجہہ سے ہوتی ہے+

(۱۰)۔ ہم کو لاہور میں ایک مرتبہ مکان کرایہ پر لینے کی ضرورت ہوئی۔ بھائی دروازہ

کی ایک گلی میں بھائی دیال سنگھ کا مکان خالی تھا۔ سوال کیا گیا "تمہاری ستری اور اور بال بچے بھی ہیں؟" ہم چپ رہے۔ کیا کہتے اور کیا جواب دیتے۔ مکان تو مل گیا۔ مگر گلی کی عورتیں بغیر ستری کے پُرش کو دیکھ دیکھ کر بُرا بھلا کہتی ہیں۔ ایک دن ایک ستری نے دبی زبان سے ہم کو "لنڈورا" بھی کہہ دیا۔ ہم ہنسے اور وہ شرما گئی +

(۱۱)۔ جس کے ستری ہی نہیں ہے۔ وہ پُرش کیسے ہو سکتا ہے! اُس آدمی کو پُرش صرف نادان ہی کہیں گے۔ کیونکہ پُرش کا خطاب آدمی کو صرف ستری کی نسبت سے ملا کرتا ہے۔ بغیر ستری کے آدمی کو کیا کہنا چاہیئے۔ ہم نہیں جانتے اور نہ کسی نے ہم کو اب تک وہ لفظ بتایا ہے +

(۱۲)۔ بن گھرنی گھر بھوت کا ڈیرا +

(۱۳)۔ اگر ستری اور ستری کے کاروبار سے نفرت ہو۔ تو پھر پُرش بننے اور کہلانے کی ہوس کو بھی ترک کرو۔ اس حالت میں نہ تم ستری ہو نہ پُرش ہو سکتے ہو! یہ ہم نہیں کہہ سکتے +

(۱۴)۔ جس طرح راجہ کے بے شمار تعلقات ہیں ویسے ہی گرہستی کے فرائض بھی اَگنت ہیں۔ وہ ایک ہوتا ہوا انیک روپ میں بھاستا ہے +

(۱۵)۔ وہ اپنے گھر کا راجہ۔ اپنی ستری کا پتی۔ بال بچوں کا باپ۔ بھائی بہنوں کا بھائی۔ ماں باپ کا بیٹا۔ راجہ کی پرجا۔ اور سوسائٹی کا ممبر۔ رشتہ داروں کا سمبندھی۔ وغیرہ وغیرہ سب کچھ ہے۔ اور اُس کو سب کا لحاظ کرنا پڑتا ہے +

(۱۶)۔ جس دیس میں راجہ نہیں ہوتا۔ اُس میں بدانتظامی رہتی ہے۔ اسی طرح جس گھر میں پُرش نہیں وہ بھی تباہ ہی ہوتا ہے +

(۱۷)۔ راجہ کا دھرم ہے۔ کہ اپنے راج کی پرجا کو قابو میں رکھے۔ ورنہ پھر وہ راجا کیسا! اسی طرح پُرش کا دھرم ہے۔ کہ وہ گھر اور گھر والوں پر حکومت قائم کرے۔

اور کوئی گھر کا آدمی نامناسب کام نہ کرنے پائے۔ اگر اس میں یہ گن نہیں ہے۔ تو وہ پُرش کیسا!

(۱۸)۔ جیسے راجہ کے ماتحت ملک کے تمام معاملات رہتے ہیں۔ اسی طرح گرہستیوں کے ماتحت بھی تمام ملک کی برائی بھلائی۔ اور شانتی اشانتی رہتی ہے +

(۱۹)۔ گرہستی سب کا آدھار ہے۔ تینوں آشرم اسی پر قایم رہتے ہیں۔ اگر یہ اپنے آپ کو سنبھال نہ رکھے۔ تو برہمچاری۔ ون پرستی اور سنیاسی کا کہیں ٹھکانا بھی نہ رہے +

(۲۰)۔ گرہستی میں تیاگ اور گرہن دونوں ہوتے ہیں۔ ضرورت کے سامان کو ضرورت کے وقت کے لئے اکٹھا کر رکھنا گرہن ہے۔ اور ضرورت کے سامان کو ضرورت کے وقت اوروں کو دینا اور ان کی ضرورت کو رفع کرنا تیاگ ہے +

(۲۱)۔ سادھار وتو دواؤ بھلے کیا گرہی ویراگ + گرہی داسا تن کرے بیراگی انوراگ (کبیر صاحب) +

(۲۲)۔ گرہستی ترگنا تمک ہے اور وہ ترگنا تمک نہیں ہے۔ جب تک وہ لکشمی۔ (دولت) سرسوتی (عقل) اور پاروتی (جسمانی صحت یا طاقت) کی اپاسنا کرتا رہتا ہے تو وہ ترگنا تمک ہے۔ اور جب ان سے اسنگ رہتا ہے تو وہ پھر ترگنا تمک نہیں ہے +

(۲۳)۔ لکشمی ست۔ سرسوتی رج اور پاروتی تم ہے۔ گرہستی کو ان تینوں ہی کی ضرورت رہتی ہے +

(۲۴)۔ کاتک میں لکشمی (دیوالی) کی پوجا۔ پھاگن میں پاروتی (ہولی) اور بھادوں میں سرسوتی (رکشا بندھن) کی پوجا کا گرہستیوں کے درمیان پرمبندھ رہتا ہے۔ جب بھادوں کی بارش کی طرح دھن دولت آنے لگے۔ تو اپنے آپ کو گورو کے حکم کے تابع کر کے عقل سے کام لینا ویاس پوجا ہے۔ جب کاتک میں کام کر چکے تب دھن کا

جائز استعمال کرنا لکشمی پوجا ہے۔ اور جب بھوگ چکھے تو خیرات کرنا اور جسمانی رُوحانی خوشی حاصل کر کے صحت کا خیال کرنا ہری یعنی پاروتی کی پُوجا ہے ﴿

(۲۵)۔ جس گرہستی میں بھگتی بھاؤ نہیں ہے۔ وہ اصلی دولت۔ اصلی عقل۔ اور اصلی صحت جسمانی سے محروم رہیگا ﴿

(۲۶)۔ سے "کبیر سب جگ نردھنا دھنونتا نہیں کوے ﴿ دھنونتا سو جانئے جا کے ست نام دھن ہوسے" ﴿

(۲۷)۔ سے "کبیر مایا رو کھڑی دو پھل کی داتار ﴿ کھاوت خرچت مکتی ملے۔ سنچت نرک دُوار" ﴿

(۲۸)۔ سے "کھان خرچن بہو انتر امن میں دیکھ وچار ﴿ ایک کھلاوے سادھ کو ایک ملاوے چھار" ﴿

(۲۹)۔ سے "کھاسے پکائے لوٹائے دسے کر لے اپنا کام ﴿ چلتی بریاں رے نرا۔ سنگ نہ چلے چھدام" ﴿

(۳۰)۔ سے "لُوٹے میں بھگتی کرے تا کا نام سپوت ﴿ مایا دھاری مسخرے کیتی ہی گئے اُوت" (کبیر صاحب) ﴿

ون پرست آشرم

اگھن	(۱)۔ اگھن سنسکرت لفظ اگرہن (اُ = نہیں ۔ گرہ = گھر) سے نکلا ہے ۔ گھر سے بے گھر ہونا ۔ اور خانہ داری کے تعلقات کو ترک کر دینا اگرہن ہونا ہے ۔ جہاں گرہن ہوتا ہے وہاں ہی تیاگ کیا جاتا ہے ۔ اور جہاں گرہن نہیں وہاں تیاگ کیسا!

(۲)۔ جس کو گھر میں رہکر پرمارتھ کی کمائی کرنے کا موقع نہ ملے۔ اُس کو ضرور الگ تھلگ ہو کر رہنا چاہیئے۔ ورنہ من کو شانتی نہ ملے گی +

(۳)۔ جو گھر میں رہتے ہیں وہ گرہستی ہے۔ اور جو بن میں رہتے ہیں وہ ون پرستی کہلاتے ہیں۔ ون کے کئی مادّی ارتھ ہیں۔ تھاہ لینا۔ تلاش کرنا۔ خدمت کرنا وغیرہ وغیرہ عام طور پر ون جنگل کو کہتے ہیں۔ ون پرستی کا دھرم یہ ہے۔ کہ بن میں رہکر تھاہ لے۔ تلاش کرے اور خدمت کرے! کس کی؟ اپنی۔ اپنے من کی۔ اور اپنے اِشٹ کی +

(۴)۔ یہ نہ سمجھو۔ کہ بن میں سادھو کی زندگی بیکاری کا جیون ہوتا ہے! نہیں بلکہ وہاں بھی کام کرتا ہوتا ہے۔ ہاں گھر کے کام کاج سے بن کے کام کاج میں فرق ہوتا ہے۔ وہاں من کا دینا مقصود تھا۔ یہاں من کا لینا مقصود ہے۔ گرہستی نے تو دُنیا کو من دے رکھا تھا۔ ون پرستی نے سب طرف سے من کے ہٹانے کا اہتمام کر رکھا ہے +

(۵)۔ کوئی زمانہ تھا۔ جب جنگل کی زندگی ابھیاس اور شغل کے لیئے موزوں تھی۔ اب وہ وقت نہیں رہا۔ اس لیئے اگر کوئی کسی ایکانت ستھان میں بیٹھ کر سادھن میں مصروف ہوتا ہے تو وہ بھی بن پرستی ہے +

(۶)۔ ون پرستی نام ہے سادھو کا۔ جو سادھن کرتا ہے وہی سادھو کہلاتا ہے سادھ کے معنی ہیں ختم کرنا۔ تکمل کرنا۔ پُورا کرنا۔ اور گرہست آشرم میں جس کی زندگی میں اب تک پورا سا کشا تکار نہیں ہوا ہے۔ اور اُس کو کام پُورا کرنا ہے۔ اور پورے کرنے کے جتن میں لگا ہے۔ وہی سادھو اور ون پرستی ہے +

(۷)۔ ایسا شخص چاہے بن میں رہے یا کسی جگہ ایکانت میں رہکر سادھن کرے اُسی کو تم سادھو اور ون پرستی کہہ سکتے ہو +

(۸)۔ "پریم بھاو ایک چاہیئے۔ بھیس انیک بنائے + چاہے گھر میں باس کر چاہے بن میں جائے" + (کبیر صاحب) +

(۹)۔ ون پرستی کے فرائض جہاں اور بہت سے ہیں وہاں سب سے پہلے ابتدائی مرحلہ میں اُس کو یم اور نیم کا سادھن کرنا نہایت ہی ضروری ہے +

(۱۰)۔ یم کہتے ہیں ترک کرنے کو۔ اور نیم کہتے ہیں گرہن کرنے کو غلط۔ مبہم اور شک وشبہ والے خیالات کا دل سے نکال دینا یم اور صحیح۔ سچے اور یقین اور وشواس کے خیال کو دل میں داخل کرنا نیم ہے۔ کسی کے نقصان پہنچانے۔ جھوٹ بولنے۔ بے ایمانی کرنے۔ ایشور سے بمکھ ہونے۔ ستری بھوگ کرنے۔ خوف۔ شرم اور سستی کا ترک کر دینا یم ہے۔ اور صفائی۔ بھگتی۔ سمرن۔ بھجن۔ دھیان۔ پریم بھاو دیا۔ سنتوش۔ گورو کی سیوا۔ اور ادھکاریوں کو ضرورت کے موافق ہدایت کرنا یہہ نیم کہلاتے ہیں۔ جن میں یہہ دونوں نہ ہوں اُن کو سادھو یا ون پرستی نہ کہو +

(۱۱)۔ یم اور نیم میں اخلاق اور دھرم کی تمام باتیں شامل ہیں۔ ان کا پورا پورا عامل ہونا مشکل ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ آدمی ایسے شخص کے ست سنگ میں جاکر اٹھنا بیٹھنا شروع کرے جو اُس کی نگاہ میں سچا پرمارتھی ہے۔ اور اُس کی مثال کی پیروی کرے اور جو عملی یوگ وغیرہ کا ابھیاس وہ بتادے اُس کے سادھن کرتے رہنے سے خود بخود زندگی تبدیل ہو چلیگی۔ اور آہستہ آہستہ اُس میں بھی ون پرستی یا سادھو کے لکشن پیدا ہونے لگیں گے +

(۱۲)۔ "شبھ سدھرہیں ست سنگت پائی + پارس پرس کودھات سوہائی" (گوسوامی تلسی داس جی) +

(۱۳)۔ آدمی کچھ بھی نہ کرے۔ صرف اچھے سادھو۔ ہنس یا سنت کے ست سنگ میں آیا جایا کرے۔ اور اُس کا کام بن جائیگا +

(۱۴)۔ "کبیر سنگت سادھ کی جیوں گندھی کی باس + جو کچھ گندھی دسے نہیں تو بھی باس سُو باس" (کبیر صاحب) +

(۱۵)۔ "نیدھ سِدّھ مانگوں نہیں مانگوں تم سے ایہہ + نِس دن درشن سادھ کا کہیں کبیر موہی دیہہ" (کبیر صاحب) +

(۱۶)۔ پرمارتھ کی کمائی کے لئے ست سنگ سے بڑھ کر اور کوئی تدبیر نہیں ہے مگر کمتر آدمی اس بات کی سمجھ رکھتے ہیں +

(۱۷)۔ جو باقاعدہ ست سنگ کرتا ہے اور ناغہ نہیں کرتا۔ وہ عملاً ون پرستی ہے اور اُس کا کام دھیرے دھیرے آپ بنتا ہوا جا رہا ہے +

(۱۸)۔ نہ سوا بھیاس نہ ایک ست سنگ۔ نہ سو طرح کی بھجن بندگی۔ اور نہ سچّے دل سے ایک سادھو کی سیوا +

(۱۹)۔ "بندگی بھجن کرے سو برسا + گورو کا سنگ دو گھڑیا تُلدھ کا" (حضور مہاراج) +

(۲۰)۔ جس طرح ایک ایک بوند سے تالاب بھر جاتا ہے۔ ویسے ہی روز روز کے تھوڑی تھوڑی دیر کے ست سنگ سے آدمی کا دل پرمارتھ کے خیال سے بھر جاتا ہے +

(۲۱)۔ جس طرح کمزور رسّی کنوئیں کے پتھر کو رگڑ رگڑ کر کاٹ دیتی ہے۔ ویسے ہی روز روز کے تھوڑی تھوڑی دیر کے ست سنگ سے من کے سنساری بھاو نکل جاتے ہیں +

(۲۲)۔ یہ سچ ہے۔ پہلے یہ من ست سنگ میں نہیں لگتا۔ یہ اپنی پہلی عادت کے موافق وسوسے اور گناون اٹھاتا ہے۔ لیکن جب اس کو یقین ہو جائے گا کہ اب ست سنگ کئے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ تو پھر آہستہ آہستہ وہ وہاں جمنے لگیگا۔ اور تھوڑے

ہی دنوں میں اسکی حالت تبدیل ہو جائے گی +

(۲۳) سنساری من جس طرح ست سنگ میں نہیں ٹھہرنے دیتا ویسے ہی کسی قسم کے ابھیاس میں بھی تو نہیں بیٹھنے دیگا۔ اس لئے ابھیاس سے پہلے ست سنگ کا کرنا اور بھی ضروری ہے +

(۲۴) کسی سادھو کی صحبت ظاہری ست سنگ ہے۔ اور اپنے اندر سادھن کرنا باطنی ست سنگ ہے۔ وہ اس کی بُنیاد ہے۔ بغیر اُس کے یہ نہیں حاصل ہوتا +

(۲۵) گیان ہمارے اپنے اندر ہے۔ مگر شروع شروع میں کتاب۔ مدرسہ اور اُستاد سے مدد لینی پڑتی ہے۔ اسی طرح حقیقت بھی ہمارے ہی اندر ہے۔ اور ظاہری باطنی ست سنگ اُس کے ساکشات کار کرانے کے سادھن ہیں +

(۲۶) "کوٹی کوٹی تیرتھ کرے کوٹی کوٹی کرے دھام + جب لگ سادھو نہ سیوے ہی تب لگ کانچا کام" +

(۲۷) "کتھا کیرتن کل بشے بھو ساگر کی ناو + کہیں کبیر جگ ترن کو نا ہیں اور اُپاو" +

(۲۸) "کتھا کیرتن کرن کی جاکے نس دن ریت + کہیں کبیر تا داس سے نشچے کیجے پریت" +

(۲۹) "کتھا کیرتن چھوڑکر کرے جو اور اُپاؤ + کہیں کبیر تا سادھ کی پاس کو اُٹ ست جاؤ" +

(۳۰) "کتھا کیرتن رات دن جاکے اُدیم ایہہ + کہیں کبیر تا سادھ کی ہم چرنن کی کھیہہ" +

(کبیر صاحب)

سنیاس آشرم

پوس

(۱) ۔ ست سنگ ۔ سوادھیا ۔ بھگتی ۔ ابھیاس ۔ اور وچار سے
اس سنسار کو اسار جان کر چھوڑ دیا ۔ اور جس کو اس چھوڑنے کا بھی
خیال نہیں رہ گیا ہے ۔ اُسی کو سنیاسی کہتے ہیں +

(۲) ۔ جو سب کا تیاگ کر دیتا ہے ۔ اور کسی سے بھی تعلق نہیں رکھتا ۔ وہی سچا
سنیاسی ہے +

(۳) ۔ یہہ ضروری نہیں ہے ۔ کہ سب ہی سنیاس آشرم کو دھارن کریں ۔ اگر
کسی کو برہمچریہ کی اوستھا میں حقیقت کا ساکشاتکار ہو جائے تو بہتر ہے ۔ وہ تمام عمر
برہمچاری ہی بنا رہے ۔ اسی طرح گرہست اور ون پرستی کی بابت بھی جاننا چاہیئے ۔
لیکن اگر برہمچریہ ۔ گرہست اور ون پرست میں اگر بھی گیان پیدا نہیں ہوا ۔ تو پھر خواہ مخواہ
سنیاس لے کر سب سے الگ تھلگ گھومتے پھرتے رہنا اور وچار کرتے رہنا چاہیئے
ممکن ہے ۔ کہ اس تیاگ اور بھرمن سے تجربہ ہو ۔ اور سنسار کا موہ میا چھوٹ جائے +

(۴) ۔ انسان کی طبیعتیں خاص خاص قسم کی ہوتی ہیں ۔ کسی کسی کو تو ایک معمولی
اشارہ ہی سے بات سمجھ میں آجاتی ہے ۔ اور کسی کسی کو لاکھ سمجھایئے مگر وہ نہ سمجھے گا ۔
سمجھنا تو پھر وہیہ کسی نہ کسی ڈھنگ سے سمجھ لینے ہی میں بھلائی ہے ۔ مگر طبیعت اور من
کے ڈھنگ کو کیا کیا جائے ۔ یہہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا ۔ کہ کس کو کس طرح پر فائدہ ہوگا ۔
اس لیئے ہر آشرم کا تجربہ کرنے کا عمل جاری کیا گیا +

(۵) ۔ اب تم چاروں آشرموں کے دھرم کو سمجھو ۔ برہمچاری اُس کو کہتے ہیں ۔
جس کی برہم میں چریا ہو ۔ برہم نام ہے وید (علم اور گیان کا) اور جس کو اس سے حظ ہے
اور طبیعت اس شغل میں یکسو رہتی ہو ۔ اُس کو اب کسی اور کام یا شغل کی کیا ضرورت

رہی - جو بچوں کی طرح برہمہ ودیا کے کھیل میں خوش رہتا یا رہ سکتا ہے - اب اُس کو کچھ بھی کرنا نہیں رہا - یہہ سنگ میں اسنگ اور کرم میں اکرم ہے - اور مکان میں مسافر ہے - اور سنک سنندن وغیرہ کی مثال ہے - یہہ ذات حقیقی کی وہ حالت ہے جب اُس نے کہا تھا - کہ "میں ہوں" - اور اسی وجہ سے اہم یعنی "آسمی" اُسی کا مہاواکیہ ہے - لیکن اگر یہہ کافی نہیں تو پھر گرہستی بن کر گرہن کرنے کا کام کرنا چاہیئے - گرہستی دو لفظ "گرہ" (گھر) اور "ستھی" (قیام کرنے) سے نکلا ہے - گرہ نام ہے - گھر - ستری - اور ناموری کا - اور اس کے مادہ "گرہ" کا مطلب "لینے" "قبول کرنے" "پانے" اور "پکڑنے" سے ہے - برہمچاری میں غطرتاً نہ تیاگ ہے نہ گرہن ہے - گرہستی میں گرہن ہے - آدمی اس آشرم میں داخل ہوکر گرہن کے اصول کی خوب عقلی - علمی اور عملی مشاقی کرتا رہے - سو وہ ایک ہو کر انیک بنے - برہمچاری تو ایک ہے - ایکو برہمہ دویتو ناستی - مگر گرہست انیک روپ والا ہے - بھائی - بند - شوہر - رشتہ دار - پرجا - سب کچھ ہے - ایک پنے کی حیثیت چھوڑ کر وہ بیاہ کر کے دو ہوا - پرش اور پرکرتی بنا - گھربار - دولت حرمت سب کچھ مل گیا - اب اُس نے پرجا یعنی اولاد پیدا کی - اولاد کا سلسلہ بڑھا - اُنکی رشتہ داریاں کاروبار سب کی ترقی ہوئی یہاں تک کہ اب وہ گرہستی پُرش ہوتا ہوا برہمہ کی طرح سب میں رما ہوا اور سب میں پھیلا ہوا اور سب سے ملا ہوا رہتا ہے - دیکھو کیسی اچھی حالت ہے! اگر اس بیوہار سے وہ اپنے برہمہ روپ کو برہمہ کار درتی کی مدد سے جان گیا تو اُس سے کہو گرہستی بنا رہے گھر چھوڑنے کی ضرورت مطلق نہیں ہے - سنتے بیان ہی جگ میں گھر ہی جن جوگ کمایو - یہہ ذات حقیقی کی وہ حالت ہے جب اُس نے کہا تھا کہ "میں ایک سے انیک ہو جاؤں" - اس کا مہاواکیہ "ایکو ہم بہو سامی" - یہاں ذات نے پُرش اور پرکرتی کا روپ اختیار کر کے پرجا کی اُتپتی کی - لیکن اگر یہہ حالت میسر نہیں ہوئی تو پھر لو - گھربار نوجوان لڑکوں کے سپرد کرے - اور آپ ون پرستی ہو جائے - ون پرستی میں دوگن رہتے ہیں - گرہن بھی اور تیاگ بھی - وہ گرہن اور تیاگ دونوں

کرتا ہے۔ اور گرہن اور تیاگ دونوں میں نہیں بھی ہے ستری ساتھ ہے۔ مگر اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہہ وچار کی حالت ہے۔ پرُش یہاں آکر وچار تا ہے۔ کہ کس کا تیاگ اور کس کا گرہن! دونوں ہی تو ہمارے رُوپ ہیں۔ اور نہ گرہن سے ہم کو نقصان پہنچتا ہے نہ تیاگ سے فائدہ ہوتا ہے۔ چونکہ یہہ حالت وِچار کی ہے۔ اِس لئے اس کا مہا واکیہ "ایم پرگیانم برہمہ" ہے۔ اگر اِس درجہ میں آکر ذات اور سروپ کا ساکشاتکار ہو گیا۔ تو بس کام بن گیا۔ اب تبدیل حالت کی ضرورت نہیں رہی لیکن اگر پھر بھی اصلیت اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوئی۔ تو پھر سب کا تیاگ کرکے سنیاسی ہونا چاہیئے۔ اور رات دن سروپ کا چنتن ہوتا ہے۔ اسکا مہاواک ہے "ایم آتما برہمہ"

(۶)۔ بندھن میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ ہندوؤں میں یہ دستور ہے۔ مرتے وقت آدمی کو کھاٹ سے نیچے اُتار دیتے ہیں۔ اور گھر کے چھپر سے باہر کر دیتے ہیں۔ کیونکہ کھاٹ اور چھپر دونوں ہی بندھن ہیں

(۷)۔ تیاگی کو دنیا کی کسی سے کیا لینا ہے

(۸) "کنک چنن چن محل بنایا لوگ کہیں گھر میرا + نا گھر تیرا نا گھر میرا چڑیا رین بسیرا" (شاہ کمال)

(۹)۔ سنیاس گیان حاصل کرنے کی آخری حالت ہے۔ جب کسی کو دست نہیں آتے۔ اور کوئی جلاب فائدہ نہیں دیتا۔ تب وید اور حکیم اُس کو جمال گوٹے کی گولی دیتے ہیں۔ یہہ سنیاس جمال گوٹا ہے

(۱۰)۔ اگر اس حالت میں آکر بھی آدمی نہ سُدھرے تو وہ سخت بدنصیب ہے۔ اور جنم مرن کا بھاگی ہوگا۔ اور ابھی اُس کو بہت سے دُکھ بھوگنے پڑیں گے۔ اچھا۔ کیا مضائقہ! چل بے تیلی کے بیل۔ گھر میں پچاسوں کوس چلتا رہ۔ اور پھر بھی جہاں کا تہاں!

(۱۱)۔ اُداسی۔ بیراگی۔ گوسائیں۔ کن پھٹے۔ جوگی۔ جنگم۔ کتنے قسم کے سادھو دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور پھر دس نامی سنیاسی۔ اور رامانندی فقیر بے شمار ہیں۔ یہہ نہ دھرم کے ہوئے نہ ادھر کے۔ آشرموں کا بھید ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ گھر سے نکلے دھن دولت جمع کی۔ اکھاڑا بنایا۔ اور لاکھوں کا لین دین کرنے لگے۔ کون کس کی بُرائی کرے۔ یہہ آشرم بھنگ ورمریادا بھنگ ہیں۔ مگر یہ مایا کا کھیل ہے۔ ہمارے لئے وہ بھی عبرت آموز ہیں۔ اور اس لئے قابل تعظیم ہیں +

(۱۲)۔ تیاگ صرف سنیاسی کا دھرم ہے۔ اوروں کے لئے اس کی تعلیم نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ اُن کو ایسی ہدایت کرنی چاہیئے۔ کہ وہ دل کے وسیع اور نظر کے اونچے ہو جائیں +

(۱۳) برہمچاری۔ گرہستی۔ ون پرستی اور سنیاسی کو اپنا اپنا دھرم پالنا چاہیئے۔ جو دوسروں کا دھرم بغیر سوچے سمجھے اختیار کرتا ہے وہ پتت اور ادھرمی ہے +

(۱۴)۔ جیسے تل میں تیل۔ دودھ میں گھی۔ پھول میں خوشبو۔ پھل میں رس۔ چقمق میں آگ اور مہندی میں لالی رہتی ہے۔ ویسے ہی آتم دیو بھی تمہارے اندر رہتے ہیں۔ اُس کو طلب (برہمچاری)۔ گرہن (گرہستی)۔ گرہن اور تیاگ (ون پرستی)۔ اور تیاگ کے سادھن سے ساکشات کرو۔ بات مشکل نہیں ہے۔ تنکے کی اوٹ پہاڑ ہے +

(۱۵)۔ اندریوں کے رشتے سے۔ من کے مان بڑائی سے۔ اور پرپنچ (سنسار) کے بیوہار سے جو آزاد رہتا ہے وہ سنیاسی ہے۔ اوروں کو سنیاسی کہنا غلطی میں داخل ہے +

(۱۶)۔ سنیاسی نہیں بھی مرے۔ اُس کو کاشی اور مگھر کا بھرم نہیں رہتا۔ کیونکہ وہ آسا ترشنا سب تیاگ چکا ہے۔ جب مرنے کا وقت آیا۔ پرم سنت کبیر صاحب کاشی چھوڑ کر

گھر چلے آئے۔ اور مرتے وقت یہہ کلام فرمایا۔ جو کبیرا کاشی مرے تو رام ہی کون نہورا +

(۱۷)۔ جو پہلے تین آشرموں سے باقاعدہ نہیں گذرا ہے۔ وہ سچا سنیاسی کبھی نہ ہوگا۔ یوں تو آج کل کمسن لڑکے بھی سنیاسی بنا لئے جاتے ہیں۔ سنیاس جیسا ہم نے پہلے بتایا ہے۔ آخری مرحلہ اور سنسار کے قبض کھولنے کی جمال گوٹا والی گولی ہے +

(۱۸)۔ ہاں اگر کسی کے فطرت اور طبیعت میں سنیاسی بننے کا شوق ہے۔ تو وہاں یہ اصول نہیں برتا جا سکتا ہے۔ ہر قاعدہ میں مستثنیات ہوتے ہیں +

(۱۹)۔ جو بُرا بھلا کسی قسم کا کرم نہیں کرتا۔ جو دیوتا کسی کو نہیں پوجتا۔ جو کڑوا میٹھا بچن نہیں بولتا۔ اور نہ کسی کو اچھا۔ اور نہ کسی کو بُرا سمجھتا ہے۔ اور سونا مٹی جس کی نگاہ میں ایک سی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہی سچا سنیاسی ہے۔ اس نے سچ مچ سب کا تیاگ کر رکھا ہے +

(۲۰)۔ اس کی نظر میں ایسی یکسانیت آگئی ہے۔ کہ نیند اور جاگرت دونوں ایک ہو گئے ہیں +

(۲۱)۔ جس کے ہاتھ میں من۔ بچن۔ کرم کے قابو میں رکھنے کا تِر دنڈ (تین لکڑیوں کا ڈنڈا) ہو وہی سنیاسی ہے +

(۲۲)۔ جس دنیا کی نظر سے سنساری جاگتے ہیں۔ سنیاسی اُس کی نظر سے سوتا ہے اور جس پرمارتھ کی نظر سے سنساری سوتے ہیں۔ سنیاسی اُس کی نظر سے جاگتا ہے +

(۲۳)۔ سنیاسی کے کرم بیج دگدھ ہو گئے ہیں۔ اب اُن میں انکھوا لے کی طاقت نہیں رہی ہے +

(۲۴)۔ جس نے سب کچھ ترک کر دیا۔ اب وہ کیا لیگا۔ اور کوئی اُس کو کیا دیگا۔ اُس کے یہاں اب لینے دینے کا سوال ہی نہیں رہا ہے +

(۲۵) جس نے ہزاروں قسم کے پاٹھ پڑھے۔ تمام شاستروں میں بھٹکتا رہا۔ اور سنیاس لینے پر بھی بہکا ہوا ہے۔ اُس کو سنیاسی کیوں کہتے ہو۔ اُسکے سنیاسی بننے میں ابھی دیر ہے +

(۲۶) ۔ نرک کا خوف چھوڑا۔ سورگ کی آس چھوڑی۔ ایشور کا خیال چھوڑا۔ اور اس چھوڑنے کے خیال کو بھی چھوڑ دیا۔ وہ کامل اور سچا سنیاسی کہلاتا ہے +

(۲۷) ۔ دُنیا میں سب سے پہلے سنیاسی رشبھ دیوجی ہوئے ہیں۔ جو جینیوں کے پہلے تیرتھنکر تھے۔ اُن کا حال پڑھو۔ تب تم کو سنیاس دھرم کی سمجھ آ جائیگی +

(۲۸) ۔ دوسری مثال بُدھ بھگوان نے قایم کی۔ رشبھ دیو اور بُدھ دونوں سورج بنسی کشتری تھے +

(۲۹) ۔ سنیاس وشایوں جیوں کے ناپینے کے بھاو کو بیٹ جانا چاہیئے +

(۳۰) ۔ اگر سنیاسی سنیاس لینے پر بھی شاستر پڑھکر آتما کے سمجھنے کی اُمید رکھتا ہے۔ تو اُس سے کہو۔ ابھی سنیاس کی منزل تجھ سے بہت دُور ہے +

(۳۱) ۔ سنیاس کی ابتدا شاستروں کا آخری مرحلہ ہے۔ مگر کوئی کسی کو سمجھائے بھی تو کیسے سمجھائے۔ سنساری ودیاوان تو سنیاس لینے پر بھی بھنگ کی طرح شاستر کو گھوٹتے رہتے ہیں +

اصلیت

مکھیہ

(۱) ۔ سردی میں سردی کے وقت ہر شخص کو آگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو سنسار کے بندھن کے بندھن سے دُکھی ہیں۔ اُن کو اس سے مُکتی کی خواہش ہوتی ہے +

(۲) ۔ جس کو بندھن نہیں ہے۔ یا جو بندھن کو بندھن نہیں سمجھتا۔ اُس کے

واسطے نہ مکتی ہے۔ اور نہ اُس کو مکتی کی صدا اُسنانی ہی ضروری ہے۔ ہر شے خواہشمند کے لئے ہے +

(۳)۔ عام طور پر جو لوگ بغیر اصلیت کے سمجھے ہوئے بندھن سے چھوٹنے اور مکتی کے حاصل کرنے کا حوصلہ کرتے ہیں۔ اُن کو نہ مکتی ہی ملتی ہے۔ اور نہ اُن کے بندھن ہی چھوٹتے ہیں۔ کیونکہ اب تک اُن میں بندھ اور مکتی کی سمجھ ہی نہیں ہے۔ یہہ صرف جھوٹے شوق۔ عجائب پسندی یا تقلید کی وجہہ سے مذہب۔ مذہبی عمل یا مذہبی فلسفہ کے اردگرد چکر لگاتے ہیں +

(۴)۔ لوگ یوگ سیکھنے کے لئے نکلے۔ برسوں اِس کام میں گذارے مگر یوگ نہیں آیا۔ کیوں؟ کیونکہ اُن کو نہ من کے اصلی چنچاپنا کا علم تھا۔ اور نہ دُکھ تھا۔ پھر فائدہ کیا ہوتا؟

(۵)۔ "دوڑت دوڑت دوڑیا جہاں لگ من کی دوڑ + دوڑ تھکے من تھر بھیا وستو ٹھور کی ٹھور" (کبیر صاحب) +

(۶)۔ جو ایشور پر سچا بھروسہ کرتا ہے۔ اُس کے دل کی مُراد برآئے ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ بشرطیکہ مُراد کی احساس دل میں پیدا ہو گئی ہو +

(۷)۔ خیال میں بہت بڑی طاقت ہے۔ خیال میں ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ یہہ چلکر اپنے ہاتھوں سے مقصد کی چیز کو پکڑ لاتے ہیں +

(۸)۔ یوگ۔ جپ۔ تپ۔ گیان۔ دھیان۔ غرضیکہ جو چیز ہے۔ سب خیال کی مشاقی۔ یکسوئی۔ اور اتحاد کی ترکیبیں ہیں۔ جو اس ایک بات کو سمجھ گیا۔ اُس کے واسطے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ اور جو اِس کو نہیں سمجھتا۔ وہ برابر بھٹکتا رہیگا +

(۹)۔ یہی من ہم کو غریب بناتا ہے۔ اور یہی دولتمند کرتا ہے۔ جیسا خیال من میں آگیا۔ آدمی ویسا ہی بن گیا +

(۱۰)۔ حیوان۔ انسان۔ درخت۔ ندی۔ نالے یہ سب خیال کی صورتیں ہیں۔ خیال عجیب وغریب چیز ہے۔ بلکہ سچی بات تو یوں ہے۔ کہ جو کچھ ہے۔ وہ خیال ہی ہے +

(۱۱)۔ ایک ہی خیال ایک ہی وقت میں ہزار دن۔ لاکھوں اور بے شمار صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ یہ سنسار آخر کیا ہے! یہ بھی تو ایک ہی خیال کی حرکت کا تماشہ ہے اور دیکھو اس میں کس قدر نظارے نظر آ رہے ہیں +

(۱۲)۔ جب کوئی شخص متعدد خیالات کو دل دیتا ہے۔ تو اُس کو پریشانی اور حیرانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جب وہ صرف ایک خیال کا ہوتا ہے۔ تو شادی اور شادمانی ملتی ہے +

(۱۳)۔ مگر ان دونوں سے بہتر وہ ہے۔ جس کو نہ ایک کی ہوس ہے اور نہ انیک کا وہم ہے +

(۱۴)۔ ایک اور انیک دونوں خیال کے اندر رہتے ہیں۔ اور جب ان کے جھگڑے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور ایک دو میں سے کوئی نہیں رہتا۔ تو اُسی کو ذات واجب الوجود۔ ذات برحق۔ ذات مطلق۔ سروپ اور آتما کہتے ہیں +

(۱۵)۔ ہندو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔ دوسرے مذہب والے اُن کو نادان کہتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ خبر ہی نہیں ہے۔ کہ یہ کروڑوں لوگوں کے اربوں کو پوجتے ہیں۔ اور ناحق اپنی توحید کی ڈینگ مارا کرتے ہیں +

(۱۶)۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ تو اُس سے پوچھنا چاہیے۔ کہ خدا اگر ایک تھا۔ تو دوسرا مُشرک اُس کا شریک کیسے ہو گیا! یہاں تو بالعوض ایک کے تین نظر آ رہے ہیں ہم۔ تُم اور وہ +

(۱۷)۔ اصلیت نہ موحد کی سمجھ میں آتی ہے نہ غیر موحد کی۔ دونوں ایک جیسے

ہیں - یہی باہمی لڑائی جھگڑے کا سبب ہے +

(۱۸) - ایک شخص خدا کا قایل ہوتا ہوا شیطان کی ہستی - اور رسول اور نبیوں کے ایمان کا اقرار کر رہا ہے - دوسرا برہمہ کو ایک بتاتا ہوا دیوی دیوتاؤں کے نام گِناتا ہے - اب تم خود ہی سمجھو - اِن میں سے کون موحد ہیں اور کون غیر موحد!

(۱۹) - بات یوں ہے - کسی کے دِل میں اب تک اصلیت کے جاننے کا خیال نہیں آیا ہے - اس وجہ سے بے ٹھور ٹھکانے باتیں ہو رہی ہیں - جب وہ وقت آجائے گا - اُس وقت ان کی زبان خود بخود بند ہو جائے گی +

(۲۰) - جو شخص یہ کہتا ہے - کہ ہمارا مذہب سچّا اور دوسروں کا جھوٹا ہے - وہ مثل اُس نادان طالب علم کے ہے - جو اپنے مدرسہ کو سچّا - اور دوسرے کو جھوٹا کہا کرتا ہے +

(۲۱) - اگر نجات کوئی چیز ہے - اور وہ اصلیت رکھتی ہے - تو پھر سب سے چھٹکارا پانا چاہیئے - اگر ایک سے چھوٹے اور دوسرے سے تعلّق رکھا - تو پھر نجات تو نہیں ہوئی +

(۲۲) - سچے نجات یافتہ کو مذہب اور مذہب کے مقصد سے بھی کوئی تعلّق نہیں رہتا - کیونکہ جو منزل مقصود پر پہنچ گیا - اب وہ خواہ مخواہ ناحق کیوں راستوں کی ماپ کرنے لگا ہے +

(۲۳) - جہاں مذہبی بحث مباحثے ہوتے ہیں - وہاں ہم کبھی نہیں جاتے - کیونکہ یہہ بچپن ہی سے ہمارے ذہن نشین ہو گیا ہے - کہ بحث مباحثے تفرقوں کی جڑ ہیں - فریقین تفرقات پسند ہو کر صرف عقلی اور علمی طاقتیں دکھانے آتے ہیں - اس کے سوا اُن کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا - اور دونوں ہی اپنے پکش کے مضبوط کرنے کا پختہ خیال کر لیتے ہیں +

(۲۴) - ہم یہہ نہیں سمجھتے - کہ ہم کو اِس قدر ایشور اور برہمہ کے جھگڑوں میں پڑنے

یا اُن کے صحیح یا غلط ثابت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے یا ہم ہیں۔ اور اس لیئے یہ ہم اور ایشور بھی ہے۔ کیا یہ دلیل اس کے سمجھنے سمجھانے کے لیئے کافی نہیں ہے؟

(۲۵)۔ بالعوض دوسروں کے سکھانے یا ان کی بابت سیکھنے کے اگر ہم اپنی بابت سیکھتے تو شاید بہت اچھا ہوتا۔ ایشور کا علم ہماری اپنی ذات کے علم کے اندر شامل ہے +

(۲۶)۔ ہم ایشور ہیں ہیں۔ یا ایشور ہم ہیں ہے یہ قابل غور سوال ہے۔ ایشور ہم ہیں ہے۔ کیونکہ اُس کے اوصاف۔ اور ہستی کے خیالات سب ہمارے اپنے اندر سے نکلتے ہیں۔ رہا دوسرا سوال کہ ہم ایشور ہیں ہیں۔ اس کا جواب ہم مذہبی دور اندیشوں کے حوالہ کرتے ہیں +

(۲۷)۔ ہم جب چاہتے ہیں شانت ہو رہتے ہیں۔ اور جب چاہتے ہیں اشانت بن جاتے ہیں۔ یہ ہمارا روزانہ عمل ہے۔ کیا اس سے ہمارے اندر شانتی اور اشانتی کے امکان کا تصور نہیں ہوتا +

(۲۸)۔ آج تک سوا گمراہوں کے اور کسی نے بھی نہیں ہدایت کی۔ کہ ایشور کو اور جگہ تلاش کرو۔ نادان مندر مسجد۔ پوتھی کتاب اور رسم و رواج میں پھنساتے۔ اور عقلا اپنے دل کے اندر اُس کے درشن کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اِن میں تم کس کو سچا سمجھتے ہو؟

(۲۹)۔ تلاش کرتے کرتے جب تھک جاؤ گے تب جو شے ملیگی وہ اپنا آپا ہی ہوگا۔ یہہ صحیح اور سچی بات ہے۔ مگر اسکے سمجھنے میں برسوں لگ جاتے ہیں +

(۳۰)۔ کسی سمجھ دار نے آج تک یہ نہیں کہا کہ ایشور ہم سے جدا ہے یا ہم ایشور سے جدا ہیں۔ بس یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم خود اصل میں کہاں ہیں!

اصلیت پرستی

پھاگن

(۱) ۔ بلا ضرورت جو جلدی کرتے ہیں ۔ اُن کا کام دیر میں بنتا ہے ۔ اور جو ضرورتاً دیر کرتے ہیں اُن کا کام جلد ہو جاتا ہے ✦

(۲) ۔ یہ سنسار یوں ہی نہیں ہے ۔ یہ کسی سنکلپ اور کسی کے سنکلپ کا نتیجہ ہے ۔ مانا کہ یہ سنکلپ بطور خود اپنی ہستی نہیں رکھتا ۔ مگر جو چکر چل گیا ہے ۔ وہ تو اُس وقت تک چین نہ لیگا ۔ جب تک اپنی گردش کو پورا نہ کر لیگا ۔ تب پھر بیچ میں اُس کو کون روک سکتا ہے ✦

(۳) ۔ وہ سنکلپ سب پر مقدم ہے ۔ باقی اور سب جیو جنتو ۔ آدمی دیوتا ۔ اُسی کے ماتحت ہیں ۔ اور اُسی میں گتھے ہوئے ہیں وہ اپنا کام کر رہا ہے ۔ اور جو سنکلپ کی صورتیں اُس میں پروئی ہوئی اُس کی موافقت کا دم بھرتی ہیں وہ جلدی یا دیری کی پرواہ نہیں کرتیں ✦

(۴) ۔ یہ سچ ہے ۔ یہ سنکلپ کی مُورتیں اُس زبردست سنکلپ سے جُدا نہیں ہیں ۔ یہ بھی وہی ہیں ۔ مگر جو قاعدہ چلا ہوا ہے چلا ہوا ہے ✦

(۵) ۔ وہ سنکلپ گیان ہے ۔ تمام مورتیں گیان سروپ ہی ہیں ۔ مگر گیان نے جو خاص رُوپ خاص خاص کام کے لئے دھارن کیا ہے ۔ سو وہ تو ہو کر ہی رہیگا ✦

(۶) ۔ گیان ایک ہے ۔ اور گیان انیک ہے ۔ اور گیان دونوں سے پرے ہے ۔ اس کا سمجھنا انسان کے اپنے پہلوے نگاہ پر منحصر ہے ✦

(۷) ۔ دیکھنا ۔ سُننا ۔ چکھنا ۔ چھونا ۔ سونگھنا ۔ یہ پانچ ہی ہار کے گیان ہیں ۔ جو من یعنی چھٹویں اندری کے ماتحت اور اُسی میں پروئے ہوئے ہیں ۔ من تو ایک ہے ۔ مگر یہ اُس کے مختلف رُوپ ہوتے ہوئے انیک ہیں ✦

(۸)۔ پہلے یہ من تھا اُس میں نمن کرنے سے شبد پیدا ہوا۔ جو آکاش بنا۔ پھر سپرش ہوا جس سے وایو پیدا ہوا۔ پھر رُوپ ہوا جس سے اگنی کا ظہور ہوا۔ پھر رس ہوا جس سے پانی کی دھار بہ نکلی۔ اور پھر اُسی سے گندھ ہوا۔ جس کی ستھول صورت یہ پرتھوی ہے +

(۹)۔ جب تم کسی رس کا من کرتے ہو۔ تو منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ اور اس کی دھار جاری ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پنچ ماترا۔ پنچ تن ماترا کے پنچ مہا بھوت اور اُن کے گرہن کرنے کی پانچ اندریاں بنیں۔ یہ سب کے سب گیان ہیں۔ اور گیان من کے تابع ہیں +

(۱۰) سگیان کا ہر کام با قاعدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ بدھی تتو ہر جگہ ہے۔ رچنا میں کہیں بھی تم کو بے قاعدگی نہ نظر آئے گی +

(۱۱)۔ اور جب بے قاعدگی نہیں ہے۔ تو پھر تم کرم۔ قاعدہ۔ قانون۔ اور اصول کی دُنیا میں رہکر کیوں جلد یا دیر کی بے قاعدگی کرنا چاہتے ہو؟ صبر کرو۔ جو تم چاہتے ہو وہی ہوگا۔ کیونکہ تمھاری خواہش خود اُس کے ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر خواہ مخواہ جلد یا اضطرابی کرتے ہو (تو تاوقتیکہ یہ اضطراب خود اُس سنکلپ میں شامل نہ ہو) تم کو ناحق بے چینی ہوگی +

(۱۲)۔ تم کیا چاہتے ہو؟ اصلیت کا ساکشاتکار کرنا۔ یہی یا اور کچھ؟ اِس کا ساکشاتکار تو تم کو خود ہی ہو رہا ہے۔ وہ تم سے جُدا نہیں ہے۔ مگر غلط خیال کی وجہ سے تم کسی اور اُدھیڑ بُن میں رہتے ہو۔ اس لئے وہ پھر جاتا ہے۔ اور ساکشاتکار پر پردہ پڑ جاتا ہے +

(۱۳)۔ ۵ گھٹ میں ہے سوجھت نہیں لعنت لیسے زند + نانک اس پہنا کو ہوا موتیا بند۔ (گورو نانک صاحب) +

(۱۴)۔ ایک شے ہے۔ جو نظر کے سامنے ہے۔ نظر میں ہے۔ اور ناظر میں بھی ہے۔ مگر من کے ڈانواں ڈول ہو جانے سے دکھائی نہیں دیتی۔ من جب یکسوئی کی اصلی حالت میں آئے تب تو خیر چھپے +

(۱۵)۔ جوگ۔ جپ۔ تپ۔ گیان وچار۔ پوجا پاٹ وغیرہ سب اسی ٹیڑھے من کے سیدھے کرنے کی تدبیریں ہیں۔ باقی جو شے ہے وہ ہر وقت ہے۔ بلکہ جب وقت بھی نہیں رہتا تب بھی وہ ہے +

(۱۶)۔ "جیہی کارن بھوئیں بہو پھرے گھومے دیس بدیس + پیا ملن جب ہوئیاں آنگن بھیا بدیس" (کبیر صاحب) +

(۱۷)۔ لڑکا بغل میں اور شہر میں ڈھنڈھورا۔ یہہ سب کا حال ہو رہا ہے +

(۱۸)۔ جو لوگ یہہ کہتے ہیں۔ کہ مکتی سب کے لئے ہے۔ وہ سخت غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے تھا۔ کہ مکتی صرف بندھن والوں کے لئے ہے +

(۱۹)۔ جس کو جس شے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُسی کے لئے وہ شے قدرت میں ہوتی ہے۔ نہ دوسروں کو اُس سے کام ہے اور نہ اُس کو دوسروں سے کام ہے +

(۲۰)۔ قدرت نام ہے ممکنات کا۔ جس میں ہر ایک شے کا امکان ہو اُس کو قدرت کہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اس رچنا میں بندھن مکتی۔ موت زندگی۔ بُرا بھلا سب کچھ ہی ہے +

(۲۱)۔ جو اصلیت پرست نہیں ہیں۔ اور اصلیت کو نہیں جانتے۔ اُن کا دعوےٰ ہے۔ کہ ایشور سرو شکتیمان ہوتا ہوا بھی اپنے جیسا دوسرا نہیں بنا سکتا۔

مگر وہ ایشور ہی تھا جس نے کہا تھا "ایکو ہم بہو سیا می" (میں ایک سے انیک ہو جاؤں) ایک کو کون کہے۔ ایشور نے بے شمار خلقت آپ جیسی پیدا کر لی۔ کیونکہ جس کو ہم گیان کہتے ہیں اُس میں ہر بات کا امکان ہے +

(۲۲)۔ غیر اصلیت پرست کہتے ہیں۔ سرشٹی موت کی وادی ہے۔ یہاں کوئی شخص دائمی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہہ بھی بالکل غلط دعوے ہے۔ پُوران مارکنڈے اور بھُسنڈی جیسے چرنجیوُں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس کو بھی نہ مانا جائے تو ایشور تو ہمیشہ زندہ رہنے والا وجود ہے۔ جب ایشور نہیں مرتا تو پھر ہم کیسے مرینگے!

(۲۳)۔ غیر اصلیت پرست کہتے ہیں۔ کہ ایشور کے جگت سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ مگر ہم صاف دیکھ رہے ہیں۔ کہ جیو کا جگت ایشور کے جگت سے بالکل جُدا اور نیارا ہے۔ جہاں جیو پنا ہے۔ وہاں ایشور پنا نہیں ہے۔ اور جہاں ایشور پنا ہے وہاں جیو پنا نہیں ہے +

(۲۴)۔ جب من میں بھرانتی آجاتی ہے۔ تو موٹی موٹی باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ لطیف اور باریک نکتوں کو کون کہے!

(۲۵)۔ جسم میں جتنی اندریاں ہیں سبھی گیان والی ہیں۔ مگر ان کو نہ مکتی سے غرض ہے نہ بندھن سے۔ مکتی اور بندھن سے صرف من کو کام رہتا ہے۔ اور وہی ایسے گورکھ دھندوں میں پھنسا رہتا ہے۔ اسی طرح اور جیو جنتو جن میں من کی پھُرنا بھرانتی کے ساتھ نہیں ہے۔ اُن کو نہ مُکتی سے غرض ہے نہ بندھن سے۔ آدمی کا من بہت چنچل ہو گیا ہے۔ سو وہ بندھن کو محسوس کر رہا ہے اس لئے نجات کے راہ کی تلاش صرف اُسی کو ہے +

(۲۶)۔ گنوں کے تاگوں کے لپیٹ میں پھنسنا بندھن ہے۔ اچھائی بُرائی اور اچھائی بُرائی کی ملی جُلی حالت۔ یہہ تینوں بندھن ہیں۔ ان کی جڑ کاٹ دو۔

اور تم مکت ہو +

(۲۷)- ہولی میں لوگ صبح کے وقت آگ جلاکر دولنڈی کھیلتے ہیں۔ دھول اور مٹّی سے کھیلنا دولنڈی ہے۔ دوپہر کو عبیر گُلال وغیرہ کے رنگ سے کھیلتے ہیں تیسرے پہر نہادھوکر سفید کپڑے پہن کر یار آشناؤں سے گلے ملتے ہیں۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ صبح تموگن کے راکھ کی۔ دوپہر رجوگن کے رنگ کی۔ اور تیسرے پہر ستوگن کی صفائی کی ہولی کھیلو۔ اور جب یہ کھیل کھیل چکو۔ وصال۔ ساکشا نکار۔ اور اصلیت کے گلے ملو +

(۲۸)- "پل پل کھیلوں شبد میں انتر رہی نہ ریکھ + سمجھے کا مت ایک ہے کیا پنڈت کیا شیخ" (کبیر صاحب) +

(۲۹)- "ہم باسی اُس دیس کے جہاں بارہ ماس بلاس + کنول کھِلے امرت جھرے تیج پنج پرکاش" (کبیر صاحب) +

(۳۰)- "دھجا پھرکے سُن میں باجے انحد تُور + تکیہ ہے میدان میں پہنچیگا کوئی سُور" (کبیر صاحب) +

(۳۱)- "گن اندری سہجے گئے ستگور کری سہائے + گھٹ میں نام پرگٹ بھیا بک بک مرے بلائے" (کبیر صاحب) +

متفرقات

الماس

(۱)- خالی گھڑا شور مچایا کرتا ہے۔ جس کو ساکشانکار نہیں ہے۔ وہی شاستر ارتھ کے لئے للکارتا اور لڑنے کے لئے آستین سنبھالتا رہتا ہے +

(۲)۔ جو جیسا ہے اور جس نے اپنی نگاہ جیسی بنالی ہے۔ اُس کو یہ جگت ویسا ہی بھاسنے لگتا ہے +

(۳)۔ یہاں نہ نیکی ہے نہ بدی۔ مگر نیک نیکی دیکھتے ہیں اور بدکار بدی۔ "نیکی نیک۔ را و بدی بدرا" +

(۴)۔ جو جس خیال کو پختہ کرتا ہے۔ اُس کا انجام ویسا ہی ہوتا ہے +

(۵)۔ جہاں دونوں انتہائی حدیں ملتی ہیں۔ سچائی کا وہاں ہی پتہ ملتا ہے۔ اسی وجہ سے سندھیا کے وقت بھجن کرنے کی تاکید ہے +

(۶)۔ گیانیوں کو انسان۔ حیوان اور نباتات سب میں ایشور نظر آتا ہے۔ اگیانی اگر ایشور کو بھی دیکھ لے۔ تو اُس کی ذات میں بھی اُس کو اگیان کا بھرم ہو +

(۷)۔ ایک آگ لکڑی میں رہتی ہے۔ دوسری لکڑی کو جلاتی ہے۔ اسی طرح نرگن اور سگن رُوپ کا حال ہے +

(۸)۔ گیان یوں تو سرو ویاپک اور محیط ہے۔ مگر کبھی کبھی مُورکھ میں وہ زیادہ پرگٹ ہوتا ہے۔ اور پوتھی والے پنڈت اُس سے خالی نظر آتے ہیں +

(۹)۔ آتما کا ملنا پوتھی۔ کتاب۔ وید۔ اور قرآن کے ماتحت نہیں ہے۔ وہ ان سب سے پرے کی چیز ہے +

(۱۰)۔ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے والوں کے ایمان کا پتہ نہیں رہتا۔ لیکن جو اُن کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ اُن میں اکثر سچے ایمان کا نور جھلکتا ہوا دیکھا جاتا ہے +

(۱۱)۔ پڑھے لکھے آدمیوں کا ایشور حرف اور لفظوں کا بنا ہوا ہے۔ اسی کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف پر ان کا بچار رہتا ہے۔ وہ اُس ایشور کو نہیں جانتے۔ جہاں من۔ بانی۔ اکشر اور شبد کی بھی پہنچ نہیں ہے +

(۱۲)۔ "مسرت سُندری کُھل گیا وسے شبد بھرے جہاں پانی + گورو پرتاپ

سادھ کی سنگت نانک سو گھر جانی" (گورو نانک صاحب)

(۱۳) ــ "نام بنا بیکام ہیں چھپن بھوگ ولاس
کیا سنگھاسن بیٹھنا کیا ویکنٹھ نواس"

(۱۴) ــ "جوبن آوے سہج میں سوئی میٹھا جان
کڑوا لاگے نیم سا جا میں اینچا تان"

(۱۵) ــ "گرئیے پربت شِکھر سے پڑیئے دھرن سنجھار
مورکھ متر نہ کیجئے بوڑیے کالی دھار"

(۱۶) ــ "ہردے ماہیں آرسی مکھ نہیں دیکھا جائے
مکھ تو جب ہی دیکھئے جو من کی دبدھا جائے"

(۱۷) ــ "ایک اچنبھا دیکھیا ہیرا ہاٹ بکائے
پرکھن ہارا باہرا کوڑی بدلے جائے"

(۱۸) ــ "ہیرا گورو کا شبد ہے ہرے بھیتر دیکھ
باہر بھیتر بھر رہا ایسا الکھ الیکھ"

(۱۹) ــ "بھیدی جانے سرب گن ان بھیدی کیا جان
کے جانے گورو پارکھی کے جن لاگا بان"

(۲۰) ــ "جا کے من وشواس ہے سدا گورو ہے سنگ
کوٹی کال جھکجھورلئے تو نہ ہو من بھنگ"

(۲۱) ــ "لکھن ہارنے لکھ لیا جاکو ہے گورو گیان
شرت شبد کے انتر ے الکھ پُرش نر بان" (پرم سنت کبیر صاحب)

(۲۲) ــ "من پھر کر جائیں نہیں برہم کہیں گو ہرائے
چوراسی کے پھند میں پھیر پڑیں گے آئے"

(۲۳) سے "چار اٹھارہ نو پڑھے کھٹ پڑھ کھویا مول
سُرت شبد چینھے بنا جیوں پنچھی چنڈول"

(۲۴) سے "تلسی میں کو سو تجے نہیجے دین گتی سوے
گورونوے جو شیہ کو سادھ کہاوے سوے

(۲۵) سے "بڑے بڑائی پاے کر روم روم ہنکار
ستگور کے پرچے بنا چاروں برن چمار"

(۲۶) سے "مکڑی اُتّے تار سے پُن گہہ پکڑے تار
جاکا جا سنگ من رما پہونچت لگے نہ بار"

(۲۷) سے "تلسی ایسی پریت کر جیسے چندر چکور
چونچ جھکی گردن گلی چتوت واہی اور"

(۲۸) سے "تلسی یا سنسار میں پانچ رتن ہیں سار
سادھ سنگ ستگور سرن دیا دھرم اُپکار"

(۲۹) سے "کوئی تو تن من دُکھی کوئی چت اُداس
ایک ایک دُکھ سبن کو سُکھی سنت کا داس" (پرم پریتی تلسی صاحب)

(۳۰) سے "نانک دُکھیا سب سنسار
جو سُکھیا سو نام آدھار" (گورو نانک صاحب)

وگیان پچھاین سماپت

ہندو فلسفہ کے دلچسپ و دلآویز سلسلہ کا نمبر ۲۶

شری گیان بودھاین

مہابھی نشکرمن

مقدس آپ مہاپربھو سدھارتھ گوتم بدھ کے پوتر اور منور رنجن چرتر
جو ہندوؤں کے نویں اوتار اور بودھوں کے پچیسویں بدھ تھے

بدھم شرنم گچھامی
دھرمم شرنم گچھامی
سنگھم شرنم گچھامی

از

تصنیف لطیف بابو شیوبرت لال ورمن - ایم - اے
ایڈیٹر وگیانی لاہور

مطبوعہ راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور

جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

(۶) کپل وستو کانڈ

(۷) دھرم پرچار کانڈ

(۸) درشن کانڈ

(۹) پری نروان کانڈ

رادھاسوامی دیال کی دیا رادھاسوامی سہائے

منگلاچرن۔بندنا اور پرارتھنا

(۱)

دوہے

کوٹ کوٹ ڈنڈوت	(۱) گورو کے چرن سروج ہیں
چھوٹے بھو کے کھوٹ	گورو کی دیا اپار سے
بوڑے بار مبار	(۲) تین تاپ کے بھنور ہیں
بوڑت لیا نکار	گورو سمرتھ نے دیا کی
گورو سماں نہیں دیو	(۳) گورو سماں داتا نہیں
نس دن کیجے سیو	گورو کی بل بل بند نا
تن من سیس جھکاے	(۴) گورو اگیا میں چالیے
اور نہ کوئی اُپاے	کال کرم سے بچن کا
مانگوں اُن سے ایہہ	(۵) گورو سے کچھ مانگوں نہیں
کر چرنن کی کھیہہ	رادھاسوامی دیا کرو

(۲)

شبد

گورو موہی دین سنبھارا	(۱) گورو کے چرن میں بل بل جاؤں
کوئی چڑھے گورو کا پیارا	گورو کیہو نیا شبد ناو دیئی

(۲) بھوساگر یک اگم پنتھ ہے
کبھی بدھ پار جائے کوئی پرانی
سوجھے وار نہ پارا
جب گورو دیں نہ سہارا

(۳) رم جھم کرم میگھ جھر لایو
رات اندھیری بجلی چماکے
پون بہے پروائی
دادر شور مچائی

(۴) راہ نہ سوجھے ڈگر نہ بوجھے
میری لاج تمہیں سوامی گورو
ناؤ پڑی منجھدھارا
تم سب بدھی رکھوارا

(۵) دین دیال دین ہتکاری
رادھا سوامی داتا دیا بچارو
تم دینن کے سہائی
دو چرنن سرنائی

(۳)

شبد

(۱) تین تاپ سے جگت دکھاری
گیان بویک کی گم نہیں وا کو
سکھ آنند نہیں پاوے
بھرم اگیان بھلاوے

(۲) ستواروں نے متی گتی گائی
بدھی چترتا چھل اور دھوکے
متیا مایا کی داسی
جم کی سنگت پھانسی

(۳) بھرم بھرم بھرمے نر باسر
بھرم منڈلے جھولے سائے
بھرم میں آن بھلائے
رشی منی اور سیانے

(۴) نش جنم کا سار نہ جانا
جبھی دیکھا سو بھول بھرم میں
نرتن واد گنوایا
پھیر پھیر بھٹکا کھایا

(۵) رادھا سوامی سنت روپ جگ آئے
جو کوئی چرن شرن میں آیا
شبد کی ڈگر بتائی
تا ہی لیا اپنائی

(۴)

شبد

تم ہی انتر جامی ۔ تم چرن سروج نمامی

(۱) راہ رکانا گھٹ کا بتایا — گھٹکا بھیتے کا چھٹرایا
ڈوبت بھوجل پار لگایا — بھٹکتی بھاو نکھیایا
(۲) تم گیاتا تم گیانی پورے — تم ہی گیان سے پد
کرونا ساگر سب گن آگر — دھارا ادبھت روپ
(۳) ستیہ پُرش ست دھام نواسی — سب کے گھٹ گھٹ باسی
ستیہ روپ ست پد کے داتا — ست چت آنند راسی
(۴) سُرت شبد کا پنتھ چلایا — مارگ اگم بتایا
سُرت میں شبد شبد میں سُورت — سُرت کا روپ دکھایا
(۵) انند تور گاج رہا گھٹ میں — الکھ دھنی پہچانی
رادھا سوامی چرن شرن تمہاری — دُکھ سر پد آن سمائی

(۵)

شبد

(۱) گورو کی دیا بھید سب جانا — گھٹ میں بھان پرکاسا
تمر مٹا اگیان نناسا — سہج ہی بھیا اپنا سا
(۲) برہم رام سے گورو پد اونچا — کوئی کوئی بھیتیا جانتے
لکھ لکھ الکھ اگم لکھ پایا — تب کچھ سار سمجھتے

(۳) بن گورو مرم نہ پاوے کوئی — پنڈت رشی منی گیانی
یہ تو بھید سے گھٹ انتر — جب سمجھے گورو بانی

(۴) گورو نے کچھ مجھ سمجھایا — روپ وراہ بتایا
نرسنگھ وامن پد درسایا — رام کرشن لکھوایا

(۵) بدھ متا کا سار سمجھایا — کلکی کی گتی بھاکھی
مادھو سوامی چرن شرن بلہاری — کھل گئی سینے کی آنکھی

نوٹ۔ (یہ نظمیں دیوالی کی رات کو لکھی گئی تھیں) +

رادھاسوامی سہائے

پرم پُرش پورن دھنی حضور رائے سالگرام صاحب بہادر (رادھاسوامی)
کے چرن کمل کی یادگار میں
دین بھاو اور نمرتا کے ساتھ

سمرپن

بھگتی دان موہی دیجیے۔ گورو دیون کے دیو
اور نہیں کچھو چاہیے۔ نس دن تیری سیو

داسوں کا داس اور سیوکوں میں سب سے ادھم اور نیچ

شیو
ایڈیٹر وگیانی

سادھو سٹریٹ
لاہور

۱۱- مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

ہدایت

وگیان بودھاین وگیان کے سلسلہ کی پانچویں کتاب ہے۔ جس طرح وشنو کے اوتار کی اصلی عظمت شری رامچندر جی سے شروع ہو کر بدھ میں مکمل ہوتی ہے۔ اسی طرح وگیان کی تعلیم وگیان راماین سے ابتدا ہو کر وگیان بودھاین میں ایک طرح پر پوری ہوتی ہے۔ جنھوں نے اس سلسلہ بغور مطالعہ کیا ہے اُن کی رائے ہیں وگیان کرشناین سب سے زیادہ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے۔ مگر یہ اپنی اپنی رائے ہے۔ ہم اپنی کسی کتاب کو بُرا بھلا نہیں کہتے۔ ہاں صرف اس قدر بیشک عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ کہ جنھوں نے راماین پڑھی ہے۔ وہ سب ان کتابوں کا یکے بعد دیگرے مطالعہ کریں تاکہ روحانی تعلیم کے خیالات کے نشو و نما کے مدارج اُن کے ذہن نشین ہوتے جائیں۔ جو بات باقی رہ گئی ہے۔ وہ ہم وگیان سنتاین میں معلے ومقویں حضور مہاراج کی سوانحعمری میں قلمبند کر کے تصوف اور معرفت کے اصل مراد کو پیش کر دیں گے۔ اس کے بعد اب وہی کتاب نذر ہوگی۔ اور وہ گیانی رسالہ کے دو مہینہ کے نمبروں کا یکجائی نمونہ ہوگا +

کتاب ہذا کے تیار کرنے میں ہم نے مختلف و متعدد کتابوں سے مدد لیا ہے ان میں سے 'لایٹ آف ایشیا' اور 'گاسپل آف بدھ' زیادہ تر ہمارے سامنے رہی ہیں۔ دو ایک کا نڈ تو مجبوراً ہم کو گاسپل سے نقل کر دینے پڑے ہیں +
اُمید ہے۔ ناظرین اس کو پڑھ کر خوش ہونگے۔ اور لکھنے والے کو دُعاے خیر سے یاد فرمادیں گے +

دفتر وگیانی سادھو سٹریٹ لاہور
شیو
مارچ سنہ ۱۹۱۷ء

دیباچہ

بدھ کی استتی

کہاں ہے اُس مشعلِ طریقت کی روشنی جو نروان کے راہ میں بھُولے بھٹکے ہوؤں کو سچّا راستہ دکھا دے ؟ کدھر ہے وہ فرحت بخش رُوحانی زندگی کا دلفریب نظارہ۔ جو دل و دماغ کو متحرک کرتا ہُوا منزلِ مقصود کی طرف خوشی خوشی لے جائے!

بدھ سب کہتے ہیں اس دُنیا میں لاثانی تھے تُم
فقر کو ترجیح دیکر سارا چھوڑا راج پاٹ
کاسہ لے کر ہاتھ میں مثلِ گدا در در پھرے
آدمی پر حصر کیا جیواں کے بھی ہمدرد تھے
یکیہ شالاؤں کا منچ خون سے رنگیں دیکھ کر
مذہبی تعلیم میں اصلاح کی با ذوق و شوق
خیر و برکت کی مجسّم صُورت اب کس جا چھُپی

رحمت و لطف و کرم اشفاق کے بانی تھے تُم
قابلِ تخت و حکومت اور جہانبانی تھے تُم
جہل کی ظلمت مٹائی نُورِ یزدانی تھے تُم
فخرِ قوم و فخرِ عالم فخرِ انسانی تھے تُم
دل میں رحم آیا خلافِ رسمِ قربانی تھے تُم
ہادیِ راہِ طریقت اور حقّانی تھے تُم
آؤ اپنا دُکھ مٹاؤ فضلِ ربّانی تھے تُم

آؤ آجاؤ کہ انساں مبتلائے غم ہیں سب
درد سے رنج و الم سے دیدۂ پُرنم ہیں سب

بدھ اوتار

بدھ بھگوان وشنو کے خاص اوتاروں میں سے نویں ہیں جنھوں نے پرگٹ ہو کر خالص سلامت روی اور معصومیت کی پاکانہ زندگی کی اہمیت کی اشاعت کی۔ اور تنگ دلی اور تعصّب سے بچ کر تیاگ اور ویراگ کے ذریعہ سچائی سے ہمکنار ہونے سیکھنے بننے اور سچائی کے نمونہ بن کر دکھانے اور سچائی کے اصلی مقصد کے تکمیل کرنے کی ہدایت کی۔ دُنیا میں بے شمار رُوحانی معلّم ہوئے ہیں۔ مگر ان میں

جو کمال ہے وہ اب تک لا مثال نظر آتا ہے ۔ اس قسم کی نورانی شخصیت کا پتہ تواریخ
سے سوائے اس مخصوص ذات پاک کے اور کہیں نہیں ملتا ۔ ہمارے اس کہنے کا یہ
مطلب نہیں ہے ۔ کہ بدھ جیسے اور مکمل بزرگ دنیا میں ظاہر نہیں ہوئے ۔ کیونکہ اس
دعوے کے بطلان کے لئے ۔ خود بدھ بھگوان کا یہ کہا ہوا کلام کہ میں چوبیں اور بدھ میں
پیش کی ہیں ہے پچیسواں آخری بدھ ہوں شا موجود ہے ۔ اس کے سوا سنتوں کا وجود مبارک
خود اس کی تردید کرتا ہے ۔ ہمارے کہنے کی غرض صرف یہ ہے ۔ کہ جس طرح فلسفہ کے
پیچیدار تانے بانوں سے بچتے اور بچاتے ہوئے اور وقت دقت پر اشاروں سے کام
لیتے ہوئے سدھارتھ بھگوان نے دھرم کی تعلیم دی ہے ۔ وہ تواریخ کے صفحات
کے بدفعات الٹنے پر بھی کہیں نظر نہیں آتی ۔ یہ ایک خصوصیت ہے ۔ جو صرف اس ذات پاک
سے مخصوص پائی جاتی ہے ۔ تعلیم بالکل سیدھی سادی ۔ نہ کہیں اس [illegible] بال کی کھال
نکالنے کی ضرورت نظر آتی ہے ۔ نہ ہندی کی چندی کرنے کی نوبت [illegible] ہے ۔ اور یہی
سبب ہے کہ چوتھائی صدی کے اندر ہی اندر دنیا کے اس عالمگیر طریق نے وہ شاندار
فتح حاصل کی ۔ جو اور کسی مذہب کے حصہ میں اب تک نہیں آئی ۔ اور پانچ سو برس کے
اندر اندر وہ قریب قریب اس وقت کی دنیا میں ہر جگہ پھیل گیا ۔ اور اب تک اس کے
پیروکاروں کی تعداد (غلط ہو یا صحیح) کل آبادی کی ایک تہائی بتائی جاتی ہے ۔ بعضوں
کی رائے میں بدھ دھرم کے مقلد اس وقت پچاس کروڑ کے قریب ہیں ۔ بعض اس سے
سے زیادہ اور کم بھی بتاتے ہیں ۔ اس کا رتبہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے ۔ ہمالیہ کی بلند
مرتفع جیسے بھوٹان نیپال اور تبت اب تک اس پر فدا ہیں ۔ سمندری علاقوں میں
جزیرہ لنکا خاص طور پر اس کی تعلیم کا دلدادہ ہے ۔ چین میں بدھ کا نام عزت اور تعظیم کے
ساتھ لیا جاتا ہے ۔ جاپان کا قومی مذہب شنتو گو اس کا خاص دھرم بتایا جائے ۔
مگر راقم نے اپنے سیر و سیاحت کے زمانہ میں اچھی طرح یقین کر لیا ہے ۔ کہ اس زندہ

اور جاندار قوم کا اصلی مذہب صرف بُدھ دھرم ہی کہا جا سکتا ہے۔ مشرقی جزیرہ نما جو اِنڈو چائنا کہلاتا ہے۔ اس کا نام لیوا ہے۔ وسط ایشیا۔ سیبریا (مشرقی رُوس) اور سویڈش لاپلینڈ تک میں وہ پایا جاتا ہے۔ سیام کا مُلک بودھ سلطنت کے تابع ہے ہمارے اپنے مُلک بھارت ورش سے گو یہ طریق جلا وطن کہا جائے مگر اُس کی رُوح اور اُس کی تعلیم کا جوہر اب تک کسی نہ کسی شکل میں ہمارے درمیان بھی موجود ہے۔ نادان ہیں وہ لوگ جو ہندوؤں کو بُدھ دھرم کے اثر سے خالی سمجھتے ہیں۔ اُن کے جھٹلانے کے لئے صرف اسی ایک بات کا ذہن نشین کرا دینا کافی ہے۔ کہ بُدھ ہمارے پُورانک دھرم کے نویں اوتار تسلیم کئے جاتے ہیں۔ دُور کیوں جاتے ہو۔ وشنو طریق کے تمام سنپرداؤں اور فرقوں کے طرزِ عمل کو غائر بیں نظر سے دیکھو۔ اور یہہ سب ہزار زبان سے عملاً اُس کی لطیف تعلیم کے جوہر کا اعلان کرتے ہوئے اُس کو جذب کئے ہے ہیں یہہ سچ ہے کہ یہ بُدھ کا نام نہیں لیتے۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے!

پرم سنت کبیر صاحب	نام نہ لیا تو کیا ہُوا۔ جو انتر ہے ہیت پتی ورتا پتی کو بھجے۔ کبھوں نام نہیں لیت	

اور اس نام نہ لینے کا سبب ہے جو ہم آگے چل کر بیان کرینگے ✦

بودھوں کی تعداد

الغرض اگر تعصّب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو اب تک مقدّس آپ بُدھ کے نام لینے والے دُنیا میں سب سے زیادہ ہیں۔ ڈھائی ہزار برس سے زیادہ عرصہ گُذرا جب بُدھ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ باوجود بوڑھے ہونے کے اب تک یہہ شاندار طریق عوام الناس کی کشش اور توجہ کا باعث بنا ہُوا ہے۔ اور علم و عقل کی ترقی کے ساتھ اُس کی عزت بالعوض گھٹنے کے بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اور یہہ ترقی اُمید دلاتی ہے۔ کہ کیا عجب پھر کسی وقت وہ نئی قالب اختیار کرکے پھر دُنیا کو فتح کر سکے ✦

بُدھ دھرم کا زوال

بُدھ دھرم پر کئی سو برسوں کی اشاعت کے بعد زوال آنا شروع ہوا۔ اُس کے مٹھ اور وہار جلائے گئے۔ اُس کے بھکشو اور معصوم فقیروں کے گلے بیرحمیوں کی چھریوں سے کاٹے گئے۔ کتبخانے آگ کے حوالے ہوئے۔ جابجا طور پر اُس کی استیصال اور بیخ کنی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ مگر وہ کچھ ایسا سخت جان ثابت ہو رہا ہے۔ کہ اب تک اپنی ہستی کو نہ صرف قائم کئے ہوئے ہے۔ بلکہ اپنے زیرِ اثر بے شمار آدمیوں کے رُوحانی تسکین کا باعث بنا ہوا ہے۔ جہاں تک تواریخ پتہ دیتی ہے۔ صرف یہی ایک مذہب ہے جو صُلحِ کُل اور انسان کی عالمگیر اخوت کا جھنڈا بلند کئے ہوئے شانتی۔ پریم۔ اور محبت کے ساتھ آدمیوں کو اُس عَلَم کے شاندار سایہ کے نیچے آکر آرام اور راحت پانے کی دعوتیں دیتا ہوا چلا آرہا ہے۔ صرف یہی اکیلا دھرم ہے جس کا دامن خُون کے دھبوں سے عجیب طور پر پاک نظر آتا ہے۔ باقی اور کسی مذہب کی اشاعت کی تواریخ مطالعہ کرو۔ وہ خونریزی۔ قتل و بدل۔ اور ہاہاکار اور سفاکی کی تواریخ ثابت ہوگی۔ یہ جس طرح ابتدا میں پاک و صاف تھا۔ اُسی طرح ابتک بھی ویسا ہی ہے۔ اور بُرے سے بُرے حاسد اور متعصب سے متعصب نکتہ چین کو کہیں بھی ایک مثال ایسی نظر نہیں آتی۔ جس میں لڑائی جھگڑے کے سلسلہ میں اس کی اشاعت کا اہتمام مدِّنظر رکھا گیا ہو۔ بودھ لوگ اپنے دھرم پر مرمٹے۔ جانوروں کی طرح بے رحمی اور ظلم کی بیدیوں پر ذبح کئے گئے۔ گاجر اور مولی کی طرح ان کے سر کاٹے گئے۔ مگر کبھی کسی حالت یا کسی موقع پر بھی جان کی حمایت اور دھرم کی حفاظت کے لئے ان میں ایک متنفس نے بھی انتقام کی تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ [illegible] کی [illegible] ہیں جن میں [illegible] ہزار بھکشو [illegible] زندگی بسر کرتے تھے۔ بُری طرح پر [illegible] مذہب کے [illegible] ہوئے [illegible] گیا۔

پشاور کی مرتفع مینا ریں جن کی بنیاد کے نیچے اس زبردست اور قابلِ تعظیم معلم کی راکھ (خاک) مدفون تھی ڈھائے گئے۔ سمرقند۔ بلخ۔ بخارا۔ ترکستان۔ کشمیر اور دیگر مقامات کے معبد زمین دوز کر دیئے گئے۔ بودھ اپنی پاک کتابوں کو بغل میں دبا کر تبت کے پناہ دینے والے وادیوں کے طرف چلے گئے۔ مگر ان میں سے نہ تو کسی نے آتش اور ظالموں کے مقابلہ میں لڑائی کی۔ اور نہ اُن کے ساتھ لڑنے کے لئے کسی زبردست طاقت کا سہارا نہیں تلاش کیا۔ بلکہ بہ تقدیر تسلیم اور رضا کی راہ پر چلتے ہوئے صبر اور خاموشی لے ساتھ ایسی جگہ چلے گئے۔ جہاں انسان جیسی صورت والے درندوں سے امن و امان کی حالت نصیب ہوئی۔ کیا اس قسم کی معصومیت اس طرح کی صفائی۔ اور اس ڈھنگ کے طور و طریق اور کسی جگہ نظر آتے ہیں؟ انسان کو اگر اپنی انسانیت پر ناز ہو۔ تو اس انسانیت کی زبردست شان صرف بنی نوع کی محبت۔ حد درجہ کی ایثار نفسی اور بے غرضی ہی کو سمجھنا چاہیئے۔ اور یہ تمام باتیں عملی پیرایہ میں بودھوں ہی میں نظر آتی ہیں۔ بات بنانا۔ بحث کے میدان میں مدلل تقریروں کا طومار باندھنا اور کج بحثی کرتے رہنا دوسری بات ہے۔ مگر کر کے دکھا دینا۔ مذہبی زندگی کی مثال اپنے ذاتی قول فعل اور عمل سے قائم کرنا اور بات ہے۔ تمام دنیاوی مذاہب چاہے کوئی بھی ہو۔ ان الزامات سے بری نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کا سہرا کسی کے سر باندھا جا سکتا ہے۔ تو وہ صرف بودھ دھرم ہے +

دھرم میں تبدیلی

ہم اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ امتداد زمانہ کے اثرات تغیرات اور تو ہمات نے اس دھرم کی وہ حالت نہیں رہنے دی جو اس سے مخصوص تھی۔ آج کل ہر جگہ باطل پرستی پھیل گئی ہے۔ اور چاہے جاپان ہو یا چین یا لنکا ہو یا تبت ہو۔ تمام بودھ ملکوں میں خرابیاں واقع ہو گئی ہیں۔ لیکن اگر کوئی بات نقص سے خالی اور انسانی کمزوریوں سے پاک ہے۔ تو وہ صرف بدھ بھگوان کی سچائی بھری تعلیم ہے

اور وہی بُنیاد ہے جس پر اس مذہب کی عالیشان عمارت کھڑی کی گئی تھی - اور باتوں میں چاہے بُدھ فرقوں کے درمیان باہمی اختلافات ہوں - مگر جہاں تک کہ گوتم بُدھ کے سوانحات کا تعلق ہے - سب متفق الرائے ہو کر اعلان کر دیتے ہیں کہ رُوحانیت پاکیزگی - اخلاق - اور نفس کشی کی یہ زندگی ہے - جو روشنی کا مینار بن کر بھولے بھٹکے ہوئے جہازوں کو ناپاکی اور کثافت کے تنگ و تاریک چٹانوں سے باہر نکالنے کا اہتمام کرتی ہے - تمام واقعات کی جس طرح جانچ پڑتال کرنا چاہو کر لو - ایک بھی تو ایسا واقعہ اس بزرگ کی زندگی میں نہیں ملتا - جو اُس کی پاکی پر دھبہ ڈالتا ہو - عیسائی پادری عام طور پر اور مذاہب کے بانیوں کے شان میں بُرا بھلا کہنے کے عادی ہیں - اُن کا یہ اصول ہی ہو گیا ہے - کہ چاہے کچھ بھی ہو - گر وہ کسی کو بے خطا نہ کہیں گے - یہ اُن کا قصور نہیں ہے - یہ اُن کے دھرم کی تعلیم ہے - مگر ان نکتہ چین حرف گیروں کو بھی وقت وقت پر اقرار کرنا پڑا ہے - کہ حضرت مسیح کو چھوڑ کر صرف اس امن کے شاہزادہ سدھارتھ ہی کی ایسی مثال دُنیا میں ملتی ہے - جو خوش اخلاقی اور پاکی کی زبردست جھلکتی ہوئی تصویر ہے - ہم بُدھ کا مسیح کے ساتھ مقابلہ کرنا نہیں چاہتے - اور نہ ہم کو کسی کی طرفداری منظور ہے - بے جا حمایت تنگ دلی اور تنگ خیالی کی جڑ ہے - جن کو ضرورت ہو - بطور خود دونوں بزرگوں کے حالات کا خود مقابلہ کر کے اپنے لئے نتیجے اخذ کریں - ہم یہاں صرف اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے ہیں - کہ ان عیسائی مسیحیوں کو بھی مجبور ہو کر یہاں دبے ہوئے لفظوں اور استعجاب و حیرت کے لہجوں میں سچائی کے تسلیم کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہیں آیا - اور اُن کو ماننا پڑا - کہ اُن کے گورو کے پہلو بہ پہلو ایک اور شخصیت ہے جو پاکی کی دعویدار ہے +

بُدھ ایک زبردست بادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں - جنھوں نے محبت اور پریم کے ہتھیاروں سے انسان کے دلوں کو فتح کر لیا - اور اُن کے اندر اپنا تختگاہ بنا یا ہے

مسیحی مذہب کی اشاعت کے حالات خود قدم قدم پر خونریزیوں کے واقعات سے بُری طرح خونین اور داغدار نظر آتے ہیں۔ اِن کو پوتر گنگا کا پانی بھی نہیں دھو سکتا۔ باہمی جنگ و جدل۔ باہمی نفسانیت کے سوا مسیحی سلاطین جہاں گئے۔ خون کی ندیاں بہائیں۔ اُن کے کارنامے پڑھو۔ خود تم مطمئن ہو جاؤ گے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسیحی طریق میں بھی اچھی رُوحوں کا ظہور ہوا ہے۔ مگر اس کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کوئی شخص کہنے سے درگذر نہ کرے گا۔ کہ یہ راجہ بھوج اور بھوجا تیلی کا مقابلہ ہے ۔
"چہ نسبت خاک را با عالم پاک" ؎

ہندو بُدھ دھرم کے مخالف نہیں

قدیم ہندوؤں کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بُدھ دھرم کے مخالف تھے۔ اور جنہوں نے واقعات کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ وہ اس غلط العام روایت پر آمناً و صدقناً کہہ اُٹھتے ہیں۔ مگر ہمارے یہاں ایک بھی تو ایسی روایت نہیں ہے۔ جو اس کی تائید کرتی ہو۔ قریب دس برس ہوئے ہیں۔ کہ بُدھ گیا کے سنیاسی ہندو سنت نے سنسکرت اور بھاشا میں ایک مدلل کتاب لکھی تھی۔ جس میں پورانوں کے حوالے دیکر بُدھ بھگوان کی شخصیت کو بے خطا۔ منزہ من الخطا اور حد درجہ کی پاک ثابت کی تھی۔ یہ کتاب مُفت میں بلا قیمت تقسیم کی جا رہی ہے۔ جس کا جی چاہے اُس کو منگوا کر پڑھے۔ اور اپنا اطمینان کر لے۔ ذیل میں ہم کچھ اُس کے اقتباسات داخل کرتے ہیں ؎

بُدھ بھگوان کی مہما پورانوں میں

(۱) "اب میں بُدھ کے اوتار کا بیان کروں گا۔ جو اس چیز کو پڑھینگے وہ اپنے من کی کامناؤں کو پورا کریں گے" ؎ اگنی پوران باب ۱۶ شلوک ۱

(۲) "شانت آتما۔ لمبے کان۔ سندر روپ۔ پیتمبر دھارن کئے ہوئے۔ بُدھ کمل آسن پر براجمان ہیں۔ وہ کامناؤں کے دینے والے۔ اور سب پر کاز

کے بچنے کے ناس کرنے والے ہیں"۔ اگنی پوران باب ۴۹ شلوک ۸

(۳) "مچھ - کچھ - وراہ - نرسنگھ - وامن - بھارگو (پرسرام) رام - کرشن - بدھ - اور کلکی - اِن کی مورتوں کو گائیتری منتر سے دھارن کرکے اِن کی پوجا کرنی چاہیئے"۔ لنگ پوران۔ اُتراردھ - باب ۴۸ شلوک ۳۱ تا

(۴) "بدھ کا جنم جیشٹھ کے شوکل پکش میں ہوگا"۔ نرنے سندھو - باب ۱۱

(۵) "بدھ کی پوجا پوس کی شکل پکش کی سپتمی کو کرنی چاہیئے"۔ نرنے سندھو باب ۱۱

(۶) "چرنوں کا دھیان کرتے ہوئے اُپاسک کو کہنا چاہیئے - "بدھائے نمہ"۔ بھوشیہ پوران۔ اُتراردھ۔ ادھیائے ۳۷

(۷) "بدھ گیروے بستر دھارن کئے ہوئے - اُوپر کا بستر کندھے پر پڑا ہوا پدم آسن پر بیٹھے ہوئے - دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر دھیان میں مگن ہیں"۔ بھوشیہ پوران۔ اُتراردھ

(۸) "یوگ دھیان میں آسن جمائے ہوئے - مہا یوگی - سر مونڈائے ہوئے بدھ کے روپ میں - بالکوں کے کلیان کرنے والے - جناردن (وشنو) ہیں"۔

جاتک شنشٹی پوجا پرکرن

(۹) "بدھی اور سمجھ بوجھ والا اُپاسک - گھنٹ (گھڑے) کو سامنے رکھ کر بدھ کی سونہری مورتی بنوا کر سامنے رکھے - اور اُس کی پوجا کر کے براہمن کو دان دے"۔ ہیما دری۔ ادھیائے ۱۵ برہم کھنڈ

(۱۰) "مچھ - کچھ - وراہ - نرسنگھ - رام (پرسرام) رام (دشرتھ پتر) - رام (کرشن) بدھ - کلکی - یہ دس اوتار ہیں - یہ سب اے سرپادھا! اُسی ایک کے روپ ہیں - اے سندر! یہ دس زینے ہیں اُس وشنو کے درشن کے کو سمجھے گئے"۔ وراہ پوران - ادھیائے ۴ شلوک ۲

(۱۱) "شرون کی شوکل پکش کی دواشی بدھ پوجا کیلئے مخصوص ہے"۔ وراہ پوران

(۱۲) "بُدھ اور کلکی! تم دونوں کو نمسکار ہے۔ تم دونوں اچھے بَر کے دینے والے ہو" + وراہ پُران ادھیائے ۵۵ شلوک ۳۷

(۱۳) "دس اوتار۔ مچھ۔ کچھ .... بُدھ۔ کلکی ...... مہانم وان ہیں" + وراہ پُران ادھیائے ۲۱۳ شلوک ۲۷

(۱۴) "جو میرا بھگت ہے۔ وہ اندریوں کو بس میں کر کے۔ مچھ۔ کچھ۔ .... بُدھ۔ کلکی کی پوجا کرے۔ اے کمل نیتر والی دیوی! وہ دس اوتاروں کو پوجے" + وراہ پُران ادھیائے ۱۲۱ شلوک ۶۵ و ۶۶

(۱۵) "مچھ۔ کچھ۔ وراہ کو نمسکار! نرسنگھ وامن کو نمسکار! پوتر بُدھ اور دُکھ ناس کرنے والے کلکی کو نمسکار!" گرگ سنہتا اشومیدھ کھنڈ ادھیائے ۱۴ شلوک ۱۰۵

(۱۶) "دھرم کے ستھاپن کرنے اور دیتوں کے مارنے کے لئے۔ اس کمل نین نے تپ کر کے بُدھ کا جنم لیا" + متسیہ پران ادھیائے ۴۷ شلوک ۲۴۷

(۱۷) "نمو شُدھاے بُدھایہ نستے گیان روپنے + نمستانند روپایہ۔ساکشنے جگتاں نمہ" + کورم پُران ادھیائے ۲ شلوک ۵۱

(۱۸) "نمو بُدھاے شدھایہ نموکتاے ہیتوے۔ نمو نمو نستیم مایا تی بیدھے نمہ" + کرم پُوران

(۱۹) "نمہ شُدھاے بُدھایہ۔ گنوبھتایا کتاتا جنے" + وایو پوران ادھیائے ۳۰ شلوک ۲۲۵

(۲۰) "کرشناے نموبھیام + بُدھاے نمو بُدھشودھ پر تشٹھا میوشہ"

(۲۱) "کلی یرلتیے یتھا بُدھو + بھونیار اینے پربھو، کلجگ کے آتے ہی نارائن بُدھ کے روپ میں پیدا ہوتے ہیں" + نرسنگھ پُوران ادھیائے ۳۶ شلوک ۲۹

(۲۲) "دواپر اور کلی کی سندھیا میں دیتوں کو بھرم میں ڈالنے کے لئے نارائن بُدھ کے نام سے جن کے نیتر ہوتے ہیں۔ اُن کی پوجا بدھی سے

ساتھ کرنی چاہیئے"۔ گرڑ پوران ادھیا ۲ شلوک ۳۲

(۲۳) "بدھ ہم کو گنہگار پاکھنڈیوں سے - اور کلی یگ کو گناہ سے بچائیں گے"۔ گرڑ پوران ادھیا ۲۰۲ شلوک ۱۱

(۲۴) "اے جیتی سروپ بدھ! تجھ کو نمسکار ہے - تو نے بدکاروں کے یگیوں کو اس لئے روک دیا کہ جانور ذبح ہونے سے بچ جائیں"۔ دیوی بھاگوت سکندھ ۱۰ ادھیا ۵ شلوک ۱۳

(۲۵) "میں اس بدھ کو نمسکار کرتا ہوں جس نے یگیوں میں پشوؤں کے بلیدان کی نندیا کی ہے"۔ پدم پوران کریا کانڈ ادھیا ۴ شلوک ۱۸۸

(۲۶) "نمو بدھائے شدھائے + شوکر پائے نمو نمہ"۔ پدم پوران کریا کانڈ ادھیا ۱۱ شلوک ۹۴

(۲۷) "وہ بدھ جو تپ کی وجہ سے سب دیوتاؤں سے افضل ہے - جو جگت کا پریتم ہے - جس نے بغیر ہتھیار کے جگت کو فتح کیا - جس میں خشش اور شانت نیا ہے - وہی شدھودن کا لڑکا ہو کر پیدا ہوا - اس کا کوئی دشمن نہیں ہے - وہ سب کا آنند دینے والا ہے - وہ سب پر کرپا کرتا ہے - اسی نے شونیہ واد کا فلسفہ سکھایا - وہ نیکیوں کا دینے والا - چار کروڑ سچائیوں کا پرکٹ کرنے والا ہے ...."۔ نارد پنچ راتر تنکشٹ پرماد

(۲۸) "تو نے بدھ کے روپ میں جنم لیا - تیاگ اور دیاگ کی مہما بتائی - کرم اودیا کو دھوکا ٹھہرایا جس کو اگیانی برہمن مان رہے تھے"۔ کلکی پوران انش ۲ ادھیا ۳ شلوک ۲۷

بدھ بھگوان کی مہاشاکت مت کی کتابوں میں

(۱) "اے بدھ! تو بھوساگر پار کرنے میں مہا مددگار ہوتا ہے - تجھ کو نمسکار ہے - میں کلی یگ سے ڈر کر تیرے شرن میں آیا ہوں - تو سب کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے - تو پدم آسن پر بیٹھا ہوا - ہاتھوں کو رانوں پر دھرے ہوئے - بند کی ہوئی آنکھیں - دھیان میں مگن - شانت روپ

شاگردہا تھوں میں کتابیں لئے ہوئے تیرے اردگرد کھڑے ہیں۔ اور دشا کے دیوتے اور اندر تیری پوجا کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ میترو تنتر
(۲)۔ بُدھ جو سب کا کارن ماتر ہے میں اُس کو نمسکار کرتا ہوں" منیرو تنتر

وغیرہ وغیرہ وغیرہ

بدھ بھگوان کی مہما اور کتابوں میں

(۱) "اے جگدیش! تیری جے ہو۔ تو نے شُرتی کے یگیوں کا کھنڈن کیا۔ جن میں پشوؤں کے بل کا بدھان آتا ہے۔ اِن جانوروں کا بدھ دیکھ کر تجھے کو دیا آئی۔ تیری جے ہو" گیت گووند

(۲) "جگت کے اِس طبقہ میں شاکیہ سنگہ نے پہلے بُدھوں کی جگہہ پر بیٹھ کر شونیہ وادا اور بدوان کے تیروں سے دُکھ رُوپی شترو کا ناس کیا۔ پُورن گیان کو پراپت کر لیا جس میں آنند ہی آنند ہے۔ اور کرودھ اور دُکھ کا نام نہیں رہتا" للت وستر

قدردانی کی کمی

یہ بات کہ ہندوستان میں بُدھ کے مندر بہ کثرت کیوں نہیں ہیں۔ اور کیا وجہ ہے۔ کہ رام اور کرشن کی طرح عام طور پر اُن کے نام کو ہردلعزیزی کا رتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایک سوچنے اور سمجھنے کا مضمون ہے۔ جس کا اِشارہ ہم نے اپنی وگیان راماین کے دیباچہ میں کر دیا ہے۔ سبب یہ ہے۔ کہ ہندو آج کل کی طرح ہمیشہ سے نادان اور ان سمجھ نہیں تھے۔ وہ بہت دانشمند۔ سوجھ بوجھ والا اور انجام بین تھے۔ یہ سچ ہے۔ کہ بُدھ بھگوان کی پاک شخصیت ہر پہلو سے مکمل دلکش اور قابل توجہ ہے۔ ہر قسم کی لغزش اور کمزوریوں سے پاک و صاف ہے مگر آخر وہ ہے کیا؟ اور کس کی تقلید کی مستحق ہے؟ صرف اس سوال کو حل کرو اور اُس کا جواب تمہارے لئے حد درجہ کا اطمینان بخش ثابت ہوگا۔

ہر اوتار کی خصوصیت

ہر اوتار جیسا کہ ہم اس سلسلہ کی کتابوں میں اکثر کہتے

آ رہے ہیں۔ انسانی زندگی کے کسی نہ کسی حصّہ کی روشن اور چمکتی ہوئی مثالیں ہیں۔ کوئی بچپن کوئی برہمچاری۔ کوئی گرہستی۔ اور کوئی بن پرستی۔ او سنیست کی نمایاں اور قابل تقلید نظیر پیش کرتی ہے۔ رام گرہستی اور کرشن ون پرستی ہیں۔ عام طور پر ہند و سوسائٹی کے تمام افراد گرہستی ہیں۔ گرہستی کے لئے گرہست دھرم کا پالن کرنا ہے یا ورکت دھرم کا؟ رام باہمہ ہیں۔ اور اس لئے گرہستیوں کو باہمہ بننے کی ضرورت تھی۔ اگر اس سے کچھ اور بڑھکر چلنا ہے۔ تو پھر باہمہ اور بے ہمہ بننے کی ضرورت ہے۔ یعنی انسان سب کا رہے اور کسی کا بھی نہیں۔ یہ بات کرشن کی زندگی میں ہے وہ باہمہ اور بے ہمہ دونوں ہیں۔ اور یہ ہو ہونے کی وجہ سے اُن کی بھی پرستش کا اس قدر اہتمام ہے۔ کرشن گرہست آشرم کو لئے ہوئے ورکت ہیں۔ وہ پورے تیاگی اور ویراگی نہیں ہیں وہ یہ بھی ہیں اور وہ بھی ہیں۔ یہ وجہ ہے۔ کہ اُن کے نام کو اس قدر ہر دلعزیزی حاصل ہے۔ ہندوؤں میں آشرم دھرم کے پالن کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ گمراہ اور ادھرمی ہے۔ وہ گرہستی جو گھر میں رہکر سنیاسی کا لباس پہنتا ہے! اپنے آشرم کا دھرم بپا ہے اور آشرموں سے بُرا ہی کیوں نہ معلوم دے۔ لیکن وہ اور آشرموں کے دلفریب اور اچھے نظر آنے والے دھرموں سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔ یہ بھگوت گیتا میں خود کرشن بھگوان کی تعلیم ہے۔ اور ہر شخص کی زندگی کا ذاتی تجربہ شہادت دیتا ہے۔ کہ آدمی جس حالت اور حیثیت میں رہے اُسی کے قایم رکھنے اور اُسی پر چلنے کا خیال رکھے۔ اگر گرہستی ہو تو گرہست دھرم کے فرایض اچھی طرح سے انجام دو۔ اور رام کی تقلید کرو۔ اور اگر گرہستی سے کچھ اُوپر آ گئے ہو۔ تو کرشن کی باہمہ اور بے ہمہ زندگی سے مفید اور اخلاق آموز سبق سیکھو۔ ون پرستی نے ابھی تک خانہ داری کے جھمیلوں سے اپنے آپ کو بالکل بے تعلق نہیں کر لیا ہے۔ وہ درمیانی اور برزخی حالت میں ہے۔ اس لئے اُس کو کرشن ہی کی اُپاسنا لازمی ہے۔ بدھ بھگوان سنیاس کے

روپ ہیں ۔ وہ صرف سنیا سیوں ۔ تیاگیوں ۔ اور ویراگیوں کی پیروی کرنے کے نمونہ ہیں ۔ گرہستی اور بن پرستی کے لیئے سو قسم کے جھگڑے بکھیڑے رہتے ہیں ۔ گرہستی کا مارگ تو گرہن ہے ۔ بن پرستی کا گرہن اور تیاگ دونوں کا ہے ۔ ان کی ذمہ واریاں بہت مشکل اور نازک ہیں ۔ یہ بدھ کی پیروی کیسے کر سکتے ہیں !۔ ان کو ابھی تک ویدوں کے ساماجک دھرم سے آزادی نہیں ملی ۔ اور بغیر اس آزادی کے وہ بدھ کی پیروی کا دم کیسے بھر سکتے ہیں ! یہ سمجھنے اور سوچنے کی بات ہے ۔ مانا کہ بدھ کی شخصیت نہایت ہی مکمل ہے ۔ اس پر کوئی عیب نہیں لگا سکتا ۔ وہ بے عیب بھی ہے ۔ مگر ہم گرہستی سوا اس کے کہ اس کی تعظیم میں اپنا سر جھکا دیں ۔ اور زیادہ کیا کر سکتے ہیں ! جب ہم سنیاسی ہو جائینگے تب بودھ بن لیں گے ۔ اوتاروں کے کارناموں کو تو دیکھو ۔ رام گرہستی بن کر لڑتے بھڑتے رہے ۔ خانہ داری کے کام کرتے رہے ۔ کرشن نے جہاں قومی مجلسی اور ملکی دشمنوں کو زیر زبر اور ہلاک کیا ۔ ساتھ ہی نفسانی اور روحانی دشمنوں کو بھی مغلوب کیا ۔ اور تعلق میں بے تعلقی اور بے تعلقی میں تعلق کا بہترین نقشہ دکھا دیا ۔ جہاں بھوگ تھا ساتھ ہی یوگ بھی تھا ۔ ان کی زندگی میں ایک دن بھی تو ایسا نہیں آیا ۔ جب انھوں نے نتیہ نیم کا پالن نہ کیا ہو ! برعکس اس کے بدھ کی ذات پاک میں ہم کیا دیکھتے ہیں ؟ راج پاٹ چھوڑا ۔ گھر کے کام دھندوں سے منہ موڑا ۔ سب کو عام طور پر فقیرانہ اور پارسایانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی ۔ اور صرف نروان پد کے معراج تمنا بنانے کی ہدایت کرتے رہے ۔ ہزاروں گرہستیوں کو بھکشو کا لباس پہنا پہنا کر وہاروں میں رہنے اور سادھن کرنے کی تلقین فرمائی ۔ اور بے ہم پنے کی ضرورت محسوس کرائی ۔ یہ سنیاس کا دھرم تھا ۔ یہ مجموعی حیثیت میں عوام کا تو طریق کبھی نہ ہؤا ۔ اور نہ ہو سکتا ہے ۔ اور نہ امیدیں کرنی چاہئیں ۔ پس اگر ہندو اس طرف اتنے مائل نہیں ہیں تو برا کیا ہے ! عام ہندو ساماجک دھرم کو تلانجلی تو نہیں دینا چاہتے ۔ سنیاسی ورن آشرم کو فضول اور نکما سمجھتا ہے ۔ سنیاسی کو سمجھنا بھی ایسا

کرم کانڈ کو مکتی کا سدّ راہ مانتا ہے۔ اُس کو ماننا بھی ایسا چاہیئے۔ سنیاسی ویدوں کے کرم کانڈ کو مکتی کا سدّ راہ مانتا ہے۔ اُس کو ماننا بھی ایسا ہی چاہیئے۔ لیکن عوام تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ورنہ مجلسی شیرازہ ابھی دم کے دم میں درہم برہم ہو جائے۔ ہندو ہمیشہ سے کہتے آئے ہیں۔ کہ جو زندگی کے جس درجہ میں ہو اُسی کی پابندی کا خیال رکھے۔ اگر کوئی شخص سنیاسی ہو کر پھر گرہستی کا دھرم کرتا ہے۔ تو وہ پتت اور ادھرمی ہے۔ اس لئے وہ اپنے افراد کے کثیر تعداد کو بودھ ہونے سے روکنے لگے۔ اب تم کو اختیار ہے۔ اس قدر کچھ سمجھ لینے کے بعد بھی اگر تم ہندوؤں کو بدھ دھرم کا مخالف کہتے ہو۔ تو سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ابھی تک نہ تم نے اچھی طرح دھرم کی مریادا کو ذہن نشین کیا۔ اور نہ ہندو سوسائٹی کی کانسٹیٹیوشن ہی کی مراد کی طرف غایر نگاہ سے دیکھا۔ اگر کوئی نادان ہونا چاہتا ہے تو ہو جائے۔ ہم کیا کریں۔ اور کوئی کیا کرے! الغرض صرف سمجھ بوجھ کا پھیر ہے۔ ورنہ ہندو کسی حالت میں بدھ کے مخالف نہیں ہیں۔ اُس دھرم کی تعلیم کا جوہر اب بھی اگر کہیں جذب کیا ہوا ملیگا۔ تو صرف ہندوؤں ہی میں ہوگا۔ چین اور جاپان وغیرہ ہزار بودھ کہے جائیں۔ مگر ان میں سب کے سب سنیاسی نہیں ہیں! بدھ دھرم عوام کا طریق نہ تھا نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ وہ صرف بھکشو سنیاسی۔ اور تیاگیوں کا مارگ ہے۔ اور مبارک ہیں وہ سنیاسی۔ تیاگی۔ اور ویراگی۔ جو اس روحانیت کی شاندار مثال کو نظر کے سامنے رکھکر ہمہ تن اُس کی پیروی میں لگے رہتے ہیں!

بدھ کامل اوتار

لو تم بدھ روحانی نقطہ نگاہ سے تمام اوتاروں میں بزرگ ہیں۔ کیونکہ جس طرح زندگی بچّہ (بیج) روپ سے برگٹ ہو کر رام اور کرشن میں اپنے ظہور کا جلوہ دکھاتی ہے۔ اور ان رحلوں میں آکر شاندار ہو جاتی ہے۔ وہی آگے بڑھ کر بدھ کی شخصیت میں آپ شخصیت کے روپ میں جسمانی کمالاتی ہوئی روحانی نظر آتی ہے۔ وہ باکمال ہے۔ کس تمدل اور تقشب

کا دل ایسا ناپاک ہو گیا ہے۔ جو اُس کی شان میں بدی اور عیب کے کلمے زبان سے نکالنے کی جرأت کرے گا!

بدھ ناستک نہیں تھے

بُدھ ویدوں کے کرم کانڈ کے حامی نہیں تھے۔ بُدھ ورن آشرم یوگ کے طرفدار نہیں تھے۔ بُدھ مجلسی حالت کے قوانین کو قبولیت کی نظر سے اِس قدر نہیں دیکھتے تھے۔ اُن کا طریق معصومیت اور بے خطائی کا طریق نجات اوم اہنسا پرمو دھرمہ۔ یہہ اصول اُن کے شمسی جھنڈے کا نشان بنا ہوا تھا۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر صرف نِروان حاصل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے۔ تو اور کون اَوتار کرتا! نظیر قایم کرنا تو اوتاروں ہی کا کام ہے۔ معمولی انسان تو صرف پیرو اور معتقد بن سکتے ہیں۔ یہہ کام صرف اوتاروں ہی سے متعلق ہے۔ اور اسی وجہ سے ہندو اوتاروں کو پوجتے ہیں۔ اور اُن کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ جن لوگوں کو بُدھ دھرم کے مطالعہ کرنے کا اچھی طرح موقعہ نہیں ملا۔ وہ اُس کو غلطی سے ناستک بتاتے ہیں۔ اُن کو سمجھ نہیں ہے۔ اُن کی کج فہمی کی حرکت اس وجہ سے قابل معافی ہوتی ہے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ وہ برہمہ اور ایشور کو نہیں مانتے تھے۔ مگر ہم کو بہ حیثیت طالب علم ایک بھی ایسی مثال بُدھ دھرم کے نوشتہ جات میں نہیں ملتی۔ جس میں صاف لفظوں میں برہمہ یا ایشور کی ہستی سے قطعی انکار کیا گیا ہو۔ بلکہ جا بجا اُن کی ہستی کے اشارے واضح پیرایہ میں آئے ہیں۔ اب رہا یہہ کہ آیا بُدھ خود اُنکو مانتے بھی تھے یا نہیں۔ ایک دوسرا سوال ہے۔ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں۔ اوّل بُدھ تیاگی اور سنیاسی تھے۔ سنیاسی کی تعریف یہی ہے۔ کہ وہ سب کا تیاگ کر دے۔ ہندوؤں کے درمیان اِن بودھوں کو تم کیا کہتے ہو مسلمان کے صوفیوں تک میں ترک کے مضمون میں ترک موئے اِنکا بھی ایک رکن

ہے۔ ۵

ناصحا! غافل نیم - دارم گناہ چار ترک ترک دنیا - ترک عقبیٰ - ترک مولےٰ ترک ترک

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ ایشور اور برہم خالص فلسفہ کا مضمون ہے۔ فلسفہ نہایت ہی پیچیدہ چیز ہے۔ اِس کے الجھن میں جو پھنسا وہ ایشور اور برہم کا ساکشاتکار کرنا تو علیحدہ بات ہوئی۔ وہ جیتے جی عقل کے پیچ در پیچ مسلسل دام سے کبھی چھٹکارا نہیں پاتا۔ ہمارے شاستر خود کہتے ہیں۔ کہ "شبد جالم مہاجالم" شبد کا پھندہ بڑا پھندا ہے۔ عام ویدانتیوں کی حالت پر غور کرو۔ وہ سوا دلیل بازی اور حجت کے اور جانتے کیا ہیں۔ بدھ روشن ضمیر تھے۔ وہ اِن باتوں کو خوب جانتے تھے۔ اس لئے اپنے شاگردوں کو فلسفہ کے پیچدار راہ سے بچنے کی ہدایت کرتے رہے۔ نہ کہیں "ہاں" کہا نہ "نہیں" کہا۔ صرف عمل و شغل کی مدد سے حقیقت کے ساکشاتکار کرنے کی تعلیم دی۔ اور تم غور تو کرو۔ کیا اور کسی معلم نے اس عجیب و غریب طریقہ پر اصلیت کی تلقین کی ہے! اگر وہ اس جھمیلے میں پڑتے تو اصلی روحانیت ہمیشہ غایب رہتی۔ اور زبانی جمع خرچ کا دفتر کھلا رہتا۔ تیسرا جواب یہ ہے۔ کہ بدھ نے اپنی مکمل شخصیت کو پیش کر کے بدھ پد کے تکسیب اور تکمیل کی ہدایت کی ہے۔ جب برہم عوام کے نظر میں سب کچھ ہے۔ تو بدھ سے زیادہ اور کس ذات میں وہ اپنا جلوہ دکھاتا! لوگ کہتے ہیں "اہم برہما سمی" ہم خود ہی برہم ہیں" بہت اچھا! تو پھر "بدھ برہما سمتی" بدھ ہی برہم ہے! ایسا کہنے سے کیوں گریز ہے۔ برہم کی تعریف ہی شدھ بدھ مکت ہے۔ بدھ نے جہاں اپنی ذاتی مثال پیش کی ہے ساتھ ہی ہر جگہہ بتاتے گئے ہیں کہ ہر انسان بدھ ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ گھاس کے ایک تنکے میں بھی بدھ

ہونے کے سنسکار کا امکان ہے +

سگن اور نرگن

اس کے سوا ایشور کے سگن اور نرگن روپ کے جھگڑوں میں کون پھنسے اکوئی کہتا ہے۔ اُس میں گُن نہیں۔ کوئی کہتا ہے وہ گُن والا ہے۔ ایک تیسرا شخص آتا ہے۔ اور وہ صدا دیتا ہے ایشور میں خوبیاں ہیں۔ بُرائیاں نہیں ہیں یہ اُسکے سگن اور نرگن کہنے کا مطلب ہے ان میں سے کسی ایک کی بھی نگاہ اصلیت کی طرف نہیں ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ سگن اور نرگن چیز کیا ہیں۔ لفظوں کے گورکھ دھندوں میں پھنسے ہوئے حقیقت سے سب کے سب لاکھوں کوس دُور ہیں۔ اور اپنی اپنی ڈفلی پر اپنا اپنا راگ الاپ رہے ہیں۔ جو اُن کے راگ کو سُنتا ہے وہ دھرماتما اور جو نہیں سُنتا وہ ادھرمی ٹھہرتا ہے۔ یہ تنگ دلوں اور تنگ خیالوں کا اگر طریق نہیں تو اور کیا ہے +

ایشور کے نسبت خیال

ایشور کو پرم تتو کہا جاتا ہے۔ اگر وہ ایسا ہے تو پھر سب نیکی بدی کو اُسی میں سے پیدا ہونا چاہیئے۔ اور اگر ایشور مکمل ہے۔ تو پھر وہ رچنا کو پیدا کیوں کرتا ہے؟ اس سے غرض اس سے واسطہ؟ اگر وہ غرض کے ساتھ ہے۔ تو ایشور غیر مکمل اور محتاج ہے۔ اور اگر بے غرض ہو کر رچنا کرتا ہے۔ تو وہ مخبوط الحواس اور جنونی ٹھہرتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے سوال ہیں جن کا جواب قابل اطمینان طور پر کہیں سے نہیں ملتا۔ اور اگر زیادہ استفسار سے کام لیا جاتا ہے۔ تو پھر لڑائی جھگڑے کی نوبت آتی ہے۔ اور وہ مذہبی کاروبار کا انجام ٹھہرتی ہے۔ اس لئے ایسے مبہم مہمل اور غیر ضروری مسائل میں اٹکانے اور اُلجھانے کی ضرورت کیا ہے! کیوں نہ ان کی طرف سے آنکھ میچ کر صرف ضروری کام کی طرف توجہ

کی جائے۔ یہ بُدھ دھرم کا مقصد ہے۔ اور اس نظر سے وہ دُنیا کا بے نظیر دھرم ٹھہرتا ہے۔ جس کا ثانی اور کوئی کہیں نظر نہیں آتا +

بُدھ اور شاستر

بُدھ بھگوان نے کہیں بھی شاستروں کے کلام کی تردید نہیں کی۔ اور نہ اپنی طرف سے نئے مسائل کے گڑھنے کی ضرورت ہی محسوس کی۔ اُن کے یہاں ویدوں۔ شاستروں اور سمرتیوں تک کے کھنڈن کا پتہ نہیں ملتا۔ جو لوگ بُدھ کو ہندو دھرم کا مخالف بتاتے ہیں اُن کو بُدھ دھرم پر خود غور کرنے کا موقع ہاتھ نہیں آیا۔ بُدھ مذہب میں کون سی ایسی بات ہے۔ جو ہندوؤں میں پہلے سے نہیں ہے بلکہ سچ تو یُوں ہے۔ کہ جس کا اس زور وشور کے ساتھ بھگوان نے اعلان کیا ہے۔ وہ پہلے زمانہ کے نوشتہ جات میں موجُود ہے۔ نہ بُدھ نے کہیں نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کی۔ نہ کسی کو ہندو دھرم سے منحرف ہونے کی ہدایت کی۔ وہ چونکہ سنیّاسی کے آدرش تھے۔ اس لئے جو کچھ کہا۔ سنیاسی کی سی نقطہ نگاہ سے کہا۔ سنیاسی کے لئے ورن آشرم ماننے یا اس کی تائید کرنے کا حکم کہاں ہے اگر وہ اِدھر رجوع رہتا ہے۔ تو پھر تو وہ سنیاسی نہ رہا۔ بلکہ کچھ اور ہی بنا رہا۔ اُنھوں نے سنیاسی کی حیثیت میں صرف سب کے تیاگ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور صرف عمل وشغل کے سلسلہ میں معراج تمنا کو نگاہ کے سامنے رکھنے کی تاکید کی ہے۔ بھگوان کے گُپت ہونے کے بہت دنوں بعد اُن کے پیرو ادھر اِدھر رجُوع ہونے لگے۔ اور اپنے نشددل کے موافق اُپدیش کا کام شروع کیا۔ خبر نہیں۔ کب اور کس وقت باہمی چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے بُودھ پورانے مروّجہ دھرم کی طرف سے بالکل عدم التفاتی کرنے لگے۔ اور خالص بُدھ دھرم کو جس کا اصلی نام آریہ دھرم تھا۔ بھُول گئے۔ بُدھ مذہب کبھی ہندو دھرم کا مخالف

نہ تھا اور نہ ہے۔ بھگوان نے صرف سنیاس دھرم کی مریادا قایم کی ہے غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ! جو اس کے برعکس خیال کرتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے۔ کہ وشنو کے اس نویں اوتار کی اصلیت اور ماہیت کو سمجھیں۔ اور اُن کے اُپدیش کی طرف دھیان دیں۔ اس میں وہ باریک نکتے ملیں گے۔ جو ویدانت کی رُوح ہیں۔ کیونکہ اگر بے تعصبی سے دیکھا جائے۔ تو اصلی ویدانت کا مقصد صرف بُدھ کی زندگی اور اس زندگی کی تکمیل ہے ؞

بُدھ اناتم وادی نہیں تھے

نادان کہتے ہیں۔ کہ بُدھ آتما کو نہیں مانتے۔ مگر یہ کوئی نہیں بتاتا۔ کہ وہ خود آتما کو کیا سمجھتے ہیں! آتما! آتما!! ہر جگہ یہی شور برپا ہے۔ آخر یہ آتما ہے کیا شے! کوئی اُس کو ادویت کہتا ہے۔ کوئی دویت مانتا ہے۔ قابلِ اطمینان کسی ایک کے بھی دعوے نہیں ہیں۔ چھوٹا مُنہ بڑی بات! اچھی نہیں ہے۔ مگر ہم کیا کریں۔ جب قلم لکھنے پر آیا۔ تو پھر اُس کو روک کون سکتا ہے! پڑھتے پڑھتے۔ اوروں کی باتیں سُنتے سُنتے ہم بُڈھے ہو گئے۔ مگر آج تک کسی نے بھی نہ بتایا۔ کہ وہ آتما سے کیا مراد لے رہا ہے اگر کسی سے پُوچھو۔ کہ جسم میں ایک آتما ہے کہ دو؟ تو وہ کہیگا۔ ایک ہی آتما ہے۔ مگر ہم ایک جسم میں بے شمار آتما دیکھتے ہیں۔ گزشتہ پرچہ میں ہم نے کیچوے کی مثال دیکر بتایا تھا۔ کہ اُس کے جسم کے پُرزے پُرزے کر دو۔ اور سب تھوڑی دیر میں حرکت کرنے۔ چلنے اور کھانے پینے لگ جائیں گے۔ اس ایک آتما کا دعوےٰ اب کہاں رہا۔ جہاں دیکھو۔ قدم قدم پر کثرت نظر آ رہی ہے۔ ایک ہی درخت کے شاخ پتے اور پھل پھول کے اندر ہزاروں اور لاکھوں، بلکہ بے شمار آتماؤں کا امکان نظر آتا ہے۔ کہاں کہاں اور کس کس موقع پر زبان کو بزور سختی کے ساتھ بند کرنے کی ہمت کر دگے! یہ تمہارے اُپدیش کا کام نہیں ہے۔ پھر ہم پُوچھتے ہیں۔ آتما سے آتما پیدا ہوتا ہے۔

یا نہیں ؟ جواب بنتا ہے۔ "نہیں"۔ یہ جواب بھی غلط ہے۔ جب تتو سے تتو پیدا ہوتے ہیں۔ تو آتما سے آتما کیوں نہ پیدا ہوگا۔ انسان میں ظاہرا تین باتیں "جسم۔ دل۔ اور رُوح" نظر آتے ہیں۔ جسم سے جسم اور دل سے دل تو پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ پھر آتما سے آتما کیوں نہ پیدا ہونگے! کیا باپ سے بیٹا نہیں پیدا ہوتا۔ اور بیٹے سے پوتا نہیں پیدا ہوتا! پھر کیوں ہم کو ناحق غلط تعلیم کی اُلجھن میں پھنسایا جاتا ہے! اشٹ پتھ براہمن کا عالم مصنف ہزار زبان سے کہتا ہے۔ کہ "پتر پتا کا آتما ہے"۔ پھر تم بطور خود کیوں نہیں سوچتے۔ کہ اِس آتما کے کہنے سے اُس قابلِ تعظیم عالم کی مُراد کیا ہے۔ تم ویدوں کے پرمان سے لاجواب کرنے کا زور تو باندھتے ہو۔ مگر خود وسیع نظر ہوکر غور سے نہیں دیکھتے۔ کہ رِگ وید اس آتما کا اتھ کیا بتاتا ہے۔ ہم تمھارے مُقابلہ میں ہمیشہ لاجواب اور ہارے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بحث کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ کون بک بک اور جھک جھک کرے! یا سک مُنی خود کہتے ہیں۔ "آتمن دو لفظ "آنگ۔ ات (چلنے) اور "من" (سوچنے) سے بنا ہے۔ اس پر غور کرو۔ اور وہ گتھی سُلجھ جائے گی۔ جو شخص ہزاروں اور بے شمار آتمائیں مانتا ہے وہ بھی اور جو آتما کو ایک مانتا ہے۔ وہ بھی۔ دونوں نادان ہیں۔ پتہ ان میں سے ایک کو بھی نہیں ہے سب اپنی اپنی جگہ اکڑے بیٹھے ہیں۔ کوئی سمجھدار ملے۔ تو اُس سے بات کی جائے۔ یہ وجہ ہے۔ کہ بُدھ نے جان بوجھ کر اس قسم کے لفظی جھگڑوں کو نظر انداز کر دیا۔ اور کچھ نظر انداز کرنے ہی میں خیریت بھی تھی۔ ورنہ ناحق منطقی اور فلسفانہ دلیل بازی کا طُومار بندھ جاتا۔ اور اُن کے شاگردوں کو حقیقت اور اصلیت کے ساکشاتکار اور نِروان پد کے پراپت کرنے میں دِقت حائل ہوتی۔ پہلی مرتبہ جب ہم پُورن دھنی حضور مہاراج کی خدمت میں پُہنچے۔ آج کل کی نئی تعلیم کے دلدادہ ہونے کی وجہ سے ہمارا سوال اُن سے یہ تھا۔ کہ جب تمام آتماؤں کو مُکتی ہو جائے گی۔ تو پھر کیا رچنا کا سلسلہ

بند ہی ہو جائے گا؟" اس پر آپ مسکرائے۔ فرمایا "پہلے تم اپنی حالت تو درست کرلو۔ پھر اس پر سوچنا۔ گھر میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ایسے وقت میں اس قسم کے سوال کہ آگ کیسے لگی۔ کس نے لگائی۔ کب لگائی۔ کس سے لگائی۔ فضول ہے۔ پہلے گھر سے باہر نکلو۔ پھر سوچنے کا موقع مل رہیگا۔ کسی کو ابھی تک یہ خبر ہی نہیں ہے کہ یہ آتما ہے کیا! اگرچہ سوجھتی ہے دُور ہی کی سوجھتی ہے" اور ہم خاموش ہو گئے۔ اب جا کر اُن کی کرپا سے یہ معمہ آپ ہی آپ ہمارے لئے حل ہونے لگا۔ الغرض اسی وجہ سے بُدھ بھگوان نے بھی جان بوجھ کر اس طرح کے اُلجھانے والے مسایل سے کنارہ کشی کر لی۔ پہلے آدمی کا انچو کچھ بڑھے۔ تب وہ اُن کی طرف توجہ کرے۔ اُس وقت کا سوچنا کچھ معنی رکھیگا۔ اور یوں ہی کتابوں کے عانیت لئے ہوئے خیالوں کے بار بار دُہراتے رہنے۔ اور بغیر سمجھے بُوجھے دلیل بازی کرنے سے ہاتھ کیا آئے گا!

نروان معدومیت نہیں ہے

اسی طرح بہت سے آدمی بُدھ دھرم کے معراج نروان کو نیستی اور فنا کے معنی پہناتے ہیں۔ اگر نروان فنا یا نیستی کی حالت ہوتی۔ تو بُدھ بھگوان اُس پر اس قدر زور کیوں دیتے نروان حقیقت میں دایمی ہستی کہی جا سکتی ہے۔ گو "ہستی" کا لفظ اُس حالت کے اظہار کے لئے مبہم اور غیر کافی ہے +

معلم کی خوبی

جو کچھ بدھ بھگوان نے تعلیم دی ہے۔ وہ موتی اور جواہرات میں تولنے کے قابل ہے۔ اُن کا طریق تعلیم اِک قسم کا معجون مرکب ہے۔ جس میں روحانی خیالات کے تمام پہلو خاص شان کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ نہ دقیق لفظوں سے کہیں کام لیا گیا ہے نہ مشکل اصطلاحات ہی سے تعلق کیا گیا ہے ہر بات چمکتے ہوئے آئینہ کی طرح صاف اور روشن ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ اس قدر

سادہ ہے۔ کہ بے ساختہ دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے +

غلط فہمیاں

ہندؤں میں اس اوتار کے متعلق کچھ تھوڑی سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے طور پر اُن کے رفع کرنے کا اہتمام کریں۔ آج دنیا میں ہزاروں قسم کے خیالات کے سیلاب آئے ہیں۔ ہندوؤں کو ڈر ہے کہ کہیں اُن کے دھرم کی کشتی اُس میں غرق ہو کر تباہ نہ ہو جائے۔ یہ فضول وہم ہے۔ ہندو سوسائٹی اس کرۂ ارض میں اپنا خاص مشن لے کر آئی ہے۔ اُس کو زوال کا خوف نہیں ہے۔ اور نہ وہ اس مشن کے رکھتے ہوئے کبھی برباد ہونے والی ہے۔ یہ اس قوم کی خصوصیت ہے۔ کہ اُس میں زندگی کے تمام مدارج موجود ہیں۔ ہزار لیورشن ہوں۔ ہزار حملے کئے جائیں ہزاروں طریقوں میں اُس کے افراد کی آبادی کو کم کیا جائے۔ مگر یہ زندہ رہے گی اور زندہ رہتی ہوئی اپنے مشن کی تکمیل میں سرگرم رہے گی۔ ست مت پار آدھا سوامی دت جس کی تعلیم اس زمانہ میں پورن دھنی پرم پُرش حضور مہاراج نے دی ہے سر بست رکشک کہلاتا ہے۔ وہ جہاں منقولات کے معراج مقصد کا انکشاف کرتا ہے۔ بالکل ایسے تعلیم کے ساتھ تمام ہندو مذاہب کی تعلیم پر روشنی بھی ڈالتا رہتا ہے۔ اس طریق کی اشاعت بلا روک ٹوک سے راج ہی میں ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی آہنسا کا مارگ ہے۔ اور اُس کی موجودگی میں کسی کو بھی دھرم کے لُٹ جانے کا خوف نہ رکھنا چاہئے۔ ہندو زندہ رہیں گے۔ اور ایک وقت پھر آئے گا جب وہ رشیوں منیوں اور بزرگوں کے خیالات کو زندہ کرتے ہوئے اپنی روحانی تعلیم کے سلسلہ میں تمام دنیا کو ان سے زیادہ لاکر پھر اسی عروج او عظمت کا نظارہ دکھائیں گے۔ یہ ہم کو پوری پوری اُمید ہے۔ اور سب کو یہ اُمید رکھنی چاہئے۔

الیم لکھنوی	قائم جو زمین و آسماں ہے	ذرہ کا بھی چمکے گا ستارہ	

پیر رانی سنہ ۱۴۱۱ء

پورانوں کی کسبت التماس

آخر میں ہم اپنے ناظرین سے التجا کریں گے کہ وہ پورانوں کے نوشتہ جات کی تحقیر نہ کریں۔ اگر دوسرے لوگ اپنی ان سمجھی سے ایسا کرتے ہیں۔ تو صبر کے ساتھ اُن کی صحبت بد سے کنارہ کش رہیں تاکہ ان کے چھوت کی ہوا نہ لگنے پاوے +

ہری ہر نندیا سنہیں جو کانا ہو ہیں پاپ گؤ گھات سمانا	دگوسائیں تلسی داس جی

ہم نے پورانوں کو جو کچھ سمجھ رکھا ہے۔ اور داتا دیال حضور معلےٰ دمقدس کے پاک دربار میں بیٹھنے سے جو علم ہم کو ملا ہے۔ وہ اسی طرح وقتاً فوقتاً کچھ عرصہ تک نذر کرتے رہیں گے۔ ممکن ہے کہ وہ غلط فہمی کو کسی حد تک دُور کرے۔ مگر یہہ پُوران مہاساگر کی طرح گہرے ہیں۔ ہم صرف معمولی غوطہ خوروں کی حیثیت میں دس بیس پچاس سو موتیاں نکال کر پیش کر سکتے ہیں لیکن ہم میں اتنی طاقت اور لیاقت کہاں ہے۔ کہ ہم تمام جواہرات کو نکال کر دکھا سکیں۔ نہ اتنا وقت ہے نہ سامان ہے۔ جو کچھ ہو سکتا ہے وہی غنیمت ہے۔ اور ان کی قدر بھی صرف جوہری ہی جان سکتا ہے "قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری" دوسروں کو وہ جوہر بین نگاہ کہاں حاصل ہے +

چشم بینا ہو تو آئینہ دکھانا چاہیئے	اور دانا دل کو بس نکتہ سنانا چاہیئے
قدرت کامل کا شیطان نام دُنیا میں ہوا	جو نہیں سمجھے یہ اُس کو گر بتانا چاہیئے
غیریت کا وعظ کیوں کرتے ہیں واعظ رات دن	غیریت کا نام دُنیا سے مٹانا چاہیئے
اصل میں اور نقل میں جھگڑا ہے کس بات کا	نور حق سایہ کے پردے میں دکھانا چاہیئے
دین اور الحاد دونوں ہند شیں ہیں روح کی	انکے رشتوں میں نہ ہاں ہرگز پھنسانا چاہیئے
اصل میں انسان و حیواں ایک ہیں دو روپ ہیں	دل کسی کا کیوں عبث ناحق دکھانا چاہیئے

قید پابندی کی حالت میں آزادی کی رُوح
ملی ہے اور دل میں خیالوں کے تنوع کی ہے کان
کیا ہے دُنیا؟ آئینہ ہے معرفت اور ذات کا
مان جائیں ماننے والے تو لب کیوں کھولئے

جب نمک دُنیا ہے پانی میں آنا ملنا چاہیئے
اِن کا نقشہ صاف لفظوں میں دکھانا چاہیئے
آئینہ کو دیکھ کر صورت پہ جانا چاہیئے
اُن کو رفق و رحم سے پھر بھی منانا چاہیئے

گونجتی ہے شیو کے ڈمرو کی صدا کیلاش میں
سالکو! سُن کر اسی سے دل لگانا چاہیئے

حقیقت کی داستانیں

پُوران اتہاس کہلاتے ہیں۔ اتہاس کا مطلب ہم نے اپنی وگیان راماین میں بتا دیا ہے۔ کہ یہ تصانیف اصل میں حقیقت کی داستانیں ہیں۔ جو دلچسپ اور تفریح بخش پیرایہ میں لکھی گئی ہیں۔ ہاس ہے؟ ہاسیہ سنسکرت میں ہنسی اور دل لگی کو کہتے ہیں۔ دُنیا میں بہت کم طبیعتیں ایسی ہیں۔ جو سچائی کو سچائی کی نظر سے مطالعہ کرنا چاہتی ہیں۔ اس لئے پورانوں کے دانشمند مصنفین نے یہ نرالا طرز بیان ایجاد کیا۔ کہ جہاں لوگ قصہ کہانیوں کو خوشی کے کانوں سے سُنیں۔ ساتھ ہی اُن کو حقیقت کا بھی علم ہوتا جائے۔ قصہ کے شایق سب ہی ہوتے ہیں +

پورانوں کے مضامین ہمیشہ نئے رہتے ہیں

پُرانوں کو کوئی پورانا یا پُرانی کتابیں کہہ لے۔ مگر وہ ہمیشہ نئے ہیں۔ اور انسانی زندگی میں سوا رجیون مکت دشا کے اور کوئی حالت ایسی نہیں آتی۔ جب اُنکے بیان ہمیشہ تازہ کے تازہ نئے رہتے ہوں۔ اور جس قدر انسان اُن پر غور کرتا جائے گا۔ اُسی قدر اُس کو سوچنے کے لئے نئے نئے مضمون ہاتھ آتے جائیں گے۔ اور ہر زمانہ کی ترقی اور بلند نظری کے مشابہت کے ساز و سامان اُن کے اندر کثرت کے ساتھ ملیں گے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے۔ کہ کوئی شخص خواہ مخواہ اپنی طبیعت کو تعصب

بنا کر ہٹ دھرمی سے کام لے +

پورانوں میں سرشٹی کا بیان

پورانوں میں علاوہ اور باتوں کے اوتاروں کے بیانات بہت ہی قابلِ غور ہیں۔ یہ اوتار جیسا کہ وگیان رامایَن میں بتایا گیا ہے۔ ارتقائی مسئلہ کی تشریح ہیں۔ اور اس کی زنجیر کی تمام ضروری کڑیوں کو دکھاتے ہیں۔ تاہم اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے۔ کہ مغربی ملکوں کا مسئلہ ارتقا ہی تمام وکمال ہے۔ بلکہ وہ بالکل غیر مکمل اور غیر قابلِ اطمینان ہے پوران جہاں اس مضمون پر کافی اور ضرورت سے زیادہ روشنی ڈالتے ہیں۔ وہاں وہ یہ بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ کہ سرشٹی کے اصول میں جس یکسانیت کی تلاش کی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ اور ہر جگہہ نہیں ملتی۔ کیونکہ یہ پرتیچ ماتر ہے۔ اور خیالی ہونے کی وجہ سے کبھی کچھ کبھی کچھ ہوا کرتا ہے۔ انسان کو اختیار ہے۔ کہ وہ اس کے کسی خاص محکمہ میں داخل ہو کر اپنی عقلی تفریق اور تقسیم سے کام لیا کرے۔ مگر قانون قدرت اس قدر وزن دار اور کثیر المقدار ہے۔ کہ انسانی عقل کے ترازو میں اس کی گنجایش امر محال ہے۔ کبھی سرشٹی کا اصول ایک قاعدہ پر چلتا ہے۔ کبھی اس میں بے قاعدگی اور بے ترتیبی نظر آتی ہے۔ مغربی ارتقا کے مسئلہ کے موافق انسان بتدریج قدرتی نظام میں پیدا ہوا ہے۔ مگر پوران اپنے دلچسپ اور سبق آموز بیانات میں دکھاتے ہیں۔ کہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی پہلے انسان پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے پھر حیوانات نباتات، معدنیات وغیرہ کی پیدایش ہوتی ہے۔ اور یہ غلط نہیں معلوم ہوتا۔ پوران ایک جگہہ کہتے ہیں۔ کہ پہلے اردھو شروت پھر تریک شروت۔ پھر ارواک شروت پیدا ہوتے ہیں۔ اردھو شروت تو معدنی اور نباتاتی اشیا ہیں۔ تریک شروت میں پشو اور پکشی ہیں۔ اور ارواک شروت میں انسان ہیں۔ یہ طرز بیان مغربی ایولیوشن کے مسئلہ کے موافق ہے۔ پھر دوسری جگہہ پوران بیان کرتے ہیں۔ کہ

"وکش" پرجاپتی کی تیرہ لڑکیاں کشیپ کو بیاہی گئی تھیں۔ کدرو سے سانپ۔ ونتا سے چڑیاں۔ الا سے درخت وغیرہ پیدا ہوئے۔ یہ بیان یورپ کے ایولیوشن تھیوری کے برخلاف جاتا ہے۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بیان غلط نہیں بلکہ صحیح ہے۔ جہاں لطیف رچنا ہوگی وہاں اسی قسم کی پیدائش ہوتی ہے۔ اپنے خواب ہی کے رچنا پر نہ غور کرو۔ یہاں کون سی باقاعدگی رہتی ہے۔ اس کے سوا جس کو ہم یا ہمارے پوران وراٹ پرش کہتے ہیں۔ یہ تمام رچنا اور اس کے تمام ممکنات اس میں سمٹے رہتے ہیں۔ اور جہاں اور جس طرف اس کا خیال گیا۔ اسی کے موافق رچنا ہونے لگتی ہے۔ اس کے سوا انسان خود برہمانڈ کی رچنا کا مجموعی طور پر نمونہ ہے۔ اس میں بھی ہر شے کے امکان کا سامان موجود ہے۔ اگر اس سے یا اس کے خیال سے یہ خلقت پیدا ہوئی ہے۔ تو تعجب کس بات کا ہے۔ اب بھی انسان اپنے خیال اور اپنے عقل سے نئے نئے دھات نئے نئے نباتات بناتا رہتا ہے۔ ورنہ اگر وہ چاہے تو نئے نئے قسم کے حیوانات آج دن پیدا کر دکھائے۔ ہم کو تو پورانک کے بیان میں کچھ غلطی نہیں نظر آتی ہے۔

پورانوں میں انسان کی بزرگی

پورانوں میں انسان کی ذات کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور کیا آج کل کے علما اور عقلا بھی ایسا نہیں کہتے! انسان۔ حیوان اور نباتات میں صرف زندگی کے جدوجہد اور اس کے ساز و سامان کا فرق ہے۔ یہ فرق صرف درجوں کا ہے۔ اصل میں کیا فرق ہے؟ تو یا جوہر اوسطے تو ایک ہی ہے۔ یہ ویدانت بھی مانتا ہے۔ اور اب عقیل انسان کا گروہ بھی ماننے لگا ہے۔ رچنا کے اختلافات محض بدھی تتو کی کمی بیشی اور تفرقہ انداز تمیز کا نتیجہ ہے۔ یہی بدھی تتو اوپر نیچے اور بیچ میں حرکت کرتا ہوا خلقت کے مختلف مناظر پیش کرتا رہتا ہے۔ مثلاً پوران کہتے ہیں۔ اور واک شروتی بھی کہتی ہے کہ انسان میں کھانے پینے کے نس ناڑیوں کا رحجان نیچے کی طرف ہے۔

اور اُس کی دلیسی شکل بنی ہوئی ہے۔ تر یک شروت یعنی جانوروں کے خورش کی نس ناڑیاں ٹیڑھی اور آڑی ہیں۔ کیونکہ اُن میں ایسا ہی انتظام مدنظر رکھا گیا ہے اور اُن کا پیٹ انسان کی طرح نیچے کی طرف نہیں ہے بلکہ بیچ میں رہی شکل کا ہے۔ اب رہی تیسری قسم اُوردھو شروت یعنی نباتات۔ اِن کے خورش پہنچانے کی نس ناڑیوں کا رحجان میلان اور ساخت اُونچے کی طرف ہے۔ یہاں اُن کے درمیان فرق ہے۔ اُپ نشدوں میں سے ورہد آرینک اُپ نشد نے ایک موقع پر انسان کو اُلٹا درخت بتاتے ہوئے اُس کو درخت ہی سے مشابہ کیا ہے۔ اور یہ مشابہت حقیقت میں بہت ہی دلچسپ ہے۔ اُس کے موافق انسان صرف اُلٹا درخت ہے۔ درخت کی جڑ تو نیچے کی طرف ہوتی ہے۔ انسان کی جڑ (اُس کا سر) اُونچے کی طرف ہے۔ اور اسی طرح اُس نے نس ناڑی۔ خون۔ چربی۔ وغیرہ کی مشابہت بھی دکھائی ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اور رچنا انسان کی صورت کی نقل ہی ہے۔ انسان اگر وراٹ پُرش کا نقل ہے۔ تو اور رچنا جو اُس کے بعد رچی گئی ہے۔ وہ اُس کی نقل کہی جا سکتی ہے۔ اور جس قدر اس نقل کی اُس سے خیالی دُوری اور خیالی جُدائی ہوتی گئی۔ اُسی قدر وہ مختلف بنتی گئی۔ الغرض کبھی خلقت اس طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی مختلف طریقہ پر اور اس طرح کے بیانات کے اشارے نہ صرف پُرانوں میں بلکہ کہیں کہیں اُپ نشدوں میں بھی بہ کثرت ملتے ہیں۔ آدمی اگر غور کر کے ان کو پڑھے۔ تو اُس کو معلوم ہو جائے۔ کہ جو کچھ اِن پُرانوں میں ہے۔ وہ بالکل ہی تمسخر اُڑانے کے قابل مضمون نہیں ہے بلکہ وہ کچھ سوچنے اور سمجھنے کے بھی لائق ہے ◆

ہر جُگ کے اُوتار	اُوتاروں میں ست جُگ کے چار اُوتار مچھ۔ کچھ۔ وراہ۔ نرسنگھ اُسی طرح خدا در تردد سے آزاد دکھائے گئے ہیں جیسے انسان

ناظرین اس مضمون کے دوبارہ پڑھنے سے کبھی نہ گھبرائیں کیونکہ ہمارے اعادہ میں انکے سوچنے کے لئے نیا مضمون نکلا آیا کا ◆

کے بچے زندگی کے اِس ابتدائی دور میں گذرتے ہیں۔ یہ چاروں ماسج بچپن کی چار حالتوں سے مشابہ اور بالکل موافق ہیں۔ اور یہ زندگی کے دھرم کے چار پانوں ہیں۔ جو صرف ست جگ سے مخصوص ہیں۔ فکر اور تردد سے آزاد ہونا ست جگ کا خاصہ ہے۔
ست جگ دوسرے لفظوں میں دُنیا کا بچپن ہے۔ اس کے بعد تریتا آتا ہے۔ جس میں دھرم کے صرف تین پانوں رہ جاتے ہیں۔ اور اس لئے اُس کے تین اوتار بھی ہیں۔ وامن۔ پرسرام۔ رام۔ اگر ان تینوں کے حرکات وسکنات پر غور کرتے چلو۔ تو تم کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل میں بچپن۔ کشور اوستھا۔ اور جوانی کے عالم کی تصویریں ہیں۔ اور انسانی زندگی میں بتدریج دُکھ بڑھتا چلتا ہے۔ بچپن میں کھیل کود سے تعلق رہتا ہے۔ اور اُس کی مثال وامن ہے۔ بچے کو جب کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے۔ تو وہ اوروں سے وہ شے مانگ لیتا ہے۔ اور اُس کو پاکر خوش ہو جاتا ہے۔ اور دینے والے کی ہمدردی کا دم بھرتا ہے۔ وامن نے راجہ بلی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔ پرسرام کشور اوستھا ہے۔ اِس میں دُکھ بمقابلہ بچپن کے زیادہ ہوتا ہے۔ اور اُس کے دُور کرنے کے لئے انسان اپنے زور طاقت اور جدوجہد سے کام لیتا ہے یہ بات پُورانوں نے پرسرام کی زندگی میں دکھائی ہے اب آیا جوانی کا وقت جو شری رام کی زندگی ہے۔ اِس میں دُکھ زیادہ ہوتا ہے۔ اور اُن کے دُور کرنے کے لئے جہاں زور اور طاقت سے کام لینا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی دل کی مدد کی بھی کچھ ضرورت ہوتی ہے۔ اور رام نے ایسا ہی کر دکھایا۔ جوانی کے بعد ادھیڑپن آتا ہے۔ یہ دواپر کا جگ ہے۔ جس میں دھرم کے صرف دو پانوں رہ جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس کے اوتار دو ہوتے ہیں۔ اور دُکھ بکثرت ہوتے ہیں۔ کرشن بھگوان کی زندگی اس زمانہ کے ابتدائی دقت سے مشابہ ہے۔ اور وہ دُکھوں کا دفعیہ دل اور دماغ دونوں کی مدد سے کرتے ہیں۔ جس کا نقشہ ہم نے نہایت وضاحت اور صراحت کے

ساتھ اپنے قابل مطالعہ کتاب وگیان کرشناین میں کھینچ کر دکھایا ہے۔ اسی طرح ادھیڑپن کی زندگی کا انتہائی حصہ نہایت دُکھ دینے والا، دُکھ بڑھانے والا۔ اور دُکھ دکھانے والا ہوتا ہے۔ اس کے دفع کرنے کی تدبیر اُس وقت صرف بُدھی وگیان والی (عقل) سے ہوتی ہے۔ اور اس لئے دواپر کے آخر میں بُدھ بھگوان کا اوتار ہوتا ہے۔ جو سنسار کو دُکھ سے بھرا ہوا دیکھ کر سنسار کے پرانیوں کو اُس سے نجات دلانے کے لئے بُدھ مارگ کی تعلیم دیتے اور خود مثال بن کر نروان پد کے حاصل کرنیکی ہدایت کرتے ہیں۔ یہ اس اوتار کا مقصد ہے۔

بُدھ کا جنم دواپر میں شمار ہوتا ہے

اس میں شک نہیں کہ بُدھ بھگوان کو جنم دھارن کئے ہوئے ڈھائی ہزار برس گذرے ہیں۔ وہ حضرت مسیح سے چھ سو برس پہلے پیدا ہوئے تھے۔ بُدھ دھرم کے نوشتہ جات سے بھی ایسا ہی ظاہر ہے۔ اور محققین کی تحقیقات بھی اسی طرح اُس کی تائید کرتی ہے۔ لیکن پُرانوں نے اس کو اپنے طور پر دواپر ہی کا اوتار مانا ہے۔ کیونکہ جیسا پہلے کہا گیا ہے۔ کہ دواپر میں دو اوتار ہوتے ہیں۔ پورانوں کے اس ماننے کا سبب یہہ ہے۔ کہ کلجگ کے ابتدائی حصہ میں دواپر کا بہت کچھ اثر باقی رہتا ہے۔ اس کا پورے طور پر کلجگ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہہ بات کچھ سوچ سمجھ کر کہی گئی ہے۔ کیونکہ کلجگ میں چونکہ دھرم کا ایک ہی پاؤں باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے اس جُگ میں صرف ایک ہی اوتار مانا گیا ہے۔

بُدھ کے حالات

پُورانوں میں بُدھ بھگوان کے حالات بہت کمی کے ساتھ ملتے ہیں۔ تاہم جو کچھ موجود ہے۔ وہ بھی ہمارے مطالعہ کے مستحق نہیں ہیں۔ ان کے حالات اشوگھوش کے بدھ چرتر۔ للت وستر

جاتک گاتھاؤں - ترپی پٹک متعلقہ لاشمی وغیرہ مختلف اور کثیر التعداد کتابوں میں ملینگے افسوس یہ ہے کہ سوا بُدھ چرتر - للت وستر - اور چند آتی گنی سنسکرت کتابوں کے باقی اور نوشتہ جات دستیاب نہیں ہوتے - اِس وگیان بودھاین کے لکھنے میں ہمارے پاس سنسکرت میں (۱) اشوگھوش کے بُدھ چرتر (۲) سدھرم پُنڈریک سوتر - (۳) پرگیا پارمتا - تین کتابیں موجود تھیں - اُس سے مجبوراً انگریزی کتابوں ہی سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی - اِن میں جو کتابیں انگریزی میں جرمن سے ترجمہ ہوئی ہیں وہ بہت قابل قدر ہیں - انگریزی کتابوں میں (۱) - گاسپل آف بُدھ - (۲) - لائیٹ آف ایشیا - (۳) - جاپانی پروفیسر نیرو کی کا جاپان بُدھ ازم وغیرہ بہت اچھی کتابیں ہیں ‌•

حضور داتا دیال سب کا کلیان کریں - یہی اُن کے پوتر چرن کمل میں پرارتھنا ہے!

سادھو شریٹ
لاہور

شیو
ایڈیٹر وگیانی

وگیان بودھاین

بدھ اور بدھ دھرم کے حالات واضح اور مفصل پیرایہ میں

ہین یان اور مہایان شاکھاؤں کے بموجب

(۱) - بال کانڈ

پہلا سرگ

سدھارتھ کی پیدائش

خندۂ گل کی بدولت باغ خنداں ہو گیا
گل کھلا صحرا میں جب صحرا گلستاں ہو گیا

روہنی ندی کے کنارے - ہمالیہ کی ترائی میں - نیپال سے دکن اور بنارس سے قریب

ؐ بدھ دھرم یوں تو بہت فرقے ہو گئے ہیں۔ مگر مخصوص دو ہیں - ایک کو ہین یان (یعنی چھوٹا رتھ) اور دوسرے کو مہایان (یعنی بڑا رتھ) کہتے ہیں - لنکا - سیام اور برہما کے باشندے اسی ہین یان طریق کے معتقد ہیں - کیونکہ پرانا مت ہے - اور نیپال - تبت - چین - جاپان وغیرہ مہایان کو مانتے ہیں - ہین یان سیدھا سادہ طریق ہے مہایان میں دیوی دیوتا - اور پورانوں کی قریب قریب تمام تعلیم شامل ہے - ہین یان کے اصول اسی حصہ میں بدھ کی زندگی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں - اور مہایان کے اصول کا ذکر دوسرے حصہ میں بھی آیا ہے +

جولائی سنہ ۱۹۱۶ء

سو میل کے فاصلہ پر ایک شہر آباد تھا۔ جس کو کپل وستو کہتے تھے۔ کون جانے۔ کیا عجب کسی وقت میں مہرشی کپل کو اس جگہہ کے ساتھ کوئی خاص تعلق رہا ہو۔ یا یہاں آشرم بناکر وہ اپنے راسخ الاعتقاد شاگردوں کو سانکھیہ یوگ کی تعلیم دیتے رہے ہوں۔ یہاں اس مقام میں شدھودن نامی شاکیہ بنس کا راجہ راج کرتا تھا۔ اب اس راج کا کچھ حصہ تو گورکھپور کے ضلع میں شامل ہے۔ اور کچھ مہاراج نیپال کے قبضہ میں ہے۔ اُس وقت اس کے دکن اور پچھم میں کوشل راج اور اس کے ذرا سی پورب کی طرف مگدھ دیس کی طاقتور سلطنت واقع تھی۔ کپل وستو میں گوہر قوم کے آدمی بستے تھے۔ مگر اس کا راج بہت دنوں سے اکشواکو بنس کے شاکیہ کشتریوں کے ہاتھ میں چلا آیا تھا۔ یہ بہت منچلے۔ طاقتور۔ اور سپہگری کے فن میں نامور اور ممتاز تھے۔ اور دھن دولت کی نظر سے آسودہ حال کہے جا سکتے تھے۔ اور اپنے گروہ کے شجاع اور دلیر سردار کو عالم فاضل اور وید پاٹی براہمن سے بھی کہیں زیادہ قابل تعظیم سمجھتے تھے۔

شُدھودن۔ دھرماتما تھا۔ اُس کے راج میں امیر و غریب سب خوشحال تھے اور کسی دولتمند کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ غریبوں پر ظلم کر سکے۔ اور گو اُس کی سلطنت بہت بڑی اور عظیم الشان نہیں تھی۔ تاہم اردگرد کے تمام راجے اور رئیس اُس کے ساتھ عزت اور تعظیم سے پیش آتے تھے۔ اس راجہ کے دو رانیاں تھیں۔ ایک کا نام پرجاوتی اور دوسری کا مایا تھا۔ قدیم مقدس کتابوں میں عزت اور تعظیم کی نظر سے انکو مہا پرجاوتی اور مہا مایا بھی کہا گیا ہے۔ کہیں کہیں پرجاوتی کا نام گوتمی بھی لکھا ہوا ہے۔ دونوں نیک اور سلیم الطبع تھیں۔ اُن کے دلوں کی پاکی کی مشابہت کس شے سے دیجائے؟ جس طرح پریاگ راج کے سنگم پر گنگا اور جمنا کی پاک دھارایں ملکر ایک ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اُن کے درمیان کوئی شخص تمیز کا خط نہیں کھینچ سکتا۔ اسی طرح ان دونوں بہنوں

نے پریم کے رشتوں سے یک ساتھ بندھ کر شدھو وان کو اپنی خدمت اُلفت اور محبت کا مرکز بنا رکھا تھا۔ اِس قسم کی نیک بیویاں اگر انسان کو مل جائیں۔ تو اُس کی قسمت کا کیا کہنا ہے!

مگر شدھو وان خوش نہیں تھا۔ انسان کی خوشیاں مختلف قسموں کی ہوتی ہیں۔ سب کا تعلق کسی نہ کسی طرح کی خواہش سے رہتا ہے۔ اگر وہ خواہش پوری ہو گئی ہے تو آدمی خوش ہو جاتا ہے۔ اگر خواہش پوری نہیں ہوئی۔ تو پھر اُس کو دل ہی دل میں کُڑھنا اور ناقابل برداشت دُکھ سہنا پڑتا ہے۔ آدمی کے پاس چاہے ہر قسم کے سازو سامان موجود ہوں۔ دولت۔ عزت۔ محل و مکان۔ مُلک اور لشکر سب ہی کچھ ہو۔ لیکن جس طرح اگر کسی اچھے عالیشان آراستہ مکان میں کوئی شخص آباد نہ ہو اور وہ سُونا معلوم ہوتا ہے بالکل اسی طرح کسی اصل خواہش کے پورے نہ ہونے پر انسانی زندگی کے سازوسامان کا حال ہوتا ہے رعیت آباد تھی۔ مُلک زرخیز تھا۔ خویش واقارب سب ہمدرد اور جان نثار تھے۔ آس پاس کے ہمسایہ راجے خلوص اور دوستی کا دم بھرتے تھے۔ مگر شدھو وان پھر بھی رنج والم کے سمندر میں ڈوبا رہتا تھا۔ اور اس کا سبب یہ تھا۔ کہ اُس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ جو اس کے بعد تاج و تخت کی وارث ہوتی۔ کنول کا پھول جس طرح کھلکر گرم ہوا کے بہنے سے مُرجھا جاتا ہے۔ ویسے ہی اُس راجہ کا دل مُرجھایا رہتا تھا صاف آسمان پر جس طرح کالی گھٹائیں منڈلاتی ہوئی۔ روشن اور منور سورج کو ڈھک لیتی ہیں۔ ویسے ہی راجہ کا دل اس رنج کے بوجھ کی وجہ سے مغلوب رہتا تھا۔ بڑھاپے کا زمانہ آیا۔ یکے بعد دیگرے اولاد کی خواہش سے دو دو شادیاں کیں۔ مگر لاحاصل! دو میں سے ایک کو بھی لڑکا نہیں پیدا ہوا! اُس گھر کو گھر نہ کہو۔ جس کے صحن میں راج ہنس کی طرح کھیل میں اکڑ کر چلنے والے بچے نظر نہ آئیں! وہ باغ ہی کیا ہوا۔ جس میں نوشگفتہ کھلے ہوئے پھول اپنے رنگ و روپ۔ حُسن اور تازگی کا تماشہ نہ دکھائیں

الغرض راجہ بہت دُکھی تھا۔ اور اس دُکھ کے دُور ہونے کی اُس کو کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب شاکیہ بنس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اس کے باپ داداؤں کی موروثی سلطنت کسی اور خاندان میں منتقل ہو جائے گی +

لیکن یہ دُنیا عالم امکان ہے۔ کسی شخص کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ جس کے دل میں کسی قسم اور کسی چیز کی زبردست خواہش پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ یوں ہی اکارت اور بے سُود نہیں جاتی۔ کبھی نہ کبھی جلد یا دیر میں وہ اپنے ظہور کا تماشہ دکھا دیتی ہے۔ یہ ہماری زندگیاں خود کیا ہیں! خواہش کے خیالات نے جس جس طرح کے تانے بانے بنتے ہیں۔ اُسی قانون کی مطابقت کی نظر سے ہمارے جسم دل ودماغ اور تعلقات بنے ہیں۔ ہم جو سوچتے ہیں وہی ہو جاتے ہیں۔ ہم جس شے کی خواہش کرتے ہیں۔ وہی شے کبھی نہ کبھی ہمارے ہاتھ آ جاتی ہے۔ بسا اوقات یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ ہم اپنے مقصد سے ہمکنار ہوتے ہوئے بھی اُس کی ہستی سے ناواقف رہتے ہیں۔ اور جب تک وہ لطیف صورت کے درجہ سے گذر کر اور ظاہری طبقہ میں آکر اپنے ظہور کا تماشہ نہ دکھائے۔ تب تک ہم اُسکی طرف سے ناداستہ مایوس بنے رہتے ہیں +

کسانوں کے میلہ کی تقریب کا دن تھا۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ کسان۔ کاشتکار اور زمیندار اس مُبارک موقع پر خوشیاں منایا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی اقبالمندی اور خوشی خورمی کا دارومدار اِندر دیوتا کی رضامندی اور موسم برسات کی عمدگی پر منحصر ہے۔ اب آج کل لوگ اس کو بالکل ہی بھول گئے ہیں صرف صوبجات متحدہ کے مشرقی اضلاع میں کہیں کہیں اب بھی یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ مگر بہت کمی کے ساتھ۔ جب مقررہ وقت آیا۔ کپل وستو کے تمام باشندے راجا پرجا خوشی کا

لباس اور قیمتی زیور پہن کر باہر نکلے۔ گانے بجانے کا اہتمام کثرت کے ساتھ تھا۔ جہاں یہ میلہ ہر سال لگا کرتا تھا۔ وہ مقام شہر سے کچھ فاصلہ پر واقع تھا۔ اُسی دن مہامایا نے اپنے ارد گرد خوشی کے سامان دیکھکر راجہ سے کہا "مہاراج! آج رات کو میں نے عجیب و غریب خواب دیکھا ہے جس کو مجھ سے سُن کر آپ کو بھی سخت تعجب ہوگا۔ سپنے میں میں نے یہ دیکھا۔ کہ تالاب میں نہانے اور پوجا کرنے کے بعد میں پلنگ پر آرام سے سو رہی۔ اُسی وقت ایک سفید رنگ کا ہاتھی آیا۔ اور میرے پیٹ میں سما گیا۔ اتنے میں میری نیند کھل گئی"۔

راجہ کو خواب کا یہ واقعہ سُن کر سچ مچ سخت حیرت ہوئی۔ اُس نے جوتشی براہمنوں کو بلایا۔ اور اُن کو یہ تعجب خیز سپنا کہہ سُنایا۔ جوتشی متفق الرائے ہو کر بولے "مہاراج! اِس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ کہ آپ کی رانی حاملہ ہے۔ اُس کے پیٹ سے ایک نہایت اقبال مند لڑکا پیدا ہوگا۔ اگر اُس نے راج کی طرف خیال کیا۔ تو چکرورتی راجہ بنے گا۔ اور اگر کہیں دھرم کی طرف دھیان دیا۔ تو سنسار کے دکھوں سے پرانیوں کے لئے نجات دلانے والا گیانی ہوگا۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے"۔

راجہ اور اُس کے متعلقین یہ خوش خبری سُن کر بہت خوش ہوئے۔ اور تمام اہلکار۔ اور شاکیہ بنس کے افراد اُس میلہ میں خوشی خوشی شریک ہوئے۔ سب کے گھر سجائے گئے اور دروازوں پر بندن وار باندھے گئے۔ مہامایا کی عمر اس وقت چالیس برس سے زیادہ ہو چکی تھی۔ اس عمر میں عورتوں کی جسمانی طاقت بہت گھٹ جاتی ہے۔ مگر رانی کا حال اس سے بالکل برعکس تھا۔ انسان کی خوشی اور رنج کا دار و مدار صرف خیال پر ہے۔ جب اُس کے دل کے سمندر میں فرحت بخش خیالوں کی ترنگیں موجزن ہونے لگتی ہیں۔ دلی اور جسمانی حالت میں زمین و آسمان کا فرق آجاتا ہے۔ مُردہ دلی

چلی جاتی ہے۔ زندگی کے آثار نمایاں ہوآتے ہیں۔ کمزوری معدوم ہو جاتی اور طاقت اور صحت عود کر آتی ہے۔ مہامایا نہ صرف بچہ کے پیٹ میں ہونے سے تن و توش کے لحاظ سے صحیح الجسم ہوتی گئی۔ بلکہ راجہ اور ہر جاسب کی نظروں میں زیادہ حسین بھی دکھائی دینے لگی +

جب نو مہینے کے دن قریب گذر گئے۔ رانی نے راجہ سے کہا "پران ناتھ! میری خواہش ہے کہ آپ مجھ کو اس وقت ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت عطا کریں۔ چونکہ طبیعت بار بار وہاں جانے کو چاہتی ہے۔ عجب نہیں کہ وہاں کا جانا میرے لئے مبارک ثابت ہو"۔ راجہ نے رانی کی درخواست منظور کی۔ اور وہ نیک اور دھرماتما بیوی کئی سو آدمی کے ساتھ پالکی میں سوار ہوکر کولی راج کی دارالسلطنت دیودھ نگر کی طرف روانہ ہوئی +

شدھودن نے جہاں تک ممکن تھا۔ رانی کے آرام کا معقول انتظام کرا دیا تھا لیکن جس وقت اُس کی سواری لُمبنی باغ میں پہنچی۔ قدرت کے دلربا نظاروں اور درختوں کے پھول پھل کی کثرت نے اُس کے دل پر خاص قسم کا اثر پیدا کیا۔ بسنت کا موسم تھا۔ جو رُت راج یعنی موسموں کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ جدھر نگاہ جاتی تھی۔ سبزی ہی سبزی نظر آتی تھی۔ آنب بور لائے ہوئے تھے۔ کوئلیں اُن کی شاخوں پر بیٹھی ہوئی کُو کُو کی دلپسند صدا نکال سے کانوں کو خوشی دے رہی تھیں۔ بھونرے ہر چہار طرف پھولوں پر منڈلا رہے تھے۔ رانی تھوڑی دیر کے لئے باغ میں آرام کرنے کی نیت سے پالکی سے اُتر آئی۔ اور جیوں ہی اُس نے ایک خوبصورت پھول توڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس کے پیٹ میں درد پیدا ہوا اور قبل اس کے کہ اُس کو زمین پر بیٹھنے کا موقع ہاتھ آئے۔ کھڑے ہی کھڑے چاند کا روشن ٹکڑا گوشت پوست کے لوتھڑے کی صورت میں اُس کے پیٹ سے نیچے گر پڑا

اودوہی بچہ تھا۔ جو زمانہ میں گوتم بُدّھ کے نام سے دُنیا کا دُکھ اور مصیبت سے نجات دینے والا رُوحانی معلّم تسلیم کیا گیا ہے +

موسم خوش گوار تھا۔ جگہہ پاک صاف تھی۔ ہر چہار طرف قدرتی نظارے دلفریب اور دلکش تھے۔ خوشی کے دن۔ سوہانی راتیں۔ نہ بہت گرمی نہ بہت سردی رانی کے ساتھیوں کا دل خوشی سے بلّیوں اُچھلنے لگا۔ اور لُمبنی باغ یا تو ایک دن پہلے سُون سان پڑا ہوا تھا سیا اس واقعہ کی وجہ سے وہ جیتی جاگتی جگہہ ہوگیا۔ مرد اور عورتیں دوڑ کھڑے ہوئے جھٹ پٹ قنات اور خیمے کھڑے کردیئے۔ سدھّا رک سلامت کی صدا بلند ہوئی۔ شادیانے بجنے لگے۔ کپل وستو اور دیودہ نگر کے لوگوں نے جب سُنا کہ شدھودن کے گھر مایا دیوی کے بطن سے فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے۔ اُن کے خوشی کی کوئی حد نہیں رہی۔ دونوں مقامات کے رہنے والے بکثرت لُمبنی باغ میں آئے اور گاجے باجے کے ساتھ ماں بیٹے کو کپل وستو کے شاہی محل کی طرف لے گئے اور نوزائیدہ بچہ کا نام سدھارتھ رکھا۔ کیونکہ اُس کے پیدا ہونے سے شدھودن اور اُن کے خاندان کا ارتھ (مقصد) سدھ (پورا) ہوگیا۔ اور دِل کی مُراد بر آئی +

کپل وستو از سرِنو نئی دُلہن کی طرح سنوارا گیا۔ امیر اور غریب سب کے یہاں ہیں۔ تخت و تاج کے وارث کے پیدا ہونے کی خوشی میں مجلسیں منعقد کی گئیں۔ جلسے کئے گئے۔ اور براہمن۔ بھاٹ۔ سادھو اور کنگال کو اس قدر دان دیا گیا۔ کہ وہ مالا مال ہوگئے +

سدھارتھ کے نام کرن سنسکار کے موقع پر رام۔ لکشمن۔ دھوج۔ منتری۔ کونڈنّیہ۔ بھوج سوُدام۔ سُوُرت۔ آٹھ یگیہ کرنے والے برہمن موجود تھے۔ جنھوں نے بچہ کو دیکھ کر یہ پیشینگوئی کی تھی کہ "یا تو یہ چکرورتی راجہ ہوگا۔ یا اُنیوں میں سرشیٹ مُنی ہوکر دُنیا کا زبردست تیاگی اور ویراگی مہاتما کہلائیگا۔ اور اسی کی بدولت کروڑوں آدمی بھوساگر کے پار ہو جائیں گے +

دوسرا سرگ

اَسِت رشی کا آگمن اور مایا کی موت

> اشرف المخلوق کہلاتا نہ کیونکر آدمی
> تو خدا ہو کر خدا سے شکل انساں ہو گیا

خوشی! خوشی!! خوشی!!! جس کو دیکھئے۔ وہی خوش ہے۔ رشتہ دار۔ احباب اور دُور دُور گانوں میں رہنے والی رعیت۔ سب شدھودن کو اولاد کے پیدا ہونے کی مبارکباد دینے آئے۔ لڑکا حسین تھا۔ چہرہ سے جلال نمایاں تھا۔ جب پیدا ہوئے کئی دن گذرے۔ جنگل کے رہنے والے ایک عابد رشی نے جس کا نام "اَسِت" تھا۔ آدمیوں کی کثیر تعداد کو خوشیاں مناتے اور کپل وستو کی طرف جاتے دیکھا۔ پُوچھا "کیوں اِس قدر آدمی راجدھانی کی طرف جا رہے ہیں؟" اور جب اُس کو معلوم ہُوا۔ کہ راجہ کے گھر لڑکا پیدا ہُوا ہے۔ اور راجہ نے خود اُس کو بھی بُلا بھیجا ہے تو وہ نہایت خوش ہو کر کپل وستو کے راج بھون کی طرف چلا۔ یہ اُس زمانہ کا مشہور عابد اور دانا دل سادھو مشہور تھا۔ راجہ پرجا سب اُس کی عزّت کرتے تھے۔ جب یہ محل میں داخل ہُوا۔ راجہ نے تعظیم کے ساتھ ارگھیہ پیش کیا ✠

جب یہ سادھو بیٹھ گیا۔ راجہ نے اُس کو اپنے نئے بچّہ کو دکھا کر پُوچھا "مہاتمن! آپ سامُدرک اور دوسری ودّیاؤں میں بہت واقفکار سمجھے جاتے ہیں۔ یہ تو بتایئے کہ اِس لڑکے میں کیا کیا اوصاف ہیں؟" رشی نے شاہزادہ کی صورت شکل اور ہاتھ پیر بغور دیکھا اور اُسی وقت اُس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ راجہ ڈر گیا "کہیں ایسا تو نہیں ہُوا۔ کہ سادھو رشی نے اِس کی صورت میں اس رشی نے بُری علامات دیکھی ہیں۔ اور اُن کے سبب سے رو پڑا ہے؟" اُس نے ڈرتے ڈرتے پُوچھا "برہمہ رشی! آپ کو کیا دُکھ ہُوا۔ اور اِس

بچہ کو دیکھکر آپ کیوں آنسو بہانے لگے ہیں؟" اسِت نے جواب دیا "راجہ! تم بڑے خوش نصیب ہو۔ تمہاری قسمت کا آدمی آج دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ یہ عجیب غریب بچہ تمہارے گھر میں پیدا ہوا ہے۔ میں اس کی عزت سب سے زیادہ کرتا ہوں۔ کیونکہ اس نے سنسار میں گورو کی حیثیت میں اوتار لیا ہے۔ اور جیوں کے دُکھ درد اور مصیبت کو میٹ کر اُن کو سچی اور دائمی خوشی کا راستہ دکھائے گا۔ اس کی شکل میں وہ تمام علامات موجود ہیں جو بدھوں سے مخصوص سمجھی جاتی ہیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں برسوں کے بعد دنیا میں کسی بدھ کا ظہور ہوتا ہے۔ اور وہ تین تاپوں کی آگ سے جلتے ہوئے پرانیوں کو نکال کرامرت کے کنڈ میں غوطہ دلاتا ہے۔ جس مصیبت کے قید و بند میں پھنس کر دنیا ہلاک ہو رہی ہے۔ اُس سے نجات صرف اسی قسم کے پاک اور بزرگ شخصیتوں کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔ تمہارا یہ لڑکا دھرم راج ہوگا۔ اس کی سلطنت زمینی نہیں بلکہ آسمانی ہوگی۔ اس کی بڑائی سب سے الگ تھلگ رہنے میں نہیں سمجھی جائے گی۔ بلکہ یہ اپنے بے حد رحم اور کرم سے غریب سے غریب اور حقیر سے حقیر انسان کو تعلیم دے کر آپ جیسے بنانے کا اہتمام کرے گا۔ مجھ کو اس بچہ کے دیکھنے سے اس لئے رنج ہوا ہے۔ کہ اب میں صبح کا چراغ ہو رہا ہوں۔ اور موجودہ زندگی کے دریا کو قریب قریب پار کر چکا ہوں۔ مجھ کو اس لڑکے کے روحانی عروج اور اس کے دھرم پرچار کے نظارہ دیکھنے کا موقع نہ ملیگا۔ خیر ابھی کیا کم ہے۔ کہ مجھ کو اس کا درشن تو مل گیا"۔

یہ کہکر رشی تو اُسی وقت راجہ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ مگر مایا دیوی کی حالت متغیر ہو گئی۔ اُس نے پرجاوتی کو پاس بلایا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی "بہن! مجھ کو اس بچہ کے پیدا ہونے کی خوشی کی میعاد صرف سات دن کی دی گئی تھی۔ مجھ کو اس کی جوانی دیکھنے کا مشاہدہ نہیں بدا ہے۔ میری موت سر پر کھڑی ہوئی

ہے۔ لے۔ اس بچہ کو تو اپنی گود میں لے لے۔ میں صرف اس کے جنم کی ساتھی تھی۔ اس کی پرورش کا کام تیرے سپرد ہے۔ کیونکہ یہ میرا ہی نہیں۔ بلکہ تیرا بھی بیٹا ہے۔ کون جانے اس کو یاد دلانے پر میری یاد بھی آئے یا نہ آئے۔ مگر یہ تجھ کو ماتا کہکر پکارے گا۔ اور تجھ کو تو اس کے گود میں کھلانے کا سکھ ملیگا۔ یوں بھی میرا مرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جس عورت کی کوکھ سے بدھ کا اوتار ہوتا ہے۔ وہ پھر دوسرا لڑکا نہیں جنتی۔ اور نہ جنم مرن کے دام میں پھنستی ہے" +

یہ کہکر مایا نے بچہ کو اپنی سوت اور بہن کی گود میں دے دیا۔ آپ پھر پلنگ پر لیٹ رہی۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ نبض کی رفتار سست ہوتی گئی۔ اور وہ دیوی مایا جس کی کوکھ سے بھگوان بدھ پیدا ہوئے تھے۔ تمام کنبے اور قبیلے کے آدمیوں کو چھوڑ کر پرلوک کو چلی گئی۔ دنیا میں سب کام کا وقت مقرر ہے لیکن موت کے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔ اس ناخوش گوار اور بن بلائے ہوئے مہمان کیلئے سب کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ یہ آتی ہے۔ مگر نہ کوئی اس کو آتے دیکھتا ہے۔ نہ جاتے دیکھتا ہے۔ زندہ مخلوق کے عنصری قالب کا بے حس و حرکت ہوتا۔ اس کی آمد کی نشانی اور اس کی بربادی مچانے کی دلیل ہے +

خوشی میں رنج ہے۔ زندگی میں موت ہے۔ امرت کے ساتھ زہر ہے اور پھول کے دامن میں کانٹا ہے۔ اس مجمع ضدین دنیا کا یہی حال ہے +

شادی کوئی خالی نہیں غم سے نظر آئی
دیکھا ہے کہ جب خوب ہنسے آنکھ بھر آئی

تیسرا سرگ

بچپن، تعلیم اور پہلے جنم کے سنسکاروں کا اُبھار

> دل میں شب کو تھا تصوّر تیرا مجھ کو خواب میں
> وہ تصوّر صُبحدم خورشید تاباں ہو گیا

مثل مشہور ہے "ہونہار بِروے کے چِکنے چکنے پات"۔ "ہونہار پُوت کے پانوں پالنے ہی میں نظر آجاتے ہیں"۔ سِدّھارتھ اپنی موسی اور سوتیلی ماں پرجاوتی کی گود میں پلنے لگا۔ جس طرح آسمان کا چاند روز بروز بڑھتا ہے۔ اُسی طرح یہ بھی بڑھنے لگا مگر اس میں وہ باتیں نہیں تھیں۔ جو عام چھوٹے لڑکوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ ابتدائے زندگی سے سنجیدہ مزاج اور سلیم الطبع تھا۔ نہ اس کو کسی چیز کے ہاتھ آنے سے خوشی ملتی تھی۔ اور نہ اُس کے دور ہونے سے رنج ہوتا تھا۔ لوگ حیران تھے۔ کہ یہ کس قسم کا لڑکا ہے۔ مگر اَسِت رشی اور براہمنوں کی پیشینگوئیاں سب کو یاد تھیں۔ اور سب اُس کی چمکتی ہوئی شکل کو دیکھکر خوش ہوتے تھے جس کی نظر اُس پر پڑتی تھی۔ وہ اُس کی سنجیدگی کو دیکھکر متاثر ہو جاتے تھے ؎

سِدّھارتھ کی عمر اِس طرح پانچ برس کی ہوئی۔ اور وہ ہمعمر لڑکوں کے ساتھ کھیل کود کے لئے باہر بھیجا گیا۔ مگر کھیل کود کیسا! یہاں بھی وہی خصوصیت نظر آتی تھی۔ چونکہ براہمنوں نے پہلے ہی سے شاکیوں کو یقین دلا دیا تھا۔ کہ یہ یا تو مہاپرتاپی راجہ یا زبردست اور کامل مُنی ہوگا۔ اس خیال سے شُدّھودن کے رشتہ داروں نے اپنے لڑکوں کو راجکمار کے ساتھ کر دیا تھا۔ کہ یا تو یہ لڑکے اس کے وزیر اور مشیر ہونگے۔ یا اس کے ساتھ ساتھ جنم مرن کے دُکھوں سے نجات پا جائیں گے۔ اور اس وجہ سے سِدّھارتھ کے ساتھ کئی اور شاہزادے رہا کرتے تھے۔ اور عام طور پر

لوگوں کو اس قدر پختہ یقین ہوگیا تھا کہ کئی براہمنوں نے بھی اپنے کمسن لڑکوں کو اُس کی خدمت میں رہنے کے لئے نذر کر دیا تھا۔ یہہ سب لڑکے تو فطرتاً کھیل کود میں تفریح تلاش کرتے تھے۔ مگر سدھارتھ کا یہہ حال تھا۔ کہ وہ شور و غل کی حالت سے الگ تھلک رہ کر تنہائی میں بیٹھنا زیادہ پسند کرتا تھا۔ ہاں۔ یہہ بیشک دیکھا گیا تھا۔ کہ بمقابلہ گھر کے اُس کو کھلے میدان اور قدرتی منظروں کے مقامات میں رہنے کا بہت شوق تھا۔ بچپن ہی سے وہ تمام انسانی مخلوق کو ایک نظر سے دیکھنے کا عادی تھا۔ اور شاہانہ طمطراق اور رعب وداب و نمایش کی طرف سے اُس کو بالطبع نفرت تھی ✲

جب اُس میں راجہ نے سمجھ بوجھ کا مادہ دیکھا۔ اپنے وزیروں سے اُس کے اتالیقی کے متعلق مشورہ لیا۔ سب نے متفق الرائے ہوکر کہا۔ "وسوامتر رشی سے اِس زمانہ میں کوئی زیادہ تجربہ کار اور واقف نہیں ہے۔ اور وہی اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہے"۔ راجہ نے بھی اسی رائے کو پسند کیا۔ اور رشی کو بُلاکر راجکمار کو اُس کے سپرد کیا۔ رشی نے پہلے اُس کو گایتری منتر یاد کرایا۔ پھر مختلف قسم کے حروف سکھلانے کے بعد مقدس کتابوں اور شاستروں کا مطالعہ کرایا۔ جوتش۔ گرنت۔ ویاکرن۔ اتہاس۔ شرتی۔ سمرتی۔ وید۔ ویدانگ۔ اپانگ وغیرہ سب ہی پڑھا۔ مگر تعجب کی بات یہہ تھی۔ کہ اُستاد کو صرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور یہہ سب کچھ سُنا دیتا تھا۔ بودھوں کی مقدس کتابوں میں مذکور ہے کہ سدھارتھ نے تعلیمی مرحلہ کو بہت ہی جلد طے کر لیا۔ تب رشی نے متحیر ہوکر اُس سے کہا۔ "راجکمار! سچی بات تو یوں ہے کہ تو گوروؤں کا گورو ہے۔ تو سب کچھ

لف بُدھ کے پانچ براہمن شاگرد جن کا بیان صفحہ اور میں آئے گا۔ اِسی قسم کے ساتھی لڑکے تھے ✲

جانتا اور سمجھتا ہے۔ بلکہ بہت سے بھی کہیں زیادہ واقف ہے۔ مجھے کو ہم کیا پڑھائیں۔ تو گورو اور چیلے کی مریادا کو قایم رکھتا ہوا ہماری عزت اور پاس ادب کا لحاظ رکھتا ہے۔ ورنہ تو اس قابل ہے۔ کہ ہم کو خود تعلیم دے "۔ سدھارتھ نے گورو کی باتیں سُنیں اور رشی کے قدم کو ہاتھ لگا کر کہا "یہ علم وغیرہ سب آپ کے ماتحت ہے۔ اور بغیر گورو کی مہربانی کے وہ اور کسی طرح حاصل نہیں ہوتے" ؛

اِسی طرح سدھارتھ کو اُسی رشی نے سپہگری کے تمام شاخوں کی تعلیم دی، شمشیرزنی۔ چوگان بازی۔ شہسواری۔ رتھ بانی۔ اور تیراندازی وغیرہ کے سب کرتب یکے بعد دیگرے سکھائے۔ اکثر لڑکے بالطبع شریر اور مُفسد ہوتے ہیں۔ اور وہ معصوم جانوروں کو چھیڑتے رہتے ہیں۔ لیکن سدھارتھ اوّل تو خود ہی جانوروں کے ایذا دینے سے پرہیز کرتا تھا۔ اور اگر کسی ساتھی نے اُن کو تنگ کیا تو سمجھا بجھا کر اُن کو اُس ناپسندیدہ حرکت سے باز رہنے کی ہدایت کرتا رہتا تھا اور "اہنسا" کو مہاپاپ بتاتا تھا۔ کمسنی ہی کے زمانہ میں باوجود رنج اور فکر کی لاعلمی کے سدھارتھ کے دل میں ہر قسم کی بیزاریاں اور بازبان مخلوق کے لئے بے حد رحم کا مادّہ تھا ؛

ایک دن کا ذکر ہے۔ یہ لڑکے اپنے محلوں کے کوٹھوں پر چڑھے ہوئے آسمان میں اُڑنے والے پرندوں کے پرواز کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ سفید راج ہنسوں کا جھنڈ آسمان کی طرف اُڑتا ہوا محلوں کے اوپر سے نکلا۔ یہ نظارہ واقعی دلچسپ تھا۔ سدھارتھ تو نظر جما کر اُن کو دیکھ رہا تھا۔ مگر اُس کے رشتہ کے بھائی دیودت نے جو اپنے کوٹھے پر چڑھا ہوا تھا۔ کمان سے تیر کو جوڑا اور ایک ہنس کو مار دیا اور وہ زخمی ہو کر اُس جگہ گر پڑا۔ جہاں سدھارتھ کھڑا ہوا تھا۔ بیچارہ پرندے کے جسم سے خون کی دھار جاری تھی۔ اور اُس میں سنبھلنے اور سنبھل کر پھر اُڑ جانے کی طاقت بھی نہیں،

رہی تھی۔ راج کمار جیپیا تو مجروح پرند کو محبت سے اُٹھا کر اپنی گود سے چمٹا لیا۔
پرند پھڑپھڑانے لگا۔ کیونکہ اُس کو شدید زخم لگا تھا۔ سِدّھارتھ کو اب تک دُنیا
کے دُکھوں کی خبر نہیں تھی۔ کہتے ہیں۔ شدّھودن نے اَسِت رِشی اور نجومیوں
کی پیشینگوئی سے محتاط ہو کر اس طرح ناز و نعم کے ساتھ اُس کی پرورش کا انتظام
کر رکھا تھا۔ کہ راجکمار اب تک سنسار کے دُکھوں سے بالکل ناآشنا تھا۔ تاہم
اُس نے دیکھا۔ کہ تیر ہنس کے جسم کے اندر گھُس گیا ہے۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں
سے اُس نے اس کو باہر نکال لیا۔ نکالتے وقت اس تیر سے کسی قدر اُس کی اُنگلی کو
تکلیف پہنچی۔ جس کی وجہ سے اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور اُس کو جسمانی
درد کا پہلا علم ہوا۔ جس کو خود کسی طرح کا درد نہ ہوا ہو۔ وہ اَوروں کا ہمدرد کب ہو سکتا ہے
درد کے علم نے سِدّھارتھ کو راج ہنس کا ہمدرد اور غمخوار بنا دیا اور وہ اس کو گود سے
چمٹا کر بوسے دینے لگا۔

ہمدردی میں جادو کا اثر ہے۔ بے زبان پرند گو لفظوں کی مدد سے اپنے خیال کا
اظہار نہیں کر سکتے۔ لیکن وہ کسی نیک اور مہربان مزاج انسان کی نیکی کو محسوس کر سکتے ہیں
اور دل ہی دل میں اُس کی محبت کا دم بھرنے لگتے ہیں۔ یہی کیفیت اُس ہنس کی بھی
ہوئی۔

یہ دونوں مختلف جنس کے نئے دوست اس طرح اپنی باہمی اُلفت کا اظہار کر رہے
تھے۔ کہ ایک آدمی وہاں آیا۔ اُس نے سِدّھارتھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میرے راجکمار
نے اپنے تیر سے ایک ہنس کو مجروح کیا۔ وہ یہاں آ گرا ہے۔ شاہزادہ کہتا ہے۔ کہ
تم اُس کو میرے پاس پہنچا دو۔" سِدّھارتھ نے معصومیت کے لہجہ میں جواب دیا۔ "اگر
ہنس مر گیا ہوتا۔ تو بے شک یہ اُس کا ہوتا۔ مگر دیکھو یہ ابھی تک جیتا ہے۔ دیودت
نے اگر کسی چیز کو مارا ہے۔ تو وہ اِس ہنس کی بلند پروازی ہے۔" اتنے میں دیودت

بھی وہاں آ پہنچا "پرند زندہ ہو یا مُردہ۔ اس سے بحث نہیں ہے۔ جس کے تیر کی ضرب سے وہ زمین پر گرا ہے وہ اسی کا کہا جائے گا۔ جب تک وہ بادلوں کی بلندی پر اڑا چلا جا رہا تھا۔ تب تک وہ کسی کا بھی نہیں تھا۔ اب چونکہ میں نے اس کو مار گرایا ہے اسلئے یہ میرا ہے۔ تم اس کو میرے حوالہ کر دو" مگر سِدّھارتھ کا خیال کچھ اور ہی تھا۔ اس نے اور بھی زور کے ساتھ ہنس کو اپنی چھاتی سے چمٹا لیا۔ اور اس کے چونچ کو اپنے ہونٹ سے لگا کر بولا "ایسا نہ کہو۔ یہ پرند میرا ہے۔ تمھارا نہیں ہے۔ مارنے والے سے بچانے والے کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ رحم اور محبت کا قانون خدا ہے۔ میرا دل شہادت دے رہا ہے۔ کہ میں انسان کو رحم کرنے کا سبق سکھاؤں گا۔ اور بے زبان مخلوق کی طرف سے وکیل بن کر ان کو مصیبت اور دُکھ کے پنجہ سے چھڑانے کی کوشش کروں گا۔ میں اس کو تمھارے حوالہ نہیں کرتا۔ ہاں اگر تم کو اب بھی دعویٰ ہے۔ تو عدالت میں چل کر نالش کرو۔ عقلمندوں کی عدالت جو فیصلہ سنائے گی۔ میں اسی کی تعمیل کروں گا"۔

دیودت کی جھگڑالو طبیعت نے نہیں گوارا کیا۔ کہ وہ راج ہنس سے دست بردار ہو۔ اس لئے وہ اسی وقت راجہ شدّھودن کی کچہری میں چلا گیا۔ اور سِدّھارتھ کی زیادتی کی شکایت کی۔ اس عجیب و غریب استغاثہ کو سُن کر درباری متعجب ہوئے۔ سِدّھارتھ بھی وہاں جا پہنچا۔ دیودت کہتا تھا۔ کہ "میں نے جانور کو تیر سے زخمی کیا۔ اس لئے یہ میرا ہے"۔ اور سِدّھارتھ کا یہ عذر تھا۔ کہ "میں نے اپنے رحم سے اس کی جان بچائی ہے۔ اور جان بچانے کی وجہ سے یہ میرا ہے"۔ دونوں لڑکے اپنی اپنی باتوں پر مضبوطی کے ساتھ اڑے ہوئے تھے۔ اور کسی دیوان یا منتری کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ وہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرے۔ آخر ایک براہمن نے راجہ سے مخاطب ہو کر کہا "جس کے بلانے سے پرند اس کے پاس چلا جائے۔ اس کا مالک اسی کو سمجھنا چاہئیے"۔

سب نے اس رائے کو پسند کی۔ سِدھارتھ نے ہنس کو آزاد کر دیا۔ اور جب
دیو دت اُس کو پکڑنے لگا۔ ہنس نے اُس کی طرف سے اپنا مُنہ پھیر لیا۔ لیکن جس
وقت سِدھارتھ نے اُس کو ہاتھ سے اشارہ کیا وہ دَوڑتا ہُوا اُس کے پاس چلا آیا۔
اور راجکمار نے پیار اُس کو اپنی چھاتی سے چمٹا لیا +
دیکھنے والوں کو حد درجہ کی حیرت ہوئی۔ پھر اُسی براہمن نے زبان کھولی "اگر
زندگی واقعی جائداد کی حیثیت رکھتی ہے۔ تو اس پر زندگی بچانے والے کا استحقاق زیادہ
ہے۔ کیونکہ قتل کرنے والا اُس کا محافظ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ تو برباد کرنے والا ثابت
ہوتا ہے۔ اس لئے یہہ پرند سِدھارتھ کا ہے۔ اور اُسی کو دے دینا چاہیئے"۔ تمام
درباریوں نے اسی وقت خوشی سے اس فیصلہ کو پسند کیا۔ اور پرند راجکمار کو دیا گیا
لیکن جس وقت شُدھودن نے اُس فیصلہ سُنانے والے براہمن کی تلاش کی تا کہ اُس
کو اس نیک خدمت کا صلہ دیا جائے۔ اُس کا کسی کو پتہ نہیں مِلا۔ اور نہ یہ معلوم ہُوا کہ
وہ کون تھا۔ اور کہاں سے[1] آیا تھا +
سِدھارتھ نے پرند کو گود میں اُٹھا لیا۔ خوشی خوشی اُس کو محل میں لایا۔ جہاں
ایک وید نے اُس کی مرہم پٹی کی۔ اور جب اُس کا زخم اچھا ہو گیا۔ سِدھارتھ نے
اُس کو ہوا میں اُٹھا کر کہا۔ "تیرے ساتھی ممکن ہے تیری جُدائی سے پریشان ہوں۔
اس لئے تو جا۔ اور اُن کو اپنی سلامتی کی خبر دے"۔ ہنس خوش ہو کر اُڑ گیا +
شاکیہ منیں کا شاہزادہ اس طرح بچپن میں دیا جاوے کے کام کرتا رہا۔ مگر سوا ر
اس اکیلے دُکھ کے واقعہ کے اور اُس کو کسی قسم کی مصیبت کا علم نہیں تھا +

—+—

[1] لَلِت وِستر میں لکھا ہُوا ہے کہ یہ دیوتا تھا۔ اور بعد کو سانپ بن کر اُسی جگہ بیٹھے دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا +

چوتھا سرگ

زندگی کے دکھوں کا پہلا تجربہ

دن کو دل پر تھا مسلط عیش و عشرت کا خیال
رات کو افسوس وہ خواب پریشاں ہو گیا

جس دن سدھارتھ نے مقدمہ جیتا تھا۔ اُس کے دوسری ہی صبح ہل کی پوجا کا تیوہار تھا۔ شدھودن نے اس سے کہا "میرے آنکھوں کے تارے! آج برس برس کا دن ہے۔ سب لوگ اُتسو منانے جا رہے ہیں۔ میدان میں ہر قسم کے کھیل و تماشے ہونگے۔ خوبصورت سے خوبصورت بیل ہلوں میں لگائے جائیں گے۔ زمین جوتی جائے گی۔ اور گانے بجانے کے ساتھ دیوتاؤں کے خوش کرنے کے یگیہ ہونگے۔ آج کی کیفیت دیکھ کر تجھ کو بہت خوشی حاصل ہوگی۔ شاکیہ نسل کے آدمی اس مبارک دن کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور اسی سے اپنے سال بھر کی آمدنی اور زمین کی پیداوار کا اندازہ لگاتے ہیں"۔

سدھارتھ نے ساتھ چلنے کی رضامندی ظاہر کی۔ اور راجہ اُس کو رتھ پر بٹھا کر میدان میں لایا۔ جہاں میلہ لگا ہوا تھا۔ اور جا بجا ہلواہے خوش ہو کر کھیتوں کو جوت رہے تھے ایک تو یوں ہی آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ دل کے جذبات متحرک کرنے کے لئے کافی ہوتی یا آنکہ وہاں اور بھی ہر طرح کے سامان بکثرت تھے۔ جن کو انسان اپنی تفریح اور مسرت کا باعث سمجھتے ہیں۔ سدھارتھ کے دل میں بھی طرح طرح کی خیالی ترنگیں اُمڈنے لگیں۔ مگر وہ اور آدمیوں کے جذبات سے بالکل مختلف تھیں۔ آدمیوں کے ہجوم دیکھنے کا اُس کو کبھی اس قدر شوق نہیں تھا۔ لیکن چونکہ اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ وہاں آ چکا تھا۔ وہ برعکس اُن کے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور اپنے اردگرد کے

نظاروں کو دیکھنے لگا +

دُنیا حقیقت میں عجیب وغریب جگہہ ہے۔ یہاں جو شخص جس طبیعت کا ہے۔ اُس کے سوچنے سمجھنے اور سوچ سمجھ کر نتیجہ نکالنے کے لئے ویسے ہی سامان سے ملتے ہیں۔ اور سب تو خوش ہو کر اُتسو منانے اور کھیتوں کے جوتنے بونے میں سرگرم ہیں۔ مگر سِدّھارتھ کسی اور ہی اُدھیڑ بُن میں پڑا ہوا ہے۔ زمین پر پانی برس گیا تھا کئی قسم کے کیڑے مٹی میں پیدا ہو گئے تھے۔ اُس کی توجہ ان سب کی جانب منعطف ہوئی۔ ہل چلنے کی وجہ سے زمین کی سطح پر لنبے لنبے کیچوے نظر پڑے۔ تیتر۔ مینا اور کئی دوسرے پرند اِن پر جھپٹے۔ اور ان کو اپنے منہ کا نوالہ بنا لیا۔ سوچنے والے کے لئے یہی ایک معمولی واقعہ پُر از عبرت ہے۔ دل کو جا لگی۔ تو وہ اندر ہی اندر سوچنے کے لئے مجبور ہوا۔ پھر سفید پروں والے بگلے آسمان پر اُڑتے ہوئے پانی کی سطح پر جھپٹے۔ اور بے خبر تیرتی ہوئی مچھلیوں کو پکڑ کر نگل لیا۔ چیلیں اور باز جو اوپر منڈلا رہے تھے۔ اسی طرح اپنے اپنے شکاروں پر ٹوٹتے تھے +

ممکن ہے شروع میں اُس کے اندر بھی خوشی کا کچھ احساس پیدا ہوا ہو لیکن اگر یہ حالت پیدا بھی ہوئی ہو گی۔ تو وہ صرف عارضی اور دو چار لمحوں سے زیادہ دیر پا نہیں رہی ہو گی۔ راجکمار نے باغ کے پھولوں کی طرف نظر کیا۔ وہاں بھی اسی قسم کا سانحہ نظر آیا۔ گلاب کے پھولوں کے ساتھ کانٹے لگے ہوئے تھے۔ کئی آدمی شہد کے چھتوں کو توڑ کر ان بے حقیقت مکھیوں کے مہینوں کے جمع کئے ہوئے مال کو لوٹ رہے تھے۔ اُس نے سوچا۔ اسی تماشا کے دیکھنے کے لئے پتا جی مجھ کو یہاں لائے ہیں۔ اس میں مجھ کو تو کہیں بھی خوشی کا نشان تک نہیں نظر آتا۔ جس کو دیکھئے۔ وہی اپنی مصیبت میں مبتلا ہے۔ کاشتکار اناج کے لئے کیسی سخت محنت کرتے ہیں۔ جسم پسینہ پسینہ ہو رہا ہے۔ مگر اُن کو اس مشقت سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اِس گرمی

ہیں وہ معصوم بیلوں کی دُم اینٹھتے اور اُن کے بدن پر کوڑے مارتے ہوئے کھیت جوتنے کے لئے مجبور کر رہے ہیں۔ آپ خود بھی اپنے کام سے دُکھی ہوتے ہیں۔ اور دُوسروں کو بھی دُکھی کر رہے ہیں۔ اِدھر دیکھئے۔ ایک دوسرے کو کھا رہا ہے۔ بکری درختوں کے پتے اور گھاس کو کھاتی ہے۔ بکری کو انسان اور درندے کھا جاتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے وقت پر اوروں کی غذا ہوتے ہیں۔ چھوٹی مچھلی پانی کے کیڑے کھا کر پلتی ہے۔ اس کو بگلے، چیلیں، آدمی۔ اور پھر اُسی کے جنس کی بڑی مچھلی کھا جاتی ہے۔ چرند، پرند، درند سب اس آفت میں گرفتار ہیں۔ ایک متنفس بھی تو ایسا نظر نہیں آتا۔ جو اس بلا سے محفوظ ہو۔ دُنیا مصیبت کا ایک بے پایاں کنار سمندر ہے۔ جس میں دُکھوں کے بھنور کے ساتھ ساتھ اُونچی لہریں اُٹھا کرتی ہیں۔ اور حیوان انسان نہ صرف اُن کے اندر غوطے کھا کر ڈوب جاتے ہیں۔ بلکہ ان کی لہروں کی تہوں میں آ کر بُری طرح تیا پنچے کھاتے ہوئے بے بسی اور بے کسی کی اذیّت برداشت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو قتل کرتا ہوا اپنے باری پر دوسرے کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے۔ مجھ کو اس خوفناک منظر دیکھنے کے لئے یہاں یہ کیوں لائے! میں آدمیوں کی رنگ برنگ پوشاک کے پردوں کے اندر قتل و خون کی چھُری چلتی ہوئی دیکھ رہا ہوں بیل کھیت نہیں جوتنا چاہتے۔ اور دیکھو اُن پر کیسی بُری طرح مار پڑ رہی ہے۔ کسی کے کندھے جُوئے کے بوجھ سے زخمی ہو گئے ہیں۔ یہاں تو کمزور اور طاقتور کی لڑائی ہے جن کو کچھ اختیار اور زور اور طاقت نصیب ہے۔ وہ اپنے سے کم اختیار کمزور اور کم طاقت والوں کے برخلاف سازش کر رہے ہیں۔ کہیں بھی تو اس جگہ انصاف نہیں نظر آتا۔ اِس کو نہیں دیکھوں بھی تو کیا دیکھوں! میری آنکھوں کے لئے یہ تماشا فرحت بخش نہیں ہے"!

اس طرح سوچ کر سِدھارتھ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک گھنا اور تناور جامُن

کا درخت نظر آیا۔ دوسرے شاکیہ تو اپنے رسم ورواج کے موافق اُتسو منانے میں مصروف تھے۔ کسی کی توجہ اس کی طرف نہیں گئی۔ اور یہہ چُپ چاپ اُسی درخت کے نیچے بُت کی طرح بیٹھ کر زندگی کے اس بیماری کے مسئلہ پر غور کرنے لگا۔ یہ اُس ننھے سے بالک کی زندگی کا پہلا دھیان تھا۔" آخر اس حیرانی اور پریشانی کا سبب کیا ہے! کیا اس مرض کا کوئی علاج بھی ہے۔ یا یہہ بالکل بے علاج ہے!" وہ اس طرح سوچتے سوچتے ایک قسم کی رُوحانی خوشی کی حالت میں محو ہوگیا۔ اس کے دل میں دُنیاوی مخلوق کے لئے گہری محبت اور ہمدردی پیدا ہوئی۔" کاش ایسا ہوتا۔ کہ میں اِن کی تکلیفوں کو رفع کرسکتا! اور اِن کی مغفرت کا باعث بن سکتا۔" نیک خیال۔ انسان کی بھلائی کا خیال۔ اور کُل مخلوق کی بہتری کا خیال۔ نہایت ہی مبارک خیال ہے۔ یہہ خیال دل پر مسلط ہوتا گیا۔ اور سِدّھارتھ "سوِکلپ سمادھی" کے محویت کی حالت میں ایسا مستغرق ہوگیا۔ کہ تن بدن کی سُدھ نہیں رہی۔ یہ اس کے پہلے جنموں کی کمائی کا پھل تھا۔ انسان جس قسم کے قول، فعل اور خیال کی مشقیں کرتے رہتے ہیں۔ اُن کا اثر موجودہ اور آیندہ زندگیوں پر پڑتا ہے۔ اور چاہے تفصیلی تذکرات وضاحت کے ساتھ ذہن میں موجود نہ معلوم ہوں۔ مگر اُن کا لطیف اثر اُس وقت تک برابر رہتا ہے۔ جب تک اُن کا پھل نہیں بھوگ لیا جاتا!

مقدّس کتاب کہتی ہے۔ کہ جس وقت سِدّھارتھ اس طرح بے حسی اور بیہوشی کے حال میں ظاہری دُنیا کی طرف غافل تھا۔ دیوتاؤں کا گروہ آسمان سے گذرتے ہوئے نادانستہ جامن کے درخت کی طرف کھچا۔ ان کو حیرت تھی۔ کہ کونسی ہے جو مقناطیسی طاقت کی کشش بن کر اُن کو زمین کی طرف کھینچ رہی ہے۔ آخر اُن کی نگاہ سِدّھارتھ پر پڑی۔ اور ایک واقفکار دیورشی نے بآواز بلند اُن کو کہا۔" دیکھو یہہ بُدّھ ہے۔ جو جیوں کو بھوساگر سے پار لگائے گا۔ نیچے اُترو۔ اور اُس کو نمسکار

کروڑ دیوتا زمین پر آئے۔ سدھارتھ کی پیشانی جالالی نور سے چمک رہی تھی۔ اور اُس کے سر کے اِردگرد نورانی ہالہ نے حلقہ مار رکھا تھا۔ سب نے بلکہ سنتی کی۔ اور آئیندہ زمانہ کے بُدھ کو نمسکار کرتے ہوئے وہ جدھر سے آئے تھے اُسی طرف کچھ چہچہاتے ہوئے اُڑ گئے +

دوپہر گذر چکے تھے۔ شُدھودن اور اُس کے متعلقین نے دیکھا۔ کہ راجکمار غایب ہے۔ جب تلاش کی گئی۔ وہ جامن کے درخت کے نیچے آلتی پالتی مارے ہوئے پدم آسن پر بیٹھا ہوا ملا۔ اور دُنیا اور مافیہا سے بالکل بے خبر تھا۔ دُھوپ تیز ہو گئی تھی۔ مگر اس کو اس کی تیزی کا کیا علم تھا! سب محو ہو کر دیر تک اُس کی جلالی صورت کو دیکھتے رہے۔ جب اُس کی آنکھیں کھلیں۔ سورج پچھم کی طرف جھک گیا تھا۔ اُس نے اپنے باپ اور رشتہ داروں کو اپنے اِردگرد کھڑا پایا اور شُدھودن سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا "پتا جی! وہ کام جس سے جیووں کو دُکھ پہنچتا ہو۔ چھوڑ دینے کے قابل ہے" ایسے بلند خیال اس کمسن بچے کی زبان سے کے لئے حیرت اور استعجاب کے باعث تھے۔ مگر اُسی وقت سننے والے ہوا کے جھونکے آئے۔ اور زبانِ حال سے سب کو سُنا گئے:۔

"سورج کا منڈل دُور سے دیکھنے میں چھوٹا نظر آتا ہے۔ مگر اُس کے طلوع ہوتے ہی ترلوکی کی تاریکی دُور بھاگ جاتی ہے۔ ویسے ہی جس لڑکے کو بُدھ ہونا ہے۔ اُس میں فضیلت اور بزرگی کے تمام اوصاف کا امکان رہتا ہے"+

شُدھودن راجکمار کو گھر واپس لایا +

پانچواں سرگ

بلوامرکے متعلق مشورے

شاخ کی چوٹی کے اوپر چڑھ کے گل بیٹھا مگر	
لطمۂ دستِ خزاں سے چاک داماں ہوگیا	

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یُوں ہی تمام ہوتی ہے۔ دریا کی دھار آتی ہے اور بہتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف کو چلی جاتی ہے۔ دُنیا میں کوئی شے ایک حالت پر نہیں رہتی۔ تبدیلی کا قانون لحہ لحہ اپنے طرزِ عمل و دخل کا ہر جگہ زور کے ساتھ اعلان کرتا ہوا اظہار کرتا رہتا ہے۔ راجکمار نے بچپن کی زندگی سے نوجوانی کے تیز بخش حالت کی طرف قدم بڑھایا۔ جوانی عام طور پر دیوانی کہلاتی ہے۔ الھڑپن کی عمر میں سوا عیش و عشرت کے کسی کو اور کچھ نہیں سوجھتی۔ مگر سدھارتھ بالکل ہی نرالی قسم کا مخلوق تھا۔ جب دیکھئے فکر میں غلطاں آنکھیں بند ہیں۔ اور وہ بیٹھے بیٹھے دل ہی دل میں کچھ نہ کچھ سوچ رہا ہے۔ نوجوانوں میں خون کی گرمی ہوتی ہے۔ اُن کی نبض کی رفتار زیادہ تیز ہوتی ہے۔ اور سرگرمی مصروفیت و تفریح۔ اور سیر و شکار کے مشغلوں سے اُن کو کام رہتا ہے۔ مگر اس کی کیفیت دگرگوں تھی *

راجہ۔ وزیر۔ امیر۔ سب ہی حیران تھے۔ وہ دل سے چاہتے تھے۔ کہ سدھارتھ دُنیا دی خوشیوں سے دل لگائے۔ مگر اُن کی تمام کوشش بے سُود اور رائگاں تھی راجہ نے ایک دن اُن سے مشورہ دلیا۔ صاحبو! تم کو یاد ہوگا۔ آسیت رشی اور دوسرے پنڈتوں نے راجکمار کے متعلق کیا پیشینگوئی کی تھی! یہہ یا تو چکرورتی راجہ ہوگا یا مہاگیانی منی ہوگا۔ میری یہہ دلی خواہش ہے کہ یہہ مہاراجاؤں کا راجہ ہو۔ اور

دُنیامیں شاکیہ منیں کے نام ونشان کو ہمیشہ کے لئے قایم کرے۔ مگر اُس کو جب دیکھئے
اُداس ہی نظر آتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ پیشینگوئی کا پہلا حصہ غلط اور دوسرا صحیح ثابت
ہو۔ تم تجربہ کار اور دانشمند ہو۔ مجھ کو مشورہ دو۔ کہ میں اس موقع پر کیا کام کروں۔
تاکہ میری دلی اُمید بر آئے "۔ بڑے دیوان نے جواب دیا۔ "منتری کے پریم میں جادو
کا اثر ہوتا ہے۔ اس کی کسی نہایت خوبصورت عورت کے ساتھ شادی کرا دیجئے۔ اور
اس کا مزاج فوراً ہی بدل جائے گا۔ اور یہ اُداسی آناً فاناً میں جاتی رہے گی"۔ دوسرے
مشیر نے بھی اسی خیال کی تائید کی۔ "جو کام جبر و سختی اور قید و بند سے نکلتا ہے عورتیں
اُس کو اپنی مسکراہٹ اور معمولی باتوں سے انجام دے لیتی ہیں۔ جہاں عقلمند اور گیانی ناکامیاب
ہوتے ہیں۔ وہاں کمسن لڑکی کام کرلیتی ہے"۔
راجہ نے کہا "یہ سب صحیح ہے۔ مگر کبھی کبھی پانسہ اُلٹا بھی پڑ جاتا ہے۔ جہاں
نوجوانوں کا دل آسانی سے عورتوں کے ناز و ادا کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہاں ایسے
بھی نوجوان دیکھے سنے گئے ہیں۔ جو شُکدیو رشی کی طرح فطرتاً تیاگی اور ویراگی ہوتے
ہیں۔ یہاں ہر بات کا امکان ہے۔ دُنیا عجیب و غریب جگہہ ہے۔ سنک سنندن
وغیرہ رشیوں نے شروع سے برہمچاری ہی رہنا پسند کیا۔ اور برہما کے کتنے لڑکے
شادی کے نام سُنتے ہی سے بھاگتے رہے"۔ تیسرے منتری نے زبان کھولی۔
"مہاراج! سچ فرماتے ہیں۔ یہاں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔
بغیر احتیاط اور سوچ سمجھ کے کام کرنا اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ جوانوں کے دل کا یہ بھی
ایک خاصہ ہے۔ کہ جب وہ کسی کی طرف سے چوکنا ہو جاتے ہیں۔ تو پھر ترغیب اور
تحریک کی تمام تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں"۔ چوتھا بولا "ایک تدبیر میری
سمجھ میں آتی ہے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ اُس کی وجہہ سے کوشش کا تیر کبھی
خطا نہ کرے گا۔ اور ضرور نشانہ پر لگیگا۔ وہ یہہ ہے۔ کہ آپ اپنے راج کی تمام کنواری

کنیاؤں کو طلب کیجئے۔ خوبصورتی۔ سمجھ بوجھ۔ سینے پرونے اور لڑکیوں کے دوسرے قسم کے کاموں کا امتحان لیجئے۔ اور سدھارتھ کو حکم دیجئے۔ کہ وہ سب کو اپنے ہاتھ سے انعام تقسیم کرے۔ لڑکیاں اُس کے سامنے آئیں گی۔ وہ ایک ایک کو دیکھیگا جس کی صورت اُس کے دل پر اثر پیدا کرے۔ اور اُس کے حُسن کو دیکھ کر اس کی حالت میں تبدیلی آجائے۔ تو سمجھ لیجئے۔ کہ وہ دل سے اُس کی طرف مایل ہوگا۔ اور اگر اُس لڑکی کے ساتھ اس کا بیاہ کیا گیا۔ تو نہ صرف اس کا نجم غلط ہو جائیگا۔ بلکہ وہ ہمہ تن عیش و عشرت کی زندگی میں محو رہنے لگیگا۔ پھر اُس کے تیاگی ہونے کا خوف ہمیشہ کے لئے دُور ہو جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ آپ بڑی آسانی سے اُس کو راج کاج کے کاموں کی طرف لگا سکیں گے"۔

شدّھودان نے اس صلاح کو پسند کیا۔ اور منتریوں کو حکم ہوا۔ کہ وہ جلد ہی اس قسم کے جلسہ کا انتظام کریں"۔

چھٹا سرگ

عشق اور حُسن کے کاروبار

سُرمگیں آنکھوں میں عکس اس کے تیا دل جب پڑا
تختۂ نرگس پلٹ کر سنبلستاں ہو گیا

کپل وستو میں حُسن کی نمایش کا جلسہ ہے۔ راجدھانی اور اس کے قریب کے علاقہ جات کی تمام کنواری کنیائیں راج کی طرف سے بلائی گئی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے ہنر اور فن کے کرتب دکھائیں۔ اور نوجوان ولیعہد کے ہاتھ سے قیمتی انعام لے جائیں۔ انعام کا لفظ بطور خود سحر اور افسوں ہے۔ سب پہنچ تو پہنچے ہی ہیں۔ جو لوگ پہنچی اور

نوجوانی کی حالتوں سے گذر چکے ہیں۔ اُن کے کانوں کے لئے بھی یہہ موثر جادُو کا اثر رکھتا ہے۔ امیر غریب اور متوسط الحال آدمیوں میں سے سب نے بہ خوشی تمام اپنی اپنی لڑکیوں کو راج سبھا میں بھیجا۔ یہہ آئیں اور اُن کے آنے سے دربار اِندر کا اکھاڑا اور پرستان بن گیا۔ جس وقت یہہ نازک بدن اور حسین لڑکیاں ہنس کی طرح زمین پر قدم جما جما کر چلتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ آنکھوں کے سامنے ایک نہایت ہی دل خوش کن اور دلفریب منظر آ جاتا تھا۔ نگاہ چاہتی تھی۔ کہ کسی ایک صورت کو ٹکٹکی لگا کر دیکھے۔ مگر لڑکیوں کی قطار۔ پاک اور مقدس گنگا کی دھار کی طرح اِدھر سے اُدھر چلی جاتی تھی۔ اور اس خواہش کے پورے ہونے میں ناکامیابی ہوتی تھی۔ کنواری لڑکیوں میں ایک خاص قسم کی پاکی اور لطافت ہوتی ہے۔ جو صرف انھیں کی ذات سے مخصوص ہے۔ شادی ہو جانے کے بعد پھر وہ اُس سے محروم ہو جاتی ہیں۔ چھوٹی لڑکیاں دُنیا میں ایک قسم کی معصوم دیویاں ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ ہندو ہمیشہ سے اِن کو پوجتے ہیں اور اِن ہی کے ننھے ننھے پاک ہاتھوں کے کاتے ہوئے سُوت کے جنیؤ پہنا کرتے تھے۔ عورت کا نام خوبصورتی۔ طاقت۔ لیاقت۔ اور دولت کا مُرادف ہے۔ یہ لڑکیاں سر سے پاؤں تک لباس اور زیور سے لدی ہوئی تھیں۔ وہ آئیں۔ اور یکے بعد دیگرے سِدّھارتھ کے سامنے پیش کی گئیں۔ وہ بُت کی طرح خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ صرف اُس وقت اُس کے ہاتھوں میں حرکت آتی تھی۔ جب وہ کسی لڑکی کو انعام کے برتن (رسوک کھانڈ) دیتا تھا۔ اس برتن کے اندر مختلف قسم کے زیور اور دوسرے اشیاء لڑکیوں کے کام کے رکھے ہوئے تھے۔ لڑکیاں کانپتی ہوئی اس ظاہرا سخت دل دیوتا کے حضور میں حاضر ہوتی تھیں۔ اُن بیچاریوں کو اتنی بھی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ اس کو ایک نظر بھر کر بھی تو دیکھیں۔ وہ آنکھوں کو نیچے کئے ہوئے آئیں اور اپنا انعام پا کر اُلٹے پاؤں اپنی ساتھی سہیلیوں کے گروہ میں چلی گئیں۔ ہاں کبھی کبھی درباری اور منتھری

اُن کو خوش کرنے اور حوصلہ بڑھانے کی نیت سے مسکراتے۔ اور دو چار تعریف کے کلمے کہہ دیا کرتے تھے +

تمام اسوک بھانڈ تقسیم ہو گئے۔ اب کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ مگر انعام کی مستحق ایک اور لڑکی ابھی باقی رہ گئی ہے۔ اس کا نام گوپا[1] اور یشودھرا تھا۔ اور یہہ کولی کے راجہ ڈنڈ پانی کی لڑکی تھی۔ اور رشتہ میں اس کی ماما جائی بہن ہوتی تھی۔ یہہ سب سے آخر میں پہنچی۔ راجکمار نے اس کو دیکھا۔ دونوں کے دلوں میں خاص قسم کی ایک دوسرے کے لئے باہمی کشش کا اثر نظر آیا۔ اور جو لوگ اس بات کے انتظار میں بیٹھے ہوئے بغور شاہزادہ کی صورت کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اُسی وقت اُن کی نگاہوں سے تاڑ گئے۔ کہ قدرت نے خود ان کو ایک دوسرے کے قابل بنایا ہے۔ اُدھر ڈنڈ پانی کی لڑکی شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو گئی۔ اِدھر سِدھارتھ کی نظر جو اُس کی خوبصورتی پر پڑی۔ تو پھر اور کسی طرف مایل ہوتے سے اُس کو تامل ہونے لگا۔ دونوں پر خاص طرح کی محویت طاری ہوئی مگر یہ حالت فی الحال عارضی ہی تھی۔ کیونکہ ایسے بھرے مجمع میں کسی ایک خیال کا شیدائی بن کر اپنی حیثیت اور فرض کو بھول جانا ترک ادب میں داخل تھا۔ گوپا دل ہی دل میں سوچتی ہے۔ "میں انعام لینے آئی تھی۔ انعام تو مجھ کو نہیں ملا۔ اُلٹے میں اپنا دل دے بیٹھی۔ مگر اب کروں تو کیا کروں۔ اگر بات چیت نہیں کرتی۔ تو خیر نہیں اور لوگ اس سکوت کا کیا نتیجہ نکالیں" اس لئے اُس نے دلی خیالات کو اُسی وقت ضبط کر لیا۔ اور معصوم کنواریوں کی طرح مسکرا کر بولی "میرے حصہ کا بھانڈ آپ مجھ کو کیوں نہیں دیتے۔ کیا میں انعام کی مستحق نہیں ہوں؟" حیر تمند شاہزادہ نے کہا "تم دیر سے آئیں۔ افسوس ہے۔ بھانڈے تو اب رہے نہیں۔ میں تمھارا اپمان نہیں کرنا چاہتا۔ لو یہ میری ہیرے کی انگوٹھی تمھارے نذر ہے"۔

[1] کسی کسی کتاب مثلاً للت وستر میں اس راجہ کا نام سُپر بُدھ بھی لکھا ہوا ہے +

گوپا کو جو ذرا جرأت ہوئی۔ تو اُس نے پھر دوبارہ اپنی زبان کھولی "میں خیرات نہیں بلکہ انعام لینے آئی تھی۔ اور طلائی زیور کے ساتھ میرا حق پہچاننے کا بھی ہے" سدھارتھ نے اُس حسین لڑکی کو پھر سر سے پاؤں تک دیکھا اور وہ اُس کی سنجیدہ مزاجی اور خوش تقریری پر فریفتہ ہوگیا۔ کہنے لگا "یہ خیرات نہیں۔ بلکہ سچا انعام ہی ہے۔ اور اگر یہ کافی نہیں ہے۔ تو لو میں اپنے ہاتھ کا مرصع کنگن اُتار کر تم کو دیتا ہوں" اور اُس نے ایسا ہی کیا۔ گوپا بولی "آپ اب تکلیف نہ گوارا کریں۔ میری مُراد بر آئی میں پورا انعام پاچکی۔ آپ کی خوشی اور قدردانی ہی میرا سچا انعام ہے" مگر سدھارتھ نے اُس کی بات نہیں سُنی۔ اور اپنا کنگن اُس کی کلائی میں باندھ دیا +

گوپا زیور پاکر اُلٹے پاؤں واپس چلی گئی۔ مگر اِن دونوں کی نگاہیں پھر ملیں۔ اور ایک کے دلی خیال کو دوسرے کے دل میں ڈال گئیں +

ساتواں سرگ

فنِ سپہگری میں امتحان اور شادی

دِل کے ہاتھوں آدمی عاجز بنا تھا مثل مور
دِل کا خاتم ہاتھ جب آیا سلیماں ہوگیا

مثل مشہور ہے "پریم چھپائے نا چھپے جا گھٹ پرگٹ ہوئے" دل کی لگی بُری ہوتی ہے۔ آدمی ہزار اپنے دل کے جذبہ کو روکنا چاہے۔ مگر نہ تو وہ روکے رُکتا ہے اور نہ کسی طرح اُس کو چھپا یا ہی جاسکتا ہے۔ بھانپنے والے بھانپ گئے۔ تاڑنے والوں نے تاڑ لیا۔ شدھودن مُسکرایا "لو مست ہاتھی کے باندھنے کے لئے زبردست زنجیر مل گئی۔ اب یہ کسی طرح توڑنے سے بھی نہ ٹوٹے گی۔ اور میرا لڑکا دُنیا کا چکرورتی راجہ

ہوگا۔ باپ کسی لڑکے کو اپنے سے اونچا اور بلند رتبہ دیکھنا پسند کرتا ہے۔ تو وہ صرف اُس کا لڑکا ہی ہو سکتا ہے۔ اور اس لئے کپل وستو کے راجہ کی یہ خواہش قابل شکایت یا قابلِ مذمت نہیں تھی +

راجہ نے منتری سے کہا "اب دیر نہ کرو۔ پروہت کو ڈنڈپانی کے پاس بھیجو۔ تاکہ وہ اپنی لڑکی سدھارتھ کو بیاہ دے۔ وہ اس راج کی کسی وقت رانی کہلائیگی"

منتری نے دوسرے ہی دن پروہت کو اس کام پر بھیجا۔ ڈنڈپانی سدھارتھ کا ماما۔ اور مایادیوی کا بھائی تھا۔ لازم تو یہ تھا۔ کہ وہ اُس درخواست کو اُسی وقت قبول کر لیتا۔ لیکن نہیں۔ اُس نے پروہت کو جواب دیا "شاکیہ قوم کے کشتری شجاعت پسند ہوتے ہیں۔ وہ صرف ایسے آدمیوں کو اپنی لڑکیاں بیاہتے ہیں۔ جو سپہگری کے کرتب میں ہوشیار اور تیز دست ہوتے ہیں۔ کوہ آپ کے ہاتھ کے سایل اور بھی کئی راجکمار ہیں۔ لیکن جبتک کوئی شخص کشتریوں کے فن میں اپنے آپ کو لاثانی نہ ثابت کرے گا۔ مَیں اپنی لڑکی کسی کو بھی نہ دوں گا۔ سدھارتھ میرا بھانجا ہی سہی! مگر اس میں کشتریوں کی سی خُوبُو نہیں ہے۔ اُس کا دل عورتوں کی طرح ملائم ہے۔ نہ وہ سیر وشکار کے قابل ہے اور نہ جنگ وجدل کے۔ ایسے لڑکے کو مَیں کیسے اپنی لڑکی دوں" +

پروہت نے یہ باتیں شدھودن کو جا کر سنائیں۔ یا تو وہ پہلے بہت خوش تھا یا اب دل میں سخت پریشان ہو گیا۔ کیونکہ ڈنڈپانی کی شکایت بجا تھی کیونکہ سدھارتھ کا دل نازک تھا۔ ساتھ ہی اُس کے ہاتھ پاؤں بھی نازک تھے۔ جب راجہ کو کوئی اور تدبیر نہ سوجھی۔ اُس نے سدھارتھ کو بلا کر سارا حال کہہ سنایا۔ راجکمار نے جب سے یشودھرا کو دیکھا تھا اُس کی طبیعت بدل گئی تھی۔ اب اُس نے غور و فکر کرنے کے بعد دل میں یہ ارادہ کر لیا تھا۔ کہ گھر ہی میں رہکر دینداری کی زندگی بسر کرتے ہوئے

اور آدمیوں کی اصلاح اور نجات کی فکر سو چنار ہوں گا" اور اس وجہ سے جب
سدّھودان کی زبانی یشودھرا کے باپ کا پیغام سُنا۔ مُسکرانے لگا " جو لوگ مجھ کو
کشتری پن کے اوصاف سے محروم سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ بہتر ہے۔ آپ
گردونواح کے تمام راج پُتروں کو طلب کیجئیے۔ مَیں بخوشی تمام اُن کے مقابلہ میں
اپنے آپ کو زیادہ تیز دست اور طاقتور ثابت کروں گا"+

اندھا کیا چاہے! دو آنکھیں۔ سدّھودن خوش تو ہوا۔ مگر اُس کے دل میں
شک تھا۔ اُس کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ دیودت[۵۱] تیر اندازی میں۔ ارجن شہسواری
میں۔ نند تیغ زنی میں سدّھارتھ سے کہیں بڑھتے چڑھتے ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی
اُس نے دنڈپانی سے صلاح کر کے راج کماروں کے اِمتحان کے لئے ایک دن
مقرر کیا۔ اور یہ خبر مشہور کر دی۔ کہ "جو شخص سب میں فایق اور پیش دست نکلیگا
یشودھرا کی شادی اُسی کے ساتھ کر دی جائے گی"+

سات دن گذرنے کے بعد جب اس امتحان کی تاریخ آئی۔ راجہ کی طرف سے
ایک اُونچا مچان بنوایا گیا تھا۔ جس پر تماشائی بیٹھ کر تماشا دیکھنے کو تھے۔ اس کے
نیچے اکھاڑا تھا۔ اور اس سے ملا ہوا دُور تک کف دست میدان تھا۔ نزدیک و
دُور کے متعدد شہزادے آئے۔ اور جب سب شامیانے کے نیچے کرسیوں پر بیٹھ
گئے۔ کپل وستو کے دیوان نے ہاتھ اُونچا کر کے اُن کو مخاطب کیا " صاحبو! آج
راجپوتی جوہر دکھانے کا دن ہے۔ جو شخص سب پر سبقت لے جائے گا۔ وہ
حسین یشودھرا کو بطور انعام پائے گا"+

ارجن۔ دیودت۔ اور نند وغیرہ شاہزادوں نے اپنے کرتب دکھانے شروع
کئے۔ ہر چہار طرف سے تحسین اور آفرین کے نعرے بلند ہوئے۔ جب سدّھارتھ

[۵۱] یہ سب راجکمار سدّھارتھ کے ساتھی تھے۔ اور اُسی کے ساتھ رہتے تھے + ۵۲ گیلری +

نے دیکھا۔ کہ سب ان کی ہوشیاری اور تیز دستی کی تعریفیں کر رہے ہیں۔ وہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ سامنے یشودھرا ہاتھ میں پھولوں کا ہار لئے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس نے اُس کو اور اُس نے اس کو دیکھا۔ سدھارتھ کے ہونٹ گلابی مسکراہٹ سے کنول کی پنکھڑیوں کی طرح کھلے ہوئے تھے۔ راجہ کو نمسکار کر کے وہ اپنے تیز رفتار گھوڑے کنتک کی زین پر کود گیا۔ اور حریفوں کو مخاطب کر کے بولا "میں گویا کے ہاتھ کا خواہشمند ہو کر اپنے آپ کو مقابلہ کے لئے کھڑا کرتا ہوں۔ جس کا جی چاہے۔ میرے روبرو آئے" نند کو تیر اندازی پر ناز تھا۔ دور فاصلہ پر ایک کوڑی بطور نشانہ کے قایم کی گئی۔ نند کو پہلے موقع دیا گیا۔ مگر وہ ناکامیاب رہا۔ پھر جب سدھارتھ کی باری آئی۔ اُس نے ایسا تیر مارا۔ کہ اُس کی نوک کوڑی کے درمیانی حصہ میں گھس گئی۔ اور تیر اُس کوڑی کو لئے ہوئے دور نکل گیا۔ اور سب کے منہ سے احسنت اور آفرین کی صدا برآمد ہوئی +

اُس مجمع میں ایک نوجوان شاکیہ بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی زبان سے نکل گیا "شیو کے مندر میں سنگھ ہانو کی ایک کمان قدیم زمانہ سے رکھی ہوئی ہے۔ بات تو تب ہے۔ جب کوئی اُس کا چلہ چڑھاوے" سدھارتھ نے ان لفظوں کو سن لیا۔ اور اُس کی طرف منہ پھیر کر بولا "پھر وہ کمان تم یہاں اُٹھا کیوں نہیں لاتے؟ اس کا بھی امتحان ہو جائے۔ آخر وہ کس دن کے لئے ہے؟" کئی آدمی دوڑے گئے اور ہاتھوں ہاتھ اُس کو اُٹھا لائے۔ پہلے اور شاہزادوں نے اُس کو ہاتھ لگایا۔ مگر کمان کچھ اس قدر سخت اور وزنی تھی۔ کہ اُس نے ٹس سے مس نہیں کیا۔ اور جب سب ہار گئے سدھارتھ مسکراتے ہوئے آیا۔ اور آسانی سے نہ صرف اُس کا چلہ چڑھانے ہی میں کامیاب ہوا۔ بلکہ اُس نے علی التواتر دو تیر بھی چلائے۔ کمان چڑھانے اور کھینچنے کی آواز اس قدر زور کے ساتھ ہوئی کہ جو ضعیف اور دیرینہ سال آدمی اس

کھیل تماشہ میں نہیں شریک ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اُس کو اپنے گھروں میں سُنی۔ اور پوچھنے لگے "یہ کیسی آواز آئی ہے"؟

دیودت نے خوشی میں آکر میان سے تلوار نکالی "اگر کوئی شخص اس فن میں مجھ سے سبقت لے جائے۔ تو میں جانوں"! اور اُس نے تیغ کی ضرب سے کئی اینچ موٹے سال کے درخت کو گرا دیا۔ نند اور ارجن نے اُس سے بھی موٹے موٹے درخت کاٹے۔ سدھارتھ نے اِن تینوں کے درختوں سے موٹا درخت پسند کیا۔ اور اُس کی لپلپاتی ہوئی تلوار نیام سے نکل کر درخت کے تنہ کے وار پار ہو گئی۔ مگر درخت نہیں گرا۔ اور جیوں کا تیوں کھڑا رہا۔ نند نے سمجھا۔ کہ سدھارتھ کی تلوار ناکامیاب ہوئی اور اس لئے وہ غرور میں آکر کہنے لگا "دیکھو۔ اُس کو تلوار چلانی نہیں آتی ہے"۔ مگر اتفاق وقت یا خوش قسمتی سے اُسی وقت ہوا[۵۱] کا جھونکا بہنے لگا۔ اور درخت اڑاڑا دھم کرتے ہوئے زمین پر آرہا۔

اس کے بعد کئی راجپوت گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے اور کہنے لگے "اب یہ دیکھنا ہے کہ گھوڑدوڑ میں کون سب سے آگے نکل جاتا ہے"۔ مگر جب وہ دوڑنے لگے۔ کنتک سدھارتھ کا تیز قدم گھوڑا سب کے آگے نکل گیا۔ اور اس فن میں بھی کوئی اُس پر سبقت نہ لے جاسکا۔ راج پتر کھسیانے ہو گئے۔ کہنے لگے "کنتک جیسے گھوڑے کو پا کر کوئی شخص بھی بازی جیت سکتا تھا"۔ سدھارتھ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اس نے کہا "اچھا۔ تم اور کوئی گھوڑا منگاؤ۔ اور میں دکھا دوں گا۔ کہ سواری کے کرتب میں بھی میں کسی سے کم نہیں ہوں"۔ شاہی اصطبل میں ایک شوخ اور صد درجہ کا چنچل گھوڑا (کوتل) بندھا رہتا تھا۔ کوئی اُس پر سواری نہیں کرتا تھا۔ سائیس اُس کو میدان میں لائے۔ سب سے پہلے ارجن اُچھل کر اُس کی پیٹھ پر چڑھ

[۵۱] پلت وستو ہوا کے جھونکے کو دیوتاؤں کی مدد بتاتی ہے۔

بیٹھا۔لیکن جونہی اُس نے ایڑ لگائی۔ گھوڑے نے جو کڑی سی بھرنی شروع کی۔ اور باوجود ہمت اور ہوشیاری کے بھی ارجن سنبھل نہ سکا۔ زمین سے نیچے گر پڑا۔ ممکن تھا۔ کہ گھوڑا اپنی ٹاپ سے روند کر اُس کو مار ڈالتا۔ مگر سائیسوں نے جھٹ پٹ لگام تھام لی۔ اور اُس کی جان بچ گئی۔ سب لوگ کہنے لگے "راجا کو اس پر کبھی نہ چڑھنے دو۔ یہ سخت موذی جانور ہے"۔ مگر سیدھارتھ نے ایک کی بات بھی نہیں مانی۔ اور ہاتھ سے اُس کی ایال کو پکڑ کر اُس کی پیٹھ تھپتھپانے کے بعد وہ اُچھل کر زین پر کود گیا۔ اور گھوڑے نے اُس کے ساتھ ذرا بھی تو شرارت نہیں کی۔ اور اس طرح دم سادھ کر کھڑا رہا۔ گویا اُس میں چنچل پنے کا مادّہ نام کو بھی نہیں تھا۔ شاہزادے نے بارہا اُس میدان میں چکر لگائے۔ اور جب گھوڑے کے مُنہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ وہ چٹان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ تمام آدمی بالاتفاق کہنے لگے "امتحان ہو چکا۔ اب زیادہ آزمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سیدھارتھ سب سے زیادہ دلیر اور باہمت کھتری ہے"۔ رقیب راجپوتوں نے بھی خوش ہو کر اس فیصلہ کو صحیح تسلیم کیا +

سپر بدھ (دنڈپانی) کو جو خوشی اس موقع پر ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ اُس نے اپنی پیاری لڑکی یشودھرا کو اشارہ کیا۔ وہ شرم اور حیا کے ساتھ اُٹھی اور موگرا پھول کا گُندھا ہوا خوش نما ہار اُس کے گلے میں ڈال کر قدموں پر جھکی۔ نمسکار کیا۔ اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر کر بولی "نیک راجکمار! آج سے میں تمہاری لونڈی ہوتی ہوں۔ مجھ کو اپنی خدمت میں قبول کرو"۔ سیدھارتھ نے خوش ہو کر اپنے داہنے ہاتھ سے اُس کنواری کنیا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اُسی وقت سے سویمبر کی رسم کے موافق قوم نے ان کو جورُو اور خاوند تسلیم کر لیا۔ پیچھے جو شادی کے خاندانی رسم ادا کئے گئے۔ وہ صرف نمائشی اور رواجی ضابطے تھے۔ سیدھارتھ کی

عمر اس وقت اٹھارہ برس کی تھی +

(۲)۔ ویراگ کا نمو

پہلا سرگ

شادی اور شادی کے بعد کی حالت

روح کی خواہش ہے دم بھر بھی نہ ٹھہرے اس جگہ
کیا کرے یہ جسم خاکی اس کا زنداں ہو گیا

شادی ہو گئی۔ آزادی پسند اور مست ہاتھی کے پاؤں میں آہنی زنجیر ڈال دی گئی۔ باپ خوش ہے۔ کہ اب بیٹے کی وحشت کے مرض کا بہترین علاج کر دیا گیا۔ اب وہ خانہ داری کے قید و بند میں پڑا ہوا اسی کو اپنی خوشی اور دل بستگی کا ذریعہ بنائے گا۔ اور لڑکا بھی خوش ہے۔ کہ غم غلط کرنے کا ساتھی ہاتھ آیا۔ اور اس کی صحبت دل۔ کے کریدنے والے تفکرات سے بچانے کا ذریعہ ثابت ہو گی +

راجہ کے حکم سے شاہزادہ کی سکونت اور آرام کیلئے وشرام ون کی طرح ہمالیہ کی ترائی میں روہنی کے کنارے تفریح گاہ تعمیر کی گئی اور اسکے وسط میں خوشنما محل بنوایا گیا۔ صنعت اور خوش سلیقگی کی تمام قابلیتیں اس پر صرف کی گئیں۔ مکان کیا تھا۔ اِندر کی امراوتی نگری کے محل کا نمونہ تھا۔ باغ۔ چشمے۔ تالاب۔ فوارے۔ سب کچھ موجود۔ روشوں کے ہر دو جانب خوبصورت پھولوں کے بیل بوٹے لگے ہوئے۔ محل کے چاروں طرف وسیع اور کشادہ سڑکیں۔ صحن لنبا چوڑا۔ دروازے اور کھڑکیاں کثرت سے لگوائی تھیں۔ تاکہ ہوا اچھی طرح آ سکے۔ سنگ مرمر اور سنگ سیاہ کے تختوں کا فرش۔ شطرنج کے خانوں

کی طرح آنکھوں کا خوش کرنیوالا تھا۔ تالابوں کے کنارے ہر چہار طرف سے کھلی ہوئی بارہ دریاں! خوبصورت چہچہانے والے پرند درختوں پر ہر وقت کلیلیں کرنے والے! لیکن یہ کیا سچ مچ خوشی اور تفریح کی جگہ تھا؟ نہیں یہ سِدّھارتھ کے لئے قید خانہ تھا۔ تاکہ وہ اپنی نئی نویلی دُلھن کے ساتھ اُس میں رہکر دُنیا کے جھگڑوں بکھیڑوں کے علم سے ناواقف بنا رہے۔ اور اُس کے دل کے سوچنے کے لئے دُکھ اور پریشانی کا ایک واقعہ بھی نظر کے سامنے نہ آنے پاوے! یہہ اس محل کی تعمیر کرانے کی اصلی غرض تھی +

اس کے اندر مرد و عورت جو خدمت کے لئے مامور تھے حد درجے کے حسین تھے اور اُن کو ذہن نشین کرا دیا گیا تھا۔ کہ کوئی ایسے کسی واقعہ یا سانحہ کا اُس عمارت کے اندر یا اُس کے ارد گرد ظہور نہ ہونے پاوے۔ جو دم بھر کے لئے بھی سِدّھارتھ کی طبیعت کی پریشانی کا باعث ہو۔ رنج۔ بیماری۔ موت۔ یا ضعیفی کا لفظ تک کسی کی زبان پر نہ آنے پاوے۔ سب لوگ ہنستے کھیلتے۔ اور گاتے بجاتے رہا کریں تاکہ اُس کا دل اسی قسم کے مشغلوں میں مصروف رہے۔ حکم تھا۔ کہ اگر کوئی شخص اس کی خلاف ورزی کرے تو وہ اسی وقت اُس بہشت سے ہمیشہ کے لئے جلا وطن کر دیا جائے" +

راجہ اس خیال میں تھا۔ کہ جہاں عیش و عشرت کے ساتھ اس کی جوانی ڈھلی۔ پھر تو وہ اسی دُنیا کا ہو جائے گا۔ اور اُس کے چکرورتی راجہ ہونے کی پیشینگوئی صحیح اور سچی اُترے گی۔ مگر جس زندگی نے سالہا سال اور جنم جنمانتر سے اپنی معراج تمنا کسی اور ہی مقصد کو بنائی ہو وہ کب تک کسی کے روکے رہ سکتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے سنسار کے بھول بھلیاں میں پھنس کر غافل ہو جائے۔ مگر اُس زبردست سنسکار کو زائل کرنا یا ہمیشہ کے لئے اُس کا گلا گھوٹنا، کسی زمینی یا آسمانی

طاقت کے اختیار میں نہیں ہے۔ کسی نہ کسی دن تو اُس کو اپنے اصلی رنگ و روپ میں آنا ہی ہے۔ اور جہاں اُس کو اُبھرنے کا موقع ملا۔ وہ آسانی کے ساتھ ہر قسم کی مصنوعی بندشوں کے رشتوں کو توڑ کر کسی اور ہی حالت میں اپنا ظہور کریگا +
سِدّھارتھ جوان تھا۔ جوانی کے جذبات مُنہ زور ہوتے ہیں۔ وہ کبھی کبھی یشودھرا کے حُسن کے جادو کے زیر اثر آ کر معمولی آدمیوں کی طرح سنساری بیوہار کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی چونکتا ہو کر خود بخود جنگل کے گمراہ ہرن کی طرح سوچنے لگ جاتا۔ کہ "میری کیا حالت ہے۔ میں کیا چاہتا ہوں۔ اور یہہ کیا ہو رہا ہے؟" ان مُبہم سوالوں کا جواب اُس کو نہیں ملتا تھا۔ اور جہاں اُس کی توجہ کو اُس طرف ذرا رجوع ہوتے ہوئے دیکھا گیا ارباب نشاط کے راگ رنگ چھڑ جاتے تھے۔ اور اُس کا دل اِدھر مائل ہو جاتا تھا +
ایسی مذبذب حالت میں قریب قریب دس برس اُس کی زندگی بسر ہوئی +

دوسرا سرگ

ویراگ کا نشو و نما

> خندۂ لب میں نہاں تھا نالۂ ماتم کا تنور
> گل جسے سمجھے تھے ہم خار مغیلاں ہو گیا

ساون بھادوں کے دنوں میں جس طرح کالے بادلوں کی گھٹائیں چمکنے والے سورج کے روشن چہرہ کو اپنے سیاہ پردوں سے ڈھک لیتی ہیں اسی طرح سِدّھارتھ کے دل کی کُرید اور اُس کے مخفی جذبہ کو عیش و نشاط کے سامان دبا دیتی تھیں۔ اور اُس کو ظاہر ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ سینکڑوں من مٹی کے تلے ایک دانہ پڑا ہوا

ہے۔ وہ زمین تو اندر ہی اندر کُڑھتا ہوا اوپر کی طرف آنا چاہتا ہے۔ مگر ہوا کے جھونکے اور بھی دس من ریت لا کر اُس پر ڈال جاتے ہیں۔ یہ گونگو کا مضمون ہے وہ چاہتا ہے کچھ اور ہوتا ہے کچھ! اور لطف یہ کہ اُس کو خود نہ اپنی باطنی خواہش کا پتہ ہے۔ اور نہ اُس کے صاف صاف لفظوں میں ظاہر کر دینے کی قابلیت ہے۔

ظاہرا نہ رنج ہے نہ درد ہے۔ نہ فکر ہے نہ پریشانی ہے۔ نہ بیماری ہے نہ کوئی خرابی ہے۔ مگر دل رہ رہ کر گھبرا اُٹھتا ہے۔ سمندر کا کنارہ صاف اور خس و خاشاک سے پاک ہے۔ لہریں آئیں۔ اور جہازوں کے ٹوٹے پھوٹے تختوں کو ساحل پر لا کر ڈال گئیں۔ سِدھارتھ یشودھرا کے ساتھ بیٹھا ہوا ہنسی خوشی کی باتیں سُنتا ہے۔ مگر ایک ہی دم میں اُس کی حالت بدل جاتی ہے۔ وہ چلا اُٹھتا ہے "آہ! میں کہاں ہوں۔ میرا دیس کہاں ہے۔ شبد گونج رہا ہے۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ آیا آیا۔ میں آنے ہی چاہتا ہوں"! اس مجذوب کی بڑ کو کون سمجھے۔ یشودھرا ڈر کر پوچھتی ہے "پران ناتھ! تم کو کیا دُکھ ہے۔ تم کیوں رہ رہ کر اُداس ہو جاتے ہو۔ مجھ کو کچھ تو بتا دو"۔ مگر بتائے کون۔ زبان بند۔ اُس پر سکوت کی مہر لگی ہے۔ آنکھوں سے بیشک رحم اور مہربانی کے جذبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور صورت سے دیوتاؤں جیسا جلال نمایاں ہے۔ یہ حالت ایک لمحہ تک رہتی ہے پھر اِس خیال سے کہ کہیں یشودھرا رونے نہ لگے۔ وہ مسکرا کر اُس کو تسلی دینے لگتا ہے۔ ایک جھونکا ہوا کا نکل آیا ایسا معلوم ہوا۔ گویا کوئی شخص بین کے تار چھیڑ رہا ہے۔ اور اُس سے آسمانی نغمہ کے سُر کی صدا آ رہی ہے۔ آواز کو تو آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ بھی سُن رہے تھے۔ مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ کیسی آواز ہے۔ ہاں سِدھارتھ کے کانوں کے لئے وہ دیوتاؤں کے سُریلے اور خوش آہنگ راگ کی دُھن تھی۔ آواز آئی ٭

(۱)
ہم تو سانس پَوَن کے ٹھہرے شبد گنجیر سُناتے
سُکھ کی چاہ لبی من انتر سُکھ آنند نہیں پاتے
جیون ہے پَوَن جھکولا دو دن جگ کا رہنا
رونا تڑپنا شور مچانا۔ رَین باسُر دُکھ سہنا

(۲)
کہاں سے آئے کِدھر جائینگے۔ کنچت مرم نہ پایا
دو دن کا یہ دھن جوبن ہے۔ کیا ہے کہاں سے آیا
ہم تم سب ہیں اگیا پائی۔ جیوں سُپنا رینائی
پانی مدھے آگ بلے جے۔ سُکھ میں بپت سمائی

(۳)
بالو کی دیوار اُٹھائی رُچ رُچ محل بنائی
بہی بیار نس گئی پل میں تا میں کون بھلائی
موہ مایا نے بھرم کی گانٹھی۔ اُرجھ اُرجھ اُرجھائی
سارا سار کی سُدھ نہیں پائی۔ بھُولے بھرم میں پائی

(۴)
اندر جال مایا کا رچنا۔ نیا نیا رُوپ بناوے
رُوپ دکھائے جیو جرائے جم کے پھانس پھنساوے
جھُوٹی کایا جھُوٹی مایا۔ جھوٹا میرا تیرا
جھُوٹا محل مکان ہے جھوٹا۔ چڑیا رین بسیرا

(۵)
جھُوٹے سُکھ کو سُکھ سب کہتے سہتے بپت گھنیری

مرتے کھپتے بار مبارا - بیٹی نہ ہیرا پھیری
باور کی چھایا نردیہی - روکے رُکنے نہ بھائی
پیو دھارا ٹھہرائے نہ ٹھہرے - کیتو کرو اُپائی

(۶)
تارن ہارا تارن آیا - جگ تارن کہلایا
تار تار تو تار سینّن کو - کر جیوُں پرکردایا
شُدھ دان - بابا کا بالک! شُدھ دان دے ماتا
تو دیال تو کرونا ساگر - بجّو موچن جگ ترا تا

(۷)
سُن سُن شبد چیت من اپنے ہویا سہج اُداسی
تیاگ تیاگ مدموہ مایا کو - اُگم لوک کا باسی
ترِ بدھ تاپ دُکھ بیا پا جگ میں تو ہے بچاون ہارا
بھوساگر سے پار لگا دے - دے کر اپنا سہارا

(۸)
ہم تو سانس پَوَن کے ٹھہرے - تو ہی چتا دن آئے
تیرا کام جیو کی رکشا - جیو نَیَن آس لگائے
شُدھ سمیت وہن دوام ترائی سب باور کی چھایئں
یہہ تو کیسں ہیں چار دنا کے - تیاگ انھیں اب سائیں

ہوا کا جھونکا بند! آواز غایب! مگر سِدھارتھ کے دل میں اُس کا گہرا اثر پڑا - اور وہ پھر سرد آہیں بھرنے لگا - کسی نے سچ کہا ہے "سُننے والے کانوں کے لئے پڑدل کے چھپے عبرت اور نصیحت کے نغمے ہوتے ہیں" - اور اس وقت سِدھارتھ کے لئے

بالخصوص ہوا کا جھونکا ایک خاص قسم کا پیغام سُنا گیا +

شام ہو گئی۔ راگ رنگ کی مجلس منعقد کی گئی۔ سِدھارتھ اور یشودھرا ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیٹھے۔ اور گانے والوں کے سُریلے راگ سُننے لگے۔ چترا نامی اُن کی ایک خوش الحان داسی تھی۔ اُس نے نہایت دِلکش سُروں میں حُسن عشق۔ جادُو کے گھوڑے خوبصورت ملک۔ اُن کے حسین مگر خوشی کے خواہشمند باشندے۔ اور سُورج کے غروب ہونے کے مقام کا ایک عجیب وغریب قدیم قصّہ گا کر سُنایا۔ سِدھارتھ کے دل پر اس کا بھی عجیب وغریب اثر پڑا۔ یشودھرا سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا "پیاری! چترا کو اس راگ کے انعام میں ہیرے اور موتی انعام میں دے۔ میں اُس کے گیت سے بہت خوش ہُوا ہوں" یشودھرا نے خوشی سے اپنے موتیوں کا ہار جس کے بیچ میں قیمتی ہیرا لگا تھا۔ اُس کے حوالہ کیا +

سِدھارتھ نے پھر اُس سے کہا "پیاری! چترا نے اس وقت مجھ کو ہوا کے جھونکے کے نغمہ کی یاددہانی کی ہے۔ یہ دُنیا بہت وسیع ہوگی۔ اس میں بے شمار آدمی بستے ہونگے وہ خوش نہ ہونگے۔ کاش اگر ہم کو اُن کا پتہ ملتا۔ تو ہم مل کر اُن کی مدد کرتے۔ سورج پورب سے نکل کر ہر روز پچھم کیطرف جاتا ہے۔ میں اُس کے روزانہ سیر کے مقامات کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ آج شام سے میرے دل میں درد ہے۔ جس کا علاج تیری محبت بھی نہیں ہو سکتی وہ اُس وقت دُور ہوگا۔ جب میں خوشی کے خواہشمندوں کا دُکھ دُور کر دُوں گا"+

پھر وہ چترا کی طرف مخاطب ہوا "لڑکی! دُنیا اسی محل تک محدُود نہیں ہے۔ کاش۔ اگر میرے بازوؤں سے عقاب کے پر بندھے ہوتے۔ تو میں اُڑ کر ہمالیہ سے اُس پار چلا جاتا۔ تُو اگر جانتی ہے تو بتا۔ کہ کون سے مقامات پہلے دیکھنے کے قابل ہیں؟"

ایک داسی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا "مہاراج! پہلی چیز دیکھنے کی آپ کا شہر ہے

لت دستر کہتے ہے یہ گانیوالے دلاتے تھے +

اس کے مندر عالیشان۔ مکانات اونچے۔ مینا ریں سر بفلک کشیدہ۔ باغ بغیچے سونے
پھر راج کے ن جنگل۔ ندی۔ نالے یہ سب دیکھنے کے قابل سیرگاہیں ہیں۔
آپ کے راج کے بعد بمبسار کی سلطنت آتی ہے۔ ان مقامات میں کروڑوں خلقت
آباد ہے" سدھارتھ نے کہا "بہت اچھا۔ چھنا سے کہہ دو۔ کل دوپہر کے وقت میرا
رتھ تیار کرے۔ میں سیر کرنے اور دنیا کے نظارے دیکھنے جاؤں گا"

تیسرا سرگ

یشودھرا کا خواب

درد بیداری میں کیا کم تھا۔ کہ اب خواب میں
دیکھکر خواب پریشاں میں پریشاں ہو گیا

عبرتناک گیت:

صبح کا وقت ہے۔ کوئی گانے والا بھیرویں راگ میں گا رہا ہے:-

اٹھو پھولی صبح سونے والو اٹھو یہ غفلت کی خواب کب تک
ذرا تو آنکھوں کو کھول لیجئے۔ رہیگی منہ پر نقاب کب تک
ہزار نفرت کوئی جتائے ہزار رغبت کوئی دکھائے
یہ چیز اور یہ سبھی تماشے قیام سورج وحباب کب تک
جوانی کے ساتھ گر ہے پیری تو یاں ہے آزادی میں اسیری
امیری ہے صورت فقیری۔ سو سکے بہ بد عذاب کب تک
جہاں کی دولت میں مفلسی ہے نہاں حکومت میں بے بسی ہے
کیا کرو گے بتا دو دن رات مال و زر کا حساب کب تک

سدھارتھ کی آنکھ کھلی ہوئی تھی۔ شام کے واقعہ نے اُس کو متفکر بنا رکھا تھا فکر اور تردد میں نیند کہاں آتی ہے۔ اُس نے اس نصیحت آموز گیت کو سُنا۔ دل پر دوسری چوٹ لگی۔ حقیقت میں گانے والا سچ گا رہا تھا۔ سچی بات کب اثر سے خالی رہ سکتی تھی۔ اس کو تو اپنا اثر ضرور ہی کرنا تھا۔ اُس نے یشودھرا کو جگایا۔

پیاری! سُن۔ یہہ گانے والا کیا گا رہا ہے مگر اُس نے جواب دیا۔ "میں خود پریشانی میں ہوں۔ رات کو خواب دیکھا۔ کہ دُنیا خوف سے کانپ رہی ہے۔ ہوا کے جھونکے سے تناور درخت فرش زمین ہو گئے ہیں۔ ستارے کثرت کے ساتھ ٹوٹ رہے ہیں۔ چاند۔ سورج راہ سے بے راہ ہو کر گردش کر رہے ہیں۔ میرے سر کے گیسو بکھرے ہیں۔ سر کی موری الگ گری ہوئی ہے۔ زیور اور جواہرات۔ لباس اور پوشاک سب تتر بتر پڑے ہوئے ہیں۔ ندی نالے گرم پانی کے چشموں کی طرح اُبل رہے ہیں۔ اور محل مکان پر گھٹا ٹوپ تاریکی چھا گئی ہے۔ خبر نہیں۔ کیا ہونے والا ہے۔ اور مجھ پر کیا بلائیں نازل ہونگی"۔

سدھارتھ فطرتاً رقیق القلب تھا۔ اس کے خواب کے واقعات کو سُن کر اور ساتھ ہی اپنی حالت کو دیکھ کر اُس کا دل بھر آیا۔ بولا "سُندری! تو فکر نہ کر۔ یہ خواب بُرا نہیں ہے۔ اور نہ اس کی تعبیر ہی بُری ہے۔ ایسے خواب صرف نیک دل انسان دیکھتے ہیں۔ تو دھرماتما ہے۔ ایک زمانہ آئے گا۔ جب انسان تیرے نام کی تعظیم کرینگے اور تو عورتوں میں مبارک سمجھی جائے گی۔ اس خواب کی تعبیر یہ ہے۔ کہ میں جلد ہی مشعل طریقت بن کر اگیان کی تاریکی کو مٹاؤں گا۔ اور گم راہوں کی ہدایت کرتا ہوا اُن کو نور اور لازوال روشنی کی راہ میں ڈال دوں گا۔ تاکہ پھر اُن کو کبھی سنسار کا دُکھ نہ ستائے۔ میں تجھ سے کیا کہوں۔ اوروں کی مصیبتوں کو دیکھ کر، اور اُن کی بدحالیوں کا اندازہ کر

میں خود سخت دُکھی ہوں مجھ کو اپنا دکھ نہیں ہے۔ دوسروں کے دُکھوں نے مجھ کو دُکھی
کر رکھا ہے۔ اور جیوں کو آفت اور پریشانی کے گرداب میں غوطہ کھاتا ہوا دیکھا ہے اب
مجھ سے نہیں رہا جاتا۔ مجھ کو آرام اور آسایش کا خیال نہیں ہے۔ اب میں عنقریب ہی
اُس حقیقت کی تلاش میں باہر نکلوں گا جس کے جان لینے سے پھر انسان کے درد و
الم کا خاتمہ ہوگا۔ میں خود عذاب سہونگا تکلیفیں اُٹھاؤں گا۔ اور اُس وقت تک چین
نہ لونگا۔ جب تک بھوساگر سے پار اُترنے کی یقینی تدبیر میرے ہاتھ نہ آجائے گی۔ تو بھی
اس کام میں میری مددگار رہنا۔ اور دیکھنا کبھی میرے سدّ راہ ہونے کی کوشش
نہ کرنا"۔

دل کا دریا عالمگیر محبت کے پانی سے بھر کر اُمنڈنے لگا۔ سدھارتھ باتیں بھی
کرتا جاتا تھا۔ اور اُس کی آنکھوں سے آنسو کی تار بھی جاری تھی۔ یشودھرا نے اپنی
نازک باہیں اُس کے گلے میں ڈال دیں۔ اور آنچل سے آنسو پونچھ کر بولی "پران
ناتھ! تم نے بہت بڑا ورت دھارن کیا ہے! میں دل سے چاہتی ہوں۔ تم کو
کامیابی نصیب ہو۔ مجھ کو تمہارے سُکھ میں سُکھ اور تمہارے دُکھ میں دُکھ ہے
میں کبھی تمہارے ارادہ کی راہ میں روکاوٹ نہ ہوں گی۔ اور جس بات سے تم
کو خوشی ہوگی۔ میں ہمیشہ اُسی کا خیال رکھوں گی۔ تم اگر نوع انسان کی بھلائی
کے لئے اپنے آپ کو قربان کر رہے ہو۔ تو تمہاری یشودھرا تم پر ہزار جان سے
قربان ہے"۔

خاوند اور بیوی نے اس طرح کچھ دیر اپنے درمیان خیالات کا تبادلہ کرتے رہے۔
پھر دونوں خاموش ہو گئے۔

چوتھا سرگ

زندگی کا پہلا عبرتناک نظارہ

جس نظارے سے خیالِ غم اپنا کرتے ہیں بشر
وہ میرے دل کے لیئے وحشت کا ساماں ہوگیا

سُورج نکل آیا۔ سوئی ہوئی مخلوق بسترِ خواب سے اُٹھی۔ اور دُنیا کے کام دھندوں میں مصروف ہوئی۔ راجہ شدھودن ابھی اپنے نتیہ کرم۔ سندھیا اور پاٹ پوجا سے بمشکل فارغ ہُوا تھا۔ کہ سِدھارتھ کے آدمی نے آکر نمسکار کیا۔ "مہاراج کی جے ہو۔ راجکمار نے دوپہر کے وقت رتھ جوتنے کا حکم دیا ہے۔ وہ محل سے باہر نکل کر سیر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں" راجہ نے کہا "کیا مضایقہ ہے اب اُس کی عمر اس قابل ہوگئی ہے۔ کہ وہ دُنیا کے مشاہدات کا تجربہ حاصل کرے مگر تم لوگ احتیاط رکھنا۔ کوئی ایسا منظر آنکھوں کے سامنے نہ آنے پاوے۔ جو اُس کے دل میں انتشار اور اضطراب پیدا کرے۔ شہر میں اعلان کر دو۔ کہ ہر شخص اپنے مکانوں کو آراستہ کرے۔ اور ولیعہد کی تعظیم اور اُس کے خیر مقدم کا معقول طریقہ میں انتظام ہو"۔

شہر میں یہ خبر آناً فاناً میں مشہور ہوگئی۔ کہ "آج سِدھارتھ محل سے باہر آکر شہر کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور راجہ کا حکم ہے۔ کہ کوئی لولا۔ لنگڑا۔ اندھا۔ کانا یا بیمار آدمی گلیوں میں نہ رہنے پاوے" شہر کے باشندے اس خبر کو سُن کر بہت خوش ہوئے گلی کوچے صاف کرائے گئے۔ سڑکوں پر چھڑکاؤ کیا گیا۔ در و دیوار کی سفیدی کرائی گئی۔ اور ہر شخص نے اپنی حیثیت اور استطاعت کے موافق اپنے اپنے مکانوں کو سجایا۔

سِدّھارتھ مقرّرہ وقت پر محل سے باہر نکلا۔ اب تک اس کی زندگی محل میں قیدیوں ہی کی طرح تھی۔ راجہ کو اُس کے ویراگی ہونے کا خوف ہر وقت لگا رہتا تھا۔ اور اس لئے اُس نے ہمالیہ کے دامن میں وہ خوبصورت محل بنوا دیا تھا۔ جس کا اوپر ذکر آگیا ہے۔ اس محل کے تین حصّے تھے۔ اور ایک ایک حصّہ ایک ایک خاص موسم کے لحاظ سے تعمیر کرایا گیا تھا۔ اور اُن میں ہر طرح کے آرام اور آسایش کا سامان کثرت سے موجود رہتا تھا۔ تا کہ اُس کو کسی شے کی احتیاج نہ ستانے پاوے۔ اُس کو ان مکانوں سے چلکر باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ اس کو پیشتر اچھی طرح اپنے شہر دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ شہر کی خوبصورتی۔ صفائی اور آرایش کو دیکھکر وہ دل میں بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا۔ "دُنیا بہت خوبصورت اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور اُس کو میری محبت کا اس قدر خیال ہے۔ یہ مہربان انسان سب میرے بھائی بہن ہیں۔ میں بھی ان کو پیار کرتا ہوں۔ لیکن یہ نہیں معلوم کہ مَیں نے ان کے لئے کونسا ایسا کام کیا ہے۔ کہ وہ اُس کے شکریہ میں اس قدر خوشیاں منا رہے ہیں۔ میں خود کس طرح اپنا پیار اُن کو جتاؤں۔ بدیکھو۔ اُس منّھے سے شاکیہ بالک نے مجھ پر پھولوں کی مالا پھینکی۔ اس کو بھی میرے ساتھ رتھ پر بٹھا لو۔ اور چنّا! رتھ کو شہر کے پھاٹک کے باہر نکالو۔ میں آج دُنیا کی خوب خوب سیر کروں گا۔"

رتھ شہر کے مشرقی پھاٹک سے نکلا۔ اور پرمود کانن (آرام بن) کی طرف چلا۔ شہر کے بہت سے آدمی جے جے کا نعرہ بلند کرتے ہوئے ساتھ تھے۔ اور شاہزادہ اُن کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ گذشتہ شام کا واقعہ اور صبح کے گیت کے سانحہ کو وہ بالکل بھول گیا تھا۔ اس وقت کا فرحت بخش منظر اس کی دلی توجہ کا مستحق ہو رہا تھا۔ مگر ابھی رتھ نے بمشکل ایک میل کے قریب فاصلہ طے

کیا ہوگا - کہ ایک دیرینہ سال - بدصورت - پشت خم - کُبڑا - آدمی عصا کے بل رینگتا ہوا نظر آیا - دُبلا - پتلا - میلا - کچیلا - تن پر چیتھڑے لپیٹے ہوئے - جسم کی ہڈیاں اُبھری ہوئیں - آنکھیں دھنسی ہوئیں - چہرہ پر بہ کثرت جھُریاں پڑی ہوئیں - مُنہ میں ایک بھی دانت نہیں تھا - شکل ڈراونی تھی - جس کو دیکھکر دل کا سہم جانا معمولی سی بات تھی - ہجوم کو دیکھ کر وہ کہنے لگا " بھلا کر بھلا ہوگا - جو بُوڑھے نا چار کو دیگا - اُس کا بھلا ہوگا - مَیں آج کل کا مہان ہوں - کون جانے ابھی موت آجائے " اتنا کہنا تھا - کہ بلغم نے اُس کا گلا دبا دیا - اور وہ کھانسنے لگا - جب کھانسی کم ہوگئی - اُس نے پھر خیرات کے لئے صدا دی - شاہزادہ کے ساتھیوں نے اُس کو دھکا دیکر سڑک سے ہٹا دیا " کمبخت! تو نہیں دیکھتا - کہ راجکمار کی سواری بن کی طرف جا رہی ہے - پرے ہٹ جا "

دیرینہ سال بُوڑھا تو سڑک کے کنارے ہو گیا - مگر شاہزادہ کے دل پر اُس کی صورت اور حالت نے نہایت دردناک اور گہرا اثر پیدا کیا - اُس نے چنّا سے پُوچھا " یہ کون شخص ہے - جو اس قدر شکستہ حال ہے - اور کیوں کہہ رہا ہے - کہ میں آج اور کل کا مہان ہوں " چنّا نے جواب دیا " خداوند! یہ اسّی برس کا بُوڑھا ہے - نہ مُنہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت - جسم کی طاقت جاتی رہی - ضعف و نقاہت سے پیٹھ ٹیڑھی ہو گئی - جس طرح تیل کے جل جانے پر چراغ کی بتی رُک رُک کر جلتی ہے - اور تھوڑی دیر کے بعد بُجھ جاتی ہے - اُسی طرح اس بوڑھے کا حال ہے - وہ صرف کچھ دن اور جئے گا - پھر دُنیا سے کوچ کر جائے گا - آپ اُس کی طرف کیوں نظر کرتے ہیں " شاہزادہ نے پھر سوال کیا " کیا اور سب کا بھی حال ایسا ہی ہوگا " چنّا بولا " کیوں نہیں - جو عرصہ تک زندہ رہیگا - کمزوری - شکستہ حالی اور بدصورتی ضرور ہی اُس کے حصہ میں آئے گی - یہ قدرت کا قانون ہے " " کیا

میرا بھی یہی حال ہوگا؟ اور اگر یشودھرا۔ ہستا۔ جالنی۔ گنگا۔ اور گوتمی بھی اتنی برس تک جیتی رہیں۔ تو اُن کی بھی یہی کیفیت ہوگی؟" "کیوں نہیں۔ قدرت کا قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ اس سے کوئی بھی مستثنےٰ نہیں ہوسکتا۔" "تو اچھا اب لوٹ چل۔ مجھ کو اس دُنیا کے دیکھنے کی اب ہوس نہیں رہی۔ جس کے دیکھنے کا مجھ کو کبھی خیال تک نہیں آتا تھا۔ وہ نظارہ میں نے آج دیکھ لیا۔"

سواری واپس آئی۔ سدھارتھ کے دل میں اُداسی چھا گئی۔ اُس دن اُس نے نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ ارباب نشاط نے غم غلط کرنے کے سامان فراہم کئے مگر وہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوا۔ یشودھرا نے اُس کی تسلی کرنی چاہی۔ مگر اُس نے اُس کو جواب دیا "یشودھا! ایک دن ہم دونوں بوڑھے ہو جائیں گے۔ نہ کوئی یار ہوگا نہ غمخوار ہوگا۔ کمر جھک جائے گی۔ مُنہ پر جھرّیاں پڑ جائیں گی۔ یہ علم مجھ کو نہایت موثر پیرایہ میں آج حاصل ہوا ہے۔ بوڑھاپا سخت بلا ہے۔ اب میں دل سے اُس لازوال پریم کی تلاش کروں گا۔ جو اس بیدرد کال کے ہاتھوں سے انسان کو نجات دے۔ اب میرے لئے اس عالم میں سُکھ چین کہاں ہے!"

پانچواں سرگ

زندگی کا دوسرا عبرتناک نظارا

تھا فقط خلوت میں مجھ کو ایک تنہائی کا درد
کثرتِ غم بزم میں دیکھی تو حیراں ہو گیا

لوگ اس قسم کے مشاہدوں کو روز دیکھتے ہیں۔ مگر کچھ بھی اُن کے مزاج میں فرق نہیں آتا۔ سدھارتھ نے پہلی مرتبہ پیری اور ضعیفی کی ہیبت ناک صورت دیکھی۔

اور اس کا حال بدل گیا۔ محل میں آ کر وہ پھر اداس اور غمگین رہنے لگا۔ راجہ وقتاً فوقتاً اس کو آ کر سمجھاتا۔ ہر طرح کی تسلی دیتا رہتا۔ اور عیش و آرام کے تمام سامان بکثرت مہیا کراتا۔ مگر اس سے دل کے درد کو کیا نسبت تھی۔ اس کی حالت روز بروز بدلتی گئی۔ اور وہ ایکانت میں بیٹھا ہوا زندگی اور اس کی تبدیلیوں کے مسایل پر سوچتا رہتا۔

پھر بھی انسان کی طبیعت تازگی پسند واقع ہوئی ہے۔ اس نے پھر شہر میں جانے کی درخواست کی۔ تاکہ کسی طرح دل کے بہلنے کا کچھ سامان ہے۔ راجہ نے اجازت دی۔ شہر پھر آراستہ کیا گیا۔ اور اہلکاروں کو تاکید کی گئی۔ کہ اس مرتبہ کوئی رنج دہ نظارہ آنکھوں کے سامنے نہ آنے پاوے۔

اس حکم کے دوسرے دن چنا پھر سدھارتھ کو رتھ پر بٹھا کر پرمود ادیان (دوسرے آرام بن) جانے کے ارادہ سے شہر کے خاص چوک سے ہو کر نکلا۔ مکانات۔ دوکان۔ ہاٹ۔ بازار۔ سب صاف ستھرے تھے۔ لین دین کا بازار گرم تھا۔ سب خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ شہروں کی زندگی حقیقت میں شور و غل کی زندگی ہے۔ یہاں اختلافات اور کثرت کے مناظر ہر جگہ نظر آتے رہتے ہیں۔ مختلف پیشے۔ مختلف کاروبار۔ مختلف گلی کوچے۔ مختلف ہاٹ بازار۔ سینکڑوں قسم کی سواریاں۔ آدمیوں کی لباس پوشاک۔ اور طرز معاشرت جدا۔ معاش اور معاد کے تحصیل کے طریقے الگ الگ۔ پھاٹک۔ پل۔ سرائے۔ تالاب۔ کنواں۔ کھائی۔ خندق۔ کہاں تک کسی کی فہرست گنائیے۔ قومیت۔ رنگ روپ۔ مذہب۔ صنعت و حرفت۔ زبان۔ بول چال۔ بات چیت۔ لب و لہجہ سب میں اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے۔ وحدت میں شانتی اور کثرت میں بھرانتی ہے۔ شاہزادہ ہر شے کو دیکھتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا۔ پہلے دن کی سیر سے آج اس کے

دل کی حالت اور طرح کی تھی۔ آج وہ شانت تھا۔ اور وہ خوشی کا جذبہ جو سیر اور
تفریح سے حاصل ہوتا ہے۔ اُس میں نہیں تھا۔ وہ سب کچھ دیر تک دیکھتا رہا۔
نہ کسی کو بُرا کہا نہ بھلا۔ آخر وہ شہر کے ایک حصّہ میں آیا۔ جہاں سڑکیں کسی قدر تنگ
تھیں۔ ایک دردناک آواز اُس کی کانوں میں آئی " آہ۔ کوئی بھی میری اس وقت
مدد کرے۔ افسوس ہاتھ پاؤں میں طاقت نہیں رہی۔ میں کانپ رہا ہوں۔ اگر
مدد نہ کی گئی۔ تو میں گر پڑوں گا۔ اور گھر پہنچنے سے پہلے ہی اس جگہہ مر جاؤں گا "
سِدّھارتھ کی نگاہ اُس پر پڑی۔ یہ بدنصیب مُصیبت کا مارا ہوا آدمی کھڑا ہوا کانپ
رہا تھا۔ مُنہ پر اُڑائیاں اُڑ رہی تھیں۔ سر اور پیشانی سے پسینہ کی دھار بہہ رہی تھی
آنکھیں حلقوں کے اندر پھر رہی تھیں۔ اُس کا پاؤں لڑکھڑایا۔ مگر جلد ہی اس نے
دیوار کو ہاتھوں سے پکڑ لیا " نیک لوگو! میں بُرے دُکھ میں مُبتلا ہوں۔ مجھ کو وبا نے
دبا لیا ہے۔ کیا کوئی میری مدد نہ کرے گا!" رحمدل شاہزادہ اُسی وقت رتھ سے
کود پڑا۔ اپنے ہاتھوں سے اُس کو سہارا دے کر رحم اور محبت کے لہجہ میں پوچھا۔
" بھائی! تیرا کیا حال ہے۔ تُو کیوں اس قدر مُضطرب ہے۔ کیا پریشانی ہے!
چنّا! اس کو بولنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ تو بتا اس کا کیا حال ہے؟" چنّا نے جواب
دیا " خداوند! اس آدمی پر تپ چڑھا ہوا ہے۔ اس کے گوشت پوست میں آگ زور و شور
کے ساتھ جلتی ہوئی نس اور ناڑیوں کے ذریعہ نہروں کے پانی کی طرح جاری ہو کر اِدھی
سے لیکر جیبھ تک مشتعل ہو رہی ہے۔ نبض تیزی سے چل رہی ہے۔ دل دھڑک
رہا ہے۔ آنکھوں کی راہ سے حرارت کے شعلے باہر نکل رہے ہیں۔ سر میں چکر۔ ہاتھ پاؤں
میں رعشہ۔ اور تمام جسم میں درد ہے۔ یہہ بیمار ہے۔ زور کے ساتھ سانس لے رہا
ہے۔ سانس رُکی نہیں کہ یہہ مرا نہیں۔ اور جب یہ وبا کی بیماری اس کا کام ختم کر لیگی
تب کہیں کسی اور جگہہ جا کر بربادی مچائے گی۔ آپ نے ناحق اس کو اپنے ہاتھوں

سے مقام رکھتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ یہ بیماری کہیں آپ کو بھی ہو جائے۔ کیونکہ یہ چھوت کا مرض ہے۔"

شہزادہ نے چنا کے آخری لفظوں کی طرف دھیان نہیں دیا۔ اُس نے اُس دکھی آدمی کے درد کو اپنی تسلی کی باتوں سے دور کرنا چاہا۔ اور اُس کے آرام کا انتظام کرنے کے بعد اُس نے پھر اپنے رتھ بان سے پوچھا "کیا یہ بیماری سب کے لئے ہے؟" چنا نے جواب دیا "دنیا میں کون ایسا انسان ہے۔ جو بیمار نہیں ہوتا۔ کسی کو جذام ہوتا ہے۔ کسی پر فالج گرتا ہے۔ کوئی تپ دق میں مبتلا ہوتا ہے۔ کسی کو سل کا عارضہ ہوتا ہے۔ کوئی ضیق النفس کے روگ سے جان دیتا ہے۔ دو چار پر کیا موقوف ہے۔ یہاں ہزاروں بلکہ بے شمار بیماریاں ہیں۔ اور ہر مقام میں ہر شخص کو ہوا کرتی ہیں۔" سدھارتھ نے سوال کیا "کیا یہ یوں ہی اچانک آجاتی ہیں۔ اور غافل انسان کو دبا لیتی ہیں؟" چنا نے جواب دیا "سانپ کی طرح وہ آہستہ آہستہ آتی ہیں۔ اور انسان کو ڈس لیتی ہیں۔ یہ قاتل موذی ہیں۔ جن کا کام قتل و خون ہے۔ یہ گھات میں چھپی بیٹھی رہتی ہیں۔ اور موقع پاتے ہی چڑھ دوڑتی ہیں۔ اور حملہ کئے ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔" "کیا ان کی وجہ سے تمام انسان خوف میں رہتے ہیں؟" "بیشک۔ کوئی بھی آدمی ایسا نہیں ہے۔ کہ جو رات کے وقت سونے جائے۔ اور یہ کہے کہ میں ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ ہوں۔ سونے سے پہلے آدمی بھلا چنگا ہے۔ نیند کے وقت بیمار ہو گیا۔ یا تو وہ بستر ہی میں پڑے پڑے مر گیا۔ یا بیدار ہونے پر اپنے آپ کو مرض کے پنجہ میں گرفتار پایا۔ ان بیماریوں سے دل اور جسم نکمے۔ ناکارہ۔ لاغر اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپا ان کو کمزور دیکھ کر فوراً دبا لیتا ہے۔ اور جلد زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بفرض اگر موت نہیں آئی۔ تو پھر اس دردمند مریض کی طرح کراہنا۔ رونا۔ سسکنا اور پریشان ہونا پڑتا ہے۔ رتھکار! بیماری اور موت یہ دونوں ہر انسان کے لئے لازمی ہیں۔ سب کچھ

بیدار ہونا پڑتا ہے"+

سِدھارتھ کا درد مند دل چِتا کی باتوں کو سُن کر بھر آیا۔ اُس جگہ سے رتھ پھیر کر وہ دریا کی طرف چلا۔ وہاں اُسے کچھ اور ہی کیفیت نظر آئی۔ ایک جگہ کسی کی مُردہ لاش پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے جلانے کے لئے لکڑیوں کی چِتا تیار کی جارہی تھی۔ اور ارد گرد عزیز و اقارب ماتم کرتے ہوئے کھڑے تھے۔ چِتا بنانے والے صدا دے رہے تھے "رام نام ست ہے۔ ست بولو ست ہے" اور بہت سے لوگ رو رہے تھے۔ سِدھارتھ وہاں کھڑا دیکھتا۔ یا تو راجہ کا حکم تھا۔ کہ کوئی خوفناک نظارہ اُس کی نظر کے سامنے نہ آنے پاوے اور یا موقع بموقع پر یوں ہی اُس کو ان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے۔ کہ رتھ بان اور بھی اپنے پُراثر اور رقت انگیز باتوں سے اُس کے دل کو جوش دلا رہا ہے۔ جو ہونے والا ہوتا ہے اُس پر کسی کا کیا اختیار ہے+

چِتا تیار ہوئی "رام نام ست" کہتے ہوئے عزیزوں نے لاش کو اُس پر رکھا۔ آگ روشن کی۔ اور مشتعل آگ کے شعلوں کی زبانیں لپلپاتی ہوئی نکلیں۔ اور اُس کے گوشت۔ پوست۔ ہڈی۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ سر اور بالوں کو چاٹنے لگیں۔ کبھی کبھی جلنے کے لئے رشتہ دار لمبے لمبے بانسوں سے اُلٹ پلٹ دیتے تھے تاکہ لاش جلد جل جائے۔ آہ! یہ کیسا عبرتناک مقام ہے۔ جس تن پر اس قدر ناز ہوتا ہے۔ جس کے آسائش کا اس قدر ہر وقت خیال رہتا ہے۔ اُس کا یہ انجام ہوتا ہے۔ دماغ پھٹ گیا۔ بھیجا پگھلنے لگا۔ چربی نیل اور گھی کی طرح بہنے لگی۔ اور تھوڑی دیر میں لاش جل کر خاک ہو گئی+

دھڑ جلے جیوں لکڑی کیس جلے جیوں گھاس
سب جگ جلتا دیکھکر بھئے کبیر اُداس

جھوٹے سُکھ کو سُکھ کہیں ۔ من مانت ہے مود
جگت چبینا کال کا ۔ کچھ مُکھ میں کچھ گود

سدھارتھ نے اس نظارے کے تمام مرحلوں کو بغور دیکھا ۔ جب لاش جل کر راکھ ہو گئی تب وہ بول اُٹھا " یہ اس زندگی کا انجام ہے ۔ یہ انجام ہر جاندار کے لئے ہے " اور چھنّا نے اُسی وقت اُس کے خیال کی تائید کی " آدمی سب سے بچ سکتا ہے ۔ لیکن اس سے نہیں بچ سکتا ۔ موت ہر وقت تاک میں لگی رہتی ہے یہی آدمی جس کا انجام آپ نے ان آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ کھاتا ۔ پیتا ۔ ہنستا ۔ کھیلتا اور دُنیا کے مزے لوٹتا تھا ۔ ذرا سا ہوا کا جھونکا آیا ۔ پانوں لڑکھڑایا ۔ وہ گرا ۔ پانوں میں موچ آئی ۔ درد پیدا ہوا ۔ درد سے مر گیا ۔ خویش و اقارب لاش کو شمشان میں اٹھا لائے ۔ جسم بے حس و حرکت ہے ۔ نہ وہ دیکھ سکتا ہے نہ سُن سکتا ہے ۔ نہ ہنس سکتا ہے نہ بول سکتا ہے ۔ آنکھ ۔ ناک ۔ کان ۔ سب بند ۔ ہاتھ پانوں مٹی کی طرح بے کام ۔ یا تو اس لاش کو گدھ ۔ کوّے ۔ گیدڑ ۔ کُتّے ۔ چیونٹی اور دوسرے کیڑے مکوڑے کھا جاتے یا رشتہ دار اُٹھا لائے ۔ آگ کو سپرد کر دیا ۔ اور وہ اب راکھ کی ڈھیر ہے ۔ چھوٹے بڑے ۔ امیر غریب ۔ نیک اور بد سب کو مرنا ہے ۔ شاستر کہتے ہیں " مرنے کے بعد جیو کا پھر اور جگہ جنم ہوتا ہے ۔ اور پھر وہی دُکھ بھوگنے پڑتے ہیں " ۔ ناکامیابی ۔ محرومی ۔ بیماری ۔ ضعیفی اور چتا ۔ ان سب مرحلوں سے پھر بار بار گذرنا پڑتا ہے ۔ یہ ہماری تبدیلیوں کا حال ہے " !

سدھارتھ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں ۔ اُس نے آسمان کی طرف سر اونچا کیا ۔ پھر پانوں کے نیچے کی زمین کو دیکھنے لگا ۔ دوبارہ پھر اُس نے آسمان اور زمین کی طرف نگاہ کی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ گویا اُس کی بلند پرواز رُوح کسی ایسے دور دراز مقام کی طرف جانا چاہتی ہے ۔ جہاں کسی درد انگیز سانحوں کا امکان بھی نہ ہو سکے ۔ حال ۔

استقبال اور ماضی کی زنجیر کی کڑیاں اُس کے دل کے اندر ملنے لگیں۔ سوچا سمجھا غور کیا۔ جیون کے لئے اُس کے من میں اپار دیا اور اننت پریم پیدا ہوا اور ساتھ ہی اُمید اور کامیابی کی دیوی کی جلالی اور روشن مورتی اُس کے دل کے آئینہ کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ اور چیتا کی سماعت میں یہہ الفاظ اُس کی زبان سے برآمد ہوئے۔ دُکھی اور دردمند دُنیا! یگانے بیگانے! جن کو میں جانتا ہوں۔ اور جن کو نہیں جانتا ہوں۔ سب میرے ہی جنس اور میرے رُوپ ہیں۔ یہہ سب موت اور مصیبت کے دام میں بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میں اِن کی حالت کو محسوس کر رہا ہوں۔ دُنیا فریب اور دھوکا ہے۔ اس کی خوشیاں غیر اصلی ہیں۔ اس کا دُکھ دل کے اندر کھٹکنے والا کانٹا ہے۔ خوشی کے ساتھ درد جوانی کے ساتھ بڑھاپا۔ رغبت کے ساتھ نفرت۔ اور زندگی کے ساتھ موت ہے یہہ ایک پریشان کرنے والی چرخی ہے۔ جس میں پھنسے ہوئے تمام جیو جنتو چکر کھا رہے ہیں۔ میں بھی اس کے فریب میں آیا۔ میں نے بھی زندگی کے مزے کو خوشگوار سمجھا۔ لیکن یہہ کیا ہے! سمندر کا ایک گھومنے والا بھنور ہے۔ جس میں سب ڈوبتے اور اُبھرتے رہتے ہیں۔ مگر میں اب سمجھ گیا۔ اس کا پردہ میرے سے اُٹھ گیا۔ میں بھی اِن نادان آدمیوں کی طرح دیوتاؤں سے برابر مدد مانگتا رہا مگر سب بے سود۔ تاہم مدد کا امکان ضرور ہے۔ دیوتا اور انسان دونوں ہی مدد کے محتاج ہیں کیونکہ جب آدمی یاس اور ناامیدی کی حالت میں دیوتاؤں کو یاد کرتے ہیں تو وہ اُن کو مصیبت سے نہیں بچا سکتے۔ مجھ کو جو یاد کرے گا۔ اور مدد کے لئے جو مجھ سے درخواست کرے گا۔ ان میں سے میں کسی ایک کو بھی بغیر مدد کے نظر انداز نہ کروں گا۔ کبھی ممکن نہیں ہے۔ کہ برہمہ اس جگت کو پیدا کرتا ہے اور اس کو اس قدر پریشان رکھتا ہے۔ اگر وہ قادر مطلق ہو کر بھی سچ مچ ایسا کرتا ہے۔ تو پھر وہ نیک نہیں کہلایا جا سکتا۔ اور وہ

ایشور بھی نہیں ہے۔ چنّا! گھر چل۔ میری آنکھوں نے آج کافی طور پر دنیا کا تماشا دیکھ لیا"+

اور وہ اپنے محل کی طرف چلا آیا +

راجہ نے یہ تمام حالات سُننے محل کے پھاٹکوں پر کثرت سے پہرہ دار اور سنتری بٹھا دیئے۔ اور حکم دیا کہ رات یا دن کوئی شخص اُس کے اندر نہ جانے پائے کیونکہ اس سے پہلے اُس نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ اگر ایک خاص عرصہ تک شہزادہ کو محل کے اندر روک رکھا جائے۔ تو ممکن ہے۔ کہ اُس کے دل میں دُنیا کا پیار ہو آئے۔ اِس چوکی پہرہ کا یہ سبب تھا +

چھٹا سرگ

رُوحانیت کی جھلکتی ہوئی رَقص

دل میں یہ ندی تھی جبتک درد نے تھے بیقرار
اب یہ ندی جو دل میں درد رہا ہو گیا

شہر سے واپس آتے وقت جب رتھ شہر کے رئیسوں کے محلے کے پاس سے ہو کر گذر رہا تھا راجہ شدّھودن کی بھتیجی کرشا گوتمی کی نگاہ سِدّھارتھ کے غمگین مگر خوبصورت اور سنجیدہ چہرہ پر پڑی ساتھ اُس کی زبان سے یہ لفظ بر آمد ہوئے "مبارک ہے وہ باپ جس کے پاک گھر میں تمہارا جنم ہوا۔ خوش نصیب ہے وہ ماں جس کی پاک گود میں تم جیسے قیمتی لعل کی پرورش ہوئی۔ اور بہت ہی اچھی قسمت والی ہے وہ بیوی جس کو ایسا پاک۔ اور حسین شوہر نصیب ہوا ہے" سِدّھارتھ نے یہ کلمے سُن لئے وہ اپنے خیال میں محو تھا تاہم گوتمی کے لفظوں کے جواب میں وہ بول "راہ شانتی"

سب سے کہیں قابل تعریف ہیں صاحبدل جنھوں نے مکتی کی بیش بہا دولت حاصل کرلی ہے۔ اور میں بھی من کی شانتی کے خیال سے نروان کی تلاش میں کوشش کروں گا" اور اس نے اپنا قیمتی موتیوں کا ہار گلے سے اُتار کر اُس کماری کے پاس اِس سنتتی اور فریش کی یادداشتی میں بھیجدیا۔ اِن دونوں کے خیالات میں کوئی مناسبت نہیں تھی۔ سِدھارتھ اردگرد محل کی طرف چلا گیا۔ مگر کماری لڑکی کے بے سیدھے سادے الفاظ عجیب طرح پر اُس کے اندرونی خیالات کے اُبھارنے والے ثابت ہوئے +

اُن کے اثرات کو وہ دل میں رکھ کر سونے گیا۔ یشودھرا نے اُس کے خوش کرنے کی کوشش کی۔ مگر اُس کی حالت میں مطلق تبدیلی نہیں آئی۔ یشودھرا تو سوگئی۔ مگر اس کو کب نیند آنے لگی تھی۔ نرم بستر پر اس کو چین نہیں آیا۔ جی میں خیال آیا "باہر چلیں"۔ مگر وِشرام دن کے پھاٹکوں پر پہرے تھے۔ وہ یشودھرا کو نیند میں چھوڑ کر اپنے محل کے بائیں باغ میں چلا آیا۔ اور دل میں کہتا آتا تھا "اگیان! اگیان!! اگیان!!! کُل دُنیا اگیان سے بھری ہوئی ہے۔ ایک بھی تو ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔ جو زندگی کے دُکھوں کی دوا جانتا ہو!

اِسی غور و فکر کی حالت میں وہ رات کے وقت کسی بڑے جامن کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اور زندگی اور موت۔ اور دُکھ اور سُکھ کے مسئلوں پر وچار کرنے لگا اپنے وچار میں وہ اِس قدر محو ہوگیا۔ کہ جسم کی طرف سے بالکل بےخبری ہوگئی۔ اور تمام سفلی خواہشیں مغلوب ہوکر شانتی کے اُبھارنے اور اُس کے پیدا کرنے کی باعث ہوگئیں۔ یہ اُسی قسم کے سوِکلپ سمادھی کی حالت ہے۔ جس کا تجربہ ایک مرتبہ پہلے اُس کو ہل چلانے کے دن ہوا تھا۔ روشن ضمیری بمعراج۔ اور آدرش سب آدمی کے اندر ہیں۔ صرف خیالات کو یکسو کرکے ان کے دیکھنے اور محسوس کرنے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ جب وہ اس دھیان میں محو تھا۔ عالم رویا میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ جامن کے اُسی درخت کے نیچے ایک نہایت شاندار۔ صاحب جلال۔ شانت اور گنبھیر صورت کھڑی ہوئی غور کی نگاہ سے سدھارتھ کو دیکھ رہی ہے۔ اس نے حیرت اور تعجب کے لہجہ میں اُس سے پوچھا" تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو۔ اور کیوں آئے ہو؟" اُس نے جواب دیا "میں شرمن بھکشو ہوں۔ پیری۔ بیماری۔ اور موت کے فکر دل سے پریشان ہو کر میں بہت دنوں تک ان سے نجات پانے کی تدبیر کی تلاش کرتا رہا۔ اُس تلاش میں میں نے گھر بار چھوڑا۔ عورت اور اولاد کی اُلفت سے مُنہ موڑا دُنیا تبدیلی پذیر ہے۔ یہاں کسی چیز کو قیام نہیں ہے۔ صرف سچائی اور ست ہی پائیدار ہے۔ اور بُدھ کا کام بھی ایسا ہی ہے۔ میں خود کسی ایسی خوشی کا طالب ہوں جس کو کبھی زوال نہ ہو۔ اور ایسا خزانہ چاہتا ہوں جس کو کبھی کمی کا خطرہ نہ ہو۔ سنسار کی تمام ہوس میرے دل سے دُور ہو گئی ہے ایس سان گوشہ تنہائی میں زندگی بسر ہوتی ہے سادھن میں مصروف رہتا ہوں۔ اور بھکشا سے گذارہ کرتا ہوں۔ کیونکہ مقصد کی کامیابی کے لئے اس کی ضرورت ہے"۔

سدھارتھ نے پوچھا" کیا اس بے چین سنسار میں شانتی مل جاتی ہے؟ اس کی خوشی اور خوشیوں کے ... سامان میری نگاہ میں بے حقیقت ہو گئے۔ لذات کو میں بیہودہ حرکت مانتا ہوں۔ اور سچی بات تو یوں ہے۔ کہ اب یہ زندگی بھی ناقابل برداشت معلوم ہوتی ہے"۔ فقیر نے جواب دیا" جہاں گرمی ہوتی ہے۔ وہاں ہی سردی کا بھی امکان ہے۔ جو دُکھ کو محسوس کرتے ہیں وہی سکھ کا بھی علم رکھتے ہیں۔ بُرائی سے نفرت ہی نیکی کے رغبت کی دلیل ہے۔ یہ نسبتی حالتیں لازم بالملزوم ہیں۔ اس لئے تم کو خیال رہے۔ کہ دُکھ کی جہاں زیادتی ہوتی ہے۔ وہاں ہی سکھ کی بھی کثرت ہو گی۔ صرف تلاش جستجو۔ اور جگیاسا کی ضرورت ہے۔ آنکھوں کو کھولو۔ اور اگر گندگی

اور ناپاکی کو محسوس کرتے ہو۔ تو صاف شفاف پانی سے بھرے ہوئے چشمہ کی تلاش کرو۔ وہ نروان ہے۔ وہ تم سے دُور نہیں۔ بلکہ تم سے بہت قریب ہے۔ شے ہے لیکن اگر کسی کو خواہش اور تلاش نہ ہو۔ تو پھر اُس کا کیا قصور ہے! نروان کی راہ تو ہے لیکن اگر کوئی اُس راہ پر نہیں چلتا۔ تو پھر راہ کیا کرے! حکیم کے پاس مرض کی دوا ہے لیکن اگر مریض اُس کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ تو حکیم یا دوا کا کیا عیب ہے۔ بدی اور بداعمالی کے روگی اگر رُوحانی حکیم (گورو) سے مُتفق نہیں ہوتے۔ تو گناہ سے پاک کرنے والا گورو کیا کرے"؟

سِدّھارتھ کے دل کی کلی سادھو کی باتوں کی ہوا سے کِھل گئی " تمھاری تقریر مُجھ کو اپنے مقصد کی کامیابی کی اُمید دلاتی ہے۔ باپ کی تمنا ہے۔ کہ مَیں راج کاج کروں۔ وہ مذہبی زندگی کو جوانی کے بعد کا شغل سمجھتا ہے " سادھو نے سرہلایا " دھرم کی تلاش کے لئے تم ہر وقت کو موزوں تصوّر کرو۔ انسان کی زندگی میں ایسا کوئی زمانہ نہیں ہے۔ جو اس مبارک کام کے لئے غیر موزوں سمجھا جائے " سِدّھارتھ کے دل کا سمندر خوشی کی لہروں سے اُمنڈنے لگا " مَیں تمام قید بند کے رشتوں کو توڑ کر نروان کی تلاش میں ابھی سے نکلوں گا " سادھو نے کہا " مبارک ہو! اور یہی وقت تمہارے کام کرنے کا ہے۔ جس وقت دل میں کسی کام کا زبردست خیال پیدا ہو۔ اگر اُس وقت وہ کام نہیں کر لیا جاتا۔ تو پھر آیندہ کمزوری کا خطرہ رہتا ہے۔ تم بودھی ستو ہو۔ تم میں جنم جنمانتر سے بُدھ ہونے کی زبردست خواہش ہے۔ اب اُس مقصد کی تکمیل کا وقت آگیا۔ تم دُنیا کے رُوحانی بادشاہ ہو۔ اور مُصیبت زدہ مخلوق کو مُصیبت سے رہائی دلانا تمھارا فرض ہے۔ اگر سر پر بجلی گرتی ہو۔ تب بھی پرواہ نہ کرو۔ کسی کے دام میں نہ پھنسو۔ کسی کے لالچ میں نہ آؤ۔ معراجِ تمنا کی جستجو میں ثابت قدم رہو اور تم اپنی مُراد کو پا کر دوسروں کو دُکھ سے بچانے والے کہلاؤ گے۔" یہ کہہ کر دیوتا غائب

اور تمام پاک دلوں کی دُعا تمھارے ساتھ ہے۔ تم بُدھ۔ گورو اور بھگونت ہو"+
یہہ جلالی صُورت پھر دم کے دم میں غائب ہو گئی۔ سِدھارتھ کی آنکھیں کُھل گئیں "آہا! مَیں نے سچائی کی آج زیارت کر لی۔ اب تعلّقات کی زنجیر میرے پھنسانے میں کامیاب نہ ہو گی۔ مَیں بُدھ ہُوں گا۔ اور نِرواں کو پا کر دوسروں کو اُس کا ادھکاری بناؤں گا"+
وہ پھر اُس جگہہ سے اُٹھا۔ محل میں چلا آیا۔ سب سو رہے تھے۔ گہری نیند میں کسی کو ہوش بھی نہیں تھا۔ کہ کون آتا اور کون جاتا ہے۔ یہہ بھی چُپکے سے بستر پر پڑ رہا۔ اور اِس عالمِ رویا کے نظارہ پر لیٹے لیٹے غور کرتا رہا+

ساتواں سرگ

مایا کا پھنسانے والا رشتہ

تاب کیا کثرت کی وحدت کے مقابل ہو سکے
صُبحدم تارے چھُپے جب مہر تاباں ہو گیا

چیت سُودی نومی کا دن آیا۔ وِشنو بھگوان اِسی دن اجودھیا میں شری رام چند جی کی صُورت میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اُن کی پیدائش کی تعظیم میں یہہ مُبارک دن اب تک ہندوؤں میں منایا جاتا ہے۔ اور مُعتقد اور دیندار ہندو گنگا یا اور کسی دریا میں نہا کر برہمن اور سادھوؤں کو دان دیتے ہیں۔ اور اُس روز ورت رکھتے ہیں۔ کپل وستو میں اُس روز اُتسو تھا۔ اور روشن آرام دن کے رہنے والے بھی اُس مُقدّس اور قابلِ تعظیم بزرگ کی یادگار کے دن کی خوشی منا رہے تھے۔ روہنی ندی کے دونوں کناروں پر ہزاروں کی تعداد آدمی سنان کرنے آئے تھے+

صبح کاذب کے وقت یشودھرا بستر سے کانپتی ہوئی اُٹھی۔ سدھارتھ کی
آنکھیں بند تھیں۔ سو وہ بولی "پران ناتھ! کیا تم سوتے ہو۔ اُٹھو۔ اور اپنی یشودھرا کے
غمزدہ دل کو تسلی دو۔" یہ سوتا نہیں تھا۔ ہاں! آنکھیں ضرور بند کئے ہوئے تھا۔ کیونکہ
کوئی زبردست اور گہرا خیال اُس کے دل پر حاوی ہو رہا تھا۔ یشودھرا کی باتیں سن کر
اُس نے آنکھیں کھولدیں۔ محبت کے لہجہ میں پوچھا "پران پیاری! تیرا کیا حال ہے؟ تو
کیوں اس قدر آج گھبرائی ہوئی ہے؟" اس کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔ "میرے جسم
جان کے مالک! میں تجھ سے کیا کہوں۔ میرا دل فکر اور تردد کے بوجھ سے دبا ہوا ہے
آج رات کو میں نے تین خواب دیکھے۔ پہلا یہ ہے۔ میرے محل میں ایک خوبصورت
سفید رنگ کا بیل جس کی پیشانی پر ستارے کی طرح چمکتا ہوا ہیرا بندھا ہوا تھا۔ شہر
کے گلی کوچوں سے گذرتا ہوا آیا۔ مندر سے کسی شخص نے آواز دی۔ اگر اس نورانی
اور روحانی بیل کو کوئی! باہر جانے سے نہیں روک لیتا۔ تو پھر اس کے ساتھ شہر کی
رونق کا بھی خاتمہ ہے۔ میں نے اپنا ہاتھ اُس کی گردن میں دیا۔ اور روکنا چاہا۔ مگر وہ
شور کرنے لگا۔ اور میری گرفت میں نہیں آیا۔ اور پھاٹک کو الانگھتا ہوا باہر نکل گیا۔
میں رونے لگی۔" دوسرا خواب یہ ہے۔ کہ چار نورانی اور حسین عورتیں میرو پربت سے
نیچے کی طرف اس شہر میں اُتریں۔ اُن کے ہاتھوں میں اندر کے چمکتے ہوئے جھنڈے
تھے۔ جو ہوا کے لگنے سے پھڑپھڑاتے ہوئے اپنی نوکوں سے نور کی کرنیں برساتے تھے اور
اُن پر طلائی حروف میں لکھا ہوا تھا "وقت آگیا وقت آگیا۔ یہی وقت ہے"
تیسرا خواب یہ ہے۔ کہ جب میں نے اپنی سیج کو دیکھا۔ تم کو اُس پر نہیں پایا۔ میں
گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ تمہارا موتیوں کا پٹکا (کمربند) میرے جسم سے بندھا ہوا ڈسنے
والے سانپ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ میرے ہاتھ کی چوڑیاں ایک ایک کر کے
زمین پر گر پڑیں۔ اور کانوں کے کنڈل خود بخود کھسک پڑے۔ اور میری سیج دیکھتے دیکھتے

پاتال میں دھنس گئی۔ اور دُور دراز فاصلہ سے وہی بیل دوڑتا ہوا شور کر رہا تھا۔ "وقت آگیا ہے وقت آگیا ہے"۔ میری نیند اُچٹ گئی۔ ہوش غائب! ہاتھ پاؤں ڈر سے کانپنے لگے۔ پران پتی! اِن کی کیا تعبیر ہے۔ میری سمجھ میں تو صرف دو باتیں آتی ہیں۔ کہ یا تو میری موت قریب ہے۔ یا تم مجھ کو چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ گے۔ خواہ کوئی ور طاقت تم کو میرے پاس نہ رہنے دے گی"۔

سِدّھارتھ نے اپنی سِسکتی ہوئی نازک بدن بیوی کو چھاتی سے چمٹا لیا۔ "پیاری! اگر تسلی دینے میں کچھ بھی سچائی ہے۔ تو یاد رکھ کہ میں تجھ کو دل سے پیار کرتا ہوں۔ اگر یہ خواب آنے والے حالات کی علامتیں ہیں۔ تو تجھ کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے۔ کہ سِدّھارتھ سچے دل سے یشودھرا کو پیار کرتا رہا ہے۔ اور یہ پیار اُس کے دل سے کبھی دُور نہ ہو گا۔ تو دیکھتی ہے۔ میں رات دن کسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتا ہوں۔ اپنے لیئے مجھ کو کوئی فکر نہیں ہے۔ اور نہ کوئی اپنا ذاتی رنج ہے۔ جو مجھ کو ستا رہا ہے۔ میں اوروں کے دُکھ سے دُکھی ہوں۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ ان کا یہ دُکھ دُور ہو جائے۔ جب کبھی تجھ کو کوئی خیال ستا دے تو اِس خواب کے سفید رنگ کے بیل کے چلے جانے کا واقعہ تجھے یاد رہے۔ آ۔ میں تجھ کو پیار کر لوں۔ اور اپنے پیار سے تجھ کو یقین دلاؤں۔ کہ تیری محبت میرے دل میں بہت گہری ہے۔ اور اِس دل سے تیری یاد کبھی دور ہونے والی نہیں ہے"۔

یہ کہکر سِدّھارتھ نے یشودھرا کو گلے سے چمٹا لیا۔ اُس کے مُنہ پر بوسے دیئے اور کہنے لگا "راجکماری! ابھی کچھ رات باقی ہے۔ تو سو جا۔ میں بیٹھا ہوا تجھ کو دیکھا کروں گا"۔ سادہ لوح اور بھولی بھالی راجکماری پلنگ پر لیٹ رہی۔ اُس کو تو پھر نیند آ گئی۔ لیکن سِدّھارتھ کے دل میں اس کے خواب کی صدائیں گونجنے لگیں

وقت آگیا۔ وقت آگیا۔ یہی وقت ہے"۔
صبح ہوئی۔ سونے والے اُٹھے۔ اور اپنے اپنے کام دھندوں میں مصروف ہوئے۔ اُس زمانہ میں ورت رکھنے کا دستور عام تھا۔ رام نوکی کو دن کے وقت کوئی کچھ کھاتا پیتا نہیں تھا۔ دن کسی نہ کسی طرح گذر گیا۔ شام ہوئی۔ آج دُنیا عیش وعشرت اور ناچ رنگ کی طرف سے اُس کی طبیعت خاص طرح پر مکدر ہوگئی تھی۔ اور چونکہ تیوہار کا دن تھا۔ کسی نے بھی گانے بجانے کے شغل کا خیال نہیں کیا۔ وہ چپکے سے اُٹھا۔ اور اسی جامُن کے درخت کے تلے پدم آسن لگا کر بیٹھ گیا جس کے نیچے اُس کو عالمِ رویا میں فقیر کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ یہاں آکر اُس کے دل میں طرح طرح کے خیال اُمڈنے لگے "آہ! وقت تو آگیا۔ مگر میں باپ کو کیسے چھوڑوں۔ کیا میری جدائی میں اُس کی حالت قابلِ رحم نہ ہو جائیگی۔ پرجاوتی ماتا جو مجھ کو اپنی آنکھوں کا تارا سمجھتی ہے۔ اس صدمہ کو کیسے برداشت کر سکے گی۔ اور پھر نازک بدن اور عقیدتمند یشودھرا کا کیا حال ہوگا۔ وہ ابھی سے بے قرار اور بے چین ہو رہی ہے۔ کیا ان کا خیال مجھ کو نہ کرنا چاہیئے۔ سعادتمند فرزند کا فرض ہے۔ کہ وہ ماں باپ کی فرمانبرداری کرے۔ اور سچے شوہر کا دھرم ہے۔ کہ اپنی ردھنگنی استری کی دلجوئی کو مقدم سمجھے۔ یا یہ سب سچ ہے۔ مگر ساتھ ہی مصیبت زدہ دُنیا۔ آفت میں مُبتلا دُنیا۔ اور بیماری ضعیفی اور موت کے عذاب سے پریشان دُنیا۔ کراہتی ہوئی مجھ کو اپنے ناقابلِ برداشت دُکھوں کے دُور کرنے کے لیئے صدا دے رہی ہے۔ اگر میں اس کو نہیں سُنتا۔ تو صد درجہ کے افسوس کی بات ہوگی۔ کاش اگر باپ۔ ماں۔ اور بیوی کے پاس ان مرضوں کا علاج ہوتا اور وہ یہ دوا مجھ کو دے سکتے۔ تو میں کبھی ان کو ترک نہیں کرتا۔ مگر یہ خود اس سے محروم ہیں۔ میں اس بیحد رحم کے جذبہ کو کیا کروں۔ جو میرے دل کے اندر جوش زن

ہے۔ دردمند انسان دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ کہ اُن کا دُکھ بٹ جائے۔ مگر یہ دیوتا اُن کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ ستتی گانے ۔منتر جپنے۔ اور ویدیوں پر یگیہ پشوؤں کے ذبح کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ یہ تو اور بھی اپنے ساتھ نئی نئی مصیبت لاتے ہیں۔ پوجاری اور پروہت چلاتے رہتے ہیں ۔"اِندر ہماری مدد کر۔ ورن ہماری خبر لے۔ سوریہ ۔چندر۔ برہسپتی۔ ہم تم کو سوم کا شربت چڑھاتے ہیں۔ آؤ۔ اور ہماری حفاظت کرو۔" مگر نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ زندگی کے مصائب بڑھ رہے ہیں۔ پریم بھاؤ میں کمی ہے۔ لڑائی اور جھگڑے مچے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ اور اپنے ساتھ دوسروں کے بھی دُکھ درد میں اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ نہ ضعیفی دُور ہوتی ہے نہ موت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ نت نئی نئی آفتیں۔ نئی بیماریاں۔ اور نئی نئی دردانگیز حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور تلسی کے پتے دہی۔ دوب وغیرہ چڑھانے سے اِن میں کیا کمی آرہی ہے۔ مانا کوئی کوئی دیوتے اچھے بھی ہیں۔ مگر اِن کی اچھائی سے کیا کام نکلتا ہے! یہ تو خود جنم مرن کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ سوئے ہوئے کو دوسرا سویا ہوا کیسے جگا سکتا ہے! یہ غیر ممکن ہے۔ انسان اور دیوتا دونوں یکساں ہیں۔ ہمارے شاستر ایسا ہی کہتے ہیں۔ زندگی کے بھنور میں سب بُری طرح غوطہ کھا رہے ہیں۔ کبھی کوئی کیڑا مکوڑا بنتا ہے۔ کبھی وہی اِندر اور برہما بن جاتا ہے۔ اور پھر کیڑوں کی جُونی میں باس کرتا ہے۔ اگر اس مصیبت سے نجات ہو جاتی۔ تو کیا اچھی بات تھی۔ جس طرح سردی سے آگ نجات دیتی ہے۔ ویسے ہی کسی نہ کسی ایسی تدبیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو سنسار ساگر سے پار اُتار دے۔ بغیر محنت کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ کسان کو ناج پیدا کرنے کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس مُکتی کی تلاش شرط ہے۔ نفس کشی لازمی امر ہے۔ جو شخص راج پاٹ۔

باپ کی محبت۔ عورت کا پیار۔ دولت کی ہوس۔ عزیزوں کے تعلقات۔ شہرت
نیک نامی۔ اور سب کچھ اگر اسی ایک تلاش کیلئے صرف کر دے۔ اور سب کچھ جیوں کے
کلیان کے لیئے ارپن کر دے۔ تو ممکن ہے۔ کہ وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب
ہو جائے اور اس جنم مرن کے پوشیدہ راز کو جان لے اور موت پر غالب آ جائے۔
مجھ کو یہ کام کرنا ہے! میرے دل میں جیوں کے لئے دیا بھاو ہے۔ جن کو میں جانتا
ہوں۔ اور جن کو نہیں جانتا۔ جو یہاں ہیں خواہ اور جگہہ۔ میں اُن کی بہتری کے لیئے
شدھودن سے پیار۔ پرجاپتی کے لاڈ۔ یشودھرا کی محبت۔ اور راج کاج کے
خیال سب کو قطعی ترک کر دوں گا۔ تڑپاتی ہوئی دنیا! تو صبر کر۔ گردش کرنے والے
ستارو! مت ٹھیرو۔ میں اپنے آپ کو سب کے کلیان کے لئے قربان کر دونگا۔
میں بہت سی یاترا (دھارمک تپسیا) کروں گا۔ اور جب تک گوہر مقصود میرے ہاتھ میں
نہ آوے گا۔ میں عہد کرتا ہوں۔ کہ اس ورت پر قایم رہوں گا۔"

سدھارتھ اسی خیال میں محو تھا۔ وقت کیسے آیا۔ اور کیسے گذر گیا۔ اس کی
اُس کو مطلق خبر نہیں تھی۔ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ یہہ بھی اس کو معلوم نہیں۔ کیونکہ
محویت کی حالت اور استغراق کی کیفیت میں دیش کال اور وستو (ظرف۔ زمان
اور مکان) ان تینوں کی معدومیت ہو جاتی ہے۔ جب وہ اس طرح محو تھا گنگا اس کو
ڈھونڈتی ہوئی آ پہنچی "راجکمار کی جے! یشودھرا کے گربھ سے بہت خوبصورت
بالک پیدا ہوا ہے۔ محل میں شادیانے بج رہے ہیں۔ امیر اور وزیر سب بدھائی
دینے آئے ہیں۔ میں سب سے پہلے آپ کو یہہ خوشخبری سنانے اور مبارکباد
دینے آئی ہوں" سدھارتھ نے سر اونچا کیا۔ اور اُن کی زبان سے یہ الفاظ
نکل پڑے "لو۔ میرے پھنسانے کے لیئے مایا نے ایک اور نیا رشتہ پیدا کیا۔
جس کے ساتھ وہ مجھ کو اور بھی جکڑنا چاہتی ہے۔"

"خوشخبری سُنانے والی داسی محل کی طرف چلی گئی - یہ پھر سوچنے لگا "۔ دائم رویا کے بھکشو نے خبر دی تھی "۔ وقت آگیا - اور وہ یہی وقت ہے " - یشودھرا کے خواب کی آواز سے بھی پتہ لگتا ہے - کہ " وقت آگیا - اور وہ یہی وقت ہے " - میرا دل بھی خود بخود گواہی دے رہا ہے - کہ " وقت آگیا - اور وہ یہی وقت ہے " سنسار میں جو شخص جتنے دن پڑا رہیگا - اُتنے ہی اُس کے بندھن اور تعلقات بڑھتے جائیں گے - جو شخص جس قدر جلد اُن کی زنجیر کی کڑیوں کو تڑاق تڑاق توڑ دے "۔ اُس کے لئے اُتنا ہی اچھا ہے - جو آج کا کام کل پر چھوڑتے ہیں اُن کا کوئی کام پورا نہیں ہوتا - اور آخر میں اسی طرح ٹال مٹول کرتے ہوئے موت آکر گلا دبا دیتی ہے - وہ افسوس کے ساتھ مرجاتے ہیں - اور مرکر پھر انھی چکروں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں - موقعے جلد جلد نہیں ملا کرتے - کبھی یہ زور کے ساتھ دل کو دھکا دیتے ہوئے آتے ہیں - اور انسان کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں - اگر آدمی نے ان سے فائدہ اُٹھا لیا تو خیر - اُن کا کام بن گیا - اور اگر غلطی میں پڑ کر غفلت کی - تو پھر موقع نکل گیا - ساتھ ہی دل میں ٹال مٹول کرنے کا ایک نیا سنسکار پیدا ہو جاتا ہے - جو قوتِ ارادی کو کمزور کر دیتا ہے - اور انسان پھر مشکل سے سنبھلتا ہے - میرے لئے یہ طلائی موقع ہے - مجھ کو اب عورت - ماں - باپ - اور لڑکے کی طرف نہ دیکھنا چاہئے - بلکہ سنسار کے دُکھی پرانیوں کے اُپکار کے خیال سے سب کچھ تیاگ کر نروان کی تلاش میں گھر سے باہر نکلنا چاہئے - تاکہ اُس کی مدد سے میں سب کے دُکھ درد کو ہمیشہ کے لئے میٹ دوں "۔

(۳) مہابھی نشکرمن کانڈ

پہلا سرگ

گھر سے باہر نکل جانا

قید میں رکھتا ہم لیسے وحشیوں کا تھا محال
پاسباں اپنا جو تھا وہ چوب درباں ہو گیا

سدھارتھ اُٹھا محل میں گیا۔ آج یشودھرا کے سونے کا کمرہ اُس کے کمرے سے مختلف تھا۔ کچھ دیر وہ پلنگ پر لیٹا ہوا کروٹیں بدلا کیا۔ اتنے میں آدھی رات ہو گئی۔ عورتیں گا بجا کر اپنی اپنی جگہوں میں سو رہیں۔ نوکر چاکر سب ہی خواب غفلت میں سرشار ہو گئے۔ کام کاج کے دنوں میں گہری نیند کا آنا معمولی سی بات ہے۔ اور پھر رام لونی کا برت! تھکے ماندے۔ بھوکے پیاسے! اگر ایسے غافل ہو جائیں تو تعجب ہی کیا ہے۔ سناٹے کی رات تھی۔ محل کے چراغ بہت سے بجھا دیئے گئے تھے۔ صرف کہیں کہیں کوئی کوئی ٹمٹماتے ہوئے دیئے اپنی ہستی کا اظہار کر رہے تھے۔ اور خاموشی کا عالم ہے۔ باہر جانوروں کی بھیانک آواز سُنائی دے رہی ہے۔ سدھارتھ نرت خانے کے کمرہ میں آیا۔ سوئی ہوئی عورتوں کو دیکھا۔ کسی کے بال بکھرے ہوئے کسی کے کپڑے کھلے ہوئے۔ کوئی نیند میں خواب دیکھتی ہوئی بڑبڑا رہی تھی۔ کوئی دانت پیس رہی تھی۔ کوئی نیند کے خراٹے لے رہی تھی۔ سدھارتھ کے لئے یہ منظر بھی نیا تھا۔ اُس نے پہلے کبھی یہ حالت نہیں دیکھی تھی۔ اور شاید مگر

آج اپنی بیوی کے کمرہ میں جانکلی اُس کو ضرورت لاحق ہوئی ہوتی۔ تو وہ خود کبھی اس کو دیکھنا پسند نہ کرتا۔ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے۔ تم اگر چاہو تو اس کو کم از کم بیداری کی موت تو کہہ سکتے ہو۔ جیسے موت میں کسی قدر جسم بگڑ جاتا ہے ویسے ہی کسی حد تک نیند میں صورت مکروہ ہو جاتی ہے۔ اُس کے دل کو کراہیت ہوئی۔ مگر پھر اُسی وقت اُن کے لئے رحم کا دریا اُس کے دل کے میدان میں جوش مارنے لگا۔ کیونکہ وہ ایسے حیوان سیرت اور انسان صورت والوں ہی کی بھلائی کے لئے اپنا سب کچھ ترک کرنے پر آمادہ ہو رہا تھا۔

پھر وہ یشودھرا کے پلنگ کی طرف جُھکا۔ نئے بچّے کی نئی ماں۔ اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو چھاتی سے چمٹائے ہوئے بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔ آہ کیسا دردناک نظارہ تھا۔ اس کے جی میں آیا۔ کہ انسانی فطرت کے تقاضا کے بموجب سوئی ہوئی زندگی کی ساتھی کو آخری مرتبہ پیار کر لے۔ مگر ڈرا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکا جاگ اُٹھے۔ اور رانی خود بیدار ہو جائے۔ اُس وقت اُس کے ارادہ کی تکمیل کی راہ میں مزاحمت کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ وہ وہاں ہی ٹھٹھک رہا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ "پیاری یشودھرا! آج تیرا سدھارتھ ہمیشہ کے لئے تجھ سے جُدا ہو رہا ہے۔ باپ۔ ماں۔ بیٹا۔ ستری۔ سب ہی کو اپنے شُبھ سنکلپ کے نذر کر رہا ہوں۔ پُتر! تُو آج پیدا ہوا۔ اور اپنے زمینی باپ کے سایۂ عاطفت سے آج ہی تو محروم بھی ہو رہا ہے۔ پران پیاری! آج تُو نے میرے لئے پُتر پیدا کیا۔ اور آج ہی میں اپنی ذمہ واری کا بوجھ تیری گردن پر ڈال کر بن کو چلا ہوں۔ اِس وقت میرے دل پر جو گذر رہی ہے۔ اُس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے! مگر نہیں۔ وقت آگیا ہے۔ اور وہ یہی وقت ہے۔ اس وقت میں اپنی ذاتی غرض کو دیکھوں یا شُبھ سنکلپ کی طرف خیال کروں! جس بات میں

تمام کائنات کا بھلا ہو۔ وہی کام مجھ کو کرنا چاہیئے۔ میں جاتا ہوں۔ نجات کی تدبیر کا علم پاکر میں سب کے ساتھ تمہاری بھلائی بھی کروں گا"۔

دل بھر آیا۔ جس دل میں تمام دُنیا کی محبت کی گنجائش تھی۔ وہ ان معصوموں کے خیال سے کیوں نہ بھر آتا۔ وہ یشودھرا کے سرہانے آیا۔ ایک نظر بھر کر اُس کو دیکھا۔ دل کے جذبہ کو وہ مسوس مسوس کر دبا رہا تھا۔ مگر آنکھ کے آنسو نہ رُک سکے وہ گرہی پڑے۔ تین مرتبہ اُس نے اپنی پیار بھری بیوی۔ سچی اردھنگنی اور حسین یشودھرا دیوی کے پلنگ کی پرکرما کی۔ اور پھر اِس طرح اُس کمرے سے رخصت لیکر وہ دوسرے اور نزدیک کے کمرے میں گیا۔ گنگا اور گوتمی دونوں سو رہی تھیں۔ سِدھارتھ دل ہی دل میں اُن سے بھی ہمکلام ہوا "نیک دوستو! آج سدھارتھ تم سب سے جُدا ہو رہا ہے۔ تم سب اُس کو پیارے ہو۔ مگر وہ اپنے اور تمہارے دونوں کے پیار کو نوع انسان کی بھلائی کے لیئے تصدّق کر رہا ہے۔ سوؤ! سوؤ!! سوؤ!!! آج کی رات تم گہری نیند میں سو رہو۔ کوئی نہیں جانتا۔ کہ گلاب کے مُرجھا جانے پر اُس کی خوشبو۔ اور چراغ کے بُجھ جانے پر اُس کی روشنی کیا ہو جاتی ہے۔ سوؤ۔ کیونکہ کل صبح تم کو میری جُدائی میں ماتم کرنا ہوگا۔ میں کیا کروں۔ میں اب کسی کے روکے بھی نہیں رُک سکتا۔ تمہارے پیار اور محبت میں بھی میرے روکنے کی طاقت نہیں ہے"۔

روتا ہوا آنکھوں کو ملتا ہوا۔ اور آہستہ آہستہ قدم چلاتا ہوا سدھارتھ محل سے باہر نکلا۔ چاندنی رات میں سنّاٹے کا عالم! صرف آسمان کے چمکتے ہوئے ستارے اپنی کھلی اور روشن آنکھوں سے اُس کی بڑی یاترا کی تیاری کو دیکھ رہے تھے۔ بہتی ہوئی چیت کی ٹھنڈی ہوا اُس کی پیشانی پر پنکھا جھل رہی تھی۔ تا کہ جُدائی کے رنج کی حرارت اُس کو مضطرب نہ کر سکے۔ مقدس کتابیں کہتی ہیں۔ کہ آسمانی

مخلوق خوشی کے نغمے گا رہی ہے۔ کیونکہ دُنیا کا نجات دہندہ سب کی نجات کی تلاش میں جا رہا ہے۔" رام نے جس طرح جلاوطن ہو کر اور راون کو مار کر دیوتاؤں کو خوش کیا تھا۔ ویسے ہی سدھارتھ آج رام نومی کے دن وطن کو خیرباد کہتے ہوئے تمام متحرک اور غیر متحرک مخلوق کو درد و عذاب کے پنجہ سے رہائی دلانے جا رہا ہے +

سدھارتھ اس طرح دبے پاؤں اصطبل میں آیا۔ اُس کا فرمانبردار سائیس چھنّا سو رہا تھا۔ راجکمار نے آواز دی "چھنّا! بیدار ہو جا۔ اور کنٹھک پر زین رکھ۔" وہ بولا "سوامی! رات کے وقت آپ کہاں جائیں گے۔ رات کو راستوں کا پتہ نہیں ملتا" اس نے کہا "چپ۔ آہستہ آہستہ بات کر" دیوار گوش دارد آہستہ لب بجنباں" میرا گھوڑا لا۔ اس طلائی قیدخانہ سے میرے بھاگ جانے کا وقت آ گیا ہے۔ میں آزاد ہو کر جیوں کے آزاد کرنے کے خیال سے آزادی کے ساتھ سچائی کی تلاش کروں گا۔" چھنّا نے زبان کھولی "آہ! راجکمار! نجومیوں نے ہم کو یقین دلایا تھا کہ راجہ شدھودن کا شاہزادہ چکرورتی راجہ ہو کر تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ اور تم ایسی قیمتی سلطنت کو چھوڑ کر ہاتھ میں کاسۂ گدائی لے کر دربدر بھیک مانگنے جا رہے ہو! سورگ کو چھوڑ کر دکھ کے نرک کو تم کیوں پسند کرتے ہو۔ کیونکہ اُس حالت میں تمہارا کوئی ساتھی ہو گا نہ یار نہ مددگار۔" شاہزادہ نے جواب دیا "میں سلطنت کا وارث بن کر نہیں آیا تھا۔ میں اسی کام کے واسطے آیا ہوں۔ میری سلطنت دُنیا کی سلطنتوں سے بدرجہا بہتر اور خوشتر ہے۔ یہ فانی اور تبدیلی پذیر ہیں۔ جا۔ کنٹھک پر زین کس کر ابھی لے آ۔" چھنّا نے پھر زبان کھولی "آپ ذرا سوچئے تو سہی۔ راجہ تم کو کس قدر پیار کرتے ہیں۔ تمہارے چلے جانے سے ان کا حال کیا ہو گا۔" سدھارتھ بولا "درست! تو ٹھیک کہتا ہے۔ یہ پیار بالکل جھوٹا ہے

یہ فریب اور دھوکا ہے۔ اس پیار سے خود غرضی کی بُو آتی ہے۔ میں ان سب کو اپنے سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں۔ انھیں سب کے پریم اور پیار کے خیال سے میں نجات کے ذریعہ کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ جا دیر نہ کر۔ کنتھک پر زین کس کر ابھی لے آ"۔

چنّا کو سخت رنج ہوا۔ مگر وہ کیا کرتا۔ مجبور تھا۔ اُس نے گھوڑے کو لگام دی زین اور تنگ کسے۔ رکاب لگائے۔ اور تیار رکھ کر اور سِدھارتھ کے سامنے لا کر کھڑا کیا۔ چنّا نے پھر ایک مرتبہ زبان کھولنے کی جرأت کی "سوامی! کیا آپ کو اپنے نوزائیدہ بچّے اور بیوی کا بھی خیال نہیں ہے"! سِدّھارتھ نے جواب دیا۔ اگر اس وقت میرے راستہ میں سمندر لہرانے لگے۔ خواہ سُومیرو پربت بھی راہ میں آکر کھڑا ہو جائے۔ تب بھی میں اپنے ارادہ میں لغزش نہ آنے دوں گا۔ زلیخی محبت کا تو کہنا ہی کیا ہے!

چنّا خاموش ہو گیا۔ کنتھک یکبارگی ہنہنا اُٹھا۔ اور لات پھینکنے لگا۔ سِدّھارتھ نے اُس کی ایال پکڑ لی۔ اور گردن کو تھپتھپا کر کہا "چُپ گھوڑے چُپ! آج تجھ کو اپنی تیز رفتاری دکھانی ہے۔ بات تو تب ہے۔ جب ہوا کا جھونکا اور بجلی کا کوندا بھی تیرے گرد کو نہ پہنچے۔ میں صرف انسان ہی کی بھلائی کے لئے نہیں جا رہا ہوں۔ بلکہ حیوان بھی میری اس ہمدردی میں شامل ہیں۔ متحرک اور غیر متحرک مخلوق سب کے ساتھ میرا سلوک یکساں ہو گا۔ ٹھہر اپنی پیٹھ پر مجھ کو آنے دے"۔

یہ کہہ کر فقیرانہ طبیعت رکھنے والا سچّے امن کا سچّا شہزادہ اُچھل کر اُس پر چڑھ بیٹھا۔ اپنے پیچھے چنّا کو بٹھا لیا۔ وہ سوار ہو کر پھاٹک پر آئے۔ دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور چوکیدار لکڑی کے سنتری بنے ہوئے صُمٌّ بُکمٌ غفلت میں مست

تھے۔ سدھارتھ محل کے احاطہ سے بہ آسانی باہر نکل گیا۔ پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ یہ ہوا کی طرح اڑا۔ اور پہرہ والوں کے پلٹن سے بچتا ہوا مالوا کی زمین کی طرف چل نکلا۔ اور جب صبح ہوئی۔ وہ بہت دور نکل آئے تھے۔ سامنے انوما ندی لہرا رہی تھی۔ سدھارتھ نے لگام کڑی کر لی۔ کنتھک کھڑا ہو گیا۔ دونوں سوار پسینہ سے تر بتر ہو رہے تھے۔ اور گھوڑے کا منہ جھاگ سے بھر گیا تھا۔ یہ زین سے اتر پڑے۔ سدھارتھ نے کنتھک کی پیٹھ تھپتھپائی۔ اور چنا سے مخاطب ہو کر کہا "دوست! آج کے شبھ کرم کا تجھ کو بڑا اپھل ملیگا۔ یقین رکھ یہ سدھارتھ کے دل میں تیری محبت کے لئے کافی جگہ ہے۔ میں تجھ کو نہ بھولوں گا۔ تو بھی مجھ کو یاد کیا کرنا"!

اس گفتگو کے بعد شاہزادہ نے شاہی لباس اور زیور اتارے۔ جسم پر معمولی سادے کپڑے پہن لئے۔ اور تلوار سے لمبے لمبے گیسوؤں کو کاٹ کر معہ لباس۔ زیور اور ہتھیار کے چنا کے حوالہ کیا "ان سب کو لیجاؤ۔ اور راجہ کو دے کر ان سے کہنا۔ کہ جب تک مجھ کو مکتی کا گیان نہ پراپت ہو جائے۔ تب تک مجھ کو بھول جانا میں آج سے ہمہ تن روشنی کی تلاش میں سرگرم رہونگا۔ اگر فتحیاب ہوا۔ تو پھر تمام برہمانڈ کی سلطنت میری ہے۔ میں ان کو پیار کرتا ہوں مگر چونکہ انسان کی امید انسان میں ہے اور انسان کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے میں نے اپنے لئے یہ سب سے بڑا انسانی فرض سمجھا ہے۔ کہ عیش و آرام کو عوام کی اصلی بہتری اور فلاح کے لئے قربان کر دوں۔ اور سب کے بھی اسی طرح آنسو پونچھنا۔ اور جلد کپل وستو میں لوٹ جانا۔ ایسا نہ ہو۔ وہ میری وجہ سے زیادہ دکھ اٹھائیں"

یہ کہکر راجکمار نے روتے ہوئے چنا[1] کو زبردستی گھوڑے پر سوار کیا۔ اور

[1] چنا کا نام کسی کسی کتاب میں چھندک یا چندک بھی لکھا ہے

وہ دھاڑیں مارتا اور زار زار روتا ہوا راجدھانی کی طرف روانہ ہوا +

دوسرا سرگ

گم شدہ کلپے شو کی تلاش اور راجہ کا صبر

بعد مدت منظرِ امید آیا تھا نظر
میری بدبختی سے وہ بھی آج پنہاں ہو گیا

صبح ہوئی۔ سدھارتھ کو محل سے غائب پاکر داسیوں نے جا بجا تلاش کرنا شروع کیا۔ مگر وہ کہاں! صحن۔ مکان۔ باغ۔ چھت۔ بالاخانہ اور چپے چپے زمین کی تلاشی لی گئی۔ مگر شدھودن کے خزانہ کے اس بیش قیمت لعل کا جو اس قدر حفاظت اور احتیاط سے سانگھ رکھا جاتا تھا۔ پتہ نہیں ہے۔ وہ پھولوں کی خوشبو بن کر اُڑ گیا تھا۔ یا آگ کا دھواں ہو کر کہیں اوپر کی طرف چڑھ گیا تھا۔ پھاٹک بند کے بند! پہرہ دار ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں! اور راجکمار کا پتہ نہیں! اس سے زیادہ اور تعجب کی بات کیا ہو سکتی تھی! ماتم کی صدا بلند ہوئی۔ رونا پیٹنا مچ گیا۔ جس کو دیکھئے وہ ہاتھ کو سر پر رکھتا اور چھاتی پیٹتا ہوا نظر آتا ہے! راجہ کو خبر دی گئی۔ سن کے ہوش کے طوطے اُڑ گئے۔ وہ اسی وقت محل میں چلا آیا۔ اور جب اس نے سدھارتھ کو وہاں نہیں پایا۔ رنج کا پہاڑ اس کے سر پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ہر طرف اونچے نیچے پہرہ والوں سے تحقیقات کی۔ مگر دونوں کا نتیجہ یکساں! نہ پہرہ والے اس کا پتہ دے سکے نہ ڈھونڈھنے والے اس کی خبر لائے۔ پھر کثرت سے دو دو آدمی روانہ کئے گئے گاؤں گاؤں پھرے۔ مگر وہاں جس کسی سے شہزادہ کی نسبت سوال کیا گیا اسی نے اپنے کانوں پر ہاتھ دھرا!

دُنیا میں دُکھ اس واسطے عذاب جان ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ہمارے جسم و جان کے لئے ناخوش گوار حالت ہے۔ آدمی تھوڑی ہی سی تکلیف میں پریشان ہو جاتا ہے۔ یشودھرا کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئیں "آہ۔ ایک کے آتے ہی دوسرا نکل بھاگا" گوتمی روتی ہے "ہائے میرا لعل کہاں کھو گیا" شدّھودن تڑپ رہا ہے "میرے جان سے زیادہ پیارے سدّھارتھ کو کون لے گیا۔ وہ بُوڑھے کی آنکھ کی عینک اور اس کے ہاتھوں کی عصا تھا۔ اب مجھ کو سہارا کون دے گا" سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ سب کے دلوں میں بے کلی ہے*

اب ادھر کا حال سُنئیے۔ چنّا کو راجکمار نے جلد ہی گھر کی طرف واپس جانے کی تاکید کی۔ وہ چاہتا تھا کہ یا تو سدّھارتھ کے ساتھ ساتھ رہے۔ یا اب ہمیشہ کے لئے کپل وستو سے جُدائی اختیار کرے۔ مگر راجکمار کی ہٹ۔ اور ترک کے پاس کے خیال سے مجبور ہو کر وہ راجدھانی کی طرف پھرا۔ دل میں سوچ رہا ہے "میں راجہ کو جا کر کیا کہوں گا۔ گوتمی پُوچھے گی اس کو کیا جواب دُوں گا۔ یشودھرا کی تسلّی دینے کا سامان میرے پاس کیا ہے۔ کاش زمین پھٹ جاتی۔ اور میں اُس کے اندر سما جاتا۔ یا آسمان سے کوئی بلا اُترتی۔ اور میرا خاتمہ کر دیتی۔ راجکمار کے فقیر ہونے کی بُری خبر سنانا میری قسمت میں بدا ہے۔ میں کیسا ابھاگا ہُوں۔ اور لوگ جا کر تو خوش خبری سُناتے ہیں۔ میں یہ جانکاہ اور پُرسوز خبر سُنانے جا رہا ہوں۔ دیوا تیری لیلا بہت وچتر ہے۔ تو جو چاہے کر دکھائے۔ میرے مُنہ میں تو سیاہی پوتی ہوئی ہے کسی کو کیا مُنہ دکھاؤں گا" کنتھک پھر پھر کر اُسی جانب آنکھیں بھر بھر کر دیکھتا ہے۔ جس طرف وہ راجکمار کو چھوڑ آیا تھا۔ بے زبان جانور شاید یہ سمجھ گیا ہو گا۔ کہ اب اُس کے مالک کو اُس کی سواری کی ضرورت نہ ہو گی۔ رتھبان اور کنتھک دونوں اِسی طرح حیران اور پریشان بنے ہوئے محل کے پھاٹک پر پہنچے۔ یہاں ماتم کی صدا

بلند تھی۔ وہ خود پہلے ہی سے جانتا تھا۔ کہ لوگوں کا سدّھارتھ کی جدائی میں کیا حال ہوگا۔ پھاٹک کے چوکیداروں نے پوچھا۔ "تو گھوڑے کو لے کر کہاں اور کس طرح گیا تھا؟" مگر اُس کی زبان سے کوئی جواب نہیں بن آیا۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر پڑے۔ سپاہیوں نے اُس کو شدّھودن کے سامنے پیش کیا۔ راجہ کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ چنّا سے سوال کیا۔ "جلد بتا۔ سدّھارتھ کیا ہوگیا۔ اور کدھر چلا گیا؟" اور اس نے رو رو کر سارا قصّہ شروع سے آخر تک کہہ سنایا پھر شور کی صداؤں سے آسمان اور زمین گونج اُٹھے۔ وہ محل جو اب تک خوبصورتی نفاست اور رونق کے لحاظ سے تمام راج میں لاثانی سمجھا جاتا تھا۔ بے رونق ہوگیا جان جب جسم سے نکل جاتی ہے۔ جسم خوفناک نظر آتا ہے۔ اُسی طرح اس محل کا بھی حال ہوگیا۔ کیونکہ محل بمنزلہ جسم کے تھا۔ اور سدّھارتھ اُس کی جان تھا۔ در و دیوار سے اُداسی برس رہی تھی۔ باغ کی حالت شمشان بھومی سے مشابہ تھی۔ پرندوں کے چہچہے ماتمی صدا بن گئے تھے۔ درخت ایسے نظر آتے تھے۔ گویا سب کچھ کھو کر کسی زیادہ رنج دینے والے خیال کے صدمہ سے بے حس و حرکت کھڑے ہوئے ہیں۔

جب راجہ نے دیکھا۔ کہ راجکمار کے چلے جانے پر تمام شہر میں کہرام مچا ہوا ہے اُس نے اپنے دھرم کی طرف خیال کر کے صبر کیا۔ اور ماتم کرنے والوں کو سمجھایا۔ "قسمت پر کسی کا اختیار نہیں ہے۔ جو ہونے والا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ آنے والی آسمانی بلا کسی کے روکے کب رُکی ہے۔ اُس کے سامنے کوئی تدبیر نہیں چلتی۔ تم صبر کرو۔ پنڈت اس کے سوا رشیوں نے یہ بھی پیشینگوئی کی تھی۔ کہ سدّھارتھ پرم گیانی ہو کر جگت کا کلیان کرے گا۔ اس سے زیادہ خوشی کی اور بات کیا ہوسکتی تھی۔ ہم سب اپنی اپنی خودغرضی کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ خودغرضی کے خیال کو دل سے دور کر دو۔ اور یہ سمجھ لو۔ کہ سدّھارتھ سنسار میں چکرورتی راجہ بننے کے

لئے نہیں آیا۔ بلکہ مہاگیانی ہونے کے لئے آیا تھا۔ اُس کی زندگی کا کام ہمارے کاموں سے مختلف ہے۔ تم آپ سچے دل سے اُس کو دُعا دو۔ کہ اُس کے مقصد میں کامیابی ہو"۔

راجہ کی بات سُننے سے اور سب تو خاموش ہوئے۔ مگر گوتمی ماتا کو صبر نہیں آیا اُس کی گود کا لال چھن گیا تھا۔ وہ صبر کیسے کرتی۔ یا روتی ہوئی اُٹھی۔ اور چھنا کے واپس لائے ہوئے لباس۔ ہتھیار اور زیور کو لیجا کر اُس نے محل کے تالاب میں غرق کر دیا ؛

یشودھرا نے جب اپنے شوہر کی خود پسند جلاوطنی کا واقعہ سُنا۔ دھک سی رہ گئی۔ قدرت نے اُس کو پہلے ہی سے اس جدائی کے صدمہ کے برداشت کرنے کے لئے تیار کر دیا تھا۔ پہلے تو وہ خوب روئی۔ پھر پہلے دن کے خواب کے واقعہ کو یاد کر کے کہنے لگی۔ "سفید رنگ کا نورانی بیل کسی کے روکے نہیں رُکا۔ چلا ہی گیا۔ اور اپنے ساتھ اس راج اور راج محل کی رونق بھی لے گیا۔ تقدیر کے سامنے کسی کی پیش نہیں جاتی"۔ اور اُسی وقت اُس نے بھی شوہر کے حالات سُن کر اپنے لمبے کیس خود اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالے۔ زیور اور لباس اُتار دیئے۔ اور پھٹے پُرانے کپڑے پہن کر فقیرانہ وضع بنا لیا۔ اِس دن سے اُس غریب مُصیبت زدہ کی آنکھوں میں دُنیا اندھیری ہو گئی۔ کم بولنا۔ کم کھانا۔ کم سونا۔ اور عورتوں سے کم ملنا یہ اُس کا عمل ہو گیا۔ پلنگ پر سونا ہمیشہ کے لئے موقوف کر دیا۔ صبح اُٹھتی۔ نہائے دھونے کے بعد جسم پر بھبھوتی مل لیتی۔ یہی اُس کا اب سنگار تھا۔ جو اُس کے طرزِ عمل کو دیکھتا۔ رنج سے اُس کی چھاتی پھٹنے لگتی۔ سدھارتھ کی محبت کی یادگار اُس کا لڑکا اُس کی گود میں کھیلا کرتا۔ اور اگر سچ پیارے شوہر کی جدائی کے غم غلط کرنے کا کوئی سامان اُس کے پاس تھا تو وہ صرف یہی بچہ تھا۔ راجہ نے اس کا نام "راہل" رکھا۔ جو حقیقت

میں صفائی تمام تھا +
جب دُند پانی نے یہہ حال سُنا۔ کپل وستو میں اپنی لڑکی کو دیکھنے آیا۔ یہہ نظارہ کسی دُشمن کو بھی دیکھنا نصیب نہ ہو۔ اُس نے اُس کو بہت کچھ تسلّی دی۔ اور ریاضت اور تپ کی زندگی بسر کرنے کے برخلاف ہدایت کی۔ مگر یشودھرا نے اُس کی باتوں کی طرف کچھ دھیان نہیں دیا۔ وہ یاس اور درد کی حرکت کرنے والی مُورتی کی طرح رہا کرتی تھی۔ اور دُنیا کے معاملات اور کام دھندوں کی طرف سے اُس کو بے پروائی سی رہتی تھی۔ عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ "یشودھرا اپنے شوہر کے جیتے جی ہی بیوہ بن گئی ہے۔" اور اس میں کوئی مبالغہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ خُوب سمجھ گئی تھی۔ کہ اب اس جنم میں سدھارتھ اور اُس کے درمیان جورو اور خاوند کے تعلّقات کا خاتمہ ہو گیا ہے +

تیسرا سرگ

راج گرہ کے قیام کے حالات

فکرِ جنت خوفِ دوزخ دونوں تھے وہم و خیال
دام میں ان کے پھنسا جو۔ وہ پشیماں ہو گیا

راج گرہ شہر کے ہر چہار طرف پانچ پہاڑیاں واقعہ ہیں۔ یہہ راجہ بمبسار کی راجدھانی تھا۔ شہر کے ارد گرد کی ہری بھری زمین کی صورت دیکھکر یہہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ خوشی سے ہنس رہی ہے۔ تپتر ستونی ندی اُس کے رقبہ کو سیرچشمی سے سیراب کرتی ہے جا بجا کھجور۔ تاڑ۔ پیپل۔ بڑ۔ جامن۔ اور آم کے درخت کثرت کے ساتھ لگے ہوئے تمام میدان کو باغ کی شکل میں منتقل کر رکھا ہے۔ شہر سے کچھ فاصلہ پر پتوین ہے۔

جس کے درمیان شیل گری پتی بت کا حلقہ گردہ شکوہ کھڑا ہوا دیکھنے والوں کو زبان حال سے کہہ رہا ہے۔ کہ "میں اس مقدس اور پاک زمین کا محافظ ہوں"۔ اس سے زیادہ قابل تعظیم اور قابل پرستش جگہ اور کیا ہو گی۔ کیونکہ یہ رشی راج۔ یوگی راج اور منی راج "شاکیہ سنگھ" کے کچھ دنوں جائے قیام رہ چکی ہے۔ جو معتقد اور سچے انسان اس مقام سے گذرتے ہیں۔ وہ اپنا سر جھکا کر اس کو نمسکار کرتے ہیں ۔

یہاں آکر سدھارتھ کا یہ دستور العمل تھا۔ رات کو گھاس کا پولا بچھا کر اس پر لیٹ رہتا۔ صبح کے وقت نہا دھو کر ہاتھ میں کمنڈل لئے ہوئے بھیکھ مانگنے جاتا۔ اور اس پر گذران کرتے ہوئے رات دن کا باقی وقت تپ اور وچار میں صرف کرتا۔ نہ کسی سے تعلق تھا نہ کسی سے واسطہ! جب وہ وچار میں تن محو ہو جاتا۔ تو گلہری اور چھوٹے پرندے یا تو اس کی گردن اور سر پر بیٹھ جاتے یا اسکے کمنڈل کے نیچے کھچے چاولوں کو چن چن کر کھا جاتے ۔

گرمی اپنی زبردست تپش کے ساتھ آئی۔ میدان کو آتشکدہ بنا گئی۔ مگر سدھارتھ اسی جگہ ویسے ہی بے حس و حرکت پڑا رہا۔ برسات کا موسم آیا۔ موسلا دھار پانی برسا گیا۔ مگر دھیانی اپنے دھیان میں اتنا محو تھا۔ کہ سیلاب آنے کی خبر اس کو آنکھ کے کھلتے وقت ملتی تھی۔ سردی میں برف و پالا پڑتا رہا۔ لیکن موسم کے سرد مہریاں کی اس کو مطلق شکایت نہیں تھی۔ جس کا دھیان اس قدر زبردست ہو۔ اس پر کام کرودھ کا حملہ آور ہونا مشکل ہے۔ رات کو گیدڑ بولتے ہیں۔ شیر گرجتے ہیں۔ مگر دھیانی اپنے دھیان میں مست ہے ۔

قدیم رشیوں کی دنیا میں جب وہ شانتی کی مجسم تصویر بنا ہوا شہر کے گلی کوچے سے نکلتا۔ مرد اور عورت اس کے قدموں پر گر کر کہتے بھگوان! میری [illegible]

کیجیے"۔ مائیں اپنے بچوں کو اُس کے قدموں میں جھک کر نمسکار کرنے کی ہدایت کیا کرتیں۔ اور عورتیں اُس کو بندنا کر کے جلدی سے اُس کا کمنڈل چاولوں سے بھر دیا کرتیں۔ اس کی صُورت سے آسمانی جلال برستا تھا۔ دل میں تمام مخلوقات کی ہمدردی کے خیال کو جگہ دیئے ہوئے جب کبھی حسین اور خوبصورت عورتوں کے درمیان اُس کا گذر ہوتا۔ وہ اُس کو کام دیو اور حسن مجسّم سمجھ کر دیکھنے لگ جاتیں مگر وہ آنکھوں کو نیچی کیے ہوئے آتا۔ اور اپنی راہ چلا جاتا +

شہر سے باہر شہر اور رتناگری کے درمیان کچھ گپھائیں بنی ہوئی تھیں۔ یہاں بہت سے تپسیا کرنے والے سادھو رہتے تھے۔ ان سب کا مقصد شریر کے کشٹ دینے اور کام کرودھ لوبھ موہ کے مارنے کا تھا۔ ان میں سے کوئی یوگی برہمچاری۔ اور سنیاسی تھا۔ اور کوئی بھکشو تھا۔ کسی نے پنچ اگنی تاپ کر اپنا خون خشک کر دیا تھا۔ کسی نے اردھ باہو ہو کر اپنے ہاتھ سُکھائے تھے کوئی کانٹوں کے بستر پر سوتا تھا۔ کوئی جسم پر بھبھوت مل کر اُس کو بدصُورت بنا لیا کرتا تھا۔ بعض بعض سادھو تو پانچ پانچ سو مرتبہ شیو شیو کرتے ہوئے خاص طرح کی شکل بنا کر فاقہ کشی کی اذیت اُٹھایا کرتے تھے۔ ان سب کا یہ عقیدہ تھا۔ کہ جس قدر جسم کو ریاضت سے ایذا پہنچائی جائے۔ اور جتنا ہی اس کو مارا جائے اُتنا ہی زیادہ پھل ملتا ہے +

ایک دن سِدھارتھ اس جگہ سے ہو کر نکلا۔ اور ایک مہنت سے مخاطب ہو کر بولا" بھگون! میں عرصے سے یہاں مقیم ہوں۔ اور سچائی کی تلاش میں ایکانت میں رہ کر وچار کیا کرتا ہوں۔ میں ان بھائیوں (تپسیوں) کو دیکھا کرتا ہوں۔ کہ وہ حد درجہ کی جسمانی تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ زندگی تو خود ہی مصیبت ہے۔ اُس میں اور بھی دُکھوں کے اضافہ کرنے سے ان کی کیا غرض ہے"؟

دھنت نے جواب دیا "شاستروں میں لکھا ہے۔ کہ شریر کے کشٹ دیتے رہنے سے یہ پوتر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بدلے وکینٹھ پراپت ہوتا ہے" سِدھارتھ نے پھر کہا "بادل آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ اور پھر زمین پر برس جاتے ہیں۔ کیا ہوا اگر کوئی شخص اِندراسن پر چڑھ بھی گیا۔ پھر بھی تو اُس کو نیچے گرنا اور بار بار مرنا ہی ہے۔ پہاڑوں کا پانی ندی نالوں کی راہ سے سمندر میں جاتا ہے۔ اور پھر بھاپ بن کر اُوپر چڑھتا اور پہاڑوں پر برستا ہے۔ گنگا جمنا کی روانی اسی طرح کی ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ ایسا بھی تو شاستروں میں لکھا ہے کہ سورگ سے نرک اور نرک سے سورگ میں! یہ چکر ہے جو برابر چلا کرتا ہے۔ محنت کرنے کے بعد کچھ تھوڑی آرام کر لینے پر پھر اُسی محنت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے"

جوگی بولا "ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر افسوس۔ ہم اس تپسیا کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے۔ رات آتی ہے۔ دن جاتا ہے۔ دن آتا ہے رات جاتی ہے یہ شریر کا کھٹا کی طرح ہماری راہ میں اڑنگا بنا ہوا ہے۔ آتما کے لئے ہم یہ کشٹ سہا کرتے ہیں۔ تا کہ دیوتاؤں کے منڈل میں جا کر سُکھ بھوگ سکیں" سِدھارتھ نے زبان کھولی "یہ سب سچ ہے۔ مگر کلپ کا پانتر۔ اور یگ یگانتر کے سُکھ بھی آخر کیا ہیں! زندگی ہر جگہ زندگی ہی ہے۔ چاہے وہ اُوپر ہو یا کسی نیچے کے لوکوں میں ہو۔ وہ ہمیشہ بدلتی ہی رہتی ہے۔ ایک حالت پر کوئی چیز نہیں رہتی۔ کیا تم جس دیولوک کے واسطے تپ کر رہے ہو۔ وہ ناشمان نہیں ہے؟ اور کیا دیوتاؤں کو جنم مرن نہیں ہوتا؟" مہنت نے جواب دیا "دیوتا بھی جنمتے مرتے ہیں۔ صرف برہما میں جنم مرن نہیں ہے"

سِدھارتھ بولا "تم عقلمند ہو۔ پاک ہو۔ صاحبِ دل ہو۔ اِن دُکھوں کے پانسوں کو پھینک کیوں نہیں دیتے۔ کیونکہ جس سُکھ کے خیال سے تم یہ درد برداشت

کر رہے ہو۔ وہ صرف خواب اور خیال ہے۔ آتما کے پاپ سے شریر کو ستانا۔ ہاتھ پاؤں سے لولے لنگڑے ہونا بالکل بے سود ہے۔ تیلی کے بیل کی طرح رات دن چکر ہی کاٹتے رہنے سے کیا حاصل ہے! کیوں ایسا راستہ نہیں تلاش کرتے جس سے گیان کی روشنی نصیب ہو۔ اور ہم ہمیشہ کے لیے اس دُکھ ساگر سے پار چلے جائیں؟ ہنت نے جواب دیا "راجکمار! ہم نے اپنے لیے یہی راہ اختیار کی ہے۔ اور مرتے مرتے۔ جیتے جی ہم اسی پر چلتے رہیں گے۔ اگر تجھ کو اس سے بہتر طریقہ معلوم ہو۔ تو بتا دے۔ ورنہ اپنی راہ لے"۔

راجکمار اُن سے رخصت ہوا۔ مگر دل میں سوچتا جاتا تھا "یہ بیچارے موت کے ڈر سے ڈرتے ہیں۔ ان کو مرنے کا ڈر ہے۔ موت کا خوف کچھ اس طرح ان سے چمٹ گیا ہے۔ کہ یہ زندگی کو بھی پیار نہیں کر سکتے۔ ایسے دیوتاؤں کے خوش کرنے ہی سے کیا حاصل ہے۔ جو آدمی کے سکھ اور ترقی کے حاسد ہیں! یہ تو نرک کی آگ کو اور بھی اپنی آگ سے زیادہ مشتعل کرتا ہے۔ یہ اور کچھ نہیں ہے۔ پاکی کا جنون اور جنون کی پاکی کا خبط ہے۔ ان کو یہ خیال ہے۔ کہ جسم کے ستاتے رہنے سے آتما اس کے قید سے نکل کر خوش رہیگا۔

اس نے پھر آگے کی طرف قدم بڑھایا۔ اور دل میں کہنے لگا "باغ کے خوش نما پھول! تم ان آدمیوں سے زیادہ مبارک ہو۔ جو سورج کی طرف منہ کئے ہوئے نور کو دیکھکر خوش ہوتے۔ اور اپنی میٹھی میٹھی اور بھینی بھینی خوشبو دیتے ہو۔ اور رنگ برنگ کے لباس پہنے ہوئے تم اپنی خوبصورتی میں فرق نہیں آنے دیتے۔ شاندار درخت! تم بھی ان سے زیادہ خوش نصیب ہو۔ کہ سر اونچا کرکے ہواؤں کو پیتے اور قناعت کے ساتھ رہتے ہو۔ اور وقت پر پھولتے پھلتے ہو۔ ان درختوں پر بسیرا لینے والے مینا۔ طوطا۔ بلبل۔ فاختہ۔ کبوتر۔ اور دوسرے قسم کے

پرندو! تم بھی نسبتاً بہتر ہو۔ نہ اپنی ضرورتوں کو بڑھاتے۔ نہ کسی کو محسوس کرتے۔ افسوس انسان کس لیئے ہے۔ جو تم کو مارتا ہے۔ اور اپنی عقل پر بے جا ناز کرتے ہوئے اُس عقل کے دامن کو تمھارے خون کے دھبوں سے رنگین کرتا ہے۔ اور پھر اپنی باری پر اپنے جسم۔ دل اور دماغ کو صدمہ پہنچا کر خود ہی تپسیا کے فرضی اور فریب دینے والے نام سے دُکھ اُٹھاتا رہتا ہے +

چوتھا سرگ

بے زبانوں کی حمایت اور وکالت

دردِ دل کے واسطے پیدا ہوا ہوں میں یہاں
سچے دِل سے اِس لیئے ہمدردِ انساں ہو گیا

یوگی سے رُخصت ہو کر راجکمار پہاڑی سے نیچے اُترتا دیکھتا کیا ہے۔ کہ سامنے کی طرف سے بھیڑ اور بکریاں چلی آرہی ہیں۔ اور راجگرہ کی طرف جا رہی ہیں۔ اُنکے چلنے سے گرد اُٹھتی ہے۔ اس کو بھی ان کے ساتھ چلنے کا شوق ہوا۔ بکریاں جہاں گھاس کے تنکے یا چھوٹے پودے دیکھتی تھیں فوراً اُس پر منہ مارتی تھیں۔ پانی کا گڈھا نظر آیا نہیں۔ کہ وہ اُس کی طرف رجوع ہوئیں نہیں۔ اگر ایک بھیڑ کسی سمت کو چل نکلتی ہے۔ تو دوسری بھی اُسی دم اُس کی پیروی کرتی ہیں۔ یہی بھیڑیا دھسان چال کہلاتی ہے۔ انسان کے بھی دھرم کرم اور طرز معاشرت میں ایسی اندھا دھند پیروی کے خبط کا آئین جاری ہے۔ سوچنے والے کم ہوتے ہیں۔ نادان مُقلّد اور نقل کرنے والے سب ہی جگہہ بکثرت نظر آتے ہیں +

کسی کسی بکری اور بھیڑ کے ساتھ میمنے (بچّے) بھی ہیں۔ ایک بکری کا بچّہ بہت

چھوٹا تھا۔ وہ گلہ کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا۔ ماں جب ذرا آگے بڑھ جاتی میمنا۔
ممیانے لگتا اور پھر اُس کو ٹھہرنا اور بچے کو ساتھ لیکر چلنا پڑتا تھا۔ گڈریئے کو یہہ
حرکت پسند نہیں تھی۔ وہ ان کو جلد ہانک کر لیجانا چاہتا تھا۔ سدھارتھ نے بچے
کی بے بسی اور اُس کی ماں کی بے کسی دیکھی۔ بیچے رحم اور محبت کا دریا دل میں جوش
مارنے لگا۔ اُس نے بے زبان بکری سے مخاطب ہو کر کہا "غم نہ کر۔ میں تیرے بچے
کو اپنی پیٹھ پر لاد کر لے چلوں گا۔ اور جہاں تو جائے گی۔ وہاں ہی میں بھی تیرے
ساتھ رہوں گا۔ کیونکہ میں سمجھ گیا ہوں کہ کسی جانور کے رنج کے بوجھ کا ہلکا کرنا
سکھ کے پوجاریوں کی منتی گانے اور گپھاؤں نے تپسیوں کی تپسیا کرنے سے بدرجہا
بہتر ہے۔ یہہ کہکر اُس نے ناچار اور کمزور بچہ کو گود میں اُٹھا لیا۔

پھر وہ اُس گلہ کے گڈریئے سے مخاطب ہوا "دوست! تم کہاں جا رہے ہو
شام کا وقت قریب ہے۔ ایسے وقت میں اِن کو تھان پر باندھنا ہی مناسب سمجھا
جاتا ہے" گڈریا بولا "راجہ کا حکم ہے۔ سو بکری اور سو بھیڑ فوراً محل میں پہنچا دو۔
اس وجہ سے میں ان کو لئے جا رہا ہوں" شاہزادہ نے پوچھا "مگر وہ اتنے بھیڑ بکری
لیکر کیا کرے گا؟" جواب دیا گیا "آج رات کو دیوتاؤں کی پوجا ہے۔ اور ان سب کا
بلیدان ہوگا" راجکمار بولا "اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں" یہہ کہکر کپی
نے بچہ کو گود میں لئے ہوئے وہ بھی راجدھانی کی سمت اِن معصوم بے زبانوں
کے ساتھ روانہ ہوا۔

سورج غروب ہونے پر آیا تھا۔ اور اُس کا گولا اور طلائی رنگ دریائے سون
کے صاف شفاف پانی میں منعکس ہو رہا تھا۔ راجہ کے آدمی بھیڑ بکریوں کا انتظار
کر رہے تھے۔ اِن کو دیکھ کر وہ خوش ہوئے۔ مگر جب اُن کی نظر سدھارتھ پر پڑی
وہ سخت حیرت میں آئے۔ بازار والوں نے خرید و فروخت بند کر دیا۔ کوئی سونا

جولاہے۔ صرّاف۔ بنئے۔ بقال۔ سب اپنا اپنا کام چھوڑ کر اس کو دیکھنے لگے۔ دروازوں کے آڑ میں کھڑی ہوئیں عورتیں ایک دوسرے سے پوچھنے لگیں "یہ کون شخص ہے۔ جو یگیہ پشو کو اٹھائے ہوئے چلا آرہا ہے۔ اس کی صورت سے شانتی اور پاکی کا اظہار ہو رہا ہے! یہ کہاں سے آیا ہے! ان کی آنکھیں کیسی خوبصورت ہیں۔ اس کی قومیت کیا ہے! کہیں یہ شک یا دیوراج تو نہیں ہے" دوسروں نے کہا "یہ وہ پاک اور پتّیہ آتما سادھو ہے۔ جو رشیوں کے ساتھ پہاڑی پر رہتا ہے" اور سب لوگ تو اس کو دیکھ کر طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ مگر وہ اپنے اس ایک خیال میں محو تھا "افسوس! سنسار کے تمام پرانی بھیڑیں بھیڑ اور بکریاں ہیں۔ ان کا کوئی رکھوالی کرنے والا گڈریا نہیں ہے۔ اور وہ اندھوں کی طرح موت کے قصائی کی چھری پر گرنے کے لئے آپ اندھیری رات میں بھٹک کر چلی جا رہی ہیں"۔

شہر میں اس کے آنے کی خبر پھیل گئی۔ مخبروں نے راجہ کو خبر دی "مہاراج! ایک جوگی آپ کے بلدان کے لئے بھیڑ اور بکریوں کا گلہ ساتھ لئے ہوئے آیا ہے"۔ راجہ یگیہ شالا میں سفید کپڑے پہنے ہوئے پروہتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ برہمن وید کے منتر پڑھے جا رہے تھے۔ آگ گھی کی آہوتی کے پڑنے سے خوب جل رہی تھی۔ اور اس کی بے شمار زبان سے ایک قسم کی آواز آ رہی تھی۔ جو حریص انسان کی ہوس کی صداؤں سے مشابہ تھی۔ جتنا ہی گھی اور دھوپ زیادہ سرپُتا تھا۔ اتنا ہی سنناتی ہوئی وہ اوپر اٹھتی تھی۔ اندر۔ ورن۔ برہسپتی وغیرہ ویدک دیوتاؤں کے نسبت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ایسے بلیوں سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اسی یگیہ کی ویدی کے سامنے ذبح کئے ہوئے جانوروں کا خون بہہ رہا تھا۔ پروہت شیاشب ایک کے بعد دوسرا بکرا۔ بھیڑ ذبح کر رہا تھا۔ اور ساتھ ہی منتر پڑھتا ہوا یہ بھی کہتا

جا رہا تھا" یہہ قربانی راجہ بمبسار کی طرف سے دیوتاؤں کے لئے ہے۔ اور دیوتا پرسن ہو کر راجہ کے پاپ کو چھما کر دیں گے"۔

سِدّھارتھ بھی اُسی وقت وہاں آپہنچا۔ آنکھوں میں آنسو بھر کر اُس نے بمبسار سے کہا "مہاراج! اس معصوم بے زبان کے قتل سے باز رہیئے"۔ یہہ کہکر اُس نے خود ہی اُس کے گلے کا رسّا توڑ دیا۔ اور وہ اُچھلتا کُودتا۔ کنوتیاں بھرتا ہوا یہہ جا وہ جا وہاں سے بھاگ گیا۔ مگر کسی کی ہمت نہیں پڑی۔ کہ اُس کو روکتا۔ فقیرانہ صورت میں سچے روحانی بادشاہ کا جلالی رُعب وداب اُس میں نمایاں شکل میں موجود تھا اور تب اُس نے راجہ سے مخاطب ہو کر اور اس سے اجازت لے کر یہہ باتیں کہیں "جان لینا سہل ہے۔ مگر جان دینا مشکل ہے۔ جان چھوٹے بڑے اعلےٰ ادنےٰ سب کو پیاری ہے۔ سب اس کو بچانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے بچانے میں سب کو خوشی ملتی ہے۔ سب پر دیا (رحم) کرو۔ دیا بہت بڑی برکت ہے۔ دیا کرنے سے دُنیا کمزوروں کے لئے ملایم اور طاقتوروں کے لئے شاندار ہو جاتی ہے۔ راجن! تُم اپنے پاپوں کے لئے دیوتاؤں سے چھما مانگتے ہو۔ کیا یہہ معافی خونریزی کرنے سے مِل سکتی ہے۔ اور کیا معصوم کا خون گرانا خود پاپ نہیں ہے اگر آپ اپنے گناہوں کے لئے معافی چاہتے ہو۔ تو سب سے پہلے ان غریب بیزبانوں کو معاف کرو۔ اور ان کے لئے تُم خود دیوتا بن جاؤ۔ کیونکہ جن کے دل میں دیا ہوتی ہے۔ وہی سچے معنی میں دیوتا کہلاتے ہیں۔ تمام جانداروں کی زندگیوں میں یکسانیت ہے۔ سب باہمی زندگی کے رشتوں سے گُتھے ہوئے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ جن کو آج کے دن آپ نے ذبح کیا ہے۔ وہ آپ کو دُودھ اور اُون کی خراج دیتے رہے ہیں۔ راجہ ہو تو اپنا خراج لو۔ خون کا خراج کوئی راجہ

نہیں لیتا۔ ہنسا سب سے بڑا پاپ اور اہنسا سب سے بڑا پنیہ ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ شاستروں میں لکھا ہے۔ کہ جیو کرموں کے موافق کبھی پرند۔ کبھی چرند اور کبھی درند ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر بلدان کا کرنا اور بھی پاپ ہے۔ کیا کوئی شخص اپنے پاپ کو خون سے دھو سکتا ہے؟ یا نہ خون سے دیوتا ہی راضی ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ نیک ہیں۔ جو خون کی رشوت سے دیوتاؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مہا پاپی اور بُرے آدمی ہیں۔ معصوم جانوروں کے گلے پر جو شخص بے رحمی کی چھُری چلاتا ہے۔ وہ اپنے اس بدفعلی کا سخت ذمہ وار ہے۔ جو شخص کرم کرتا ہے اُس کی جواب دہی اُسی کے متعلق ہوتی ہے۔ سزا جزا کا قانون علم ریاضی کے اصول کی طرح جنچا تُلا۔ صحیح اور سچا ہے۔ اس میں کوئی شخص کمی بیشی یا ردّوبدل نہیں کرسکتا۔ بُرے کرموں کی بُری سزا مقرر ہے۔ من۔ بچن۔ کرم سے کسی کو بھی دُکھ نہ دو۔ اپنے عادات۔ حرکات۔ قول۔ فعل اور خیال کی نگرانی کرتے رہو۔ حال میں جیسے کرم کئے جائیں گے۔ مستقبل میں اُس کا ویسا ہی پھل ملیگا"

یہ سدھارتھ کی دُنیا میں پہلی تقریر تھی۔ پروہتوں نے شرم سے اپنے خونیں ہاتھ کپڑوں سے چھُپا لئے۔ راجہ ہاتھ باندھے ہوئے اُسکے قریب آیا۔ ڈنڈوت پرنام کیا اور رحم کے سچے بادشاہ نے پھر اپنی تقریر کا سلسلہ شروع کیا" اگر لوگ انصاف کا خیال رکھتے۔ زندگی کی عزت کرتے۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آتے۔ کھانے پینے میں پاکی کا لحاظ رکھتے۔ صرف اناج اور پھلوں پر گذران کرتے اور صرف ندی نالے۔ تالاب۔ کنوئیں اور چشموں کا خالص پانی پیتے۔ تو یہ دُنیا خود بہشت کا نمونہ بن جاتی"

یہ تقریر کسی زبانی جمع خرچ والے اُپدیشک کی نہیں تھی۔ سدھارتھ اُس کا مجسّم رُوپ تھا۔ اِس لئے جس نے اُس کو سُنا۔ وہی اُس کے زیرِ اثر آگیا۔ پروہت

شرمائے۔ یگیہ شالا کی آگ اُسی وقت اُٹھا کر پھینک دی۔ ذبح کرنے والے کھڑگ زمین میں گاڑ دیئے۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ راجہ نے اس واقعہ کے دوسرے ہی دن اپنی سلطنت میں اعلان کرا دیا کہ "راجہ کی خوشی اس بات میں ہے۔ کہ کوئی شخص یگیہ کے لئے یا غذا کے لئے کسی معصوم اور بے زبان جانور کو ہلاک نہ کرے کیونکہ گوشت کھانے سے اصلی گیان اور روحانیت کے حصول میں نقص واقع ہوتا ہے اس انسان کی یہہ سخت بے رحمی۔ بے انصافی اور سنگ دلی ہے۔ کہ وہ گوشت کھائے سب کی زندگی ایک جیسی ہے۔ جو رحم کرے گا۔ اُسی پر رحم کیا جائے گا۔ دیا ہی دھرم ہے۔ اور اہنسا پرم دھرم کہلاتا ہوا دیا کا اصلی روپ ہے" اور اس حکم کے موافق مگدھ دیش کی سلطنت میں گنگا کے کناروں کے ہر دو طرف شانتی۔ دھرم۔ اور دیا کی سلطنت قایم ہوگئی۔ اور انسان نے جانوروں کا ستانا ایک لخت موقوف کر دیا +

پانچواں سرگ

کرشا گوتمی کو اُپدیش

گلشن دل آنکھ کی نہروں سے تھا سیراب پر
خشک جب یہ ہو گئیں تب وہ بیاباں ہو گیا

دریا کے کنارے۔ بدھا جارہ کے قریب ایک نوجوان خوبصورت آنکھوں والی عورت۔ روتی چیختی۔ اور چلاتی۔ اور اپنے گود سے ایک چھوٹے بچے کی لاش چمٹائی ہوئی نظر آئی۔ اُس نے بدھ سدھارتھ کو دیکھ کر نمسکار کرنے کے لئے ایک ہاتھ اونچا کیا۔ "درسن آو۔ بھگوان! شاید تم وہی ہو جس کی نسبت مجھ کو خبر دی گئی تھی۔ آئیں۔

اگست سنہ ۱۹۱۶ء

گولر کے درخت کے نیچے رہتی ہوں۔ میرے ایک لڑکا تھا۔ درختوں کے آڑ میں ایک سانپ بیٹھا ہوا تھا۔ لڑکے تو لڑکے ہی ہوتے ہیں۔ سانپ کو دیکھ کر وہ ہنسا اور اُس کو چھیڑ بیٹھا۔ سانپ اُس کی کلائی سے لپٹ گیا۔ اور اپنی زبان سے اُس کو چھُو دیا۔ بچہ پیلا اور بے حس و حرکت ہوگیا۔ مَیں نہیں جانتی۔ اُس کی کیوں یہ حالت ہے! نہ وہ کھیلتا ہے۔ نہ میری چھاتی سے مُنہ لگاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے "یہ بیمار ہے"۔ اور کسی کی رائے میں "یہ مرجائے گا"۔ مَیں کیا کروں۔ اپنے بچے کو میں چھوڑ نہیں سکتی۔ کئی آدمیوں کے پاس گئی۔ کہ کوئی کسی تدبیر سے اس کی حالت درست کردے اور یہ کھیلنے کُودنے لگے۔ مگر کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ مجھ کو کہتے ہیں "یہ پاگل ہوگئی ہے"۔ ایک شخص نے مجھے بتایا۔ کہ پہاڑی پر ایک پاک رشی رہتا ہے۔ اُس کے بدن پر گیروا بستر ہے۔ اگر وہ چاہے۔ تو اس لڑکے کو اچھا کرسکتا ہے۔ مَیں یہ سُن کر تمہارے پاس آئی ہوں۔ تمہاری پیشانی دیوتاؤں کی طرح چمک رہی ہے۔ تُم اس کو اچھا کردو"۔

سدھارتھ نے اس عورت کو بغور دیکھا۔ واقعی اُس کی عقل میں فتور آگیا تھا وہ ہوش میں نہیں رہی تھی۔ مگر شہزادہ نے نہ اُس کو اور آدمیوں کی طرح پاگل اور مخبوط الحواس کہا۔ اور نہ اُس کے ساتھ نفرت یا کراہیت ظاہر کی۔ بلکہ رحم، محبت اور سچی ہمدردی کی نظر سے دیکھتے ہوئے اُس کی گود کے بچے کے سر سے کپڑے کو کھسکایا۔ نبض پر ہاتھ رکھا۔ وہ بے جان ہوگیا تھا۔ جسم بالکل ٹھنڈا پڑگیا تھا۔ لیکن اس کے دل نے یہ گوارا نہیں کیا۔ کہ وہ اس عورت کو کہے۔ کہ "تیرا لڑکا مرگیا ہے"۔ بالعوض اس کے اُس نے اس طرح کہا "بہن! یہ اچھا ہوسکتا ہے لیکن تُو کسی ایسے گھر سے ایک تولہ رائی لادے جس میں کوئی آدمی کبھی نہ مرا ہو۔ اور مَیں اس کا علاج کروں گا"۔

اس عورت کا نام کرشا گوتمی تھا۔ وہ مُردہ بچہ کی لاش کو گود سے چمٹائے ہوئے گانوں میں گئی۔ اور اپنا حال سُنا کر رائی کی درخواست کی۔ غریب بمقابلہ دولتمندوں کے غریبوں پر زیادہ مہربانی کرتے ہیں۔ ایک عورت اپنے گھر میں دوڑی ہوئی گئی۔ سیاہ رائی کا دانہ لے آئی۔ اور محبت سے اُس کو دینے لگی۔ مگر کرشا گوتمی نے پُوچھا "بہن! رائی کا دانہ ایسے گھر کا ہونا چاہیئے۔ جس میں کوئی مرا نہ ہو" عورت بولی "بہن! تو یہ کہتی کیا ہے! دنیا میں تجھ کو کہیں ایک بھی ایسا گھر نہ ملیگا۔ جس میں ماں باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ شوہر نہ مرا ہو۔ مُردہ بہت اور زندہ کم ہیں" وہ مایوس ہو کر دوسرے گھر گئی۔ رائی تو حاضر کی گئی۔ مگر ابھی شتما ہی کے اندر بیٹے کی وفات کی خبر سُنائی گئی۔ تیسرے گھر کی ماں مر گئی تھی۔ چوتھے گھر کی رائی اُس شخص کے ہاتھ کی بوئی ہوئی تھی۔ جس نے ابھی حال میں دُنیا سے کوچ کیا تھا۔ الغرض اس مُصیبت زدہ اور رنج سے خاطر پریشان عورت کو ایک بھی گھر ایسا نہیں ملا۔ جس میں کوئی نہ کوئی مرا نہ ہو +

وہ پریشان ہو کر گانوں کے باہر آ گئی۔ بچے کی لاش کو زمین پر لٹا دیا۔ مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ اُس کی نظر گھروں کے چراغوں پر گئی۔ جو جھلملاتے ہوئے ٹمٹما رہے تھے۔ اور بُجھ بھی جاتے تھے۔ جیوں جیوں رات گذرتی گئی۔ یہ چراغ یکے بعد دیگرے گُل ہوتے گئے۔ اب جا کر اُس کی آنکھ کھلی۔ اور انسانی زندگی کی ناپائیداری کا نقشہ اُس کے سامنے کھل گیا۔ آسمان کے تارے پورب سے پچھم کی طرف جاتے ہوئے زبان حال سے اُس کو سناتے جاتے تھے۔ کہ یہاں جو آیا ہے وہ ضرور جائے گا۔ ایک حالت پر کوئی نہیں رہ سکتا۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا "میں کیسی خود غرض ہوں۔ جو اپنے بچہ کی موت پر اس قدر دکھ اُٹھا رہی تھی ہوں۔ یہ تو مر گیا ہے۔ موت زندگی کے لئے لازمی شئے ہے۔ یہ

بربادی کی جگہ ہے۔ یہاں دائمی زندگی کی اُمید کرنا سخت غلطی میں داخل ہے" +
لاش کو اُس نے زمین کے نیچے دفن کر دیا۔ اور رشی کے تلاش میں اِدھر اُدھر گھومنے لگی"۔ واجگرہ میں اُس کا پتہ لگا۔ وہ آئی۔ ساشٹانگ ڈنڈ پرنام کیا۔ اور سِدھارتھ نے اس بے رحم اور مہربانی کے لہجہ میں پوچھا" کِشا گوتمی بہن! کیا تو رائی لائی ہے"؟ اس نے جواب دیا" بھگوان! میں گھر گھر ماری پھری۔ مگر ایک بھی ایسا گھر نہیں ملا۔ جس میں کوئی نہ کوئی مرا نہ ہو۔ میں اپنے بچّہ کو چھوڑ آئی۔ موت زندگی کی لازمی شرط ہے۔ اس وقت صرف آپ کے درشن کرنے کی نیت سے یہاں آئی ہوں۔ میں سمجھ گئی۔ کہ میرا لڑکا مر گیا ہے۔ لوگ کہتے تھے۔ مگر میں دُکھ کے وجہہ سے اُن کی بات نہیں سمجھ سکتی تھی"+

سِدھارتھ نے کہا" بہن! جو دُکھ کا مرہم میں تجھ کو دینا چاہتا تھا وہ تجھے مل گیا۔ کل وہ جس کو تو پیار کر رہی تھی۔ تیری گود میں مُردہ تھا۔ آج تجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ تمام دُنیا تیرے ہی دُکھ سے ماتم کر رہی ہے۔ کون ایسا شخص ہے۔ جو اس موت کے درد سے آبدیدہ نہیں ہے۔ جس رنج میں سب شریک ہوں وہ اس قدر بھاری نہیں معلوم ہوتا۔ اگر تیرے آنسو پونچھنے کی طاقت ہوتی۔ تو میں آج اپنا خون تیرے واسطے گرا دیتا۔ اور اُس راز سے واقفیت پیدا کر لیتا۔ جو محبت کے لئے زہر ہو رہا ہے۔ پھول اور چراگاہ۔ انسان اور حیوان بڑے اور چھوٹے سب ہی اس کے پنجہ میں ہیں۔ اور اسی کے جاننے کے لئے میں گھر سے باہر نکلا ہوں"۔ سِدھارتھ چُپ ہو گیا۔ اور گوتمی اُس کو نمسکار کر کے چلی گئی[1]+

---

[1] کہتے ہیں بعد میں بُدھ کے نروان پراپت کرنے کے بعد یہ اُن کے شرن میں آ گئی تھی +

چھٹا سرگ

راجہ بمبسار سے بات چیت

میری وحشت کی ترقی دیکھ کر سب دنگ سے تھے
گھٹ گئی زنجیر پا اور تنگ زنداں ہو گیا

دوسرے دن سدھارتھ ہاتھ میں کمنڈل لئے ہوئے راجگرہ کے گلی کوچوں میں بھیک مانگنے گیا اور شہر سے آکر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنی بھوک رفع کی۔ اُسی وقت راجہ بمبسار اُن سے ملنے کے لئے آیا۔ اور ڈنڈوت پرنام کرنے کے بعد بولا۔ شرمن! میں نے آپ کے حسب و نسب سے واقفیت حاصل کر لی ہے۔ آپ کے ہاتھ اس قابل ہیں۔ کہ وہ شاہی عصا کو زینت دیں۔ اُن کا زیور کمنڈل نہیں ہو سکتا۔ مجھ کو آپ کی جوانی پر ترس آتا ہے۔ اگر آپ شاہی نسل سے نہ بھی ہوتے تب بھی میں آپ سے درخواست کرتا۔ کہ میرے ساتھ راجگرہ میں قیام کیجئے۔ اور اپنی صلاح۔ تجویز۔ اور ہدایت سے اس ملک کو خوشحال بنائیے۔ اب چونکہ مجھ کو اصل حال معلوم ہو گیا ہے۔ میں نہایت تعظیم کے ساتھ آپ سے عرض کرتا ہوں۔ کہ یہاں ہی ٹھہریئے۔ دولت سے منہ موڑنا۔ اور اس طرح سچے کشتری پنا کے دھرم کو چھوڑ دینا آپ کے شایاں نہیں ہے۔ میرے کوئی اولاد نہیں ہے میرے بعد آپ اس سلطنت کے وارث ہونگے۔ اور آپ کی برکت اور دانشمندی سے مگدھ دیش آباد رہیگا"

سدھارتھ نے جواب دیا "مہاراج! جن چیزوں کی آپ مجھ کو رغبت دلاتے ہو۔ اُن کی میرے باپ کے یہاں کمی نہیں تھی۔ میں جس شئے کی تلاش میں باہر نکلا ہوں۔ جب تک وہ میرے ہاتھ نہ آجائیگی۔ میں بھول کر بھی اور کسی طرف دھیان

نہ دونگا - دیس ویبا نتر کا راج تو ایک طرف رہا - اگر اِندر اپنی سلطنت معہ محل اور شہر کے میرے حوالے کرے - اور دیولوک کی دیویاں میری اُلفت کا دم بھریں تب بھی تو میں اس ارادہ سے باز نہیں آؤں گا - مَیں دھرم کی سلطنت کی بُنیاد ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہوں - مَیں گیا تک جاؤں گا - وہاں رِشیوں سے تعلیم پانے کا خیال یہ علم شاستروں اور تپ ورت اور سنجم سے نہیں ملتا - اور نہ کمزور جسم اور بھوک پیاس سے ستائے ہوئے آدمی اُس کو پا سکتے ہیں - اُمید ہے یہ میرے حصہ میں آ جائیگا اُس وقت مَیں پھر آپ کے پاس آؤں گا - اور جو پریم کہ اس وقت آپ دکھاتے ہیں - اُس کا بدلہ دونگا" ۔

بمبسار نے اُپدیش پانے کی خواہش ظاہر کی - اور سِدھارتھ نے اِس طرح اُس کو سمجھایا :- دان کا پھل بہت بڑا ہے - دان ہی بہت بڑی دولت ہے - جو شخص دان دیتا ہے - اُس کو کبھی پشیمانی نہیں ہوتی - لیکن جو دولت اور خزانہ اکٹھا کرتا ہے وہ پچھتاتا ہے - اور اُس کی زندگی کا انجام بخیر نہیں ہوتا - اِس خیال سے آپ دان دینے کی عادت ڈالئے - کام (شہوت) کی یہ کیفیت ہے - کہ وہ بچھوں کی طرح روز ہاتھ پاؤں نکالتا ہوا بڑھتا رہتا ہے - یہی حال ہوس اور حرص کا ہوتا ہے - اور اِن کا مارا ہوا آدمی تفکرات سے ہر وقت گھرا رہتا ہے - دل کو پاک رکھو - دل کا پاک ہونا سورگ میں رہنے سے بھی زیادہ اچھا ہے - اگر دل پاک ہے - تو پھر اِس کی عظمت کا مقابلہ دنیا کی تمام سلطنت بھی نہیں کر سکتی - جو ہر وقت راج کے فکر - دولت کے غم اور رعیت کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں - اُن کو ہر وقت اِن ناپائیدار چیزوں کے چھن جانے کا ڈر لگا رہتا ہے - جہاں خوف اور شرم ہوتے ہیں - وہاں سچائی نہیں رہتی ہے - جب آدمی مر جاتا ہے تو سونا چاندی ساتھ جاتا ہے نہ تاج شاہی - ایسی حالت میں راجہ کو

تھا۔ اور لوگ ودیا کی بھی سمجھ رکھتا تھا۔ اسی طرح راجہ کے بیٹے رُدرک کے سات سو شاگرد تھے۔ اور ان سب کو وہ شاستر پڑھایا کرتا تھا۔ بدھا رتھ ان دونوں پاس رہا۔ ان کی باتیں غور سے سنتا رہا۔ مگر اصلیت اُن کو بہت دُور پایا۔ یہ آتما کے اہم بھاو پر بہت زور دیتے تھے۔ اور پانچ گیان اندری آنکھ۔ ناک۔ کان زبان اور چمڑہ کا درشٹا (دیکھنے والا شاہد) ان کی دانست میں آتما ہے جس کی سمجھ ایسے جملوں مثلاً میں جانتا۔ میں سمجھتا۔ میں آتا۔ اور میں جاتا ہوں۔ میں پوشیدہ رہتی ہے۔ اسی میں کو وہ آتما کہتے تھے ؎

رُدرک[1] نے ان کو سمجھا کر کہا۔ آتما کیا ہے؟ آتما یہ شریر نہیں ہے۔ یہ آنکھ۔ ناک کان۔ زبان۔ ذہن میں سے کوئی بھی آتما نہیں ہے۔ بلکہ ناک کے اندر رہکر سونگھنے والا۔ زبان کے اندر رہکر ذائقہ لینے والا۔ آنکھ کے اندر رہکر دیکھنے والا۔ کان کے اندر رہکر سننے والا۔ اور چت کے اندر رہکر سوچنے والا جو میں ہے۔ اور جو ہاتھ پیر کو حرکت دیتا۔ اور سب کو قاعدہ میں رکھتا ہے۔ وہی آتما ہے۔ جو اس تعلیم پر وشواس نہیں رکھتے۔ وہ غلطی میں پڑے ہیں۔ کیونکہ اس سے بہتر اور بڑھکر کوئی سچائی نہیں ہے۔ اور نہ اس کے سوا نجات کا کوئی طریق ہے۔ اگر اس سے تعلق نہیں پیدا کیا گیا۔ تو پھر شک شبہات اور بد اعتقادی کی کوئی انتہا نہ رہے گی یہ آتما کے پاک کرنے کا یقینی طریقہ ہے۔ دُنیا سے الگ تھلگ رہکر فقیرانہ زندگی

---

[1] ناظرین ان مسائل پر غور کریں۔ یہ سب ویدانتیوں کے مسلمہ مسئلے ہیں۔ ویدانت بُدھ بھگوان سے پہلے موجود تھا۔ انہوں نے اس کو بلا کر وضاحت کی مانجھا دی ہے۔ یہ ویدانتی آج کل کی طرح پہلے بھی واچک گیانی زیادہ تھے۔ بودھ عامل تھے۔ ان کے درمیان یہ فرق ہے۔ ویدانت اور بُدھ دھرم کے فلسفہ میں بہت ہی نسبت عجیبہ ہے۔ جو صرف غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے۔ دونوں قریب قریب یکساں ہیں۔ اور ایک ہی اصول کی دو شاخیں ہیں۔

بسر کرو۔ بھکشا مانگ کر گذارہ کرو۔ خواہشات کو دل سے نکال دو۔ اور تمھاری نجات ہو جائے گی۔ یہ آتما ست ہے۔ اس کے سوا اور سب است ہے۔ اسی کے وچار کرنے اور اسی پر وچار کرتے رہنے سے شونیہ اوستھا کا انبھو ہوگا۔ اور آتما کی حقیقت سمجھ میں آئے گی۔ جس طرح مونج والے سرکنڈے سے اس کی تیلی علیحدہ رہتی ہے۔ ویسے ہی آتما اس جسم سے نیارا ہے۔ اور جس طرح جنگلی چڑیا پنجرے کو توڑ کر اڑ جاتی ہے۔ ویسے ہی جسم سے علیحدہ ہو جانے پر مکتی ملتی ہے۔ آتما کا جسم کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو جانا ہی مکتی ہے۔ اور جن کو ان باتوں میں یقین ہے۔ وہی اس گیان کو پا سکتے ہیں۔ اور اس کے ادھکاری ہیں"۔

ستیارتھی نے اس گورو سے کہا "بھگون! جب 'میں'[۱] رہ گیا۔ اور 'اہم بھاو' (میں پنے) کی علت نہیں گئی۔ تو پھر مکتی کیسے اور کس کی ہوئی؟ اصلی بندھن تو یہ 'میں' پنا ہی ہے۔ اور آپ اسی 'میں پنے' ہی کے 'اہم بھاو' (اہم برہما آسمی) کو مضبوط کرا رہے ہو۔ پھر نجات کہاں ہوئی۔ گن اور گنی (یعنی صفت اور موصوف) گو کہنے اور سننے کے لئے دو شے ہوں۔ لیکن اصل میں وہ دو کہاں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ آگ گرمی سے مختلف ہے۔ اور آگ اور گرمی دو چیزیں ہیں۔ لیکن کیا آپ آگ کو گرمی سے اور گرمی کو آگ سے جدا کر سکتے ہو۔ اس کو ذرا مسلسل طور پر اپنے سمجھئے اور غور کرتے جایئے۔ تو آپ کو اس خیال کی غلطی معلوم ہو جائے گی"۔

"یہ انسان خود کیا ہے؟ کیا یہ مختلف اعضا کا مجموعہ نہیں ہے؟ اور کیا یہ ایک

[۱] ویدانتی جس کو آتما کہتے ہیں۔ اور جو اہم بھاو کی مراد ہوتا ہے۔ بودھ اس کو انتہ کرن مانتے ہیں اور آتما کو نا سمان سمجھتے ہیں۔ یہاں صرف لفظی جھگڑا ہے اور کچھ نہیں۔ اس کی وضاحت اُن لوگوں کو خوب ہو گئی ہوگی۔ جنہوں نے ہمارے دگیان درشنا این کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ اب جو کچھ بات باقی رہ گئی ہے۔ وہ اس دگیان بودھاین میں صاف ہو جائے گی۔

ایک عضو مختلف اجزا کے مجموعے نہیں ہیں! آتما بطور خود کوئی منفرد شے نہیں ہے۔ بلکہ وہ مرکب چیز ہے۔ پہیئے۔ اڑے۔ رسّی۔ وغیرہ کو ملا دو۔ تب رتھ ہے۔ سب حصّوں کو جُدا جُدا کر دو۔ پھر رتھ نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جس کو آدمی "میں" کہتا ہوا آتما کا نام دیتا ہے۔ وہ بھی مختلف اجزا۔ حِس۔ خیال۔ جذبات اور ادراک کا مجموعہ ہے۔ انھیں اجزا کو سکندھ کہتے ہیں۔ اس نظر سے آپ کا یہ آتما سوا ء سکندھوں کے اور کچھ نہیں ٹھہرتا۔ من ہے۔ حِس ہے۔ خیال ہے۔ ادراک ہے اور سچائی ہے اور من سچائی ہے۔ اس سے انکار نہیں ہے۔ مگر یہ سب کے سب منفرد نہیں ہیں۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ آتما کوئی ایسی چیز ہے۔ جو جسم و من کے آگے یا پیچھے یا باہر ہے۔ اور ان سب سے بالکل مختلف اور علیٰحدہ شے ہے اُس کو ابھی تک چیزوں کا گیان اور چیزوں کی ماہیت کا اصلی علم نہیں ہوگا۔ آتما کی تلاش کا مسئلہ ہی غلط ہے یہ گمرہی کی ابتدا ہے۔ جو غلط راستے میں ڈال دیگی۔ اور سچا اور صحیح گیان نہ ہونے پائیگا"۔

"بندھن کی جڑ تو "میں" ہی ہے۔ یہی آدمی بندھن میں رہتا ہے جب اس طرح کہا کرتا ہے کہ "میں بڑا ہوں"۔ "میں نے کام کیا ہے"۔ اور یہ "میں" معقول بینی۔ معقول پسندی اور معقول روی کے راہ میں کانٹا ہوتا ہے۔ اس کو ترک کر دو۔ تب ممکن ہے۔ کہ اُس اصلیت کا کچھ پتہ لگے۔ جس کی میں تلاش کر رہا ہوں۔ کسی صحیح الفہم کے ذہن میں "میں ہوں گا یا میں نہ ہوں گا" کا خیال کر گذرتا ہے"۔

"یہ اہم کیا کیا ہے؟ کیا یہ اہنکار نہیں ہے! اور کیا اہنکار کے مضبوط کرتے رہنے سے بندھن مضبوط نہ ہوگا! بندھن کی اصلی جڑ تو اہنکار ہی ہے۔ اور آپ کہتے ہو۔ کہ اسی "میں" کی مشاقی کرو۔ جب تک یہ "میں" رہیگا۔ تب تک نرگ۔ سورگ۔ مرتیو لوک کے جھگڑے بنے رہیں گے۔ کیونکہ یہی اہنکار ترلوکی سے باندھنے والا ہے

اور ہم کو جنم مرن سے ہرگز نجات نہ ہوگی۔ کیونکہ بندھن کا بیج تو ہر وقت من میں موجود رہیگا۔ اور جہاں اُس کو موقع ملا۔ وہ انکھوا کی طرح پیدا ہو کر درخت بنے گا اور ہزاروں پھل پھول اپنے اندر سے نکالیگا۔ یہ من خواہ اسکار سکند پھول کا مجموعہ ہے۔ ہر مجموعہ مرکب ہوتا ہے۔ ہر مرکب اشیا کے اجزا کی بھی نہ کبھی علیحدگی کا ہونا لازم ہے۔ پس موت سے ہم کو نجات کہاں ملی۔ اس کے ساتھ پیدایش بیماری۔ موت۔ سبھی لگے رہیں گے"+

ترورگی نے سدھارتھ کی بات پر غور کیا۔ مگر اُس سے کوئی جواب نہیں بن آیا۔ تب اُس نے دوسرا مضمون پیش کیا "کیا تم اپنے اور دیگر کرم کے نتیجوں کو نہیں دیکھتے ہو جس کی وجہ سے انسان کی حالت۔ حیثیت۔ لیاقت۔ اور دولت وغیرہ میں امتیازی فرق نظر آتا ہے۔ وہ صرف کرم ہی کی وجہ سے ہے جو جیسا کرتا ہے ویسا بھوگتا ہے۔ جزا اور سزا اسی کرم کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ اور آتما کا آواگون بھی کرم ہی کے سبب سے ہوا کرتا ہے۔ جو بُرا کرتا ہے وہ بُرے پھل پاتا ہے۔ جو اچھا کرتا ہے وہ اچھے پھل پاتا ہے۔ اگر اس کرم کو اس طرح نہ مانا جائے تو پھر اس مختلف الحالی اور مختلف الحیثیتی کا معمہ کیسے حل ہوگا! اسی طرح جو لوگ اپنے خیال کو آتما میں مضبوط کرتے ہیں۔ اُن کو تو اس کا پھل ضرور ہی ملیگا"+

سدھارتھ نے جواب دیا "آواگون صحیح ہے۔ اور کرم بھی صحیح ہے۔ اسکے اندر جو سچائی ہے۔ میں اُس سے انکار نہیں کرتا۔ بغیر سبب کے کوئی نتیجہ نہیں ہوتا جیسے اور جو بیج انسان کھیت میں ڈالتا ہے وہی ویسے ہی وہ فصل بھی کاٹتا ہے اس وقت ہماری جو حالت ہے وہ پہلے جنموں کے کرموں کے موافق ہے۔ آواگون تو ہوتا ہے۔ مگر اس مفرد "میں" کا آواگون کہیں نظر نہیں آتا۔ کیا میری موجودہ شخصیت مادی اور ذہنی احساس کا مجموعہ نہیں ہے؟ کیا یہ ایسے اوصاف کے

میل سے نہیں بنی ہے۔ جو آہستہ آہستہ نشو ونما پاکر ظہور میں آئے ہیں! حواس خمسہ سے لے پنچ سنسکار روپ ہیں اس وجود میں ان بزرگوں سے بطور میراث مجھ کو ملے ہیں۔ جنھوں نے خاص قسم کے کام کئے تھے۔ جو خیالات میں سوچتا ہوں۔ یا تو یہ بطور ورثہ بزرگوں سے نصیب ہوئے ہیں۔ یا اوروں کے میل ملاپ اور واقعات اور حالات کے زیر اثر پیدا ہوئے ہیں۔ جنھوں نے یہ خیالات میری موجودہ شخصیت کے ترتیب پانے سے پہلے سوچے تھے۔ وہ میرے ہی گذشتہ جنم ہیں اور وہ اسی طرح میرے مورث ہیں۔ جس طرح کل والی "میں" آج کی "میں" کا باپ ہے ویسے ہی میرے گذشتہ کرم میری موجودہ زندگی کے حالات کے باعث اور پیدا کرنے والے ہوئے ہیں" +

"اگر یہہ مان لیا جائے۔ کہ آتما کوئی مفرد اور ایک شے ہے جو اندریوں سے کام لیتا ہے۔ تو پھر اس کو اس آنکھ کی محدود کھڑکی کے توڑ دینے سے زیادہ نظر آنے لگیگا! آنکھ کے ڈھیلے کے نکال لینے سے آتما کو بڑے سوراخ کے ہو جانے سے خوب دکھائی دینے لگیگا۔ اسی طرح کان کے کاٹ دینے سے زیادہ سنائی دے گا۔ اور ناک کے کاٹ دینے سے زیادہ سونگھا جا سکیگا۔ زبان کے کاٹ دینے سے اس کی ذائقہ لینے میں اس کی طاقت بڑھ جائے گی۔ اور اگر جسم کو بالکل برباد کر دیا جائے تو پھر اس محدود قید و بند سے چھوٹ کر آتما اور بھی کام کرے گا۔ لیکن یہ سب کہنا ہی بکنا ہے۔ آنکھ کے بغیر دیکھنے کا کان کے بغیر سننے کا۔ زبان کے بغیر ذائقہ لینے کا اور ناک کے بغیر سونگھنے کا امکان نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب کی ترتیب اور ترکیب مختلف اجزاء مختلف سکندھ۔ اور مختلف سنسکاروں سے ہوتی ہے۔ جس مفرد اور غیر مرکب آتما کی آپ شہادت دیتے ہیں۔ اور جس کو کرتا بھوگتا مان رہے ہیں وہ تو مجھ کو کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ "میں لیتا ہوں" "میں سنتا ہوں" "میں مانتا ہوں" ان جملوں میں مفرد

آتما کہاں ہے - یہ تو محض وہم دھوکا اور فریب ہے - اگر یہ منفرد آتما کوئی حقیقی اور منفرد چیز ہوتی ہے - تو پھر اُس کو نجات کیسے ہوتی - کم از کم آتما پنے کا وصف تو اُس میں ضرور ہی بنا رہتا! اس لئے یہ غلط اور غیر صحیح شے ہے - اور تب ہی اس کے مِٹ جانے سے مکتی ملتی ہے - جو حق ہے وہ کبھی زائل یا تبدیل نہیں ہوتا - مگر ہم اپنے میں تبدیلی پاتے ہیں - اور ایک بھی حالت ایسی نہیں ہے - جو پایدار ہوتی - اس وجہ سے یہ خیال بالکل ہی جھوٹا اور فریب محض ہے - اگر کہیں یہ آتما سچا ہوتا - تو زندگی کی بُرائیاں اور زندگی کی مصیبتیں ہمارے اگیان اور گناہ سے کبھی پیدا نہ ہوتیں بلکہ وہ خود ہماری ہستی کی فطرت میں داخل ہوتیں" +

رُدرک لاجواب ہوگیا - اور سِدّھارتھ نے اُس کے پاس ٹھہرنا بے سُود سمجھ کر آگے کی طرف قدم بڑھایا +

(۴) نِروان کانڈ

پہلا سرگ

اُرو ولیؔ میں تپ

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شُد راست ہے
دِل خیالِ نُور سے خود نورِ یزداں ہوگیا

گنگا کی پاک اور مقدس دھار کے سہارے چلتے جاتے تم اُن ہری پہاڑیوں پر پہنچو گے جہاں نرنجنا اور موہنا ندیوں کا سنگم ہے یہاں پہلے ایک گاؤں آباد تھا -

جس کا نام اُروِولومَٹ سور تھا۔ یہ مقام بہت پُر فضا۔ شاداب اور خوش نما تھا۔ گاؤں کے اردگرد ایک طرح کا خودرو۔ اور قدرتی باغ لگا تھا۔ جہاں کثرت کے ساتھ آم۔ پیپل۔ بیر۔ اور دوسرے قسم کے درخت کھڑے ہوئے قدرت کی شاندار صنعتگری کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔ خوبصورت چھوٹے چھوٹے پرند ایک شاخ سے دوسری شاخ پر پھُدکتے ہوئے کاول کیا کرتے تھے اُن کے چہچہانے کی صدا کانوں کو پیاری لگتی تھی۔ زمین صاف ستھری۔ پانی سے دھوئی ہوئی۔ دریا کے گھاٹوں پر سیاہ اور سُرخ رنگ کی پتھریلی چٹان نہانے والوں کے آرام اور سہولیت کے لئے رکھے ہوئے! کہیں کہیں پھیلنے والی بیجدار بیلوں اور لتاؤں نے سبز گُنبد کی شکل میں قدیم ورِندابن کے کُنج بن کا تماشا دکھانے کا اہتمام رکھا تھا۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطر ہوجاتا تھا۔ سِدھارتھ گھومتے پھرتے ہوئے یہاں آیا۔ اور یہ خوش نما مقام اُس کے دِل کو بہت پسند آیا+

قاعدہ کی بات ہے۔ دلیش۔ کال۔ اور وستو کے ملاپ سے انسان کے دل میں خود بخود طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ وقت۔ مقام اور اردگرد کے سامان میں قدرتاً دل کے متاثر کرنے کی کسی حد تک طاقت ہے۔ اور اگر انسان کا دِل اُن کی طرف مائل ہوجائے۔ اور اُن کے ساتھ ہم آہنگی اور موافقت کرنے کا خواہشمند ہو۔ تو پھر اُس پر اور بھی گہرا اثر پڑنے لگتا ہے۔ تحقیقات اور مشاہدات نے سِدھارتھ کی طبیعت کو اُس وقت کے مذہبی شغل و عمل کی طرف سے بالکل مکدّر کردیا تھا۔ اور اُس کے ذہن نشین ہوگیا تھا۔ کہ یہ سب صرف سانگ ہی سانگ ہے۔ اور اس کے اندر سچائی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اُس تت دھرم پر عملاً زوال آگیا تھا۔ اور

ھ۵ یہ جگہ اب بھی موجود ہے۔ اس کا موجودہ نام اُرائیل ہے۔ اور بُدھ گیا سے ایک میل پورب ہے۔

ایسے ہی زوال کے وقت وشنو کا اوتار از مرِنو دھرم کی مریادا قایم کرنے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ سدھارتھ نے اسی ستھان کو خیالات کی یکسوئی۔ وچار اور سادھن کے لئے بہتر اور موزوں تصور کیا۔

یہاں پانچ براہمن بھکشو کونڈانیہ وغیرہ جو بچپن میں سدھارتھ کے ساتھ تھے۔ تپ کرتے تھے۔ وہ بھی اِس مقام میں ایک جگہ پر آسن مار کر بیٹھ گیا۔ اور پرار بدھ۔ شاستروں کے سدھانت۔ اگیان۔ زندگی اور موت کے مسایل۔ نیکی بدی سنسار اور سنساریوں کے دُکھ۔ اور دُکھ سے نجات پانے کے وسایل پر غور کرنے لگا۔ چت پہلے ہی سے سماہت (سمادھی والا) تھا۔ مہینوں یہاں یکسوئی میں وہ چُپ چاپ اور شانت ہو کر بیٹھا رہا۔ بعض وقت تو یہ حالت ہو جاتی تھی۔ کہ کھانے پینے کا خیال نہیں رہتا تھا۔ اگر درختوں سے بندر۔ مینا۔ طوطا۔ اور دوسرے پرندوں کے گرائے ہوئے پھل مل گئے۔ تو انھیں پر قناعت کی۔ اور اگر نہیں ملے تو کوئی شکایت بھی نہیں! اس بے پروائی۔ غفلت۔ اور دل کی لگاتار یکسوئی کا یہ انجام ہوا۔ کہ جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ چہرہ کی رونق جاتی رہی۔ کمزوری آ گئی۔ گوشت کا نام نہیں۔ ہڈیاں دکھائی دینے لگیں۔ خون کا نام و نشان تک نہیں رہا تھا۔

اس ضعف اور نقاہت کی حالت میں ایک دن ایسا واقعہ ہوا۔ کہ جامن کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے وہ سوچنے لگا" تپ۔ دھیان۔ ورت۔ سب کچھ میں نے کیا۔ مگر ان کا کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ گیان یا نروان حاصل کرنے کے لئے یہ غلط راستہ ہے۔ اس لئے اب بالعوض اس کے کہ جسم کو اور کمزور کیا جائے اُس کو غذا سے طاقت دے کر سوچنے اور شانتی کے حاصل کرنے کے قابل بنانا چاہئے"۔

یہ سوچ کر وہ دریا میں نہانے گیا۔ نہانے کے بعد جب پانی سے نکلنے لگا

تو پانؤں کھڑے کے کھڑے ہی کھڑے سو گئے۔اور حرکت کرنے سے جواب دے بیٹھے اتفاقاً کسی درخت کی شاخ پانی میں لٹک رہی تھی۔ سِدّھارتھ اُس کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور جب پانؤں میں ذرا طاقت آئی۔ پانی سے باہر نکل کر اپنے ستھان کی طرف روانہ ہوُا۔ مگر نقاہت بہت بڑھ گئی تھی۔ چکر آگیا۔ زمین پر گر پڑا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ پانچ اور بھکشو جو اُس کے سخت تپ کی وجہ سے اُس کو اپنا گورو تصوّر کرتے تھے۔ اور جو اس کے ساتھ تپ کیا کرتے تھے سمجھ گئے۔ کہ اب اس میں دم نہیں ہے۔ اور یہ صرف دم کے دم کا مہمان ہے ◆

مگر اُس راہ سے نندا نامی ایک گڈریئے کا گذر ہوُا۔ اُس نے اُسکی بیبسی کی حالت دیکھی۔ آنکھیں بند تھیں نہ ہونٹ کھُلے ہوئے۔ اور دوپہر کے سورج کی سخت دھوپ سر پر آگئی تھی۔ اس کو رحم آیا۔ درختوں کی پتّے دار شاخوں کو توڑا۔ سر پر سایہ کیا۔ اور لپنے لوٹے سے گرم گرم دُودھ کی بوندیں اُس کے مُنہ میں ٹپکائیں۔ اُس وقت چھُوت چھات اور اُونچی نیچی قومیت کے تعصّبات بہت تھے۔ نندا ڈرا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ وہ اُس کو چھُو لے۔ اور اُس کے ذات میں فرق آجائے۔ مُنہ میں دُودھ ٹپکانے سے اُس میں کچھ تازگی آئی۔ آنکھیں کھُل گئیں۔ نندا نے دیوتا سمجھ کر اُس کو نمسکار کیا۔ سِدّھارتھ نے اُٹھ کر اُس سے کہا۔ کہ ”اپنے دُودھ کا لوٹا[1] مجھ کو دیدے۔ مَیں بھُوکا ہوں“۔ نندا نے دینے سے انکار کیا۔ ”میں ناچار ہوں۔ تم دیکھتے ہو۔ میں شُودر ہوں۔ اور میرے چھُو لینے سے ناپاکی آجاتی ہے“۔ تب سِدّھارتھ نے کہا ”ہمدردی اور ضرورت اس قسم کے تفرقات کو صحیح نہیں تسلیم کرتیں۔ان دونوں کا برتاو

[1] لوٹے ودودھ لے لینا بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ مگر نیچی قوم کے اُس وودھ کے لوٹے سے پینا چھُوت سمجھی جاتی ہے ◆

انسان میں یکسانیت اور یکجہتی پیدا کر دیتا ہے۔ خون میں قومیت نہیں ہے۔ سب کے رگ و ریشوں میں ایک ہی رنگ کا خون بہتا ہے۔ آنکھوں کے آنسوؤں کی کیا ذات ہے۔ ہر شخص کے آنسوؤں کی لذت کھاری ہوتی ہے۔ پیدایش سے سب یکساں اور ایک مٹی کے ہوتے ہیں۔ یہ اختلافات بعد کو گیان اور جہالت سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیا تو نے کسی کو کبھی پیدا ہوتے وقت تیلک لگائے یا جنیؤ پہنے ہوئے دیکھا ہے۔ جو نیکی کرتا ہے وہی دُوج اور دوجا ہے۔ اور جو بدی کرتا ہے وہی بُرا ہے۔ بھائی! دیر نہ کر۔ دودھ پینے کے لئے مجھے دیدے۔ اور جب میں اپنے مقصد میں کامیاب ہونگا۔ تجھ کو اس بڑا پھل ملیگا" تب تندا نے اپنا لوٹا خوشی سے سدھارتھ کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور اُس میں دودھ پی لینے سے طاقت آگئی۔

اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لئے سدھارتھ کے دل سے تپ کرنیکی وقعت جاتی رہی۔ اس کے خوب تجربہ کر لینے کے بعد وہ یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ کہ محض گیروے بستر پہن لینے یا جسم کو ایذا دینے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں تیاگ کرنے کے بعد گیروا بستر پہننے اور جسم کو قابو میں رکھکر اُس سے کام لینے میں بھلائی کا امکان ہے۔ اور اس سے گیان کی پراپتی کی اُمید ہو سکتی ہے۔

اُس کے جسم کا کپڑا بہت پورانا ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اور اس قابل نہیں رہا تھا۔ کہ اُس کی برہنگی کو چھپاتا۔ گھومتے پھرتے ہوئے وہ سمشان میں آیا۔ وہاں رادھا نامی کسی عورت کی لاش جلائی جا چکی تھی۔ اور اُس کے کفن کا کپڑا دریا کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ سدھارتھ نے اُس کو اُٹھا لیا۔ اور پانی میں دھو کر خشک کر لینے کے بعد اُسی کو پہن لیا۔

سلہ کبیر صاحب کے الفاظ بھی قریب قریب اسی طرح کے ہوتے تھے۔

کونڈاینہ وغیرہ پانچ سنیاسی جو سِدھارتھ کے ساتھ تپیا کرتے تھے۔ جب اُس کو نندا کے لوٹے سے دُودھ پیتے ہوئے دیکھا تو سمجھ لیا۔ کہ یہ اب سنیاسی کے دھرم سے پتت ہو گیا ہے۔ اور تن آسانی کے ارادہ سے کپڑے لتے پہننے شروع کر دیئے ہیں۔ اس خیال نے اُن کے عقیدہ کو صدمہ پہنچایا۔ اور سدھارتھ کی عزت اُن کے دلوں سے بالکل جاتی رہی۔ اور اس طرح گورو کو اپنی دانست میں سچائی کے راہ سے منحرف تصور کر کے اُن لوگوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور کاشی میں کسی رشی کے آشرم میں چلے آئے +

دوسرا سرگ

گانے بجانے والی عورتوں سے سبق

گل سے یہ سیکھا سبق ہے چند روزہ رنگ و بو
چشم بینا کے لئے گلشن دبستاں ہو گیا

سِدھارتھ کو شاگردوں کی بے اعتنائی اور بے وفائی پر افسوس ہوا۔ لیکن اُن سے بات چیت کرنا فضول تھا۔ جب نادانی سر پر سوار ہوتی ہے۔ پھر آدمی سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتا۔ وہ اُن کے چلے جانے پر دوسرے دن سڑک کے کنارے چُپ چاپ بیٹھا ہوا تھا۔ ناچنے اور گانے والی عورتیں اُدھر سے گذریں۔ تھکی ماندی تھیں۔ اور اِندر دیوتا کے مندر سے گا بجا کر چلی آ رہی تھیں۔ صبح کا وقت اور دریا کا کنارہ! وہ جگہ اُن کو بھی پسند آ گئی۔ اور دم لینے کی نیت سے وہ وہاں بیٹھ گئیں۔ ایک لڑکی نے کہا "صبح کا وقت سونا ہے۔ لاؤ۔ یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لئے گانے بجانے کا شغل کریں"! ساتھ والوں نے اس رائے کو پسند کیا

ایک نے ہاتھ میں ستار۔ دوسری نے بانسری۔ اور تیسری نے ڈھولک لے لی۔ اور دو نے پاؤں میں گھونگھرو باندھ لئے اور ناچنے کی تیاری کی۔ یہ بھی اتفاق کی بات تھی۔ ورنہ اُس جگہ۔ اور کون آدمی تھا۔ جو اُن کے ناچ اور گانے کو دیکھتا جب یہ دونوں لڑکیاں ناچ چکیں۔ بھیروی کے سُر میں گانا شروع کیا ۔

گونجی جس دم صدائے نے سُنی با گوشِ دل
لٹنے والوں کے لئے جنگل نیستاں ہوگیا
تاروں کے سُر کو ملا کر اُس نے چھیڑا بین کو
بزم خانہ راجہ اندر کا پرستاں ہوگیا

سِدھارتھ اس آخری شعر کو سُن کر چوکنا ہوگیا۔ اسی قسم کا خیال خود اُس کے دل میں بھی حرکت کر رہا تھا۔ اور جب انسان کی نگاہ کے سامنے اُسکے تصور سے مشابہت رکھنے والا کوئی منظر کبھی آجاتا ہے۔ تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ ناچنے گانے والوں کو کیا خبر ہے۔ کہ اُن کا گانا کسی سادھو کے دل کے اندرونی جذبہ کو زور شور کے ساتھ اُبھار رہا ہے۔ سدھارتھ یا تو بڑ کے درخت کے نیچے چُپ چاپ بیٹھا ہوا ہوا تھا یا اُس کی زبان سے یہ الفاظ بے ساختہ نکل گئے۔ کبھی کبھی جاہل اور نادان بھی بڑے بڑے عالموں اور گیانیوں کو سبق دیا کرتے ہیں۔ یہ لڑکی صحیح کہہ رہی ہے۔ بین کے تار اگر ڈھیلے ہوں۔ تب بھی۔ اور اگر کڑے ہوں تب بھی اُن سے سُریلی آواز نہیں نکلتی۔ کڑے ہونے پر تو ہر وقت اُن کے ٹوٹنے کا ڈر رہتا ہے۔ اور ڈھیلے ہونے پر وہ بالکل آواز نہیں دے سکتے۔ اسی طرح انسان کا جسم بھی بین اور ستار سے مشابہ ہے۔ جسم کو زیادہ سخت بنانا بھی بُرا ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے سُست رکھنے میں بھی بہتری نہیں ہے۔ اکڑے ہوئے آدمی میں شانتی نہیں ہوتی اور سُست اور اپاہج میں گھبراہٹ رہتی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی حالت پسند

نہیں ہے۔ درمیانی راستہ سب سے بہتر اور خوشتر ہے۔ عیش و عشرت کی زندگی گمراہ بناتی ہے۔ اور کاہلی کی ناکارہ کر دیتی ہے۔ سچّی بہتری اسی ایک بات میں ہے کہ آدمی صرف درمیانی راستہ کو اختیار کرے۔ میں دُنیا کی اُدّھار کی غرض سے باہر نکلا ہوں۔ میں ہی دُنیا کی اُمیدوں کا مرکز ہوں۔ اور میں نے انتہائی درجہ کا تپ کر کے اپنے جسم کو لاغر اور کمزور بنا لیا۔ اگر میں کہیں مر گیا ہوتا تو پھر یہہ اُمید پوری نہ ہوتی۔ اِس خیال سے آپ مجھ کو بھی مناسب ہے۔ کہ بیچ کی راہ کو اختیار کر کے چلوں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر سب کو سنسار کے دُکھ کے عذاب سے بچاؤں" +

عورتوں کی صرف ایک بات سدھارتھ نے سُنی۔ اور اُسی کے غور و فکر میں وہ محو ہو گیا۔ پھر خبر نہیں رہی۔ کہ عورتیں کب تک گاتی بجاتی رہیں اور جب اُس نے آنکھ کھولی۔ وہ اُس جگہ سے چلی گئی تھیں +

تیسرا سرگ

سُوجاتا کی بھینٹ

دستِ شفقت جس نے ہمدردی سے سر پر رکھدیا
اُس کا گردن پر ہمارے بار احساں ہو گیا

دریا کے کنارے سینانی نام ایک کسان رہتا تھا۔ جس کے پاس بہ کثرت مویشی اور کھیت باغیچے تھے۔ جس گانوں میں وہ رہتا تھا۔ اُس کا نام بھی سینانی تھا۔ اور تعجب نہیں۔ کہ اُسی نے اپنے نام سے اُس کو آباد کیا ہو۔ اُس کی بیوی کا نام سوجاتا تھا۔ اور وہ خوبصورت دھرماتما اور پتی ورتا استری تھی۔ بھولی بھالی۔ طبیعت کی نیک مہربان مزاج! جو شخص اُس کو دیکھتا تھا وہی اُس کے اخلاق۔ مروت اور نیک دلی کو

دیکھکر فریفتہ ہوجاتا تھا۔ وہ جس طرف سے گذرتی تھی۔ اور جس سے مسکرا کر بولتی تھی تو وہ جگہ اور وہ آدمی دونوں اپنی قسمت کو سراہنے لگتے تھے۔ ایسی نیک بیوی بڑی خوش قسمتی سے کسی کو ملتی ہے۔ اور جس کو نصیب ہو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اُس نے پہلے جنموں میں بڑے اچھے کرم کئے تھے۔ سیناانی اور سُوجاتا دونوں خوش رہتے تھے +

اِس مبارک جوڑے کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اور اِس وجہ سے سُوجاتا نے منت مان رکھی تھی۔ کہ اگر اُن کے گھر میں کوئی لڑکا پیدا ہوگا۔ تو وہ بڑے دھوم دھام سے لکشمی اور شیو کے ساتھ ساتھ بن دیوی کی بھی پُوجا کرے گی۔ خوش قسمتی سے اُس کی کوکھ سے ایک خوبصورت اور تندرست لڑکا پیدا ہوا اور اِس لئے وہ شردھا اور بھگتی کے ساتھ اُس وقت بن میں بن دیوی کی پُوجا کرنے آئی تھی۔ جس درخت کے نیچے سِدھارتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اُسی کو گانوں والوں نے بن کے دیوتا کا درخت مان رکھا تھا۔ ایک ہاتھ سے بچہ کو گود سے چمٹائے اور دوسرے ہاتھ سے سونے کے برتن میں پُوجا کی سامگری اور کھیر لئے ہوئے وہ وہاں آپہنچی۔ اُس کے آنے سے پہلے ہی رادھا نے درخت کے نیچے کی زمین کو جھاڑو دیکر صاف کر رکھا تھا۔ سُوجاتا کو دیکھکر وہ بولی "بیوی! اِدھر آؤ یہ تعجب اور خوشی کی بات ہے۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ آج بن کا دیوتا تمھاری بھینٹ پُوجا لینے کے لئے خود یہاں آکر پرم آسن پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور دونوں ہاتھ جوڑ رکھے ہیں۔ اُس کی پیشانی سے دیوی (دیوتاؤں کا) نور برس رہا ہے۔ شانت۔ اُداس! نہ کسی سے غرض نہ کسی کا خیال! تم بڑی نصیب والی ہو۔ آؤ۔ اور آج پرگٹ رُوپ سے بن دیوتا کی پُوجا کرو" +

گانوں کے آدمی شردھالو اور بھولے بھالے ہوتے ہیں۔ سُوجاتا نے اُس کو

سچ مچ دیوتا ہی سمجھ لیا۔ اس کے دیوتا ہونے میں تو کوئی شک نہیں تھا۔ ہاں وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں تھا۔ کانپتی ہوئی دونوں ہاتھوں کو جوڑے ہوئے اور سر کو جھکا کر وہ اُس کے پاس آئی "بھگون! آپ داتا دانی اور سب کی کامناؤں کے پورن کرنے والے بن دیو ہو۔ اگر میں سچے دل سے آپ کی داسی ہوں۔ اور آپ مجھ پر پرسن ہیں۔ تو میری بھینٹ قبول کیجئے اور اپنی رکشا اور شرن میں لیجیے"۔

سدھارتھ نے آنکھیں کھول دیں۔ اور اُس بھولی بھالی خوبصورت عورت کی سادگی پر مسکرایا۔ سوجاتا نے پھل پھول۔ پان سپاری چڑھا کر دُودھ۔ دہی۔ اور کھیر برتن میں پیش کیا۔ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ آسودہ ہو کر کھانا کھایا۔ اور جب تک کھانا کھاتا تھا۔ کچھ بھی زبان سے نہیں بولا۔ سوجاتا ادب اور تعظیم سے الگ کھڑی ہوئی اُس کا درشن کرتی رہی۔ کھیر کھا لینے پر اس میں نئی طاقت آئی۔ اور جس طرح کسی سوکھی نہر میں یکبارگی پانی آجاتا ہے۔ ویسے ہی طاقت کے ساتھ اُس میں تازگی آئی۔ اور اُس کا چہرہ پہلے سے زیادہ کندن کی طرح دمکنے لگا۔ سوجاتا نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا "کیا تم سچ مچ بن دیو ہو؟ اور میری بھینٹ خوش ہو کر منظور کر لی ہے؟" سدھارتھ نے سوال کیا "پوتر دیوی! تو نے اس وقت مجھ کو کیا چیز کھلائی ہے؟" وہ بولی "میں نے سینتالیس خوبصورت اور اچھی گاؤں کے دودھ سے کھیر پکائی ہے۔ اور اُس میں مختلف قسم کے خوشبو اور مصالحہ ڈالے ہیں۔ چاول بھی نئے کھیت کا تھا۔ جس میں میلا پانس کبھی نہیں پڑا۔ میں نے منت مانی تھی۔ کہ اگر دیوتا نے خوش ہو کر مجھ کو بیٹا دیا۔ تو میں اسی قسم کی کھیر سے اُس کی پوجا کروں گی۔ دیوکرپا سے میری کوکھ کھل گئی۔ اور میں بھینٹ لا کر تمہارے سامنے آکھڑی ہوئی"۔

دیوتاؤں میں سچے دیوتا۔ آدمیوں میں سچے آدمی۔ اور تمام دُنیا میں برگزیدہ سدھارتھ نے ہاتھ اُٹھایا۔ اور اس عورت کے سر پر رکھ کر دُعا دی "تیری تمرد دانہ

ہو۔ اور زندگی کا بوجھ تیرے سر پر ہلکا رہے۔ کیونکہ آج تُو نے میری مدد کی ہے۔
میں دیوتا نہیں ہوں۔ صرف تجھ جیسا تیرا بھائی ہوں۔ پہلے راجکمار تھا۔ آج بدیسی
بن کر آوارہ گرد ہوں۔ اور رات دن چھ سال سے برابر ایک ایسی روشنی کی تلاش کر
رہا ہوں۔ جو انسان کی آنکھوں کو کھول دے۔ اور اُن کو اندھیرے کے دُکھ سے نجات
ہو۔ وہ روشنی کسی نہ کسی جگہ چمک رہی ہے۔ اور مجھ کو وہ یقینی طور پر ملیگی۔ جب سے
میں نے تیری کھیر کھائی ہے۔ مجھ میں خاص طرح کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ دل کو
یقین دلا رہا ہے۔ کہ جسمانی کمزوری جاتی رہی۔ اور اب منزل مقصد نزدیک آ گیا
ہے۔ یہ تیری کھیر کا پھل ہے۔ بہن! تُو بڑی پاک دل اور رحمدل پاتا ہے۔ تیرے ہاتھوں
سے جو خورش ملتی ہے۔ اُس میں خاص قسم کی تاثیر ہوتی ہے۔ اور وہ زندگی کے
پاپوں کی دور کرنے والی ہوتی ہے۔ کیا تو خوش ہے۔ اور تیری زندگی پریم اور خوشی
سے بسر ہو رہی ہے؟"

سُوجاتا نے جواب دیا۔ "بھگوان! میرا دل چھوٹی کلی کی طرح چھوٹا ہے۔ اور
اُس میں بارش کے پانی کی صرف دو چار بوندیں ہی سما سکتی ہیں۔ اِن بوندوں میں
برابر تمام طراوت ہوتی ہے۔ تاہم میں زندگی کے خوشی کے سرور اور حرارت کو
محسوس کرتی ہوں۔ اور میری خوشی کی دُنیا صرف میرے شوہر اور اس کمسن بچے کی
مسکراہٹ تک محدود ہے۔ صبح اُٹھ کر سندھیا پوجا کے بعد کچھ دان دیتی ہوں۔
تُلسی کے درخت کو پانی چڑھاتی ہوں۔ خود کام دھندا کرتی ہوں۔ اور دوپہر تک
داسیوں سے بھی کام لیتی ہوں۔ اور جب میرا پتی کام سے آ کر کھانا کھا لیتا ہے۔
اور میری باتوں پر مسکرا کر لیٹ جاتا ہے۔ میں یا تو پنکھا جھلتی رہتی ہوں یا خود [illegible]
سے منگل گیت گا کر اُس کو خوش کرتی ہوں۔ شام کو چاندی کے دیئے ہاتھ میں لیکر
مندروں میں آرتی اُتارتی ہوں۔ اور اپنی سکھی سہیلیوں سے بات چیت کرتی ہوں

بیہ بالک میرے ساتھ رہتا ہے - ابھی اس کے ننھے ننھے ہاتھ ہیں - جب یہ بڑا ہوگا - اپنے ہاتھوں سے مسافروں کے آرام کے لئے راہ میں سایہ دار درخت لگائیگا اور پراُپکار کے خیال سے کنوئیں اور باولی کھدوائیگا - اور مجھ کو تار دیگا - کیونکہ پوران اور شاستر کہتے ہیں "اچھے پُتر اپنے ماں باپ کو سورگ دھام میں پہنچا دیتے ہیں" اس لڑکے کا لڑکا ہوگا - وہ بھی اسی طرح نیک کام کی طرف مائل رہیگا - بھگون! میں گنواری عورت ہوں - مجھ میں سمجھ بوجھ نہیں ہے - نہ میں پڑھی لکھی ہوں - جو گوروؤں نے سدگرنتھوں سے پڑھ کر سمجھا دیا - میں نے اُسی کو سچا مان لیا - یہ گورو دیوتاؤں سے بات چیت کرتے اور منتر اور بھجن گاتے ہیں - اور دوسروں کو دھرم کرم کے مارگ پر چلاتے ہیں"۔

بھگون! میں اتنا بیشک سمجھتی ہوں کہ نیکی کا پھل نیکی اور بدی کا پھل بدی ملتی ہے جو اچھے کام کرتے ہیں اُنکو خوشی اور شانتی ملتی ہے اور جو بُرے کام کرتے ہیں اُنکو دُکھ اور اشانتی ہوتی ہے یہ میں ہمیشہ اپنی آنکھ سے دیکھ بھی رہی ہوں - میٹھے درخت کا بیج میٹھا پھل لاتا ہے - اور زہریلے - کڑوے اور کسیلے درخت کے بیج زہریلے - کڑوے اور کسیلے پھل پیدا کرتے ہیں - اس سے میں نے یہ بات سمجھ لی - کہ پریم سے پریم پیدا ہوتا ہے - اور نفرت سے نفرت پیدا ہوتی ہے - اور جو جس طرح کے کام کرتے ہیں اس زندگی میں اُن کی حالت اِن کرموں کے موافق ہوتی ہے - اور جب وہ مر جاتے ہیں تو دوسرے جنم میں بھی وہ ویسے ہی ہوتے ہیں - اور جیسے ایک بیج سے اُسی کے موافق ہزاروں دانے پیدا ہوتے ہیں ویسے ہی ایک کرم سے اسی کے موافق ہزاروں ہی کرم پیدا ہوتے رہتے ہیں - ایک چمپا کا بیج مٹی میں ڈالا گیا - اُس سے درخت نکلا - اور پھر اس درخت میں بیشمار چمپا کے پھول پھل آئے - یہ میں نے دیکھتی ہوں - اور اس کو دیکھکر سمجھ گئی ہوں کہ دوسرے جنموں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے"۔

"بھگون! آپ کی دیا سے یہ پُتر مجھ کو ملا ہے - اگر یہ جوان ہونے سے پہلے مر جائے - تو مجھ کو بڑا دُکھ ہوگا - اور میں بھی مر جاؤں گی - پھر اس کے ساتھ میں کسی اور لوک کو جاؤں گی - اور وہاں اپنے پتی اور اُس کی دوسری بیویوں کے آنیکا انتظار کروں گی - اور اگر کہیں دیو سنجوگ سے سیتا جی میرا پتی پہلے مر گیا - تو میں اُس کے ساتھ چتا پر بیٹھ کر اُس کے سر کو اپنی گود میں رکھکر بھسم ہو جاؤں گی - مجھ کو اس طرح جل جانے میں دُکھ نہ ہوگا بلکہ میں خوشی سے اپنے ہی ہاتھ سے آگ جلاکر چتا کو روشن کروں گی - اور اُس کے دھوئیں کے بیچ میں پتی کا سر گود میں لئے ہوئے خوشی سے اُس وقت تک بیٹھی رہوں گی - جب تک آگ ہم دونوں کے جسموں کو بھسم کر کے ایک نہ بنا دے گی - یہ ہم ہندو ستریوں کا آدرش ہے - اور ہماری دھرم پُستکیں اچھی ستریوں کو ایسا ہی سکھاتی ہیں - ہمارے شاستر کہتے ہیں کہ اگر کوئی ستری اس طرح پتی ورت دھرم کو پالن کرے - تو اُس کے سر میں جتنے بال ہیں - اتنے کروڑوں برس اُس کا پتی سورگ بھوگتا ہے - اس لئے بھگون! مجھ کو نہ ڈر ہے نہ دُکھ ہے - میں اپنے پتی کی روز پوجا سیوا کرتی ہوں - اور جو لوگ کنگال دُکھی - لولے - لنگڑے - اور اپاہج ہیں - بھگون! میں اُن کی دشا پر پریم کے آنسو بہاتی ہوں - جس قدر مجھ سے ہو سکتا ہے - اُن کی مدد کرتی ہوں - دھرم میں میرا پران رہتا ہے - اور دھرم کے پالن کرنے کے سبب سے اچھی طرح میرے ذہن نشین ہو گیا ہے کہ جو ہوگا وہ اچھا ہی ہوگا"

سِدّھارتھ کو اس نیک بخت اور سادہ لوح عورت کی گفتگو سُن کر تعجب ہوا "بہن! تو پنڈتوں کی پنڈت - اور اودھیاپکوں کی اودھیاپک ہے - تیری سادگی اوروں کے گیان دھیان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے - تو دھرم پرائن ہے - دھرم کو خوب سمجھتی ہے - اس سے زیادہ کسی کو اور جاننے کی ضرورت کیا ہے - تو اس

سنسار میں سندر پھول ہے۔ میں آشیرباد دیتا ہوں۔ تو دودھوں نہا۔ پوتوں پھل اور تیری نیکی کی خوشبو دُنیا کو خوشبو دار کرتی رہے۔ اور تیری ذات سے دوسروں کو خیر و برکت نصیب ہو! تجھ کو گیان پراپت ہو! تُو نے میری پوجا کی ہے۔ مگر میں تیری پوجا کرتا ہوں۔ تیرا ہردے وشال اور اُونچا ہے۔ تُو دھنیہ ہے! بغیر جانے ہوئے تو گیانی ہے! تجھ میں فاختہ کا پریم ہے۔ اور تیری تقریر اُمید دلاتی ہے کہ انسان کو کبھی مایوس نہ ہونا چاہیے۔ اور زندگی کے چکر کا پہیا ہمارے ہاتھ میں ہے! میری معراج مجھے بھی نصیب ہو۔ اور تُو نے چونکہ مجھ کو دیوتا سمجھ رکھا ہے۔ میں پرارتھنا کرتا ہوں کہ تو مجھ کو دُعا دے کہ میری دلی مُراد پوری ہو"۔

سوجاتا نے کہا "تمھاری منوکامنا سدھ ہو" اور اُس نے اپنے بچے کا سر مقدس سدھارتھ کے قدموں میں جھکا دیا۔ اور خوشی خوشی اپنے گھر کو واپس گئی۔

چوتھا سرگ

مار بد کردار

راہ حق سے بیگماں کرتا وہ مجھ کو منحرف
دل میرا بہکانے والا نفس شیطاں ہو گیا

بُدھ گیا کے قریب ایک عالیشان بڑ کا درخت ہے۔ جس کی قدامت کا کسی کو پتہ نہیں ہے۔ سدھارتھ کھیر کھا لینے اور جسم کے تروتازہ کر لینے کے بعد اُس درخت کے سایہ کے نیچے گیا۔

اور جس وقت وہ وہاں پہنچا۔ زمین کی حالت میں تبدیلی آ گئی۔ جس طرف دیکھیے

شانتی ہی شانتی دکھائی دینے لگی۔ بہتی ہوئی ہوا۔ کھلے ہوئے پھول۔ چلتے ہوئے پانی۔ اُڑتے ہوئے بادل۔ چہچہاتے ہوئے پرند۔ ہلتے ہوئے درختوں کے پتے۔ سب میں شانتی محیط ہو رہی تھی۔ کویل نے صدا دی "شانتی کا پتہ لگانے والے! تیری شانتی کا وقت آگیا" گانے والے طوطے نے سُنایا "ہشیار کے دُکھوں سے مکتی دلانے والے! اب تجھ کو مکتی کا راز مل جائے گا" آسمان کے بادلوں کی اونچائی میں منڈلانے والے پپیہوں نے "پی پی" کرتے ہوئے "پی کہاں پی کہاں" کی راگنی چھیڑ رکھی تھی۔ خوش الحان مینا۔ آسمانی نغموں کی دُھن میں خوشی کا راگ گا رہے تھے۔ اور ان سب کے دلوں میں شانتی چھائی ہوئی تھی۔ ہوا کے جھونکے آئے۔ اور اُن کے رفتار کی آواز سے اس گیت کے دل لبھانے والے سُر کا اظہار ہوا "دھنیہ۔ دھنیہ۔ دھنیہ۔ دھنیہ۔ دھنیہ پراپکاری + دھنیہ۔ دھنیہ۔ جگت پتا۔ جیون ہتکاری + منگل مے۔ سُکھ دائن سب کے تم جان پران۔ میٹو کلی مل مہان + ہر وید بھاری + جیون کے ہیت کاج۔ تیاگا سب راج کاج۔ دارا۔ سُت۔ پریہ سماج۔ اس اب تمہاری جے" سِدھارتھ کے دل سے خود آواز نکل رہی ہے "کہ وقت آگیا۔ وہ وقت آج ہے۔ اور آج ہی وہ اس گیان کو حاصل کریگا۔ جس سے سب کی بھلائی ہوگی" دل میں خوشی تھی۔ اور اس وجہ سے باہری جگت کے کاروبار بھی اُس دلی خوشی کے سچے عکس نظر آتے تھے +

رات کا وقت آیا۔ سِدھارتھ بیر آسن لگا کر بیٹھ گیا۔ مار بدکردار نے دیکھا۔ کہ اُس کے گروہ میں کھلبلی پڑ گئی۔ سب گھبرا گئے "اگر یہ سِدھارتھ بُدھ ہو گیا۔ تو پھر یہ دُنیا کو رہائی دیدیگا۔ اور ہمارا کیا کرایا کام دھرے کا دھرا رہ جائے گا" اُس نے اپنی تمام طاقتوں کو اکٹھا کیا۔ اگیان۔ اودیا۔ راگ۔ دویش

ترشنا - لوبھہ - موہ - کرودھہ - یہہ سب اُس مار کی فوج کے سپاہی ہیں - اس نے سب کو حکم دیا "جاؤ - اور اس شانتی پسند - اور گیان پسند راجکمار پر حملہ کرو" وہ یکے بعد دیگرے آئے اور سر توڑ کوشش کی - کہ سدھارتھ کا سچائی کے ساتھ میل نہ ہونے پاوے - طوفان آئے - آندھیاں بہیں - دریاؤں کا پانی کھولنے لگا - بجلی کڑکنے لگی - بادل گرجنے لگے - کالی کالی گھٹائیں منڈلاتی ہوئی آسمان پر چھا گئیں - اور گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو گیا - یہاں تک کہ ہاتھ تک کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا - مار کے بہکانے - لبھانے - اور پھنسانے کے سیکڑوں طریقے ہیں - کبھی اچھے راگ سنائی دیتے ہیں - کبھی سخت اور کرخت رونگٹے کھڑے کر دینے والی خوفناک آواز آتی ہے - کبھی خوبصورت حسین مہ جبین نازنیں آ کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں - اور کبھی ایسی مہیب نفرتناک شکلیں دکھائی دیتی ہیں - کہ دل میں خوف - کراہیت - اور اضطراب کی حالت پیدا ہوتی ہے کانوں سے جھک کر کوئی کہہ رہا ہے "دنیا کی سلطنت تیری ہے تو راج کیوں نہیں کرتا" کوئی دوست کی صورت میں آ کر ہدایت کرتا ہے "اس گیان میں کیا دھرا ہے - جس کے لئے اس قدر تو تکلیف برداشت کر رہا ہے" کوئی کہتا ہے "بے بسی کی زندگی ذلیل ہے - اگر کشتری ہے تو سب پر حکومت کر" - دوسرا کہتا ہے "جس نے شبد - سپرش - استری اور ایشوریہ کا بھوگ نہیں کیا وہ آدمی دو کوڑی کا ہے" یہہ سب آئے - اپنا کام کیا - اور چلے گئے - سدھارتھ نے جو اکھنڈ آسن مارا - تو پھر کسی کی طرف اُس کی توجہ نہیں گئی +

تب مار بدکردار کی فوج کے اور سردار آئے - جو گیان دھیان کے جانی اور مہلک دشمن سمجھے جاتے ہیں - سب سے پہلے اناواد (آتم واد) کا حملہ شروع ہوا "جو کچھ ہے وہ آتما ہے - آتما اور کچھ نہیں وہ صرف اپنا آپ ہے" تو وہ ہے

اسی بات کا سمجھ لینا تیرے لئے کافی ہے۔ اگر دوسرے اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر چلتے ہیں تو اُن کو ٹٹولنے دے۔ تو نے تو پتہ پالیا۔ اُٹھ۔ اور اس مرز کو سمجھ۔ دیوتاؤں کی زندگی بسر کر" سِدّھارتھ دل ہی دل میں مسکرایا " اے آتم وادا تیری سچائی عذاب ہے۔ اور تیرا جھوٹ پاپ ہے۔ جو 'اہم' 'اہم' کہتے ہوئے رات دن 'اہم بھاؤ' کو مضبوط کرتے رہتے ہیں۔ وہ سخت دُکھی ہیں" یہ چلا گیا۔ پھر سنشے (شک شبہ) بہکانے آیا" یہ سب کیا ہے۔ یہ فریب ہے۔ سایہ ہے۔ اور ان کا گیان بھی دھوکا ہی ہے۔ یہ گیان ملا تو کیا اور نہ ملا تو کیا! گیانی اور اگیانی دونوں ایک جیسے ہیں۔ گیان کی تلاش میں تو صرف اپنے سایہ ہی کی تلاش کر رہا ہے! اُٹھ۔ جا۔ اوروں پر پھبتیاں اُڑایا کر۔ انسان کی مدد کا خیال کرنا فضول ہے۔ کیسی مدد اور کیسا اُپکار! اس گردش کرنے والے چکر سے کس کو نجات ملتی ہے!" سِدّھارتھ نے اُس کو سُنا کر کہا " میرے یہاں تیرا کام نہیں ہے۔ میں ایسے وہمیہ وسوسے میں نہیں پڑتا۔ تو لطیف مزاج انسان کا سخت اور بدترین دُشمن ہے۔" تب شیل ورت کی آسا آئی۔ جو اصل میں نرک کی دینے والی اور جیوؤں کی حیران کرنے والی ہے۔" سِدّھارتھ! تجھ کو کیا سوجھی ہے۔ کیا تو سد شاستروں کو جھوٹا ثابت کرنے اور دیوتاؤں کو اُن کے سنگھاسن سے اُتارنے آیا ہے! کیا اِن مندروں میں تیری وجہ سے کوئی آنے جانے نہ پائیگا! غور تو کر! اسی بہانے سے جیو خیرات کرتے۔ پروہتوں کو دکشنا دیتے اور پنڈوں کو دان کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو کون دان دکشنا دیتا۔ یہ دھرم ہے۔ اور تو دھرم کے ساتھ دشمنی نہ کر" سِدّھارتھ نے اس سے کہا " یہ سب ناشمان ہیں۔ صرف ست ہی ایسی چیز ہے جو ہمیشہ رہتی ہے۔ ہٹ جا۔ مجھ کو دھوکا نہ دے۔ میں تیرے روپ کو خوب سمجھ گیا ہوں" اور وہ ہٹ گئی۔ تب کام دیو آیا۔ یہ وہ دُشمن ہے جس کا

نام سُن کر رشی۔ مُنی۔ دیوتا سب خوف سے کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں۔ خوبصورت دلفریب! اس کے چال ڈھال میں جادُو ہے۔ ہنستا اور مُسکراتے رہتا۔ اس کی فطرت ہے۔ سنسار کے سُکھ کا مالک یہی بہکانے والا کہلاتا ہے۔ وہ آیا۔ اور پھُول کے تیر و کمان لئے ہوئے آم کے درخت پر چڑھ گیا۔ درخت پر اس کے چڑھتے ہی بور آ گئے۔ اس نے خواہشوں کے تیر جو زہر کے بجھائے ہوئے تیروں سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں کمان سے جوڑے۔ اور اپنے ساتھ گانے بجانے والے ارباب نشاط کی فوج بھی ساتھ لایا۔ راگ چھیڑ دی۔ بین۔ ستار اور مردنگ بجنے لگے۔ رات بےحس و حرکت ہو کر اُس کی دھن کو سُننے لگی۔ چاند اور ستارے چُپ چاپ تصویر حیرت بن گئے۔ خوبصورتی۔ خوبصورت خیال۔ عشق۔ محبت۔ پریم۔ عاشق کے ارماں معشوق کے ناز و ادائیں۔ آنکھوں کے جادو۔ ہونٹوں کی مُسکراہٹ۔ الغرض شہر نگار رس کی جتنی خوبیاں ہیں وہ سب ان کا نقشہ اپنے اپنے راگ راگنیوں میں کھینچنے لگے۔ کون شخص ہے جس پر عشق کا بھوت نہیں چڑھتا۔ یہ عشق حد درجہ کا دھوکا باز ہے کہیں یہ حقیقت کی شکل دکھاتا ہے۔ کہیں مجاز کا بھیس بدلتا ہے۔ دنیا دار اور گیانی سب کو اس نے بھرما رکھا ہے۔ گانے میں عشق کی طاقت۔ اُس کے فرسے۔ اور اُس کے عیش و آرام سب کے بھاو بتائے گئے۔ آدھی رات تک یہہ تماشا رہا۔

مگر سید ستار تھہ ہی ایسا شخص تھا۔ جو پتھر کا بن کر چُپ چاپ وہاں بیٹھا رہا۔ اور ان کے اثر کو اپنے اُوپر نہیں آنے دیا۔ خوبصورت سے خوبصورت عورت آئی "سندھارتھا ایک نظر مجھ کو دیکھ لے۔ میں تجھ پر مرتی ہوں۔ عاشق کے ساتھ یہ کج ادائی۔ اور بےرخی مناسب نہیں ہے۔ میں جوان ہوں۔ حسین ہوں۔ مجھ پر رحم کر"۔ مگر اُس کے دل کو اس قسم کی فضول اور بیہودہ باتیں متاثر نہ کر سکیں۔ کام دیو اپنے تیر و کمان کو لئے ہوئے گھات میں بیٹھا ہے۔ مگر اُس کو ایک بھی کمزور پہلو نہیں ملتا جس کو وہ اپنے تیر کا نشانہ

بنائے آپ ایک حسین نازکبدن عورت یشودھرا کی شکل کی اُس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ گلاب جیسے ہاتھ پاؤں چنبیلی جیسا بدن۔ چیتے کی ایسی کمر۔ بولتے وقت منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اور روتے وقت آنکھوں سے موتی برستے ہیں۔ اُس نے کہا "راجکمار! میں تیری اردھنگنی ہوں۔ تو روہنی کے کنارے کا راج محل چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ تیری جدائی میں میری آنکھوں سے خون برستا ہے۔ سالہا سال ہوئے ہیں۔ میں رنج و درد سے شور مچاتی رہتی ہوں۔ سدھارتھ! چل گھر لوٹ چل! تیرے بغیر مجھ کو نہ رات کو نیند نہ دن کو چین ہے۔ ارے! تو اس قدر بے درد کیوں ہے۔ مجھ کو ہاتھ تک نہیں لگاتا۔ اور نہ میرے لبوں پر بوسہ دیتا۔ کیا میں تیری بیوی نہیں ہوں۔ اور تیرے دل میں میرا پیار نہیں ہے؟" سدھارتھ نے سنجیدگی کے لہجہ میں جواب دیا "حسین مگر جھوٹا سایہ! تو یشودھرا کا بھیس بنا کر آیا ہے۔ جا پرے ہٹ تیرا طفیل میری نظروں میں بے معنی ہے! تو جس خیالی مادہ سے پیدا ہوا ہے پھر اُسی کی طرف واپس چلا جا!" اور شکل سے یہ الفاظ ابھی کہنے والے کے زبان سے برآمد ہوئے تھے۔ کہ اُس جعلی اور بناوٹی صورت کے لبوں سے گہری "آہ" نکلی۔ اور جس طرح جلتی ہوئی شمع پگھل کر بجھ جاتی ہے۔ ویسے ہی وہ چشم زدن میں غائب ہو گئی۔

اب تڑاقے کی آواز ہوئی۔ اور خوفناک پاپ اپنا اپنا ہتھیار لے کر اُس پر جھپٹے۔ کوئی اُن کا کہاں تک ذکر سنائے۔ پرتیگھا (نفرت) کر کے زہریلے ناگ لپیٹے ہوئے آئی۔ جو ہر دو جانب منہ رکھتے ہوئے خون چوستے ہیں۔ اور اپنے زہر سے جسم کو مسموم کر جاتے ہیں۔ سانپ لہرائے۔ پھنکار مارا۔ لپلپاتی ہوئی زبان دکھائی اور راجکمار کو ناقابل فتح سمجھ کر وہ چلی گئی تب ورشنا (رَاگ) نے کمال دکھانا شروع کیا۔ لذات نفسانی۔ شہرت اور نیک نامی کی چاٹ۔ زندگی کا پیار۔ مرنے کے بعد یادگار

قایم رکھنے کی خواہش - اور ہر دلعزیز بننے کا شوق - یہ سب اُس کے سانگ تھے -
اس کے جاتے ہی رُوپ راگ کا مجُرئی ہوئی - رُوپ راگ تو کثیف ہے - اور اُروپ
راگ اُسی کی لطیف شکل ہے - ایک تو گیانی اور اگیانی دونوں کو اپنا فریفتہ کرلیتی ہے
دوسری صرف گیانیوں کو اپنے تیر کا نشانہ بناتی ہے - مگر بیتد دھارتھ ان کے کرتب
اور چھل کو جانتا تھا - ان کے بعد آپا آیا - اہنکار (اہم بھاؤ - غرور - خودی) - خود
پسندی اس کے مددگار تھے - خیرات کا گھمنڈ - نیک ہونے کا گھمنڈ - دان کرنے کا
گھمنڈ - الغرض اس ایک اہنکار کی بے شمار لطیف صورتیں ہوتی ہیں - کبھی
کبھی یہ رُوپ والا بن کر آیا - کبھی اُروپ والا بن کر آیا - اور اس کا کچھ بھی نہ
کرسکا +

اہنکار کے پیچھے اوِدّیا پہنچی - جس کے بیٹے تھے (خوف) لجیا (شرم) ہیں -
ان دونوں کی اولاد پاپ کہلاتی ہوئی کثیر التعداد ہے - رات یا تو پہلے ہی سے اندھیری
ہو گئی تھی - یا اب اور بھی تاریک ہو گئی - آسمان کی کالی گھٹائیں چھم چھم برسنے لگیں
زمین کانپ اُٹھی - آسمان سے ستارے ٹوٹے - ہوا کے جھونکے - چیخ - شور اور
آہ کی صداؤں کے ساتھ ملے ہوئے بہنے لگے - اوِدّیا کی بے شمار فوج سورگ اور
نرک کے خوف اور اُمید کو ساتھ لئے ہوئے دیر تک بڑی نظر سے اُس کو گھورتی
رہی - آخر وہ تھک گئی - اور ہار مان کر چلی گئی +

مار اپنی فوج کی مایوسی دیکھکر اُداس ہو گیا - اُس کی لڑکیوں نے رو رو
کر کہا " ہم اس عجیب و غریب راجکمار سے عاجز آ گئیں - اگر اُس میں رغبت ہوتی تو
ہم رغبت کے پہلو سے اُس کو چار دل شانے چت کر دیتیں - اور اگر نفرت ہوتی تو
نفرت سے اُس کو مار گراتیں - مشکل تو یہ ہے کہ اُس کو نہ ہم سے نفرت ہے اور نہ رغبت
ہے - ہم ایسے آدمی پر کون سا ہتھیار چلائیں " ؟

اور جب مار ناچار ہو گیا سا اور اس لاثانی مہامنی کا چت ڈانواں ڈول نہیں ہوا۔ آسمان سے پھولوں کی بارش ہوئی۔ اور نظر آنے والی رُوحوں نے آسمانی نغموں کو گا کر سُنایا۔ "جن کا دِل اِس قدر پاک ہو۔ جن میں زبردست قوت ارادی ہو۔ اور جو مار کے مقابلہ میں بالکل بے اثر ہوں۔ صرف اُن کو نِروان کا حق ہے"

پانچواں سرگ

نِروان

دولت روشنضمیری نورِ باطن سے ملی
داغہائے دل سے دِل بزمِ چراغاں ہو گیا

رات کے دو پہر تک کشمکش کی حالت تھی۔ تیسرے پہر سے کچھ دیر پہلے نرک کے دیوتا بھاگ گئے۔ چاند پچھم میں غروب ہونے پر آیا۔ اور آہستہ آہستہ ہوا کے جھونکے بہنے لگے۔ آخر میں مار نے پھر گرج کر اُس کو سُنایا "سِدّھارتھ! تو اکیلا میرا کیا مقابلہ کرے گا۔ جس کی تجھ کو خواہش ہے وہ کبھی نہ ملے گی۔ بھرگو۔ انگرا وغیرہ رِشی خود اِس مُکتی کی دولت سے محروم رہ گئے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ سپت رِشی۔ بھردواج۔ جمدگنی۔ اتری وغیرہ آکاس میں اب تک اپنے اپنے منڈلوں میں لٹک رہے ہیں۔ یہ بدھ ہیں۔ مُکت نہیں ہیں۔ تو ایسا کہاں کا طاقت والا بن کر آیا ہے۔ کہ نِروان کے پد کو حاصل کرلیگا"۔ سِدّھارتھ نے جواب دیا "اِن میں سے کسی کے دل میں سورگ کی خواہش تھی۔ کسی کے دل میں نِت اور انِت دونوں کے گیان کا جھمیلا تھا۔ وہ غلطی میں پڑ کر کسی لوک ہی میں جا کر رہنے کو مُکتی جانتے تھے۔ یہ جھگڑے ہی میں ساری عمر پڑے رہے۔ کوئی تتو کو پرم پُرش اور مردو یا یک مان کر

اس کی یہ حیثیت سدّھ کرتا رہ گیا۔ اور کسی نے اس کو محدود سمجھا۔ کوئی اس کو اکرتا کہتا تھا اور کوئی کرتا سمجھتا تھا۔ جتنے رشی ہیں اُن کی اتنی ہی رائیں ہیں۔ ان کو تو بدّھ ہونا ہی چاہیئے تھا۔ مگر مجھ میں کوئی خواہش نہیں ہے۔ میں جیوں کو جڑ چیتن۔ جیو۔ ایشور۔ سگن نرگن وغیرہ دوند کے جھگڑوں میں نہ پھنسنے دوں گا۔ اور نہ پھنساؤں گا۔ اور جب وہ خواہش سے آزاد ہو جائیں گے۔ تو پھر اُن کے باندھنے کے لیئے تو کس چیز کی زنجیر بنائے گا۔"

مار یہ سُن کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ کشمکش کی حالت اب بالکل ہی کالعدم ہو گئی۔ اور جیسے ناٹک کے پردے یکے بعد دیگرے اُٹھ کر اپنے اندر کے تماشے دکھاتے ہیں ویسے ہی رچنا۔ سنسار۔ اور سنسار کے دُکھ۔ جنم مرن۔ اُن کے سبب اُن کے دور کرنے کا علاج۔ اور شانتی کی دائمی حالت۔ نروان کے مناظر خیالی۔ ذہنی اور مباہت آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ اور سدّھارتھ نے بدّھ اور سمبدّھ کی روشن ضمیری حاصل کر لی۔ اور اس وقت سے اُس کا نام بدّھ مشہور ہوا۔ اُس کو خود تینوں زمانہ ماضی۔ حال۔ اور استقبال کے حالات سے واقفیت ہو گئی۔ اور اُس نے اپنی آنکھوں سے اپنے پانچ سَو زیادہ جنموں کے حالات اور سوانحات کو بہ آسانی معلوم کر لیا۔ اور اپنی زندگیوں کی گذشتہ تواریخ سے جس کا جاننا بہت مشکل کام ہے موافقیت پیدا کر لی۔ وہ کن کن لوگوں میں پیدا ہوا تھا۔ کن کن شخصیتوں سے اُس کو تعلق تھا۔ کیا کیا کام کس کس خیال اور ارادے سے کیئے گئے تھے۔ یہ سب اُسی طرح بہ آسانی معلوم ہو گئے۔ جیسے آدمی اپنی ہتھیلی پر آملہ کو رکھ لے اور اُس کے تمام پہلوؤں کو ایک نظر سے دیکھ لے۔ اپنے دھرم۔ کرم۔ نیکی۔ بدی۔ پریم پریت وغیرہ سب کو وہ جان گیا۔ اور اُس کے ذہن نشین ہو گیا کہ یہ زندگی یونہی یکبارگی نہیں بنی۔ بلکہ بتدریج مختلف اور متعدد مرحلوں سے گذرتے ہوئے وہ بدّھ

بنا ہے۔ جو انسان بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کے کسی جنم کے سکھ دکھ محض اس کے پہلے جنموں کے کرموں ہی کے نتیجے ہیں جو جیسا کرتا ہے ویسا بھوگتا ہے۔ دھرم سے جیو سورگ کو پاتا ہے۔ اور ادھرم سے نرک میں پڑتا ہے۔ کبھی وہ نیکی کی مدد سے اونچے لوکوں میں چڑھ جاتا ہے۔ اور کبھی بدی کرتا ہوا وہ نیچے گر پڑتا ہے۔ ایک بدی سے سینکڑوں بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ایک نیکی سے سینکڑوں نیکیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ بدی سے بدی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس بدی کا انجام موت ہے۔ یہ موت اور کچھ نہیں ہے۔ بلکہ زندگیوں کے اعمال کے حساب کتاب کا وقت ہے۔ موت آئی۔ زندگی کا عارضی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ اور برے بھلے کرموں کے پڑتال کئے جانے کے بعد پھر دوسرے جنم کا نیا تسلسل شروع ہوتا ہے اور جیو اسی کال چکر میں جکڑا رہتا ہے۔ سنسکار۔ کرم کے اثرات۔ خیالات۔ جذبات اور محسوسات یہ سب ضائع کبھی نہیں جاتے۔ بلکہ یہی ایسے سامان ہیں جن سے آیندہ جنموں کے ڈھانچے تیار ہوتے ہیں۔ یہ گیان سدھارتھ کو تیسرے پہر کے پہلے حصہ میں ہوا۔

تیسرے پہر کے درمیانی حصہ میں سدھارتھ کو جیوتش (نجوم) کی پراپتی ہوئی۔ اور چینا کے لوک لوکانتر یعنی سورج۔ چاند۔ ستارے۔ اور برہمانڈوں کا علم ہوا یہ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوئے الگ الگ اپنی فردیت اور شخصیت کو قائم رکھے ہوئے خاص خاص طرح سے فرض ادا کرتے ہیں۔ اور سمندر کی طرح نظام ان میں کمی بیشی کا اعتبار نہیں ہوتا۔ منڈلوں کی دیوتا دیوتا گیری آدیہ وغیرہ کس طرح دوسرے زبردست آدتیوں (سورجوں) کے ماتحت بن کر اپنے اپنے منڈل اور لوکوں کی سنبھال کرتے ہیں۔ اور کس قانون کے بموجب چاند ستارے کو اپنی اپنی باری پیا پیا دست نگر اور محتاج بنا رکھتا ہے۔ عالم دنیا میں ان تمام اجرام

سمادھی اور اجسام نوری کے روشن نظارے اُس کی خیالی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوتے گئے۔ اور اُس کو یُگ یُگانتر اور کلپ کلپانتر وغیرہ کا پتہ لگ گیا۔ گنگا کی بوندوں کا گننا تو آسان ہے۔ مگر رچنا کے دور تسلسل اور اُس کی میعاد کا پتہ لگانا بہت ہی مشکل کیا غیر ممکن ہے۔ اور جس طرح گنگا کی دھار سمندر میں جاکر مل جاتی ہے اور پھر بھاپ بن کر اوپر چڑھتی اور ہمالیہ میں برس کر گنگا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس رچنا میں ملاپ اور جُدائی ہوتی رہتی ہے۔ ایک ایک نظام شمسی (سورج منڈل) کے اردگرد لاکھوں کروڑوں بلکہ بے شمار قمر اور ستارے سیارے ہیں۔ اور پھر یہ نورانی کُرّے جن کو ہم سورج کہتے ہیں۔ یہ بھی ان گنت اور ایک دوسرے کے ماتحت قائم ہیں۔ زندگی کی رفتار کی نبض سب میں متحرک ہے۔ سب شوشپتا اوستھا[1] کی تاریکی سے نکل کر روشنی میں آتے ہیں۔ اور موت کے تہوں سے نکل کر زندگی کی صورت میں اپنا ظہور کرتے ہیں۔ کبھی کوئی اچھا اور اچھے سے اچھا ہے۔ اور ایک ایسے بے پرواہ قانون کے تابع ہے۔ جو نہ حکم دیتا ہے نہ منع کرتا ہے۔ وہ اپنے مثال میں آپ ہے۔ دیوتا تک اُس کی کنہ خبر رکھتے ہیں۔ بنانا، سنبھالنا، بناکر بگاڑنا یہ اُس کا عمل و شغل ہے۔ ایک قانون ہے جو اپنی چال چلتا رہتا ہے۔ اس کے دھرم کی جو متابعت کرتا ہے۔ اُس کو خوبصورتی۔ سچائی اور مفاد کی صورت نصیب ہوتی ہے۔ اور جو اس کو روکتا ہے۔ اُس کو بُرائی ملتی ہے۔ جو کیڑے مکوڑے اُس کے موافق اپنی چال چلتے رہتے ہیں۔ اور جو عقاب اُس سے ملے ہوئے کام کر رہے ہیں۔ وہ نسبتاً بہتر اور اچھے ہیں۔ شبنم کی بوندیں اور ستارے بہن بھائیوں کی طرح ملے جُلے ہوئے اپنے نور اور تازگی کا تماشا دکھاتے

[1] یہ شوشپتا وستھا وہی حالت ہے۔ جس کی نسبت رگ وید اور اُپنشدوں میں لکھا ہے۔ کہ "تاریکی کو تاریکی نے گھیر رکھا تھا۔ اور اُس کو نہ کہہ سکتے تھے نہ "وہ" وغیرہ وغیرہ +

رہتے ہیں۔ اور ایک عام اور مشترکہ اصول کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔ انسان جو دھرم کے رستہ میں چلتا ہے اچھا کرتا ہے۔ اور اس کا مددگار رہتا ہے لیکن جو اُس میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اعلےٰ ہو یا ادنےٰ۔ زندگی میں اُس کو دُکھ سہنا پڑتا ہے۔ اس کا علم درمیانی حصہ میں سدھارتھ کو ہوا تھا۔

چوتھا حصہ آیا۔ اور اُس کے ساتھ دُکھ کے راز کی ماہیت کا علم ہوا۔ یہی بدی ہے۔ جو اُس قانون کی مخالفت کرتی ہے۔ جیسے سونار کی آگ لکڑی کی رطوبت مشتقل نہیں ہونے دیتی۔ ویسے ہی ادھرم۔ دھرم کے قانون کی سدِّراہ ہو جاتا ہے۔ سدھارتھ کو دُکھ ستیہ کا گیان ہوا جس کو چار آریہ ستیہ بھی کہتے ہیں۔ دُکھ سایہ کی طرح زندگی کے ساتھ حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور اُس وقت تک وہ دُور نہیں ہوتا جب تک زندگی کو اُس کی تمام تبدیلی پذیر حالتوں کے ساتھ دُور نہ کر دیا جائے۔ یہ تبدیلیاں اور کچھ نہیں ہیں۔ پیدا ہونا۔ بڑھنا۔ بوڑھا ہونا۔ نفرت رغبت۔ خوشی۔ رنج۔ ہونا۔ اور کرنا۔ ان ہی کو تبدیلی کہا جاتا ہے۔ جو ان رنج دینے والی خوشیوں۔ اور خوشی دینے والے رنج کو ترک نہیں کر دیتے۔ وہ اگیان کے جال کی سمجھ سے خالی ہوتے ہیں۔ لیکن جو اودیا کے روپ کو جان لیتا ہے۔ وہ اُس کے دھوکے میں نہیں آتا۔ اُس میں زندگی کا پیار نہیں ہوتا۔ اور وہ ان سے نجات پا جاتا ہے۔ ایسے شخص کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ وہ صاف طور پر دیکھتا ہے۔ کہ اودیا سے سنسکار پیدا ہوتے ہیں۔ سنسکار ہونے سے وگیان پیدا ہوتا ہے۔ وگیان سے نام روپ کی پیدائش ہے۔ نام روپ کی پیدائش سے شش کے تن یا چھ اندریاں (یعنی پانچ گیان اندریاں اور چھٹا من) پیدا ہوتے ہیں۔ ششا سے تن سے سپرش پیدا ہوتا ہے۔ سپرش سے ویدنا پیدا ہوتی ہے۔ ویدنا کے ہونے سے

ترشنا پیدا ہوتی ہے ۔ ترشنا کے ہونے سے اُپادان پیدا ہوتا ہے ۔ اُپادان سے بھَو اور بھَو سے جاتی پیدا ہوتی ہے ۔ اسی جاتی کو جنم کہتے ہیں ۔ اور جنم کے ہونے سے جرا ۔ مرن ۔ شوک ۔ پریدیو ۔ دکھ ۔ دورمنسیہ ۔ اُپایسے ۔ آشا وغیرہ پیدا ہوتے ہیں ۔ ان کا مجموعی نام دکھ سمودائے ہے ۔ اور جب یہہ سب مٹ جاتے ہیں تب اُسی حالت کا نام مکتی ہے ۔

دکھوں کے سمودائے نرودھ اس طرح ہوتا ہے ۔ اودیا کے دور ہونے سے سنسکار کا نرودھ ۔ سنسکار کے نرودھ سے وگیان کا نرودھ ۔ وگیان کے نرودھ سے نام روپ کا نرودھ ۔ نام روپ کے نرودھ سے شٹائتن (پانچ اندریاں اور من) کا نرودھ ۔ شٹائتن کے نرودھ سے سپرش کا نرودھ ۔ اور سپرش کے نرودھ سے ویدنا کا نرودھ ۔ ویدنا کے نرودھ سے ترشنا کا نرودھ ۔ اور ترشنا کے نرودھ سے اُپادان کا نرودھ ۔ اُپادان کے نرودھ سے بھَو کا نرودھ ۔ اور بھَو کے نرودھ سے جاتی یعنی جنم کا نرودھ ہو جاتا ہے ۔ اور جنم کے نرودھ سے بڑھاپا ۔ موت ۔ شوک ۔ پریدیو ۔ دکھ ۔ دورمنسیہ ۔ اُپایسے اور آشا وغیرہ کا نرودھ ہو جاتا ہے ۔ یہہ بارہ ندانوں کا بارہ قسم کا نرودھ ہے ۔ اور دکھ سے نجات پانے کی یہی تدبیر ہے ۔

"اندریوں کا جیون مہا دکھدائی ہے ۔ ترشنا ان اندریوں کو حرکت دیتی رہتی ہے ۔ اور اُس کی سطح پر مستی ۔ شہرت ۔ خوشی ۔ حوصلہ ۔ دولت ۔ غذا ۔ لباس ۔ گھر ۔ قدامت کا غرور ۔ عیش کا خیال ۔ لڑائی ۔ جھگڑے ۔ پاپ ۔ سب ہی کی پیدائش ہوتی رہتی ہے ۔ اور اہم بھاؤ کے آتے ہی تن من کا پیار ہو جاتا ہے ۔ ترشنا کو دل سے نکالدو اور اُس کی آسودگی کا خیال ترک کر دو ۔ من ۔ بچن ۔ کرم سے اس ترشنا کی جڑ کو اکھیڑ کر پھینک دو ۔ جب کرم نہ رہیں گے ۔ تو پھر دکھوں کا جال نہ بننے پاویگا ۔ جو اس طرح سوچتا سمجھتا اور کرتا ہے ۔ اس کے لیے سنسار نہیں رہتا ۔ وہ پوتر ہو جاتا ہے ۔

اور پھر اُس کو شریر کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور مارگ پر چلتا ہوا وہ سنسار کے ساگر سے پار ہو جاتا ہے۔ اور اُس کو پھر اس کا دھوکا نہیں پڑتا"

"سکندھ اور اپادان اُسے نہیں بھرماتے۔ وہ خوفناک۔ نفرتناک اور غیرتناک نیند سے بیدار ہو جاتا ہے۔ وہ راجاؤں مہاراجاؤں کو راجیہ اور دیوتاؤں سے بھی زیادہ بزرگ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں پھر زندگی کا اہم بھاو (انانیت) نہیں رہتی۔ ایک ایسی دائمی خوشی۔ دائمی شانتی اور دائمی گیان کی حالت ہستی ہے جس کا نہ نام ہے نہ روپ ہے۔ نہ رنگ ہے نہ دیکھا ہے۔ نہ باپ سے آتا ہے اور نہ جیتی کا اس میں نام و نشان تک نہیں ہے۔ اسی کو نروان کہتے ہیں۔ اور یہی پرم پد ہے جو بدھ کے درجے تک پہنچے ہوئے لوگ اس کے ادھکاری ہوتے ہیں"

چھٹا سرگ

نروان کی خوشی

کھلا اندھیرا دل کا نورِ حق سے [illegible]
پہنے جو نکات [illegible] آپ سے آپ پیدا ہو گیا

صبح صادق کا ظہور ہے۔ بکھتا عالم [illegible] سے نورانی نور ہے۔ روشن سورج اس طرح نظر آتا ہے گویا سورج بنس کا ستی گوتم پورب کی سمت پر آن بان کے ساتھ پھر آ رہا ہے۔ [illegible] کا [illegible] اور اس شاہی خاندان کے [illegible] سورج دیوتا کی [illegible] رہتی ہے۔ تاریکی گئی۔ روشنی آئی۔ اور یہ روشنی [illegible] کی فتح کا اعلان [illegible] آئی۔ اب دھرم راج نے دھرم کے [illegible] پر جلوس [illegible] ہو کر [illegible] رواج سے [illegible]

اپنا نام اور اپنا خطاب بدّھ رکھتا۔ قاعدہ کی بات ہے۔ جب راجہ تخت شاہی پر جا وراُرا ہوتا ہے۔ تب اُس کا پہلا نام بھولا دیا جاتا ہے۔ اور نئے نام سے اُس کا سکہ چلتا ہے اس لئے اب وہ سدھارتھ نہیں رہا۔ بلکہ بدّھ ہو گیا۔ اور ہم بھی اب اپنی تحریر میں اُس کو بدّھ جی کے نام سے ملقب کریں گے۔ اُس نے مار عظیم الشان فتح حاصل کی۔ غارت گر اودّیا کے فوج کو تاخت و تاراج کر دیا۔ یہ فتح شری آمر چند آنند کند کی لنکا کی فتح سے کہیں زیادہ شاندار کہی جا سکتی ہے۔ سدّھو کے چکرورتی راج کا اس کی سلطنت سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی سلطنتیں اور طرح کی تھیں اس کا راج لوک لوکانتر اور دیس دیسانتر میں پھیل گیا۔ چاہے کوئی شخص کسی ملک۔ کسی لوک اور کسی آسمانی کرہ میں رہتا ہو۔ لیکن اگر اُس کو بدّھی سے پیار ہے۔ اگر وہ نروان کا خواہشمند۔ متلاشی اور مستحق ہے۔ اور چاہے وہ اپنے کو کسی ملک۔ نام یا گروہ سے مخصوص اور منسوب کرے۔ اور چاہے اُس کو بدّھ کا پتہ ہو یا نہ ہو۔ وہ بدّھ کا شاگرد۔ بدّھ کا پیروکار اور بدّھ کی اولاد ہے۔ اس سلطنت کی وسعت کی انتہا اور حد کو کوئی کیا بتا سکتا ہے!

خوشی! خوشی!! خوشی!!! تمام کائنات سچّے بادشاہ کی سچّی فتح پر دل سے خوش ہے۔ صبح کی ہوا کے جھونکے نفیری بجا رہے ہیں۔ درختوں کے پتّے ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھانجھ کی صدا سنا رہے ہیں۔ پھول رنگ برنگ کی پوشاک پہن کر درختوں کی شاخوں کی چوٹیوں پر چڑھے ہوئے اپنے لبوں سے خوشی کی آواز کا اظہار کر رہے ہیں۔ کوئل کوکو کرتی ہے۔ کسی کسی پپیہا نے پی کہاں پی کہاں؟ کی دُھن سے آسمان کو گونج رکھا ہے۔ وہ گویا پوچھ رہے ہیں کہ رُوحانی دُنیا کا تاجدار کہاں ہے؟ اور دوسرے پپیہے اُسی لہجہ اور اُسی دُھن میں پی یہاں پی یہاں کہتے ہوئے اُس کے بودھی برکش کے نیچے آسن جما کر بیٹھنے کی خبر دے رہے ہیں۔ آسمان نے شبنم کی

بوندوں سے بھری ہری گھاس پر چھڑکا دیا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُس نے نئے
بادشاہ کی تخت نشینی کی خوشی میں موتی نچھاور کئے ہیں۔ پرندے چہچہا رہے ہیں۔ سمندر
ندیوں کے کنارے فوجی پہرہ داروں کی طرح چُپ چاپ کھڑے ہیں۔ تارے کیسے چھوٹے چھوٹے
ہو رہے ہیں اور سب بیدار ہو ہو کر اس عالمگیر خوشی کا جشن منا رہے
ہیں۔ زمینی مخلوق کا پاؤں زمین پر نہیں پڑتا۔ دیوتا آسمان پر پرپھڑپھڑاتے ہوئے
دھرم راج کی بلائیں لے رہے ہیں۔ یہ خوشی صرف بدھ گیا ہی تک محدود نہیں ہے
بلکہ ہر پل وستو میں سدھارتھ کے پلنگ کے پاس بیٹھی ہوئی اُس میں خاص
طرح کی زندگی کی علامتیں محسوس کرتی ہے۔ اور در و دیوار۔ جنگل کہسار۔ میدان گلزار
ہر جگہ سے آواز آتی ہے۔ سدھارتھ نے اپنا ارتھ سدھ کر لیا۔ اور وہ بدھ ہو گیا
سب حیران اور متعجب ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے! اس غیر معمولی خوشی کا باعث کیا ہے؟
کسی کی زبان اس سوال کا جواب نہیں دیتی۔ بلکہ عملاً یہ تماشا دیکھنے میں آ رہا ہے۔

حیوان۔ انسان۔ اپنے دشمنوں کو بھول کر سب محبت کے ساتھ مل رہے ہیں +

وہ دُکھ اور رنج۔ اور وہ دل کا اضطراب و عذاب کا خیال جو سدھارتھ کی زندگی
کو تلخ کر رہا تھا۔ بدھ ہونے پر جاتا رہا۔ زمینی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ گیان کے ساتھ اگنی کے
ہوتے ہی کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ بھاگ گئے۔ اسی حالت کو نروان کہتے ہیں۔ اور ہمارے
شاستروں نے اس کو جیون مکت دشا کا خطاب دے رکھا ہے۔ شریر ہے۔ مگر وہ شریر
اب اور طرح کا ہو گیا ہے۔ زندگی ہے۔ مگر اب وہ زندگی کچھ اور ہی نام یاد کئے جانے
کی مستحق ہے۔ جس طرح کمہار اپنے چکر کو گردش دے کر برتن بھانڈے بنا لیتا ہے۔
اور گردش کے سنسکار کی وجہ سے چکر پھر بھی کچھ دیر تک گھومتا رہتا ہے۔ ویسے ہی
اس شریر سے نروان کا پد تو پراپت کر لیا گیا۔ تمام کرم دگدھ ہو گئے۔ اور اُن میں جنم مرن
کے پھل دینے کی طاقت نہیں رہی۔ مگر پہلے سنسکاروں کی وجہ سے شریر ابھی تک متحرک

ہے۔ اور سنسار کا کام کر رہا ہے۔ یہ حالت نروان حاصل ہونے پر پہنچتی ہے اور بدھ بھی اسی طرح شانتی کے ساتھ اُس بڑ کے درخت کے نیچے آسن مار کر بیٹھا ہوا ہے۔ جو مابعد زمانہ میں بودھی درم کے نام سے مشہور ہوا۔ اور جس کی نسبت یہ بات مشہور ہے۔ کہ وہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اور گرد و ارض کے رہنے والے اپنے نجات دہندہ کی تعظیم اور بھگتی کے خیال سے بدھ گیا میں آکر اُس کی پرکرما کرتے ہیں۔

ساتواں سرگ

نروان کے بعد سات ہفتے

جیسا کنارے پر لگی کشتی تمنا کی پوری
مٹ گئے لہروں کے خطرے دُور طوفاں ہو گیا

نروان حاصل کرنے کے بعد بدھ نے پہلا ہفتہ اُسی بودھی برکش (بڑ کے درخت) کے نیچے گذارا۔ شانتی کی حالت میں بھوک پیاس کی کس کو پرواہ ہوتی ہے! یہ ایک مہا آنند کی اوستھا ہے۔ جس کا بیان زبان سے نہیں کیا جا سکتا۔ اور دل تو بھی اُس کے خیالی نقشہ کے کھینچنے میں ناکامیابی اور ناکامی ہوتی ہے۔ اس کا سمجھنا ہی سخت مشکل ہے۔ نادان نروان کو معدومیت اور فنا کے معنی میں تاویل کرتے ہیں اور اُس کو ہستی کا فنا سمجھتے ہیں۔ لیکن اِن اُن سمجھوں کے خیال میں پتھر جیسی بےحسی کی حالت ہے۔ اور اس وجہ سے جیسا کہ اس کا خود کسی کو تجربہ ہو۔ کوئی کیا بتائے اور کس کو بتائے۔ اور کس طرح بتائے جو نروان شریر کے رہتے ہوئے بھی پراپت ہوتا ہے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کے زائل ہونے کو نروان کہتے ہیں۔

اس کی دو صورتیں اوپر بتا دی گئی ہیں +

دوسرا ہفتہ دھیان میں گذرا۔ تیسرے ہفتہ میں دل رُوحانی جذبات کی خوشی سے معمور ہو گیا تھا۔ اور وہ اُسی پاک اور مقدس درخت کے سایہ میں چہل قدمی کرتے رہے۔ چوتھا ہفتہ دھرم کے معاملات پر غور کرنے میں بسر کیا۔ پانچواں مچلندے (پیپل) کے درخت کے تلے گذارا۔ جو بودھی دُرم کے قریب تھا۔ چھٹا ہفتہ اجپال کے نیگرودھ درخت کے نیچے بسر ہُوا۔ اور اس میں بدھ نِروان کے آنند میں محو تھے۔ ساتویں ہفتے وہ تاڑ کے درختوں کے کُنج میں بیٹھے ہوئے استغراق اور سمادھی میں تھے۔ آج کل کے آدمیوں کی سمجھ میں اس عرصہ تک بھوکا پیاسا رہنا غیر ممکن ہے۔ مگر اُن کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ بھوک پیاس کا تعلق شریر یا اندریوں کے سبب سے ہے۔ من اگر رُوحانیت کے اندرونی طبقہ میں نشست کرے۔ تو پھر اُس کو جسم کے سفلی جذبات اور حواس کے خواہشات سے آزادی رہتی ہے +

سات ہفتوں کے گذرنے پر وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ کہ تاپس اور بھلک[1] سوداگروں پر نظر گئی جو تجارت کا مال لئے ہوئے اُس طرف سے گذر رہے تھے۔ بدھ اُس وقت یہ گاتھا خوشی الحانی سے گا رہے تھے :-

انیک جاتی سنسارم	سندتیا وِتس ایلی پسیم
گہہ کارکن دسے سنتو	وکھ جاتی پنتم پچھم
گہہ کار کا رِدتوسی	ہنتّی گیسم نکاہسی
سبھاتے پھا سو کھا پھگّا	گہہ کو ناناسا وِسنم پکنتم

[1] کسی کسی کتاب میں تاپس کا نام تِری پُش لکھا ہُوا ہے۔ اور ان دونوں کو ہستا پور کا سوداگر بتایا گیا ہے +

جھگا	کھیام	نانک	جنہا	چتم	گتم	دسنکھار

(پالی زبان کا شلوک)

ترجمہ:- "میں زندگی کے کئی گھروں میں بار بار جنم لیکر ہمیشہ اس کی تلاش میں رہا۔ جس نے اندریوں کے قید خانوں میں پھنسا رکھا ہے۔ اور جو دُکھدائی ہے میری کشمکش سخت تھی"۔

"لیکن اب اے قید کے تعمیر کرنے والے! میں تجھ کو جانتا ہوں۔ تو اب دُکھ کی ان (چار) دیواریوں کو نہ بنا سکیگا۔ نہ دھوکے کے چھت کے درخت کو لگا سکیگا اور نہ مٹی کے تازہ پردے رکھ سکیگا۔ تیرا گھر ٹوٹ گیا۔ وہ تیری شہتیر شکست ہو گئی کیونکہ دھوکے ہی نے اُس کو بنا رکھا تھا۔ میں اب آزاد ہو کر اس سے سلامتی کے ساتھ گذر جاؤں گا"۔

بنیوں نے بُدھ کو دیکھا۔ وہ جنگل میں منگل کے روپ بنے ہوئے براجمان تھے صورت سے نور برس رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں میں پکوان وغیرہ لئے ہوئے آئے "بھگون! ہم تاپس اور بھلک اُڑیسہ دیس کے بنیے ہیں۔ اپنے دیس سے مال بھر کر اس طرف لا رہے تھے۔ ہماری گاڑی کے پہیے ریت میں دھنس گئے۔ اُن کے نکلوانے کی کوشش میں تھے۔ کہ آپ کا روپ دکھائی دیا۔ اور آپ کی مہربانی سے پہیئے بھی ریت سے نکل آئے۔ ہم آپ کے چرنوں میں بھینٹ چڑھانے آئے ہیں۔ آپ اس کو قبول کیجئے"۔

بُدھ بھگوان نے اُن کے پکوان کو منظور کیا۔ اور بُدھ ہونے کے بعد یہ اُن کی پہلی غذا تھا۔ اور پھر اُن کو آریہ دھرم کا گیان مارگ سکھایا۔ اور نروان کا راستہ دکھایا۔ یہ دونوں بُدھ بھگوان کے سب سے پہلے شاگرد تھے۔

بنیے تو شہر کو چلے گئے۔ یہ پھر اپنے دھیان میں محو ہوئے۔

(۵) - دھرم چکر پرورتن کانڈ

پہلا سرگ

برہما کی درخواست

نفرت و رغبت کے جھگڑے سے تو شیطان ہوا تھا
اِن کے جاتے ہی وہ ہم پہلو رحمان ہو گیا

شانتی کی زندگی واقعی قابل رشک ہے۔ اس سے بہتر دنیا میں اور کیا دولت ہو سکتی ہے۔ جس کے دل میں کوئی خواہش نہ ہو۔ اور جس نے ہر قسم کے حرص اور ہوس کو دل سے نکال دیا ہو۔ وہ قید و بند کی حالت سے بہت اونچے چڑھ آیا ہے۔ اُس کے واسطے موت کا ڈر بے معنی ہے۔ کیونکہ موت کا خوف تو اُن کو ہوتا ہے۔ جن کو زندگی کا پیار ہے۔ ایسے شخص کے لیے آل و اولاد۔ وطن۔ دولت اور عزت حرمت کا جادو بے اثر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس کو خواہش ہی نہیں ہے۔ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ کیا تعلق پیدا کرے گا۔ اور کیوں پیدا کرے گا؟ "چاہ مٹی چنتا گئی منوا بے پرواہ + جا کو کچھو نہ چاہیے سوئی شاہنشاہ" (کبیر صاحب) زمین اور آسمان لوک اور لوکانتر میں اُس کا کوئی ثانی نہیں رہا۔ وہ اندر دیوتاؤں کے راجہ سے بھی کروڑوں درجہ افضل ہے۔ کیونکہ اُس کو اپنے آسمانی بادشاہت کے قائم رکھنے کی فکر ہے۔ وہ برہما۔ وشنو۔ اور مہیش سے بھی زیادہ قابل تعظیم ہے۔ کیونکہ یہ کسی نہ کسی کے فرائض کے زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس کے واسطے اب کوئی بندش کسی

۱۱۶

قسم کی کمی اور کسی طرح کی احتیاج نہیں رہی - وہ سب سے اعلیٰ ہے۔
بُدھ نروان حاصل کرنے اور بھگوان اور تریپوش کے اپدیش دینے کے بعد پھر سمادھی میں مستغرق اور محو ہو گئے - اور چونکہ اُنھوں نے جیوں کے اُدھار کرنے کا ورت دھارن کر کے اس درجہ کو حاصل کیا تھا - اس خیال کا سنسکار بجلی کے کوندھے کی طرح آناً فاناً ان کے دل میں گذرا - اور وہ اس کے زیر اثر آکر سوچنے لگے "بےخواہشی ہی نروان ہے - خواہش ہی میں حسد - غرور اور بدی کی جڑ ہے - جب چاہ ست گئی تو پھر بہشت کی اُمید اور دوزخ کے خوف کا جھگڑا بھی جاتا رہا - اب کیا رہا! آنند آنند ہی ہے - آنند کی ہستی ہے - اس سے زیادہ اور کچھ اس کو نہیں کہا جا سکتا جس ست کے جان لینے سے سب کچھ جانا جا سکتا ہے - جس کی شکل شانتی ہے - اور جس کی سمجھ انسان میں مشکل سے آتی ہے - وہ میرے حصہ میں آئی ہے - میں اب آنند کا روپ ہوں - مگر یہ آنند اِندریوں کا سُکھ یا مَن کا وِشے بھوگ نہیں ہے - جہاں اِندریوں اور مَن کا تعلق ہوتا ہے وہاں اس کی سمجھ بھی نہیں آتی - آدمی بُری طرح سے عزت - دولت اور نفسانیت کے دائرہ کے اندر قید ہیں - اس مدوّر اور گول جیلخانہ سے باہر نکلنے کی اُن کو کوئی راہ بھی نہیں نظر آتی - کیونکہ اُن کے دل میں اس سے الگ ہونے کی تمنا ہی نہیں ہے - اور اس وجہ سے وہ اس 'ست' کو نہ سمجھ سکیں گے - میں اگر تعلیم بھی دوں تو کس کو دوں! کوئی بھی ایسا مخلوق نہیں ہے جس میں 'اودیا' اور 'آتما' کا پیار نہ ہو - سب 'آتما' کو مفرد اور اکیلی شخصیت سمجھ کر اسی کے آسودہ کرنے کے فکر میں پریشان ہیں - ان کے دل سے اگر 'آتما' کا وہم نکلے - تب یہ 'ست' کو سمجھیں - مگر نہ یہ ہوتا ہے - اور نہ انکی 'ست' کے ساتھ تربیت ہوتی ہے - میں جب 'نروان' کا وعظ سناؤں گا - تو وہ اس پرم پد کو نیستی اور معدومیت خیال کریں گے - اور جب میں کہوں گا - کہ یہ مہا آنند کی اوستھا ہے

تو وہ یا تو اُس کو اِندریوں کا بھوگ یا زیادہ سے زیادہ سورگ کا سُکھ سمجھیں گے
حیات ابدی - اصلی زندگی - لافانیت اور بقا کی مُراد کو ان کے ذہن نشین کرانا
سخت مشکل ہے - ان کی نظر محدودیت کو چھوڑ کر محیط کل اصول کی طرف نہ جائیگی
خواہش کے قیدی - نفرت کے غلام - اور حسد اور بغض کے محکوم کے لئے اصلیت
اور حقیقت رازِ سربستہ ہے - اور نِروان کا مسئلہ سِرِّ مخفی ہے - اگر آنکھوں کے لئے
دِل کا آسمان وسوسات اور خدشات کے بادلوں سے گھِرا ہوا ہے - تو وہ اُس
منور اور لایزال سورج کی روشنی کو کہاں دیکھ سکتے ہیں - جو سب سے اور سب میں
ہے - مَیں نے بُدّھ ہونے کی کوشش صرف جیوؤں کے کلیان کے لئے کی تھی
لیکن جب یہ اُن کی سمجھ سے باہر ہے - تو پھر اس کے اعلان کرنے اور اس کے
سُنانے سے فائدہ ہی کیا ہوگا! ممکن ہے مَیں اُن کو سُناؤں - وہ نہ سمجھیں اور
پھر مجھ کو تکلیف ہو"

جس وقت یہ خیال بھگوان کے دل میں آیا - مار[1] بدکردار اُسی وقت آکر موجود
ہوگیا " بھگوان! آپ نے بڑی محنت اور مشقت سے اس دھرم کو حاصل کیا ہے
اس کے پرچار کی ضرورت ہی کیا ہے! خلقت حرص ہوس اور نفسانیت کے
دام میں بُری طرح پھنسی ہوئی ہے - وہ آپ کے کلام کو نہ سمجھ سکیگی - اس واسطے
آپ شانتی کے ساتھ بیٹھ کر نروان کا آنند حاصل کیجئے - اور اس دردسری نہ خرید
کیجئے" ۔

[1] ناظرین یاد رکھیں - مار اور برہما یہ دونوں من ہی کے روپ ہیں - مار تو ابلیس - وہمی وسوسات اور تاریکی کی ورتی ہے - اور برہما ثابت قدمی - سچائی اور روشنی کی ورتی ہے - پارسیوں نے ہندو پُرانوں سے یہ الفاظ لے کر ایزد اور اہرمن بنا لئے - اور پارسیوں کی تقلید میں یہی دونوں لفظ غیر آریہ طریق والے یہودیوں کے رحمان اور شیطان ہوگئے ۔

ابھی بھگوان مار کی باتوں کو سُن ہی رہے تھے۔ کہ سہم پتی برہما۔ اپنے برہم لوک سے اُتر آئے۔ اور بہکانے والے کی تقریر کو بے اثر کرنے کی نیت سے بولے "بھگون! اُٹھو۔ نروان کا دروازہ کھول دو۔ اُٹھو۔ کیونکہ سنسار دُکھ میں پھنسا ہے۔ اُٹھو۔ چلو۔ اور دھرم کا اُپدیش دو۔ اگر آپ دھرم کا پرچار نہ کرو گے۔ تو پھر اور کون کرے گا۔ اُن پر ترس کھاؤ۔ رحم کرو۔ وہ مایوس ہو رہے ہیں۔ اُن کی آس بندھاؤ۔ ڈھارس دو۔ یہ کبھی نہ سوچو۔ کہ سب کے سب ایک سے ہیں۔ پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ ایسے بھی پرانی ہیں۔ جن کی آنکھیں چمگادڑ کی طرح اندھی نہیں ہیں وہ روشنی کی تاب لا سکیں گی۔ اور اُس کی زیارت کر سکیں گی۔ ہاں۔ اگر اِن کو تعلیم نہ دی گئی۔ تو پھر وہ نجات کیسے پا سکیں گی۔ یہ اُپدیش اور سکشا کے مستحق ہیں اور نروان کے ادھکاری بنیں گے"۔

دیا بھاو۔ رحم کرم۔ اور ہمدردی و محبت کا دریا بدھ کے دل میں اُمنڈنے لگا۔ اُنھوں نے اپنی روشن ضمیری کی آنکھ (دِبیہ چکشو) سے دُنیا کے آدمیوں کو دیکھا۔ بعض تو بُری طرح سنسار کے قید و بند میں جکڑے ہوئے نظر آئے۔ مگر ان کے ساتھ ہی ایسے آدمی بھی موجود تھے۔ جو تنگدلی۔ تنگ خیالی۔ اور ہٹ دھرمی کے امراض سے پاک تھے۔ اور حقیقت کی سمجھ رکھنے والے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر اُن کا چہرہ کمل کے پھول کی طرح کھل گیا۔ اور زبان سے یہ لفظ برآمد ہوئے "جن کے کان روحانی ہیں وہ روحانی نغمے سُنیں گے۔ جن کی رُوحانی آنکھیں ہیں۔ وہ رُوحانی نظارے دیکھیں گے۔ اور جن کے دل میں رُوحانیت ہے وہ روحانی خوشی کی وراثت پائیں گے"۔

برہما نے یہ باتیں سُنی۔ سمجھ گئے۔ کہ بھگوان نے اُپدیش دینے کی دِڑھ پرتگیا کر لی اور نمسکار کر کے وہ اپنے دھام "برہم لوک" کو چلے گئے۔

بُدھ نے پھر غور کیا "سب سے پہلے مَیں کس کو چلکہ تلقین کروں" "میرے پہلے گورو رُدرک اور ارا دا اِس تعلیم کے قابل اور مستحق ہیں۔ کیونکہ اُن کی عقل صاف اور پاک ہوگئی ہے" مگر جب استغراق میں محو ہوکر اُن کے آشرم کی طرف نگاہ کیا تو اُس کو ویران پایا۔ دونوں بزرگ پرلوک سدھار چکے تھے۔ اور اُن کے کثیر التعداد شاگرد اس قابل نہیں تھے۔ کہ وہ اس نئی اور سب سے قدیم تعلیم کو قبول کر سکتے۔ تب بھگوان نے اپنے پانچ ساتھی اور شاگردوں کا دھیان کیا جو اُروِلو میں نیرنجنا ندی کے کنارے اُن کے ساتھ تپ کرتے تھے۔ پھر رشی کے پاک ستھان اِسی پٹن میں کسی آشرم میں نظر آئے۔ اور گو اُن کا سلوک قابل اعتراض ضرور تھا۔ اور یہ ان سدا دریہ بدھی کی ضرورت کے وقت وہ بدھ کو مصیبت کی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ مگر بھگوان کو اس قسم کے ذاتی خیال سے کیا تعلق تھا۔ اُن کو تو صرف اتنا ہی دیکھنا تھا۔ کہ آیا وہ دھرم کے ادھکاری ہیں یا نہیں۔ اور جب ذہن نشین ہوگیا۔ کہ اُن میں اس کے سمجھنے کی قابلیت موجود ہے تو اُنھوں نے سب سے پہلے ان ہی کو تعلیم دینے کی دل میں ٹھان لی۔ اور کاشی چل کر دھرم چکر کے پروردتن کرنے (گردش دینے) کا ارادہ کرلیا ٭

دوسرا سرگ

اُپاک کی نے اتفاقی

دل کے کاشانہ کو خالی تم نہ کرنا بھول کر اب خیال یار سے جاناں اس کا مہماں ہوگیا

دھرم کے چکر کے گردش دینے کا خیال بھگوان بدھ کے دل میں جنبش کرتا ہے

کرنے کے لئے کافی تھا۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اُسی وضع قطع سے کاشی کی طرف روانہ ہوئے +

کاشی قدیم زمانہ سے دھرم کا پاک استھان سمجھا جاتا ہے۔ پہلے زمانہ میں بھی دھرم کے اُپدیش دینے والے اکثر اپنے کام کی ابتدا اسی جگہ سے کرتے تھے۔ اور مختلف مقامات جس طرح تجارت۔ ہنر اور فن کے مرکز بنے ہوئے خاص خاص کام اور شغل کے لئے مخصوص اور مشہور ہیں۔ ویسے ہی بنارس کو دھرم کی خصوصیت کا امتیاز ہے۔ اور آج بھی دھرم کی تمام شاخوں کے علمی اور عملی فلسفہ کے ماہر اب تک وہاں موجود ہیں۔ وہ سنیاسیوں اور پنڈتوں کا خاص مقام کہلاتا ہے۔ اور اس جگہ اپدیش دینے سے خود بخود خیالات کی اشاعت اور تشہیر کا استفادہ ہو جاتا ہے +

جب بھگوان راہ میں تھے۔ ان کو جین مارگ کے آجیوک پنتھ کا ایک براہمن ملا۔ جس کا نام اُپاک تھا۔ اور غالباً پہلے سے ان کا واقف کار تھا۔ بدھ کی پیشانی کو جلال کے نور سے مشتق دیکھ کر اُس نے سوال کیا۔ "کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے۔ کہ تمہاری آنکھیں جلال کے نور سے پُر نور۔ تمہاری پیشانی خاص قسم کے تیج سے چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور تمہارا دل خود کسی بڑے پاک خوشی سے معمور ہو رہا ہے" بدھ نے جواب دیا "اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ میں نے اسی زندگی میں نروان حاصل کر لیا ہے۔ مجھ میں نہ نفسانیت ہے نہ انانیت۔ میرا دل ہر قسم کی خواہشوں سے پاک اور صاف ہو گیا ہے۔ اور ستیہ حقیقت اور سچائی نے اُس کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ میں اب نروان کی حالت میں ہوں۔ اگر تم کو مجھ میں کسی خاص قسم کے آثار نظر آ رہے ہیں تو تعجب نہ کرو۔ میں اب بنارس جا رہا ہوں۔ اور وہاں دھرم چکر کا پرورتن کروں گا۔ اور سب کو اپدیش دوں گا۔

تاکہ سنسار کا اگیان رٹ جائے۔ اور بھولے بھٹکے آدمی کو نِروان کی روشنی نصیب ہو"

اُپاک کو یہ باتیں بُری لگیں۔ اُس نے کہا "خوب! کیا تم جِن (جیتیندریہ) سنسار کے بس کرنے والے صاحب کمال ہو۔ اور ایسی پاکی اور تقدیس کے دعویدار بن گئے ہو؟" بدھ نے جواب دیا "جو اِندریوں کو جیت لیتے ہیں وہی جِن کہلاتے ہیں اس نظر سے میں جِن ہوں۔ جو مَن کو بس میں کر لیتے ہیں۔ وہ سنسار کو بس میں کرنے والے کہلاتے ہیں۔ اس نظر سے میں سنسار کا جیتنے والا ہوں۔ جن میں کسی طرح کی خواہش اور باسنا نہیں ہوتی۔ وہی پُورن (مکمل اور صاحب کمال) کہلاتے ہیں مجھ میں اب کسی قسم کی حرص اور ہوس نہیں ہے اس نظر سے میں پُورن ہوں۔ جو بدی پر غالب آ جاتے اور نیک ہو جاتے ہیں۔ وہی پاکی اور تقدیس کے دعویدار ہوتے ہیں۔ مجھ میں بدی اور ناپاکی نہیں ہے۔ اس نظر سے میں پاکی اور تقدیس کا دعویدار ہوں"

اُپاک نے اس زوردار تقریر کو پسند نہیں کیا۔ اس نے سمجھا کہ یہ محض ڈینگ مار رہے ہیں۔ اور اسکے سوا کچھ نہیں ہے۔ اُس نے مُنہ بنا کر کہا "بھگون! تمھاری راہ اِدھر سے گئی ہے" اور وہ خود دوسری طرف ہو کر چلا گیا

تیسرا سرگ

کاشی میں دھرم چکر پرورتن

	اُس کو کشتی اُمید عاشق کی بر آنے کی مُراد عالمِ امکان میں اُس کا بھی امکاں ہو گیا

ستمبر سنہ ۱۹۱۷ع

بدّھ ہاتھ میں کاسۂ گدائی لیے ہوئے فقیرانہ وضع میں کاشی پہنچے۔ اُس کے اُتر میں ایک مقام ”رِسی پتن“ نام سے مشہور تھا۔ یہاں ہی ایک قدیم آشرم تھا۔ بھگوان وہاں آئے۔ پانچ بھکشو۔ کونڈنیہ۔ اسّو جیت۔ واشپ۔ مہانام۔ بھدرک موجود تھے اُنھوں نے بدّھ کو آتے ہوئے دیکھا۔ اور چونکہ اُن کو دھرم سے گرا ہُوا سمجھ لیا تھا۔ اس لیے آپس میں عہد کر لیا۔ کہ ”چاہے کچھ بھی ہو۔ ان کی تعظیم کرنے اور ان کو گورو کہنے سے پرہیز ہو۔ اور اُن کو قدیم خاندانی نام سے مخاطب کیا جائے۔ کیونکہ انھوں نے ورت کو توڑ دیا۔ بھگتی بھاو پر قایم نہیں رہے۔ اور گرہستیوں کی طرح عیش و آرام کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں“۔

لیکن جوں ہی بھگوان پاس آئے۔ اور اُنھوں نے اُن کے جلال کو دیکھا سخت متحیر ہو گئے۔ اپنی جگہ سے اُٹھے۔ پرنام کیا۔ مگر گورو کہنے کے عوض اُن سے پوچھا۔ ”کہو دوست گوتم! تمھارا کیا حال ہے“؟ بدّھ بولے ”سنو۔ گستاخی نہ کرو۔ دوست کہنا یا قدیم نام سے پکارنا غلطی میں داخل ہے۔ اب سدھارتھ بدّھ ہو گیا۔ اُس کی حیثیت بدل گئی۔ سنسار کے تمام جیو جنتو اُس کے بال بچّے ہیں۔ اور وہ سب کا رحمدل باپ اور حفاظت کرنے والا ہے۔ اُس کی عزت کرو۔ اُس کی باتوں کو سنو۔ اُس کے دھرم کو اختیار کرو۔ کیونکہ وہ تمھارے اوپر رحم کر کے تم کو نِروان کا راستہ دکھانے آیا ہے“۔

مگر کونڈنیہ وغیرہ کو اُن کی باتوں پر اعتبار نہیں آیا۔ تب بھگوان نے اُن کو اس طرح سمجھایا۔ ”اے بھکشوؤ! دو انتہائی مدارج ہیں۔ جن سے ہر شخص کو پرہیز کرنا چاہیے ایک تو عیش پسندی اور حِرص۔ جو کہ تن آسانی کی زندگی ہے۔ اس میں پڑ کر آدمی پھر کسی مصرف کا نہیں رہتا۔ کیونکہ وہ سمجھ بوجھ سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور رات دن نفس پرستی میں مصروف رہتا ہے۔ اس سے ذلیل۔ بُری۔ اور نفرت دلانے والی اور کوئی

حالت نہیں ہو سکتی اور اس سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا - دوسرا انتہائی درجہ تپسوی
بننا اور شریر کو کشٹ دینا - اور من کو بے حس و حرکت بنا رکھنا ہے - یہ بھی ویسے ہی
مضر بے سود - اور دکھ دینے والا ہے - ان دونوں سے بچکر صرف درمیانی راستہ
اختیار کرنا چاہیئے - وہ آسان ہے - اور تتھاگت (بدھ) نے اُس کا پتہ پا کر سب کے
لئے نِروان کا راستہ کھول دیا ہے - جو اس مارگ پر چلیں گے اُن کو اُپ شم (شانتی)
سمبودھی (گیان) اور نِروان (نجات) حاصل ہوگی - اور جو اس سے منحرف رہیں گے
اُن کی محنت کا بہت کم پھل ہوگا"

ویدوں کے پڑھنے - دان دکشنا دینے اور دیوتاؤں کے بھینٹ چڑھانے سے
آدمی پاک نہیں ہوتا - یہ سب بھرم ہی بھرم ہیں - پاکی تو ایسے بھرم سے دور ہونے
میں ہے - ان قاعدوں کی پابندی کرنا ایسا ہے جیسے چراغ میں پانی بھرنا - یا سڑی
گلی ہوئی لکڑی کو جلانا - چراغ تیل بھرنے سے جلیگا - پانی نہیں جلا کرتا - اسی طرح
خشک اور اچھی لکڑی جلا کرتی ہے - سڑی گلی لکڑی سے کام نہیں نکلتا - یہ سب باتیں
اہنکار اور اہم بھاؤ کو بڑھا کر ابھی نویش اور زندگی کے پیار کو پیدا کرتی ہیں - اور
جہاں اہنکار اور زندگی کے پیار کا بھیرا رہیگا - وہاں پھر نجات کیسے ہو؟ جو اہنکار رکھتے
سانپ کے منہ میں انگلی دے کر اُس کے زہر سے بچنے کی خواہش کرتے ہیں -
کیا وہ دانا آدمی کہے جا سکتے ہیں؟ بابا میں تم سے سچ کہتا ہوں - تم نہ یہ کرو نہ وہ کرو - صرف
درمیانی طریق کو اختیار کرو - اور تم بہ آسانی نِروان تک ادھکاری بنو گے - کنول کے
اردگرد پانی رہتا ہے - مگر اُس کے پھول کی پنکھڑیوں کو تر نہیں کر سکتا - اسی طرح تم
بھی اپنی موجودہ زندگی کو قائم رکھو اور بے لاگ رہتے ہوئے میری ہدایت کے موافق
عمل کرو - اور تم کو اس کا بہت اچھا پھل ملیگا - اگر عیش پسندی کی طرف جا کر تم گم ہو جاؤ
اور گر کر بنا لو گے تو پھر تم کیا ہو سکو گے! اسی طرح اگر تپ اور ریاضت میں پڑ کر اپنی

سمجھا اور ہمیصرف کر لیا۔ تو بات کیا ہوئی۔ دل و دماغ دونوں خراب ہو گئے۔ اور نروان کا مقصد ہاتھ سے جاتا رہا۔ جب ان بیرو و انتہائی درجوں کی پیروی سے دنیا کا علم نہیں ہو سکتا۔ تو پھر تم کو پرمارتھ کا گیان کیسے ملیگا۔ یہ سمجھنے کی بات ہے"۔

"سنسار میں جو کچھ تو دیکھتا ہے وہ صرف "آتما" اور "آتم بھاؤ" کے خیال کے مضبوط کرنے سے ہی ہے۔ یہ خیال بالکل بھرم اور دھوکا ہے۔ "آتما" اصل میں صرف سنسکاروں کے ملاوٹ کی حالت کا نام ہے۔ اور جہاں اس کے تمام اجزا یا سکندھ الگ الگ ہو گئے۔ پھر وہ لاپتہ ہو جائے گا۔ یہ بھرم ہے یا نہیں ؟ اور تم کو اس موذی بھرم سے دور ہو کر رہنا چاہیئے۔ بھرم بھاؤ کھڑا ہوتا ہے۔ کسی شخص کا پاؤں اندھیرے میں گیلی رسی پر پڑ گیا۔ دل میں گھبرا اٹھی تھی۔ اس نے رسی کو سانپ سمجھ لیا۔ خوف کی اچانک طاری ہوئی۔ آنکھ۔ دل۔ دماغ۔ اور ہاتھ پاؤں سب کو گھبراہٹ اور ڈر ہے۔ اور وہ گھبرا ہوا کانپ رہا ہے۔ اور اتنی بھی اس میں اب تمیز نہیں ہے۔ کہ وہ غور سے ساتھ اس رسی کو دیکھے۔ وہ تو اپنے بھرم میں اس کو سانپ ہی مان رہا ہے۔ اور سانپ کی تمام علامتیں اس میں نظر آ رہی ہیں۔ اگر کوئی اس کو سمجھا دے۔ اور اس کے سمجھانے سمجھانے اور غور کرانے سے اس نے سمجھا اور تحقیق پر سانپ کی اصلیت تحقیق میں آ جائے تو اس کو کسی قدر تسلی ہو جائے گی۔ اس کے خوف کی جڑ محض اس کے اگیان۔ بھرم۔ اور وہم میں ہے۔ اور جب تک رسی کی حقیقت کا پتہ نہ پائیگا۔ یہ بھرم دور ہونے والا بھی نہیں ہے۔ پھر اس کو کسی طرح بتا دو۔ اور جہاں رسی کا روپ نظر آیا پھر سانپ اور سانپ کا خوف دونوں یکبارگی غائب ہو جائیں گے۔ اور خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ کہ سانپ نہیں تھا۔ اگیان بھرم کی وجہ سے ایسا سمجھا تھا۔ ویسا ہی اس "آتما" اور "آتما پنے" کا حال ہے۔ یہ بھرم ہے۔ دھوکا ہے۔ اور جیسا کہ جس طرح پیاسے ہرن مرگ ترشنا کے جال میں پھنس کر ہلاک ہوتے ہیں۔ جیسے تیسے

سایہ کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں۔ اور جیسے سوئے ہوئے آدمی سپنے کے واقعات سے
گھبرا جاتے ہیں۔ ویسے ہی اگیانی اس آتما کے دھوکے میں پڑے ہوئے ناحق دکھ اور
مصیبت کے صدمے برداشت کر رہے ہیں۔ سکندھوں کے میل سے یہ اہم بھاو
والا آتما بنا ہے۔ اگر غور و فکر کر کے تم اس کے روپ اور اصلیت کو ذرا سمجھ لو۔ تو ابھی
خود غرضی۔ خود مطلبی۔ خود پسندی۔ خود بینی وغیرہ تمام امراض خود بخود دور ہو جائیں
گے۔ اور جہاں یہ میر تیرا پنا گیا۔ پھر دکھ اور عذاب بھی جاتا رہیگا۔"

"سنو۔ میں تم کو چار آریہ ستیہ (سچائی) سناتا ہوں۔ پہلا ست یہ ہے۔ کہ دکھ
ہے۔ میں تم کو صرف دکھ کے پنجے سے رہائی دینے آیا ہوں۔ دکھ ہے اس سے
تم انکار نہیں کر سکتے۔ زندگی خواہ وہ کسی قسم کی کیوں نہ ہو۔ اور چاہے سورگ نرک
مرتیو لوک۔ برہم لوک یا کہیں بھی ہو۔ دکھ سے کبھی خالی نہیں ہوگی۔ دوسرا آریہ ستیہ
یہ ہے۔ کہ تمام دکھ۔ راگ (رغبت) اور ترشنا (لالچ) سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ
تین قسم کی ہیں۔ کام (شہوت) وبھو (دولت) اور بھو کا (زندگی کی خواہش اور لذات
نفس کی ہوس کو کہتے ہیں۔ وبھو عزت شہرت۔ دھن۔ دولت۔ راج کاج وغیرہ سب
شامل ہیں۔ اور بھو نام ہے زندگی کے پیار اور آتما کے قائم رکھنے کی ہوس کا۔ یہی جیو
سا ہے۔ یہی بھو آسا ہوے ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ بھو کا مطلب ہے ہونا۔ ہونے
کی خواہش کو زندگی کہتے ہیں۔ تیسرا آریہ ستیہ یہ ہے۔ کہ کام۔ خواہش۔ حرص اور
اچھیا کے دور ہوتے ہی دکھ خود بخود دور ہو جائیگا۔ اور اس کا خوف جاتا رہیگا۔
چوتھا آریہ ستیہ یہ ہے۔ کہ خواہش۔ حرص۔ شہوت اور دکھ کے دور کرنے کی ترکیب
اشٹانگ مارگ ہے۔ اور اسی اشٹانگ مارگ کی تکمیل نرواں۔ گیان۔ اور موکش ہے
تم اس بات کو کبھی نہ بھولو۔ پیدائش دکھ ہے۔ بڑھاپا دکھ ہے۔ بیماری دکھ ہے۔
موت دکھ ہے۔ جن چیزوں سے ہم کو نفرت ہے ان سے ملاپ دکھ ہے۔ اور

جن چیزوں سے ہم کو رغبت ہے اُن سے علیحدگی اور جدائی دُکھ ہے۔ پانچ تتوں کی زندگی کا اُپادان (تعلق) دُکھ ہے۔ خواہش کا پورے طور پر کالعدم اور فنا ہو جانا ہی دُکھ کی معدومیت اور فنا ہے۔ یہ دُکھ کی بابت تعلیم ہے"۔

"اے بھکشوؤ! اشٹانگ مارگ یوگ کا طریق ہے۔ اور اس کے آٹھ انگ یہ ہیں۔ (۱)۔ سمیگ درشتی۔ (۲)۔ سمیگ سنکلپ۔ (۳)۔ سمیگ واک۔ (۴)۔ سمیگ کرمانت۔ (۵)۔ سمیگ آجیو۔ (۶)۔ سمیگ وایام (۷)۔ سمیگ سمرتی اور (۸)۔ سمیگ سمادھی۔ یہ آٹھ ہیں۔ ان آٹھوں کے سادھن سے دُکھ کا نرودھ ہوتا ہے"۔

"یہ سچائی ہے۔ جو میں رحم کے خیال سے تم کو بتانے آیا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ ابھی تک تم اس کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو۔ اور اس کے میٹھاس کو کڑوا پن سمجھو گے۔ مگر پھر بھی میں تمہارے ذہن نشین کرانے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ تم اس سے دور دور نہ جاؤ۔ اس میں یقین رکھو۔ اور جس قدر تم اس کو سمجھتے جاؤ گے اسی قدر اس میں تمہاری ترقی ہوتی جائے گی۔ جس کو سچائی معلوم ہو جاتی ہے۔ وہی آتم بھاؤ کے وہم پر غالب آتا ہے۔ اور اسی کو شانتی نصیب ہوتی ہے۔ سچائی سے بہتر خوشتر اور مبارک تر کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی کو اپنی نجات کا مددگار بناؤ۔ بجز سچائی کے اور مکتی دلانے والا دوسرا کون ہو سکتا ہے! سچائی سب سے زیادہ قابل عزت ہے۔ یہ وہ شے ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ اور جو خود نہیں بدلتی۔ نہ اس کو کسی نے آج تک بہتر بنایا نہ بدتر بنایا۔ یہ جو ہے وہ ہے۔ اور اسی وجہ سے میں تم کو اپدیش دیتا ہوں۔ کہ سچائی میں وشواس کرو۔ اور سچائی کی زندگی بسر کرو۔ جو تم میں آخر کیوں پیدا ہوتے ہیں جو تم میں دُکھ پیدا کرتے ہیں۔ یہ شراب کے نشہ کی طرح پہلے مسرت

؎ اردو زبان کے ساتھ دوسری زبان کے ترجمہ سے غلط فہمی کا خوف ہے۔

کر دیتا ہے۔ پھر ختم ہو جاتا ہے۔ اور جسم کو بیکار اور نکما چھوڑ جاتا ہے۔ "آتما" کا بھرم بھی
تپ کی طرح ہے۔ "آتما" ناشمان ہے۔ خواب و خیال ہے۔ وہم اور فریب ہے۔
لیکن سچائی یا گیان صحت کی حالت ہے۔ ہمیشہ کی رہنے والی۔ ہمیشہ قائم رہنے والی۔
اور کبھی کسی حالت میں بھی اُس کا ناش نہیں ہوتا۔ تم سچائی کو جس کو میں گیان اور بودھی
کہتا ہوں قبول کرو"+

کونڈنیہ نے بھگوان بدھ کے اُپدیش کو سُنا۔ اور اُن کے من کی خیالی دھارا سے اپنے
من کی خیالی دھارا کو ملا کر سنتھ ساتھ اس بودھی (گیان) کو دِبیہ چکشو سے دیکھا۔ اور
پریم اور خوشی کے جذبہ میں آ کر کہہ اُٹھا "بدھ! بھگوان بدھ! تم سچ مچ بدھ ہو۔
اور تم نے گیان کو پراپت کر لیا ہے"۔ کونڈنیہ اور چار بھکشوؤں سے زیادہ عمر کا تھا
اور دل سے بھی اُن کی پیروی کی۔ اور بدھ کے اُپدیش کو قبول کیا۔ اور اُس کے شردھالو
ہو گئے۔ اصل میں بدھ کے یہی سب سے پہلے شاگرد تھے۔ اور اِن ہی تعلیم سے
سارناتھ میں دھرم چکر کا پرورتن کیا گیا۔ جو اس زمانہ میں اُن کی تعلیم کی اشاعت ہے۔ اور
ہند میں کتابیں کہتی ہیں۔ اس طرح بھگوان نے دنیا میں دھرم کی سلطنت قائم کی۔ جس
کی سچائی سے نہ دیوتاؤں کو انکار ہو سکتا ہے اور نہ آدمیوں کو+

چوتھا سرگ

دھرم چکر پرورتن (مسلسل)

بحرِ غم میں ڈوبتے ہرگز نہ پاتے کوئی
ناخدا کے دل سے ایسا تھا وہ پیدا ہو گیا

مثل مشہور ہے: کیا اچھا خاک پھوڑے کا بھار ڈھیت اب خیال کی منتجو

لیہا رہی چاروں طرف جاری نہ ہو جائے۔ تب تک دل میں مضبوطی مشکل سے آتی ہے آدمی اسی اچھے خیال کو سے کر کام کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ کمزور ہے۔ خواہ اوروں سے اس کو تقویت کا سامان نہیں ملتا۔ تو اس کے دب جانے اور ضایع ہو جانے کا خوف رہتا ہے۔ جیسے رتھ کے پہیے کے دھکیلنے کے لئے بسا اوقات آگے پیچھے اور دائیں بائیں کی سمتوں سے آدمیوں کے ہاتھ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح نیک خیالی اور دھرم کی ترقی کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ کہ آدمی اپنے جیسے خیال والوں کی صحبت میں اُٹھے بیٹھے۔ اور اُن کے مجمع میں رہکر ترقی کرے۔ اگر اس کا خیال نہیں کیا جاتا۔ تو پھر آپس میں ہم کے ٹوٹا گرتے ہیں گر جانے کا ڈر رہتا ہے خربزہ کو دیکھ کر خربزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اور آدمی کو دیکھکر آدمی سدھرتا اور بگڑتا ہے جب کونڈنیہ وغیرہ پانچ شاگردوں نے اُپدیش پایا۔ وہ ہاتھ کے پنجہ کی طرح دھرم کے پکڑنے کے قابل تو ہو گئے۔ مگر بھگوان نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ "ہاتھ کی پانچ انگلیوں کی طرح بھائی بھائی کی طرح تم ملے جلے رہو۔ اور باہمی مدد کے اصول کا برتاؤ کرتے ہوئے ایک دوسرے کی کوشش کو طاقت دے دے کر کامیاب کرو۔ تم کو گیان مل گیا۔ اس گیان کو اپنے ہی تک محدود نہ رکھو۔ بلکہ دُنیا کے تمام حصّوں میں پھیلا دو۔ سب کو گورو کا پیغام سُناؤ۔ اور جس قدر ممکن ہو۔ آدمیوں کی کثیر تعداد کو دھرم کے جھنڈے کے نیچے لاؤ۔ تاکہ سب کو اس کے فیض کا حصّہ پہنچے۔ اور اُن کو سنسار کے دُکھوں سے نجات ہو۔ یہی پیروکاروں کی کثیر تعداد تمھاری دھرم کی برادری اور دھرم کا سماج ہوگی۔ یہی سنگھ (جماعت) کہلائے گا۔ اور بدھ کی شرن لینے والوں کا گروہ بنے گا"۔

کونڈنیہ نے چونکہ بُدھ کے سِدھانت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اس لئے بھگوان نے خوش ہو کر اُس کا نام اجنیات یعنی واقف کار رکھا۔ اور سنگھ کے باقاعدہ جاری

کرنے۔ اُس کے استحکام میں حصہ لینے اور اُس کے اصول کے اشاعت کرنے کے نظرسے اِن پانچوں نے تین تین دفعہ مہامنتر کا ورت دھارن کیا جو یہ ہے:۔

بُدھم شرنم گچھامی
دھرمم شرنم گچھامی
سنگھم شرنم گچھامی

یعنی مَیں بُدھ کی شرن لیتا ہوں۔ دھرم کی شرن لیتا ہوں اور سنگھ کی شرن لیتا ہوں۔ یہہ بُدھ دھرم کے 'تری رتن' (تین رتن) اور تثلیثی ارکان کہلاتے ہیں۔ اور مابعد زمانہ میں جتنے رُوحانی طریق جاری ہوئے۔ سب نے اسی کی تقلید میں اپنے درمیان مختلف ناموں سے اس تثلیث کے ارکان کے جاری رکھنے کا اہتمام کیا۔

بُدھ گورو کی ذات پاک ہے۔ بُدھ معراج صداقت ہے۔ اور چونکہ گورو سے ہم کو تعلیم ملتی ہے۔ اس لئے ہم اُن کی ذاتی مثال کو اپنے سامنے رکھ کر دھرم کی پیروی کریں گے۔ اور اس اِشٹ کو کبھی دل سے دُور نہ کریں گے۔ جس طرح بُدھ نے انسان ہو کر نروان کی پدوی حاصل کی ہے۔ اسی طرح ہم بھی اُس کے سادھن کے لئے کوشش کریں گے۔ یہہ بُدھ کے شرن لینے کا مطلب ہے۔

بُدھ کی تعلیم، تلقین۔ اُپدیش اور ارشادات کا نام دھرم ہے۔ جو کچھ گورو نے سکھایا ہے اُس کی پابندی عمل کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ محض کسی چیز کی ظاہری علم سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فائدہ تو اُس پر عمل کرنے اور عامل بننے میں ہے۔ اس لئے اُس تعلیم کو قبول کر کے اُس کے موافق اپنے طرزِ عمل کے بنانے سے دھرم کے شرن لینے کا مطلب ہے۔ دھرم کو محض علمی فلسفہ کی طرح بحث و مباحثہ کا مضمون بنانا اور رات دن ہندی کی چندی کرتے اور بال کی کھال نکالتے رہنا شرن لینے کی مراد میں شامل نہیں ہے۔

سنگھ گوروکے بچوں۔ شاگردوں اور معتقدوں کی جماعت ہے۔ اِس میں ہر قسم کے انسان اور مرد و عورت ہوتے ہیں۔ اور گرہست اور ورکت دونوں کا شمول ہے۔ جو اس گروہ کی عزّت کرتے ہیں۔ وہ بدھ اور دھرم کی عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ نہ صرف اُس کی یادگار ہیں بلکہ راہ پر چلنے والوں کی جماعت ہیں۔ جو نروان کو منزلِ مقصود بنا کر اُس کے حاصل کرنے کے جتن میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کو دل دینا۔ ان کی مدد کرنا۔ ان کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کرتے رہنا سنگھ کی شرن لینا ہے۔

جن کو بدھ میں وشواس ہے۔ وہ دھرم اور سنگھ میں بھی وشواس رکھیں گے۔ جن کو دھرم میں وشواس ہے وہ بدھ اور سنگھ میں بھی وشواس رکھیں گے۔ اور جن کو سنگھ میں وشواس ہے وہ بدھ اور دھرم میں بھی وشواس رکھیں گے۔ اور اس وشواس کے سہارے وہ اپنا اور دوسروں کا بیڑا بھوساگر سے پار کر لیجائیں گے۔ یہ تینوں لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ اگر ان میں سے کسی ایک کو نظر انداز کیا گیا۔ تو پھر خودی۔ اہم جھاو۔ اور آتما کی غلط سمجھ کے دل میں پیدا ہونے کا خوف رہیگا۔ اور مار بدکردار دل پر حملہ کرتے ہوئے گمراہ کریگا۔ تینوں کے تعلق سے آدمی دیاوان ہو کر دوسروں کے قصوروں کو نظر انداز کرتا ہوا اپنے آپ کو رقیق القلب بنالیگا۔ اور درگذر کے مسئلہ کا عامل ہو کر معصومیت کی زندگی بسر کرتا ہوا اپنا کام بہ آسانی بنا سکے گا۔

پانچواں سرگ

یش اور اُس کے دوستوں کا سنگھ میں شریک ہونا

نغمۂ بلبل کی خواہش دل سے سب باقی رہی
زمزمہ سنج آج اپنا طایرِ جاں ہوگیا

خیال میں پھیلنے اور محیط ہونے کی بڑی زبردست طاقت ہے۔ جس طرح ایک
کنکر ڈالنے سے تالاب کے پانی میں ہلورا آجاتا ہے۔ اور لہریں اُٹھ اُٹھ کر چھوٹی سے
بڑی بنتی ہوئیں کناروں کو چھو لیتی ہیں۔ اُسی طرح من بچن کرم سے جو کام کیا جاتا ہے
اُس کی صدا بھی آکاش منڈل میں گونج جاتی ہے۔ اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہم آہنگی
اور موافقت رکھتے ہیں۔ وہ اُس کی طرف کھنچتے اور اُس کو جذب کر کے اُسی
قسم کے خیال اور فعل کرنے لگ جاتے ہیں +

بنارس میں یش نامی کسی دولتمند رئیس کا نوجوان لڑکا رہتا تھا۔ گو اُس کے
گھر میں ہر قسم کے عیش و آرام کا سامان کثرت سے تھا۔ مگر طبیعت ان سب کی
طرف سے مکدر ہو گئی تھی۔ اور وہ ان کو دُکھ سمجھ کر ان سے متنفر ہو رہا تھا۔ وہ رات
کے وقت چارپائی سے اُٹھا۔ اور بھگوان بدھ کے قیام گاہ میں آ کر کہنے لگا "آہ!
سنسار میں کس قدر دُکھ ہے۔ اور میں اس دُکھ سے کس طرح گھبرا رہا ہوں"
بھگوان اُس سے مخاطب ہو کر بولے "یش! کیسا دُکھ اور کیسی مصیبت! مصیبت
اور دُکھ صرف اگیان میں ہے۔ اگیان ہی خواہشوں کی جڑ ہے۔ اگر کسی کو کسی چیز کی خواہش
نہ ہو تو پھر دُکھ ہوگا کیسے! اور خواہش اصلیت اور ستیہ کے رُوپ کے نہ سمجھنے سے پیدا
ہوتی ہے۔ اور جب رُوپ کا گیان نہیں ہوتا۔ تو آدمی اپنے اندر کمی محسوس کرتا ہے۔
اور یہی کمی کا محسوس کرنا خواہش ہے۔ تم خود ہی اپنے دل میں غور کرو۔ تم کیوں گھر بار
ساز و سامان۔ اور اپنے نوکر چاکر کی شکایت کرتے رہتے ہو! سبب یہ ہے۔ کہ
اُن کے ساتھ تم کو کسی نہ کسی قسم کی غرض سے تعلق ہے۔ اگر غرض نہ ہو تو پھر شکایت
کیسی! اسی طرح ہر معاملہ کی نسبت خیال کرو" +

یش نے بھگوان کی باتوں پر غور کیا۔ چونکہ یہ خیالات اُن کے دل سے محبت
اور ہمدردی کے ساتھ آئے تھے۔ اس نوجوان پر اُن کا اثر ہوا۔ اور سچائی اُس کے

ذہن نشین ہوگئی۔ تب اُس کی نظر بیٹے جسم اور اس کے لباس اور زیور پر گئی۔
اور دل ہی دل میں وہ سخت شرمندہ ہوا۔ کیونکہ یہ زیور اور لباس حقیقت میں کیا ہیں!
یہ انسان کی کم عقلی کے ثبوت ہیں انسان زیور سے جسم کو سجاتا اور آراستہ کرتا ہے۔
لیکن کیا ان سے شانتی ملتی ہے؟ بلکہ شانتی کے عوض یہ اشانتی اور بے شانتی پیدا کرتے
ہیں۔ بھگوان کے دل پر یش کے خیالات کا عکس پڑا۔ اور وہ پھر اُس سے بولے۔
"ظاہری صورت اور ظاہری ساز و سامان سے اندرونی شانتی اور دلی تسکین کا
تعلق بہت کم ہے۔ ممکن ہے کہ آدمی گھر میں رہکر دھرم کی راہ پر چلے۔ اور وہ نیک
ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی دُنیا کے تعلقات کو ظاہرا ترک کرکے پھر بھی دل میں
اُن کی ہوس رکھتا ہو۔ اور ناپاک ہو۔ سادھوؤں کے لباس پہن لینے سے کوئی سادھو
نہیں ہوتا۔ سادھو ہونے کا تعلق تو صرف دل پر قابو حاصل کرنے اور اندریوں کے بس
میں لانے سے ہے۔ بن میں رہکر گھر بار کی فکر میں محو رہنا گرہستی کی حالت سے بھی
نیچے گرنا ہے۔ اور گھر میں رہکر بے تعلقی کی زندگی بسر کرنا فقیرانہ طرز معاشرت ہے۔
کپڑوں کو نہ رنگو۔ دل کو رنگو۔ کہیں بھی رہو۔ مگر دل بلند پرواز اور باحوصلہ ہو۔ جو کچھ
کرنا ہے وہ صرف اسی قدر ہے۔ کہ اس فرضی آتما کے دھوکے کو سمجھ لو۔ اور اُس کی
فکر، آرزو۔ اور خواہش کو ترک کر دو۔ پھر سادھو اور گرہستی میں کوئی بھی فرق نہ
رہے گا"۔

یش اس امرت بانی کو سُن کر بہت خوش ہوا۔ اور بھگوان کے شرن میں آنے کی
خواہش ظاہر کی۔ اُسی وقت اُس کے گرہستی کے لباس اُتروا دیئے گئے۔
فقیرانہ کپڑے پہنائے گئے۔ اور مہا منتر سکھا کر درست دھارن کرنے پر اُس کو
دیکشا دی گئی۔ اور وہ وہاں کونڈنیہ وغیرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا اُپدیش سُننے لگا۔
یش گھر سے بلا اطلاع چلا آیا تھا۔ باپ نے جب لڑکے کو نہیں دیکھا وہ سخت

پریشان ہو کر اور اُس کی تلاش میں بدھ کے جائے قیام پر پہنچ کر اُن سے پوچھنے لگا "بھگون! کیا ہمارا لڑکا کیش ادھر سے گذرا ہے! اور کیا آپ نے اُس کو دیکھا ہے؟" بدھ نے جواب دیا "اندر چلے آؤ۔ اُپدیش سنو۔ اور تم اپنے کھوئے ہوئے بیٹے کو پا جاؤ گے" تیس خوش ہو کر آیا۔ اور کیش کے پاس بیٹھ گیا۔ مگر اُس نے کیش کو نہیں دیکھا اور نہ پہچانا۔ یا تو اُس کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تھا یا لباس کے تبدیل کر لینے سے کیش اُس کو مختلف آدمی معلوم ہوا۔

تب بدھ نے فرمایا "یہاں کسی چیز کو قیام نہیں ہے۔ ہماری زندگی اور ہمارا آتما یہ سب مرکب اور سکندھوں سے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی مفرد۔ حقیقی۔ اور ایک حالت پر رہنے والی چیز نہیں ہے۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے موت کے قطارِ پے در پے دیتے ہیں۔ کوئی بھی یہاں ایسا نہیں ہے جو دُکھی نہ ہو۔ مگر پھر بھی پرانی غور نہیں کرتے۔ اور اصلیت اور حقیقت کا علم پا کر اس آتما کے فریب اور دُکھ کی پریشانی سے نجات نہیں حاصل کرتے! اس سے زیادہ تعجب کی اور کیا بات ہو گی"۔

یہ مختصر الفاظ گو نہایت ہی سیدھے سادے تھے۔ مگر ان کی وجہ سے اُس کی خیالی آنکھوں کے سامنے عبرت کا نقشہ کھنچ گیا۔ اور اُس نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ "بھگون! آپ سچ فرماتے ہیں۔ آپ ستیہ گیان کے سکھانے والے۔ دھرم کی مریادا کے قائم رکھنے والے اور بگڑی ہوئی کے بنانے والے ہو۔ آپ کی باتوں سے شانتی ملتی ہے۔ اور بھولے بھٹکے ہوؤں کی ڈھارس بندھتی ہے۔ دُنیا میں تاریکی چھائی ہے۔ آپ نے ہدایت کی شمع روشن کی ہے۔ دھرم گپت ہو گیا تھا۔ آپ نے اُس کو پھر پرگٹ کیا ہے۔ جیسے آپ سب کا اُدّھار کر رہے ہو۔ مجھ کو بھی شرن میں لو۔ اور یہ آشیرباد دو۔ کہ میں جب تک جیتا رہوں آپ کا شرناگت بنا رہوں"۔

بُدھ نے اُس کو سنگھ میں شامل کیا۔ اور یہہ پہلا گرہستی تھا۔ جس کو دھرم چکر کے پرورتن کرنے پر سنگھ میں شریک ہونے کا سب سے پہلا موقع ملا تھا۔ جب اُس کی دیکشا ہو گئی۔ اُس نے اپنے ارد گرد نظر کی۔ اور اُس کا لڑکا یش گیروے بستر پہنے ہوئے فقیروں کے ساتھ بیٹھا ہوا پایا۔ اس نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا "بیٹے! تیری ماں بہت دُکھی ہے۔ تو بغیر کہے سُنے چلا آیا۔ گھر چل تاکہ اُس کے دل کو قرار اور اُس کی جان میں جان آئے"۔ یش نے بُدھ کی طرف نگاہ کی۔ بھگوان نے رئیس سے کہا "جس کی بہ حیثیت بھکشو دیکشا ہو چکی ہے۔ کیا پھر اُس کا گرہست آشرم کی طرف واپس جانا مناسب اور ضروری ہے! اور کیا اُونچے چڑھ کر نیچے گرنے اور عیش و آرام میں پڑنے سے سنسکار کے خراب ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے"!

رئیس نے جواب دیا "اگر ایسا ہے تو پھر اُس کو گرہستی بننے اور گھر میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ گھر بار کے قید بند سے چھوٹ گیا۔ بھکشو کی طرح رہے۔ اور پرمارتھ کی کمائی کرے"+

اِس کے بعد اُس نے درخواست کی "بھگوان! آپ اپنے سیوک یش کے ساتھ میرے یہاں بھکشا لیجیے"۔ اور بھگوان اُسی وقت کاسۂ گدائی لے کر فقیرانہ لباس میں اُس کے گھر گئے۔ یش کی ماں اور اُس کی بیوی دونوں نے پرنام کیا۔ اور اجازت پا کر قریب بیٹھ گئیں۔ اور اُپدیش سُننے کے بعد جب بھگوان نے اُن کی خواہش دیکھی۔ درخواست کرنے پر اُن کو سنگھ میں شامل کر لیا۔ اور بُدھ دھرم کی تواریخ میں یہہ پہلی گرہستی عورتیں تھیں جنھوں نے سب سے پہلے بُدھ۔ دھرم۔ اور سنگھ کی شرن لی تھی +

یش۔ کاشی میں بہت سمجھدار اور نیک بخت نوجوان تھا۔ اُس کا خاندان بھی بہت دولتمند تھا۔ جب اُس کے چار دوست۔ ومل۔ سوباہو۔ پُنیہ جیت۔ اور گوام پتی نے سُنا کہ اُن کے دوست نے اپنے کیس کٹوا دیئے۔ اور فقیرانہ وضع اختیار کر کے بُدھ

کی شرن لے لی ہے تو اُن کو خیال آیا کہ یہ تعلیم غیر معمولی نہ ہو گی۔ بلکہ سچی ہو گی۔ وہ خود
اُسی دن آگئے۔ اور بدھ کے شرناگت ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے بعد اُن کے اور
دوستوں نے جو سب کے سب ذی حیثیت اور ذی عزت تھے یکے بعد دیگرے دھرم میں
شامل ہوتے گئے۔ اور اُن کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی ◆

چھٹا سرگ

بھکشوؤں کو پرچار کے لئے باہر بھیجا

توڑ دے زنجیر رغبت اور نفرت کو ابھی
مدرسہ کا عشق کے گر تو سبق خواں ہو گیا

ایک آدمی بہتوں کا کام نہیں کر سکتا۔ جب آدمیوں کی تعداد زیادہ ہو۔ تو پھر
اُن کی خدمت کرنے۔ اُن کے سکھانے۔ اور اُن کو ایک خاص حالت میں قائم رکھنے
کے لئے زیادہ آدمیوں کی تعداد کا ہونا بھی لازمی ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ سب کا سردار
ایک ہو سکتا ہے۔ مگر وہ ہر جگہ۔ ہر موقع اور ہر وقت میں تو اُن کی مدد نہیں کر سکتا
ایک تو یہ خیال ہوتا۔ اور دوسرا خیال یہ تھا۔ کہ جس طرح ایک پانی کی بوند کے پیچھے
دوسری بوندیں رہ کر اُس کو دھکیلتی ہوئی دُور دُور تک پہنچاتی رہتی ہیں۔ اور دُنیا
میں ان ننھے ننھے برائے نام قطروں کے سلسلہ میں سیلاب عظیم آ جاتا ہے۔ اُسی طرح
اگر ایک صاحبِ خیال کے خیال کو حرکت دینے کے لئے اور دوسرے اہلِ خیال اپنی خیالی طاقت
اور کوشش سے کام لیں۔ تو پھر اس کا سلسلہ بھی بہت عظیم الشان ہو جاتا ہے۔ اور
تمام دنیا ایسے خیال کے زیرِ اثر آ کر اُسی کی بموجب خاص قسم کی زندگی اختیار کرتی ہوئی
اُس مقصد کی تکمیل بہ آسانی کر لیتی ہے جس کا محرک وہ ابتدائی خیال ہوا تھا۔ یہ

دوسرا خیال تھا۔ تیسرا خیال یہ تھا۔ کہ دینے سے ترقی اور لیتے رہنے سے تنزلی ہوتی ہے۔ آدمی اگر دُنیا کو نیکی کا خیال برابر دیتا رہے۔ تو وہ بیج کی صورت میں بے شمار پھل پھول پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور اُس کی مشاقی کے ساتھ نیکی۔ نیک خیالی اور نیک اندیشی کا بہت بڑا وسیع دائرہ بنجاتا ہے۔ اور اُس کے گھیرے میں بہت سے آدمی آکر نیک ہوجاتے ہیں۔ اور اُس نیکی کا فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ نیکی کے دینے میں دونوں کا بھلا ہے۔ دینے والے کا اور لینے والے کا۔ اور اگر لینے والے بھی اپنی باری پر دینے والے بن جائیں تو پھر کیا کہنا ہے! ابھی دنیا کی حالت دم کے دم میں تبدیل ہوجائے۔ اور دُکھوں کی کمی ہو۔

یہ تین مبارک خیال تھے جو بُدھ بھگوان کے دماغ میں داخل ہوئے۔ اور جب اُنہوں نے دیکھا۔ کہ دھرم کے اُپدیش پانے والوں کا میلان رُو بہ ترقی ہے۔ اور وہ بڑے دان کے راستہ کے اختیار کرنے کے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں۔ تو ایک دن اپنے ساتھ بھکشوؤں کو جواب رُخصت ہوگئے تھے۔ فرمایا: "بھکشوؤ! کثیر التعداد آدمیوں کے نفع کل انسان کی فلاح۔ اور تمام دُنیا کی بہتری کے خیال سے دل میں رحم کرکے تم اب جاؤ۔ دھرم کا اُپدیش کرو۔ یہ دھرم ابتدا۔ انتہا۔ اور وسط تینوں میں اچھا ہے۔ اس کی ظاہری اور باطنی دونوں صورتیں اچھی ہیں۔ دھرم کے دکھانے کو دُنیا میں ایسے موجود ہیں۔ جن کی آنکھیں تنگ دلی اور تنگ خیالی کی گرد وغبار سے دھندلی بنی ہوئی ہیں۔ اگر دھرم سنایا گیا۔ تو وہ اس کو قبول کریں گے۔ لیکن اگر اس کا پیغام اُن تک نہ پہنچایا گیا۔ تو پھر وہ موکش نہ پا سکیں گے۔ تم جا بجا جاکر پاک زندگی بسر کرنے کے اصول کا اعلان کرو۔ وہ اس تمہارے وعظ کو سنیں گے اور اُس کو اختیار کریں گے"۔

"میں زمینی اور آسمانی دونوں قسم کے اثرات کے قیود سے آزاد ہوں۔ اور

اب تم کو بھی اس طرح کے تعلقات سے کام نہیں رہا ہے۔ تم جاؤ۔ ہر جگہ پہنچو اور دیوتاؤں کی بھلائی اور آدمیوں کی بہتری کے خیال سے سفر کرو۔ ایک ایک طرف ایک ایک آدمی جاؤ۔ اس کلیان دینے والے دھرم کا پرچار کرو۔ دھرم کا سادھن اچھی طرح برہمچاری ہی کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس دھرم کے پرچار کرنے کی نیت سے اسی طرح سفر کرتا رہوں گا"

"یہ دھرم اگر گپت رہیگا۔ تو چھپے ہوئے اس کا پرکاش دان ہونا مشکل ہے اور جب اس کا پرچار ہوتا ہے۔ تو اس کے پرکاش سے دنیا کا اندھیرا مٹ جاتا ہے لیکن اس بات کی احتیاط رکھنا ہے۔ اتم اور سریشٹ دھرم ان نااہل و غیر مستحق ادھکاریوں کے ہاتھ میں نہ پڑنے پاوے۔ کیونکہ وہ اس کی حقارت اور بے عزتی کریں گے۔ اور ان کا سلوک اس کے ساتھ شرمناک ہوگا۔ اور وہ لعنت، ملامت اور مذمت بھی کریں گے۔ اور اس کی پھبتیاں اڑائیں گے۔ تم کو میری طرف سے پوری پوری اجازت ہے۔ مختلف ملکوں میں تم ان لوگوں کی سنسکار کر دو۔ ان کو دیکشا دو۔ جو سنسکار کرانے اور دیکشا پانے کے قابل ہیں۔ اور اس کے خواہشمند ہوں۔ اور جن کو تم ادھکاری سمجھتے ہو"

اور یہ حکم پا کر ساٹھ آدمی اور سچے گرو کے سچے شاگرد اسی وقت ہاتھوں میں کشکول لئے ہوئے مختلف ملکوں کی طرف چلے گئے۔ اور ایک سے زیادہ آدمی ایک طرف نہیں گیا۔ نہ کسی کے ہاتھ میں لکڑی تھی۔ نہ ایک دن کا بھی کسی کے پاس توشہ تھا۔ بدھ کا حکم ہی ایسا ہی تھا۔ کہ سنسار میں اچھی طرح پاکانہ اور پارسایانہ زندگی بسر کرتے ہوئے دھرم کا اپدیش دو۔ ہاتھ میں لکڑی رکھنے سے ممکن تھا۔ کہ کسی وقت سختی اور بدسلوکی کرتے وقت دشمن یا کسی جانور کے ایذا دینے یا اس سے بدلہ لینے کا خیال دل میں آ جاتے۔ اور کھانے کی فکر کرنے سے بھی پھر آتم واد

کا پورا نا جھگڑا چھڑ جائے۔ اور سب نے لفظ بہ لفظ اس حکم کی تعمیل کی +
بھکشو گئے۔ اور دیس دیسانتر میں بدھ کی تعلیم کی اشاعت کی۔ سال میں آٹھ مہینے تو گھوم پھر کر یہ کام کرتے رہتے تھے۔ اور برسات میں کسی جگہہ قیام کیا کرتے تھے۔ زیادہ تعداد بھکشوؤں کی اُس جگہہ آجاتی تھی۔ جہاں بدھ برسات میں ٹھہرا کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں وہ ست سنگ کر کے اُن سے دھرم کی سکشا پاتے تھے +

ساتواں سرگ

تینوں کشیپ کا دھرم میں شامل ہونا

باغ میں آیا جو اماں جب کبھی وہ رشکِ گل
غنچہ اُس کو دیکھ کر بے درد گریباں ہو گیا

بھکشو دیس دیسانتر کی طرف گئے۔ اور بھگوان اُسی بن میں تن تنہا رہ گئے اُس وقت پھر مار نے آکر کہا۔ لو اب تم نے دھرم چکر پرورتن کا فرض ادا کر لیا اور بہت سے آدیشک دھرم پرچار کرنے کے لئے باہر بھیج دیئے۔ اب شانتی سے رہ کر یہاں ہی آرام کرو۔ بھگوان نے کہا۔ جا۔ چلا جا۔ تو کس فکر میں ہے۔ میں نے تو نروان پد کی پراپتی دوسرے پرانیوں کے کلیان کے مقصد سے کی ہے۔ آرام کیسا! جب تک یہ شریر ہے۔ تب تک جیوں کو دھرم کے مارگ پر لگاتا رہوں گا۔ اور اس زندگی کا ایک دن بھی ضایع نہ جانے دوں گا۔ اور تو دیکھتا رہیگا۔ کہ بیشمار خلقت کا میری ذات سے اُودھار ہوگا۔ مار یہ سُنکر اور مایوس ہو کر چلا گیا۔ تب بُدھ اُٹھے۔ اور پھر اُر وِلو (گیا کے متصل) کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں اُن کے آتے ہی شہر کے گلی کوچوں

میں شور مچ گیا" نروان پد کے سکشا دینے والے بدھ آ گئے ہیں" اور تمام خلقت
ان کے درشن کے لئے آئی۔ جو ان کے شانت اور دبیہ مورتی کو دیکھتا تھا۔ دل
میں عشق عشق کرنے لگ جاتا تھا۔ "ایسا صاحب کمال جوگی تو پہلے کبھی نہیں نظر
آیا" اور گیا کے بڑے خاندانوں کے تیس نوجوان ان کے شاگرد ہو گئے۔ ان کے
دھرم میں داخل ہونے سے شہر میں غلغلہ سا مچ گیا۔ کیونکہ یہ سب کے سب
ہونہار، تیز عقل اور پڑھے لکھے عالم تھے۔ ان کے علاوہ دیگر بھگوان تاتل کشیپ
کے حلقے میں آ گئے۔ یہ بہت بڑا سنسکرت کا پنڈت اور عالم فاضل مشہور تھا۔ اور
اور کرشن کے اپاسکوں کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا۔ بھارت ورش میں ہر جگہ اس کی
بزرگی کی شہرت تھی۔ اور اس کے کلام بطور سند پیش کئے جاتے تھے۔
بھگوان اس کے یہاں مٹھ میں ٹھہرے۔ وہ ان کی وضع قطع دیکھ کر حیران رہ گیا
تاہم دل میں کہنے لگا۔ کہ "گو یہ بہت قابل اور تعظیم کے لائق ہیں۔ مگر مجھ جیسے پاک
نہیں ہیں"۔ بھگوان نے اس کے دل کی بات جان لی۔ رات کے وقت ان کو اپنے
اگنی ہوتر کے مندر میں ٹھہرایا۔ جس میں ایک زہریلا سانپ رہتا تھا۔ بدھ نے اسی کو
اپنے رہنے کے لئے پسند کیا۔ مگر رات کو جب سانپ نکلا۔ تو بدھ کے جلال کو
دیکھ کر کانپ اٹھا۔ اور بالعوض ان کو نقصان پہنچانے کے وہ آپ اپنے غصے کی آگ
سے جل کر ہلاک ہو گیا۔ صبح کشیپ نے اس کو مرا ہوا دیکھ کر تعجب کیا۔ اور وہ ڈر گیا کہ
کہیں ایسا نہ ہو۔ سب لوگ مجھ سے منحرف ہو جائیں۔ اور سب لوگ ان ہی کی تعظیم کرنے
لگیں۔ اتفاق کی بات ادھر ایک میلہ لگنے والا تھا۔ اور کشیپ چاہتا تھا۔ کہ بدھ
اس جگہ سے چلے جائیں۔ تاکہ اس کے چیلے ان پر شیدا نہ ہو جائیں۔ مگر بدھ وہاں
سے نہیں گئے۔ نہ میلے کے دن کشیپ سے ملنے نہیں آئے۔ اور نہ میلے میں گئے
اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ تب کشیپ خود ان کے پاس آیا۔ اور کہا

لگا "مہامنی! تم میلے میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟" بدھ نے جواب دیا "تمہارے
دل میں یہ خیال بار بار گذرتا تھا کہ میں میلے میں نہ شامل ہوں۔ اور اس وجہ سے
میں نے الگ تھلگ رہنے میں مصلحت سمجھی" یہ سن کر کشیپ کو اور بھی حیرت ہوئی
تاہم وہ اپنے دل میں اسی خیال کو مضبوط کرتا رہا "میں شاکیہ منی بدھ سے زیادہ پاک
ہوں" تب بدھ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "تم ست کو دیکھ کر قبول نہیں کرتے
تم میں حسد اور رشک ہے۔ خودی اور خود بینی ہے۔ یہ دل کی ناپاک حالتیں ہیں۔
تم پاک نہیں ہوئے۔ اور اس لئے دھرم میں داخل ہونے سے تم کو گریز ہے" +

بھگوان کا صرف اسی قدر فرمانا کافی تھا۔ کشیپ ان کے قدموں پر گرا۔ اور
شرناگت ہونے کی درخواست کرنے لگا۔ آپ نے اس کو سمجھایا "تم جاٹلوں کے
مذہبی پیشوا اور ان کی سمپردا کے مہنت ہو۔ پہلے ان سے استمزاج کرو۔ پیچھے تم کو
اختیار حاصل ہے" +

کشیپ نے اپنے شاگردوں کے پاس جا کر شاکیہ سنگھ بدھ کی شاگردی کا ارادہ
ظاہر کیا۔ وہ کہنے لگے "ہمارے دل میں پہلے ہی سے ان کی عزت ہے۔ اگر تم ان
کے مرید ہونا چاہتے ہو۔ تو ہم بھی ان کی شرن لیں گے" اور اُرویلو کے جاٹل بھگوان
کے پاس آئے۔ اور اپنے پہلے گورو کے ساتھ بدھ۔ دھرم۔ اور سنگھ کی شرن
لی۔ اور اگنی ہوتر کے تمام سامان کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا +

اس جاٹل کشیپ کے دو بھائی ندی کشیپ اور گیا کشیپ دریا کے کنارے اپنے
اپنے مٹھ بنا کر رہتے تھے۔ اگنی ہوتر کے سامان کو پانی میں بہتا ہوا دیکھ کر ان کو خوف
ہوا۔ کہ کہیں ان کے بڑے بھائی پر بلا تو نہیں نازل ہوئی" اور اس وجہ سے وہ بھی
اس کے مٹھ میں آئے۔ یہ دونوں بھی اگنی ہوتری تھے۔ اور جب سارا حال سن کر
بدھ کو پرنام کر کے بیٹھ گئے۔ بدھ نے ان کو بھی دیکشا دی کر ان کے ساتھ "گیا سیس" تاجی

پہاڑی پر گئے۔ جو گیا یُوشی بھی کہلاتا ہے۔ یہاں یکبارگی جنگل میں آگ لگ گئی۔ اور اس کو مشتعل دیکھ کر بھگوان نے بیٹھ کر ان سب کو یہ اپدیش سنایا۔ بھکشوؤ! اے دھرم ادھی تم یہاں ہر چیز جل رہی ہے۔ آنکھ جل رہی ہے۔ اور رُوپ والی چیزیں جل رہی ہیں اور راگ۔ بھرم۔ دُشمنی۔ جنم۔ بڑھاپا۔ رنج۔ دُکھ۔ ناامیدی۔ خستہ حالی۔ پریشانی وغیرہ کی مختلف قسم کی آگ مشتعل ہو کر ہر شے کو جلا رہی ہے۔ کان جل رہے ہیں۔ ناک جل رہی ہے۔ اور اس کا وشئے گندھ بھی جل رہا ہے۔ زبان جل رہی ہے اور اس کا بھوگ ذائقہ (رس) بھی جل رہا ہے۔ شریر معہ اندریوں کے جل رہا ہے اور اندریوں کے بھوگ بلاس کے سامان جل رہے ہیں۔ من میں آگ ہے۔ اور اس کے خیالات شعلوں کی صورتوں کے ہیں۔ جس کو دیکھئے۔ وہی غلبات اور شہوات نفسانی کی آگ سے جل رہا ہے۔ اے بھکشوؤ! تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور گرو کے نیک اور سچے چیلے اس کو دیکھ کر آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان۔ لامسہ۔ اور شبد سپرش رُوپ۔ رس۔ گندھ۔ اور من اور شریر کی طرف سے اُداسین ہو جاتے ہیں۔ اور اُداسین ہو کر اپنے آپ کو شہوت اور خواہش کے جال سے نجات دیتے ہیں۔ اور برہمچریہ اور تپوتر جیوں کی مدد سے وہ جنم مرن کے چکر سے نجات حاصل کر لیتے ہیں جو شخص خودی کو عزیز رکھتا ہے۔ وہ اپنے دل میں اہنکار کی آگ کو مشتعل کرتا رہتا ہے۔ یہ خودی۔ اہم بھاؤ (اہم یا اہی) دُکھ کا کارن ہے۔ اس سے بچ رہو۔ اور پھر سنسار کی جلنے اور جلانے والی آگ تمہارے لئے بُجھ جائے گی"۔

کہتے ہیں کہ اس موقع پر بھگوان کے ساتھ قریب ایک ہزار بھکشو تھے۔

آٹھواں سرگ

راج گرہ میں پرچار اور اُپدیش

راستی کی سلطنت دُنیا میں قایم ہو گئی
اور وہ باشان و شوکت اُس کا سلطان ہو گیا

کشیتپ اور بُدھ دونوں اس وقت اُس اطراف میں مشہور ہو چکے تھے۔ کشیپ تو برسوں سے ممتاز رُوحانی معلّم تسلیم کیا جا چکا تھا۔ بُدھ نے ابھی اپنا کام شروع کیا تھا۔ تاہم سب اس قدر جان گئے تھے۔ کہ وہ بہت پاک اور مُبارک مُنی ہیں۔ شاگردوں کی کثیر تعداد ساتھ لئے ہوئے وہ حسب وعدہ اُروِلو سے چل کر مگدھ کی راجدھانی راج گرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راجہ بِمبسار نے سُنا۔ کہ "شاکیہ مُنی معہ بھکشوؤں کی جماعت کے چلے آرہے ہیں۔ اور اُس کو بھی اُن کے درشن کی خواہش ہوئی ॥

مگر جب راج گرہ کے رہنے والوں نے دو مُنیوں کو یکجا دیکھا۔ اُن کو یہ نہ معلوم ہو سکا۔ کہ "کون گورو ہے اور کون چیلا ہے۔ اور آیا دونوں ہی گورو ہیں"۔ بُدھ نے اُن کے دِلوں کے شک و شبہات کا پتہ پا کر کشیتپ سے کہا "کشیتپ! تم اِن کو بتا دو۔ کہ کس گیان کے پانے سے تم نے اگنی ہوتر دھرم کو چھوڑ دیا۔ اور وہ گیان کیا ہے!" کشیتپ نے زبان کھولی "جب تک میں اگنی ہوتری تھا۔ مجھ کو آتما کے غیر اصلی ہونے کی بالکل خبر نہیں تھی۔ مَیں سمجھتا تھا۔ کہ جو کچھ ہے "آتما" ہی ہے۔ اور اسی کے راضی اور خوش کرنے کیلئے مَیں طرح طرح کے جھوٹے کرموں کے چکّر میں پڑا ہوا تھا۔ بھگوان بُدھ نے دیا کر کے میری غلط فہمی دُور کر دی۔ مَیں سمجھ گیا۔ کہ آتما کیا ہے اور اُس کا رُوپ کیا ہے۔ اور اب میں دھوکے میں نہیں ہوں۔ اور نہ فضول تپیہ اور بلدان کے رسم میں پڑا ہوں۔ بلکہ مَیں نے درمیانی راستہ اختیار کیا ہے۔ اور نِروان کی تلاش میں سرگرمی

سے کر رہا ہوں۔ تاکہ اس دُکھدائی جنم مرن کے پھندے سے نجات حاصل ہو جائے
جب تک آدمی شریر۔ اندریوں۔ اور من کے بھرم جال میں پڑا رہتا ہے تب تک نہ
تو اس نروان کی ماہیت ہی سمجھ سکتا ہے اور نہ اُس کے لیئے جتن کرتا ہے۔ جب
ان سب کا رُوپ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اور ان کی طرف سے بے پروائی ہو جاتی ہے
تب ہی گیان پراپت ہوتا ہے" +

اس مختصر مگر واضح تقریر سے سب کے ذہن نشین ہو گیا۔ کہ کشیپ نے بدھ
کی شاگردی اختیار کی ہے۔ اور اُن کی طرف اور بھی سب کا رجحان بڑھ گیا +

راجہ بمبسار اپنے سرداروں اور افسروں کو ساتھ لئے ہوئے بھگوان کے درشن کو
آیا۔ اور بدھ نے دیکھا۔ کہ "اُن کو دھرم کی پیاس ہے" زبان کھولی۔ اور اس طرح
ویاکھیان دیا۔ جو راج گرہ کے اُپدیش کے نام سے مشہور ہے "جس کو سنسار میں دیکھتے
ہو، ہیں میں کتنا نظر آتا ہے۔ مگر یہ کسی کو بھی نہیں معلوم کہ یہ میں کیا ہے۔ اور کس
طرح اندریاں اُس کے لئے کام کرتی ہیں۔ یہ میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ
سنسکاروں کا مجموعہ ہے۔ جیسے پانی کے اجزا ہوا کے اجزا کے ساتھ مل کر حباب کی
شکل بنا لیتے ہیں ویسے ہی یہ میں والا آتما ہے۔ اس کے رُوپ کو ایک مرتبہ
سمجھ لو۔ پھر اہنکار اور میں پنا مٹ جائے گا۔ شانتی ملے گی۔ اور جھوٹے خوف
اور دکھ جاتے رہیں گے۔ مگر جب تک یہ ہے۔ تب تک وہ بھی رہیں گے۔ دونوں
لازم و ملزوم ہیں۔ بعض آدمیوں کی رائے میں یہ 'میں' (آتما) مرنے کے بعد
رہتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مرنے کے بعد اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں غلطی
پر ہیں۔ اور یہ غلطی سخت افسوسناک ہے۔ ان کی نادانی رحم کے قابل ہے۔ اگر
یہ لوگ پوچھیں۔ کہ 'میں' (آتما) فانی ہے۔ تو پھر کرم دھرم کا پھل کیا ہوگا!
اور اس کو کون بھوگیگا! کرم تو اسی خیال سے کئے جاتے ہیں۔ کہ مرنے کے پیچھے

ان کا پھل بھوگنے میں آئیگا۔ اور اگر یہہ کہیں۔ کہ "میں (آتما) دائمی ہے۔ اور اُس کا ناس کبھی نہیں ہوتا۔ تو پھر اُن کو یہہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ اس شریر کے اندر کوئی نہ تبدیل ہونے والی۔ نہ پیدا ہونے والی اور نہ مرنے والی چیز رہتی ہے۔ اور وہ ایسا مانتے بھی ہیں۔ اُن کا یہہ ماننا بھی غلطی ہے۔ کیونکہ اگر یہہ آتما (میں) مکمل ہے۔ تو پھر کرم دھرم کرنے کی سعی کیا ہیں۔ وہ تو نہ گھٹ سکتا ہے نہ بڑھ سکتا ہے۔ وہ جیسا ہے ویسا ہی رہیگا۔ کرم دھرم ایسے وجود کے لئے ناکارہ اور غلط ٹھہرتے ہیں۔ الغرض 'میں' (آتما) کی ہستی اور نہستی کے خیال دونوں ہی بھرم میں ڈالنے والے ہیں۔ اور چاہے اس کے کسی پہلو کو لے لو۔ 'اقرار' یا 'انکار' دونوں ہی سے شک و شبہہ نہیں رفع ہوتے۔ آتما جب فطرتاً مالک اور سب کا قاعدہ میں چلانے والا ٹھہرا تو پھر کامل کو کس نے اور کامل بنایا ہے۔ اور پھر کیوں کوئی کرم دھرم کرے۔ اس وجہ سے ان دونوں کے درمیان رہ کر سچائی کو قبول کرنا چاہیئے۔ اور اُس کے رُوپ کو بودھی (عقل سلیم) کی نظر سے دیکھ کر اس پر غالب آنا چاہیئے" +

"دُکھ ہے اور سُکھ بھی ہے۔ یہہ دُکھ اور سُکھ پھر کس کو ہوتا ہے اگر آتما کو ہوتا ہے۔ تو پھر وہ کامل تو نہیں رہا۔ اور اگر اُس کو دُکھ ہوتا ہے۔ تو پھر اس بات کے جاننے اور سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیئے۔ کہ یہہ دُکھ سُکھ کس کو ہوتا ہے۔ اور کیوں ہوتا ہے۔ اگر 'میں' کرم کرنے والا ہے۔ تو پھر اُس کی ہستی بھی اسی کرم میں ملیگی۔ کرم سے علیحدہ کام کرنے والا کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آج تک کوئی کرم کو کرم کرنے والے سے الگ ثابت کر سکا ہے۔ کیونکہ اُن کے تعلقات باہمی نسبتی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جاننے سے علیحدہ کوئی جاننے والے کو بھی نہیں دکھا سکتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جس کو لوگ 'آتما' مان رہے ہیں۔ وہ اس زندگی سے علیحدہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اور نہ وہ اُس سے آزاد اور خود مختار رہکر اُس کا مالک ہی ہے" +

"اب میں تم کو اس 'میں' یا 'آتما' کی حقیقت بتاتا ہوں۔ جب اندریوں کا کسی چیز کے ساتھ سپرش ہوتا ہے۔ تو اُس سپرش سے حس پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی حس سے سمرتی یعنی یادداشت کی طاقت آتی ہے۔ پس جس طرح سورج کی گرمی سے آتشی شیشہ میں آگ کا اظہار ہوتا ہے ویسے ہی چیز اور اندری کے پیدا ہوئے گیان سے اُس تمہارے 'سوامی' کا ظہور ہوتا ہے۔ جس کو تم 'اہم' کہتے ہو۔ بیج سے انکھوا پھوٹتا ہے۔ یہ مانا۔ کہ انکھوا بیج نہیں ہے۔ مگر اصل میں تو دونوں ایک ہیں۔ نیان دونوں کو کوئی ایک نہیں کہتا۔ مگر اصلیت کے لحاظ سے یہ باہم مختلف بھی نہیں ہیں۔ زندگی کی پیدائش کا راز صرف یہ ہے۔ تم اب تک 'آتما۔ آتما' کہتے ہوئے چلا رہے تھے اور صبح سے شام تک اسی کی خدمت کا دم بھرتے رہے۔ اور اسی کی وجہ سے جنم مرن۔ ضعیفی اور روگ کا کھٹکا لگا رہا ہے اب تم کو یقین ہونا چاہئے۔ کہ تمہارے اس ظالم اور بے رحم مالک کا کہیں بھی وجود نہیں ہے۔ 'میں میں' کرتے رہنا ایک پردستا اور سخت غلطی ہے۔ آنکھوں کو کھول کر دیکھو۔ اور اس بھرم اور سپنے سے چھوٹ جاؤ۔ اگر ہر شے کو اُس کی اصلیت کی نظر سے دیکھنے کی عادت ڈالو۔ تو تم کو اُس کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگ جائے۔ اور دل میں شانتی آ جائے۔ جاگتے ہوئے کو سپنے کے بھوت کا خوف نہیں ہوتا۔ اُسی طرح جو 'میں' کی حقیقت جانتا ہے۔ اُس کو 'آتما' کا دھوکا نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ خوشی اور تمناؤں کے دام میں پھنستا ہے۔ تم کو جو لالچ نفسانیت اور تعلق کا خیال ہے وہ پچھلے جنموں سے ورثہ میں ملا ہے۔ اور یہی سب مل ملا کر سُکھ اور دُکھ کے باعث ہوتے ہیں۔ ان کو سمجھو۔ اِن کو ترک کر دو۔ اور شانتی اور گیان کی حالت کو حاصل کر لو۔ اپنے بیٹے کے خطرے کو سمجھ کر اُس کے چھوٹنے میں تشدد لواتی ہے۔ پس تم بھی جیوں کو جنم مرن کے دُکھ میں جان کر اُن کے اُپکار کی نظر سے خود نیک بنو۔ اُن کو نیک بناؤ۔ اور نیک بیٹے بنانے کے سلسلہ میں مکتی حاصل

کرو۔ سچے طور پر نیک بننا صرف اُسی وقت ممکن ہے۔ جب آدمی کے دل سے خودی اور خود غرضی کا خیال جاتا رہے۔ تم سارے جیوں کے لئے جو تمھارے اردگرد۔ آس پاس۔ اوپر نیچے۔ داہنے بائیں اور ہر جگہ ہوں۔ اپنے دل میں دیا کا بھاؤ پیدا کرو۔ اس میں کسی قسم کی تمیز یا ترجیح کو دخل نہ دو۔ اور جاگتے ہوئے۔ کھڑے ہوئے۔ چلتے ہوئے۔ بیٹھے ہوئے۔ لیٹے ہوئے خواہ جس حالت میں رہو من سے اس بھاؤ کو کبھی نہ جانے دو۔ اس قسم کی مشاقی تم کو جلد پاک دل اور نیک دل بنا دیگی پاکی صرف پاپ کے تیاگ کا نام ہے ؎

[illegible]	کوشلسیہ اُپسمپدا ایتن بدّھا نوشاسنم		سب پاپسیہ آکرنم سہ چت پریودپنم

"پاپوں سے چھٹکارا پانا۔ دھرم کا پالن کرنا۔ من کو شدھ اور پوتر رکھنا۔ بدھ کی تعلیم صرف اتنی ہی ہے" ؎

بھگوان نے اپنی تقریر ختم کی۔ تب بمبسار نے ہاتھ باندھکر کہا "پربھو! جب میں لڑکا تھا۔ میری پانچ خواہشیں تھیں۔ اول راجہ ہونا۔ دوسرے میرے راج میں بدھ کا پرگٹ ہونا۔ تیسرے اُس بدھ کی سیوا بندگی بجا لانا۔ چوتھے دھرم کا اُپدیش سُننا اور پانچویں سب سے بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ میں بدھ کے آریہ دھرم کو سمجھ سکوں۔ اور میں واقعی خوش نصیب ہوں۔ کہ میری پانچوں تمنائیں پوری ہوئیں۔ آپ کی تعلیم سب سے اُتم اور اچھی ہے۔ آپ نے گپت دھرم کو پرگٹ کیا۔ بھولے بھٹکوں کو راہ دکھایا۔ اندھیرے میں مشعل روشن کی۔ اور جن کو آنکھیں ملی ہیں۔ وہ ان سب مُبارک علامات کو دیکھتے ہیں۔ میں سچے دل سے بدھ دھرم اور سنگھ کی شرن لیتا ہوں" ؎

بدھ نے راجہ کو دیکشا دی۔ اُس کے ساتھ درباری بھی دیکشت ہوگئے۔ اور اس طرح مگدھ کے راج میں دھرم کا بیج بو دیا گیا ✣

نواں سرگ

راج گرہ میں ہلچل

صحن گلشن میں میری نظمیں کسی نے گر پڑھیں
گل گریباں چاک اور بلبل غزلخواں ہوگیا

بھگوان شہر سے کچھ فاصلہ پر بستی دن میں مقیم تھے۔ اور روز صبح کے وقت بھکشا مانگنے کے لئے بستی میں آجایا کرتے تھے۔ بمبسار کو خیال ہوا۔ کہ اتنی دور سے آنے جانے میں تکلیف ہوگی۔ اس نظر سے اس نے وینوبن نامی ایک باغ جو نہ وہاں سے بہت نزدیک تھا اور نہ بہت دور۔ اور نہ جہاں دن کو زیادہ بھیڑ بھاڑ اور نہ رات کو شور وغل کا خوف تھا۔ نذر کیا۔ تنہائی کے لئے۔ صحت کے لئے۔ اور شاگرد کو تعلیم دینے کے لئے یہہ جگہ ہر طرح سے بہت موزوں تھی۔ بدھ دیو نے اس کو پسند کیا اور کچھ دنوں وہاں قیام پذیر ہوگئے +

اس قیام کا نتیجہ یہہ ہوا۔ کہ راجدھانی کے بہت سے نوجوان بدھ دیو کے سنگھ میں شامل ہوگئے۔ اور ان کی کثیر تعداد دیکھکر سب کو خوف ہوا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہہ دھرم کا شوق ان کی خانہ بربادی کا باعث ہوجائے۔ ان نوجوانوں میں دو براہمنوں کے لڑکے شاری پتر اور موگلاین تھے۔ جن کی شمولیت اور بھی بے چینی اور بداطمینانی کا سبب ہوئی۔ اور جو اتوجیت کی مثال کی پیروی میں اس طرف متوجہ ہوئے تھے +

جب یہہ نئے سادھو ہاتھ میں کمنڈل لے کر شہر میں بھیکھ مانگنے آتے تو گو ان کا کمنڈل چاول سے بھرلو دیا جاتا تھا۔ مگر شہر والے تمسخر کرنے اور ان کی مخالفت کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ اور یہہ عام طور پر سب کے ذہن نشین ہوگیا تھا۔ کہ اگر

۱؎ ایک بھکشو کا نام ہے +

کچھ دنوں یوں ہی اسی طرح اس نئے دھرم کی اشاعت ہوتی رہی تو گرہستیوں کا ٹھکانا نہ رہیگا۔ اور تمام مُلک ویران ہوجائے گا۔ یہ سچ ہے کہ برہمچریہ کا آشرم ہندؤوں میں پہلے سے بھی موجود تھا۔ مگر یہ صرف کمسن نوجوان اور دیرینہ سال بُڈھوں ہی تک محدود تھا۔ باقی اور سب گھروں میں رہکر اولاد پیدا کرتے اور کسی نہ کسی پیشہ کی پیروی کو معاش کی تکسیب کا ذریعہ بناتے تھے۔ مگر بُدّھ کے پرگٹ ہونے اور اُن کے دھرم پرچار کرنے پر جوانوں میں اس زور کا جوش پیدا ہوا۔ کہ وہ گرہستی کو جنجال سمجھ کر جوق درجوق سنگھ میں آنے اور بھکشو بننے لگے۔ راجہ خود بھگوان کا معتقد ہوگیا تھا۔ اور جب راجہ کسی آئین کو پسند کرلیتا ہے تو عوام کا اُس طرف رجحان ہونا ایک معمولی سی حرکت ہے۔ مگدھ میں تھلکہ مچ گیا۔ اور جس کو دیکھئے وہی شکایت کرنے لگا۔ کہ " شاکیہ مُنی دھرم سکھانے کیا آیا ہے وہ تو شوہروں کو بیویوں سے اور لڑکوں کو اُن کے ماں باپ سے جُدا کرلینے آیا ہے اور راج میں بربادی مچا رکھا ہے "۔

بھکشوؤں نے بھگوان کے پاس آکر شہروالوں کی کھلبلی کا حال سُنایا۔ بھگوان بولے " سُنو بھکشوؤ! یہ سنسار کا قاعدہ ہے۔ جب کوئی نئی تعلیم جاری کی جاتی ہے اور پُرانے رسم ورواج کو دھکہ پہنچنے کا اندیشہ ہوجاتا ہے تو اس طرح کی مخالفت عام طور پر کی جاتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مگر اس کی میعاد زیادہ عرصہ تک نہیں ہوتی۔ صرف سات دن تک یہ شکایت رہے گی پھر اس کے بعد اسے معمولی سمجھ کر سب خود بخود خاموش ہوجائیں گے۔ اور اگر گرہستی تم کو طعنہ دیں تو اُن کو سمجھاؤ کہ بُدّھ کسی کو گمراہ کرنے نہیں بلکہ راستہ دکھانے آئے ہیں۔ کیا ایسے نیک انسان پر الزام لگانا دھرم کی بات ہے۔ اُن کا طریق تو معصومیت اور نفس کشی کا طریق ہے۔ اس میں کونسی شکایت کی بات ہے "۔

اور آخر ایسا ہی ہوا۔ مخالفت روز بروز کم ہوتی گئی۔ اور بدھ کی تعلیم سے فایدہ اُٹھانے کا شوق کچھ ایسا بڑھا کہ ایک کی دیکھا دیکھی دوسرا اُن کی شرنا گت ہونے لگا۔ اور بھگوان نے راج گرہ میں باقاعدہ سنگھہ کو قایم کیا۔ پرتی موکھ کا رواج دیا۔ اور اس کا اہتمام تمام بھکشوؤں کے مشورہ سے کیا تھا۔ گویا بودھوں کا دھرم کی اشاعت کی نظر سے یہہ پہلا مذہبی جلسہ ہوا تھا +

دسواں سرگ

اناتھ پنڈک اور اُس کے ساتھ بات چیت

ہم اندھیرے کو پکڑ کر کیسے دکھلائیں تمھیں
دیکھتے ہی شمع روشن کے وہ پنہاں ہوگیا

شراوستی راج کا ایک دولتمند اور نیک آدمی راجگرہ میں آیا تھا۔ وہ بڑا دھرماتما اناتھوں کا ناتھ اور غریبوں کا مددگار تھا۔ اور اسی وجہ سے عوام میں اُس کا نام اناتھ پنڈک مشہور تھا۔ جب اُس نے راجگرہ میں ہلچل دیکھی اور اُس کو معلوم گیا۔ کہ بدھ بھگوان دھرم چکر پرورتن کرنے کے لئے پرگٹ ہوئے ہیں۔ تو اُس کو بھی اُن کے درشن کی خواہش ہوئی۔ اور وہ شردھا کے ساتھ اُن کے پاس آیا۔ اور ڈنڈوت پرنام کرنے کے بعد اُپدیش سُننے کی خواہش ظاہر کی۔ بھگوان ایک گرہستی ہوں۔ آپ بدھ ہو۔ میری حالت دیکھکر مجھے ہدایت کیجئے۔ کہ مَیں کون سا طریق اختیار کروں۔ کہ میرا بھلا ہو۔ میں مصروفیت کی زندگی بسر کرتا ہوں۔ میرے پاس دولت بہت ہے۔ جس کی وجہ سے رات دن فکر لگی رہتی ہے۔ پھر بھی میں اُس کی سنبھال کر لیتا ہوں۔ اور بہت سے آدمیوں کو نوکر رکھ چھوڑا ہے۔ آپ کے بھکشو گرہست آشرم کی زندگی کرتے

ہیں۔ اور دُنیا کو ہیچ پوچ سمجھتے ہیں اور وہ سب کو سُنا کر کہتے رہتے ہیں۔ کہ بھگوان نے نروان کے لئے گھر بار اور راج پاٹ کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر اُن میں کچھ بھلائی ہوتی تو پھر اس طرح کے نمونہ کے قایم کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ یہہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ کیا میں بھی ان کی طرح گھر بار۔ آل اولاد۔ اور کاروبار کو ترک کر کے فقیر ہو جاؤں؟ آپ میری ہدایت کیجئے۔"

بُدھ نے جواب دیا "سُنو۔ آریہ اشٹانگ مارگ درمیانی راستہ کہلاتا ہے۔ کسی کو انتہا درجہ کے جپ تپ اور انتہا درجہ کے بھوگ ولاس میں پھنسنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر دُنیا میں رہ کر دل بُری طرح دولت میں پھنسا ہے۔ تب تو اُس کا تیاگ کر دینا ہی ضروری ہے۔ ورنہ وہ زندگی کو زہریلی بنا دے گی۔ اور دُکھدائی ہوگی اور اگر کوئی شخص دولت کا بہترین اور مناسب ترین استعمال کرتا ہے۔ اور اُس کی ذات سے دوسروں کا بھلا ہوتا ہے۔ اور وہ اُس کا غلام نہیں ہے تو اُس کو گرہست آشرم کے تیاگ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ تم زندگی کی جس حالت میں ہو۔ اُسی میں قایم رہو۔ کام کرو۔ مگر کام کو قید و بند نہ بناؤ۔ دھن دولت کماؤ۔ مگر دھن دولت کو گلے کی پھانسی نہ بناؤ۔ اگر کوئی شخص گھر بار چھوڑ کر اور بھکشو بن کر پھر بھی سنسار کی چاہ میں پھنسا ہوا ہے۔ تو پھر اُس کو نفع کیا پہنچا! میں بیکاری اور اپاہج پنے کی زندگی کو سخت معیوب سمجھتا ہوں۔ اگر سُست آدمی سے دُنیا کا کام نہیں ہوتا۔ تو پرمارتھ کی کمائی وہ کیا کر سکیگا۔ کوئی ہو۔ راجہ پرجا۔ اہلکار یا سوداگر۔ چاہے وہ گھر میں رہے یا گھر سے الگ ہو جائے۔ مطلب تو صرف کام کرنے سے ہے۔ جیسے کنول کے پھول پانی اور کیچڑ سے پیدا ہو کر اُن میں رہتے اور اُن کے اثر سے بچتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص سنسار میں رہتا ہوا خود ی اہم بھاؤ اور نفرت۔ حسد اور بغض سے دل کو پاک صاف رکھ سکتا ہے۔ تو اُس کی زندگی سچائی کی زندگی ہوگی۔ اور شانتی۔ آنند

اور سکھ اُس کے حصہ میں آئے گا۔ بدھ کی تعلیم کا عطر اور جوہر صرف یہ ہے ۔ کہ کسی طرح یہ غلط اہنکار اور اہم بھاؤ دلوں سے دُور ہو جاوے۔ اس کا بھرم جاتا رہے ۔ اور جب بھرم نہ رہیگا۔ تو پھر خواہش اور خواہش کے ساز و سامان کے ساتھ کچھ تعلق بھی نہ رہے گا۔ اور اس اصول کی مشاقی سے ایک دن نروان کی پراپتی ہو جائے گی ۔ یہ اہم بھاؤ بھرم کا اندھیرا ہے ۔ اور نروان کی روشنی کے ہوتے ہی خود بخود دُور ہو جاتا ہے ۔

گیارھواں سرگ

اناتھ پنڈک کے ساتھ مزید سوال و جواب

شوقِ وحدت سے مٹے کثرت کے جھگڑے خود بخود
تخمِ گل کے درمیاں پنہاں گلستاں ہو گیا

اناتھ پنڈک بھگوان کے صاف اور پُر مضمون اُپدیش کو سُن کر خوش ہوا۔ اُس نے سوال کئے "بھگون! آپ فرماتے ہیں ۔ کہ اہم بھاؤ کا مٹانا ہی دھرم ہے ۔ کیا اس ہستی کے بنانے میں کسی اور طاقت کا ہاتھ نہیں ہے؟"

بدھ بولے "میری تعلیم صرف اسی قدر ہے ۔ کہ اس سنسار کا بے چین اور چنچل خواص ہی دُکھ کا باعث ہے ۔ دل میں جب تک بھرانتی رہے گی وہ بے چین رہیگا ۔ اور جب تک اُس میں بے چینی ہے ۔ وہ اصلیت کے گیان کو پراپت نہ کرسکیگا ۔ اور جب تک ٹھیک طور پر اصلیت کا گیان نہ ملیگا تب تک نہ شانتی ہو گی نہ نروان پد کی پراپتی ہو گی ۔ اور جب تک نروان کی پراپتی نہ ہو گی تب تک یہ جنم مرن کا دُکھ قطعی طور پر دُور نہ ہو گا ۔ یہ اہم بھاؤ جس کو آتما کہتے ہیں

صرف مختلف صفتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اور مجموعہ کے اجزا کے بکھر جانے سے پھر اس کا کہیں نام ونشان تک نظر نہیں آتا" +

"لوگوں کا وشواس ہے۔ کہ ایشور ہمارا اور ہماری زندگیوں کا بنانیوالا ہے اور اگر یہ خیال صحیح ہے اور ایشور سچ مچ پیدا کرنیوالا اور سب کا بنانیوالا ہے۔ تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے۔ تمام جانداروں کو چپ چاپ ہوکر بنانے والے کے حکم طاقت اور فیصلہ کا مطیع ہو جانا چاہیئے۔ کمہار نے برتن بھانڈ گھڑ کر رکھ دیئے۔ اور وہ پڑے ہیں۔ اور جب جیو کمہار کے برتنوں ہی کی طرح بنائے گئے ہیں تو پھر اُن کو نیکی کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ اور وہ کیوں نیکی کریں! بنانے والے نے جیسا بنا دیا وہ بن گئے۔ اور بس!! اور اگر اس سنسار کو ایشور ہی نے بنایا ہے۔ تو پھر اس میں دکھ۔ پاپ اور سنتاپ کیوں ہے۔ اور اس میں اور جیوں میں پاکی اور ناپاکی کیوں دیکھی جاتی ہے۔ اگر ایشور نے پاک ناپاک اور دکھ سکھ سب کچھ بنایا ہے تو پاکی ناپاکی اور دکھ سکھ کا اُس میں ہونا لازمی ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو جیسا ہوتا ہے وہ ویسے ہی کام کرتا رہتا ہے۔ اور اگر ایشور نے اس جگت کو نہیں بنایا۔ تو پھر یہ لازمی بات ہے۔ کہ اس سنسار اور اُس کے جیوں کا بنانے والا کوئی اور دوسرا سبب ہوگا۔ اور اُس سبب کا پتہ لگانا لازمی ہے۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے اور سوچنے سے ایشور کا خیال خود بخود رد ہو جاتا ہے" +

"پھر اگر یہ کہو۔ کہ برہم (یعنی وجود مطلق اور ذات مطلق) نے ہم کو پیدا کیا ہے تو پھر یہاں پر یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ جس کو برہم یا ذات مطلق کا خطاب دیا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ کارن اور کارج (علت اور معلول) سے پاک ہے۔ وہ نہ پیدا ہوا اور نہ پیدا کرتا ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ ہمارے ارد گرد کی چیزیں جیسے ہی

لہ ناظرین اس بیان کو غور سے پڑھیں۔ بدھ کہیں بھی ایشور یا برہم کی ہستی سے انکار نہیں کرتے +

کسی اور سبب سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے بیج سے درخت اور پھل۔ پھول اور پتے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ برہم کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ان سب میں محیط اور موجود بھی ہے۔ اور اسی نے سب کو بنایا ہے۔ تو پھر یہ بات عقل کی ترازو پر صحیح طور پر نہیں تلتی۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ برہم کسی شے کا بنانے والا اور بگاڑنے والا نہیں ہے"۔

"اور پھر اگر یہ مان لو۔ کہ "اہم" (آتما) ہی سب کا بنانے والا ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ اس نے سب چیزوں کو راحت بخش اور سکھدائی کیوں نہیں بنایا؟ کوئی سمجھدار شخص نہ دکھ میں پھنسنا چاہتا ہے۔ اور نہ دکھ کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ رنج اور خوشی کے سبب دونوں خارجی اور باہری نظر آتے ہیں۔ پھر وہ "اہم" کے بنائے ہوئے کیسے ٹھہر سکتے ہیں"۔

"اس کے سوا اگر تم یہ دلیل لاؤ۔ کہ کوئی بنانے والا ہی نہیں ہے۔ اور ہم سب بصورت موجودہ محض اتفاق یا تقدیر سے یوں ہی بن گئے ہیں۔ اور اس اتفاق کے سوا کوئی اور دوسرا سبب نہیں ہے۔ تو تم کو اپنے اصلاح کرنی۔ اور عاقبت بخیر ہونے کے لئے نیک اعمال کی کیا ضرورت ہے؟ یہ صاف صاف اور سادہ سادہ باتیں ہیں۔ جو ہر شخص کی سمجھ میں کسی حد تک آسکتی ہیں۔ ان سب پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ نہ ہم کو ایشور نے نہ برہم نے نہ اہم نے اور نہ اتفاق نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ ہمارا بنانے والا کوئی اور ہی سبب ہے۔ اور وہ ہمارا کرم ہے ہم نے اچھے برے دونوں طرح کے کرم کئے۔ اور ان کی وجہ سے ہم بن گئے"۔

"سبب اور نتیجہ کا قانون محیط کل ہے۔ سنسار اسی کے ماتحت ہے۔ اور وہ سبب جس سے کرم پیدا ہوتا ہے وہ بالکل اچنت اور غیر مدرک نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ کارج میں کارن یوں ہی محیط ہوتا ہے۔ سونے کے ہزاروں برتن بھانڈے زیور وغیرہ

بنالو۔ مگر سونا اُن میں ہر وقت محیط رہیگا۔ اور اُس کو اُن سے کبھی جُدا نہ کرسکوگے اور یہ سب اصل میں سونا ہی سونا ہیں۔ صرف بھرم اور اگیان اِن کو اور بناتا اور سجھاتا رہتا ہے"۔

"اے اناتھ پنڈک! نادان نہ بنو۔ دانا بنو۔ ایشور کی پرستش اور اُس سے دُعا مانگنے کے غلط عقیدہ کو ترک کر دو۔ اور فلسفہ کے بال کی کھال نکالنے کی عادت کو برطرف رکھو۔ کیونکہ اس سے بھی کوئی نیک نتیجہ نہیں نکلتا۔ اصلی اور ضروری بات صرف اسی قدر ہے۔ کہ اہنکار۔ خودی۔ خود غرضی۔ خود بینی۔ خود پسندی۔ انانیت اور اہنکار سے قطعی طور پر علیحدگی کر لو۔ اور چونکہ یہ تمام اشیا کرم کے قانون کے تابع ہیں۔ اس لیے نیک کرم کرنے سے خود بخود نیک نتیجے پیدا ہونگے اور اُن کے سلسلہ میں بدھ کی تعلیم کی پیروی کرتے ہوئے نروان پد کی پراپتی ہوگی جو دُکھوں کے۔ نفسانیت کے اور خواہشوں کے خاتمہ۔ فنا۔ اور سعدیت کی حالت ہے"۔

اناتھ پنڈک بہت خوش ہوا۔ اور بدھ۔ دھرم۔ سنگھ کی شرن لینے اور بھگوان سے دیکشا پانے کے بعد اُس نے ہاتھ باندھ کر کہا: بھگوان! میں شراوستی نگر کا رہنے والا ہوں۔ جو کوشل دیس کی راجدھانی ہے۔ یہ ملک بہت زرخیز ہے۔ اور پرسین جیت راجہ اُس کا حکمران ہے۔ اور وہ نیک ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ وہاں آپکے سنگھ کے لیے وہار تعمیر کروں۔ آپ اس کو منظور فرمائیے"۔

بدھ نے کہا: "تم مبارک ہو۔ دانی کو سب پیار کرتے ہیں وہ خوش رہتا ہے اور پچھتاوے کا دُکھ اُس کو نہیں ہوتا۔ وہ کنول کی طرح کھلا رہتا ہے۔ اس بات کا سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ کہ غذا کے دان کرنے سے ہم میں زیادہ طاقت۔ بستر کے دان دینے سے ہم میں زیادہ حسن۔ اور سچائی اور پاکی کے استھان بنوانے سے ہم کو

قیمتی خزانے ملتے ہیں۔ دان کو سوچ سمجھ کر کرنے ہی سے کلیان ہوتا ہے۔ اور جیسے بیر اپنی طاقت کو دیکھ کر بڑھتا ہے ویسے ہی دان دینے والے کو بھی اپنی طاقت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ اس قسم کا دانی سچ مچ بہت مشہور ہوتا ہے۔ اور اُس میں پریم اور محبت رہتے ہیں۔ دانی مکتی کا ادھکاری ہے وہ اُس آدمی کی طرح ہے جو دوسروں کے پھل پھول اور سایہ دینے کے خیال سے درخت لگاتا ہے۔ اسی طرح دانی حاجتمندوں کی مُراد بر لاتا ہے۔ یہی نِروان کا زینہ ہے۔ اور دان کرنے سے ہم اپنی نِروان کی زندگی مکمل کرنے کے قابل ہوتے ہیں" +

تب اناتھ پنڈک بھگوان سے رخصت ہو کر اپنے دیس کو چلا گیا۔ اور اور ساتھ میں شاریپتر کو لے گیا تاکہ وہ وِہار کے لئے موزوں مناسب اور خوش نما موقع کے تلاش کرنے میں مددگار ہو +

(۶) کپل وستو کانڈ

پہلا سرگ

گم شدہ کے ملنے کی خوش خبری

ہجر کی شب تیرے آنے کی خبر جس دم سُنی
شمع کی صورت خوشی سے دل گل افشاں ہو گیا

گھر سے جب گھر کا رہنے والا چلا جاتا ہے۔ تو وہ سُونا اور بے رونق ہو جاتا ہے اسی طرح ہم جس کو پیار کرتے ہیں۔ اگر وہ ہم کو چھوڑ کر چلا جائے۔ تو ہماری اپنی حالت

بھی خراب ہو جاتی ہے۔ سدھارتھ کو گھر سے نکلے ہوئے سات برس ہوئے۔ سات برس تک بوڑھے راجہ شدھودان اور پرجاوتی بیٹے کی جدائی کے رنج سہتے رہے۔ اور سات برس تک یشودھرا بے زبان جانوروں کی طرح چپ چاپ ایک جگہ بیٹھی ہوئی آنکھوں سے آنسو بہاتی رہی۔ شوہر زندہ ہے۔ اور اس کی زندگی ہی میں راجکماری کی صورت بیودں جیسی بن گئی ہے۔ راہل شاہزادے کی عمر سات برس کی ہے۔ مگر اس سات برس کی عمر میں نہ باپ نے کبھی بیٹے کی صورت دیکھی اور نہ بیٹے کو باپ کے دیکھنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کپل وستو پر اداسی چھائی ہوئی ہے۔ اور گو دن آتے اور راتیں جاتی ہیں۔ مگر جس طرح ساون بھادوں کی جھڑیوں کے موسم میں آسمان سیاہ بادلوں سے گھرا رہتا ہے۔ اسی طرح یہ شاکیہ سلطنت بھی اداسین سادھوؤں کی طرح اپنی زندگی بسر کر رہی ہے +

سات برس گذر گئے۔ بسنت رُت آیا۔ آم بورائے۔ کوئلیں درختوں کی ڈالیوں پر بیٹھی ہوئی کُوکُو کرنے لگیں۔ قدرت کو کب آدمی کے دُکھ سُکھ کی پرواہ ہے! وہ اپنے کام کے سلسلہ کو برابر جاری رکھے گی۔ چاہے کوئی خوش ہو یا ناخوش۔ مگر کال کا چکر کب کبھی رو کے رُکا ہے۔ زمین ہری بھری ہے۔ کھیتوں میں سرسوں پھولی ہوئی ہے۔ کسم اور ٹیسو کے پھول ہر جگہ کھلے ہوئے ہیں۔ ملک کی حالت بدلی ہے دریاؤں نے اپنی روانی کا دوسرا راستہ نکال لیا ہے۔ مگر کپل وستو جوں کا توں ایک جگہ پہلے کی طرح کھڑا ہے۔ اور شدھودن کٹھ پتلی کی طرح اس کے راج کاج کا انتظام کر رہا ہے۔ دل کسی اور خیال میں ہے۔ مگر عادتاً جسم منصبی فرائض کی بجا آوری میں متحرک اور سرگرم ہے +

یشودھرا سب کے کہنے سُننے پر بسنت پنچمی کے دن اُٹھی۔ اور محل کے حوض میں راہل کو ساتھ لئے ہوئے نہانے آئی۔ اس نے پہلے لڑکے کو نہلایا۔ پھر آپ نہائی

اور سورج دیوتا کو دھرماتما ہندونی کی طرح پانی دیتی ہوئی دل ہی دل میں اس طرح مخاطب کرنے لگی "پربھو! آج میرے پنچھی کو اُڑے ہوئے ساتواں برس ہے خبر نہیں وہ کس جنگل کے پھول پھل کھاتا۔ اور کن پہاڑی چشموں کے پانی پیتا ہوگا بہت تلاش کی گئی۔ مگر کسی کو بھی اُس کا پتہ نہیں ملتا۔ تم دن بھر برہمانڈ کا چکر لگاتے رہتے ہو۔ اور کسی کو چاہے معلوم نہ ہو۔ مگر تم اس بدیسی پنچھی کا حال جانتے ہوگے کیا میری قسمت میں ایک مرتبہ بھی اُس کا دیکھنا نہیں بدا ہے! صبر کرتی ہوں۔ مگر دل کو صبر نہیں آتا۔ طبیعت رہ رہ کر گھبراتی ہے۔ کون جانے وہ کہاں جاکر چھپ گیا اور کیوں اب تک اپنی بیوی اور بچے کی سُدھ نہیں لی" بھولی بھالی یشودھرا دل ہی دل میں یہ سوال کرتی ہے۔ اور دل ہی دل میں خود بخود اُس کو جواب ملتا ہے "بیوی۔ بچے۔ اور باپ بیٹے کے زمینی رشتوں کو اُس نے توڑ دیا ہوگا" اور اب اس کا واپس آنا بھی مشکل ہی ہے "مگر نہیں۔ عالمِ امکان میں ہر بات کا امکان ہے جب وہ کِھلے ہوئے کملوں کے تالاب کے کنارے سورج کے سامنے ہاتھ باندھکر اس طرح فکرمند ہو رہی تھی۔ ایک داسی آئی۔ اور آنکھوں میں پریم کے آنسو بھرے ہوئے بولی "مہارانی! گم شدہ کی خبر مل گئی۔ جو کھو گیا تھا اُس کا پتہ لگ گیا۔ دو سوداگر تاپس اور بھلک آئے ہیں۔ دیس دیس کا مال واسباب لائے ہیں موتی۔ ہیرے۔ لعل۔ جواہر۔ زربفت کے ریشمی کپڑے۔ ہاتھی دانت کی کرسیاں اور ہر طرح کی قیمتی چیزیں! یہ کہتے ہیں "ہم نے سدھارتھ کو دیکھا۔ اُس کا درشن کیا پوجا کی۔ اور گھٹنا ٹیک کر اُس کی شاگردی قبول کی۔ بھینٹ چڑھائی۔ اور اُس سے گیان لیا۔ وہ گوروؤں کا ستگورو۔ رشیوں میں پرم رشی۔ اور منیوں میں مہا منی ہو گیا ہے۔ اس وقت سنسار بھر میں اُس کے جیسا ایک بھی گیانی نہیں ہے۔ سب اُس کے سامنے سر جھکاتے۔ اُس کی ستتی کرتے۔ اور اُس سے گیان لیتے ہیں۔ اور اب

وہ مہاراجوں کا بھی مہاراجہ ہو گیا ہے!

یشودھرا کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے آنسو گر پڑے۔ جسم کے جمے ہوئے خون کو گرمی پہنچی۔ اور وہ رگ و ریشوں میں حرکت کرنے لگا۔ پہلے اُس نے سورج بھگوان کا شکریہ ادا کیا "دیوا تم نے میری کامنا پوری کردی۔ تمھاری جے ہو"! اور پھر داسی سے کہنے لگی "سُندری! ان سوداگروں کو جلد بُلا لا۔ میں چق کے اندر بیٹھ کر اُن سے خود اپنے بھولے بھٹکے ہوئے پنچھی کا حال پوچھوں گی۔ اور اگر وہ سچی خبر لاتے ہیں۔ تو اُن کو اس قدر مال و دولت دوں گی کہ وہ نہال ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے تو نے یہ خبر سنائی۔ میرے جسم پر تو کوئی زیور نہیں ہے۔ محل میں چل کر تجھ کو موتی کا ہار دلا دوں گی"۔

خوشی کی گھڑی مبارک ہوتی ہے! خوشی وہ زبردست اور پُرتاثیر دوا ہے جو ایک مرتبہ مُردہ قالب میں بھی جان ڈال دیتی ہے۔ اِدھر راہل کا ہاتھ پکڑے ہوئے یشودھرا محل میں گئی۔ اُدھر داسی اُن سوداگروں کو اندر بُلا لائی۔ یہ ننگے پاؤں آئے رانی پردے میں تھی۔ دستور کے موافق انھوں نے پردے کو ہاتھ باندھ کر نمسکار کیا۔ داسی نے کہا "تاپس اور بھلّک حاضر ہیں"! یشودھرا نے اندر سے دریافت کیا "نیک لوگو! تم کہاں سے آرہے ہو۔ میرے پتی کو کہاں دیکھا۔ وہ کس شکل میں ہے۔ کیا کرتا ہے۔ اور اُس کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے! اُس کا حال مجھ کو بتاؤ۔ تم چونکہ یہ خوشخبری لائے ہو۔ میں تم کو شاکیہ راج بنس کا سچا ہمدرد دوست اور خیر خواہ سمجھتی ہوں"۔

تاپس نے جواب دیا "رانی! ہم نے خود اپنی آنکھوں یوگی راج سدّھارتھ کا درشن کیا۔ اور اُن کے سیوک بھی ہیں۔ اب وہ بُدھ ہو گئے ہیں۔ اور راجوں کے مہاراجہ ہیں۔ دُنیا کی سلطنت کا اُن کے راج سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے! ہم نے اُن کو

پھلگو ندی کے کنارے بودھی برکش کے نیچے بیٹھا ہوا پایا۔ صورت سے آسمانی جلال برس رہا تھا۔ بولتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ کوئی اُن کو اب آدمی نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ وہ دیوتاؤں سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ اور جس مقصد سے انھوں نے تیاگ کا ورت دھارن کیا تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ اور اب وہ سنسار اور سنساریوں کے دُکھ میٹنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جہاں جس جگہہ سے گذرتے ہیں۔ شہر دیہات کے آدمی اُن کے پاؤں کی خاک کو آنکھوں سے لگاتے۔ اُن کا آشیرباد لینے کے خواہشمند رہتے ہیں اور اُن کے اُپدیش سننے کے مشتاق ہوتے ہیں"۔

یشودھرا نے پوچھا "مبارک ہو! اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ یہ حالت اُن کو کیسے نصیب ہوئی"۔

بھاٹک نے جواب دیا "میں نے جو کچھ اوروں سے سُنا ہے۔ وہ آپ کو سُناتا ہوں۔ بھگوان برسوں تپ کرتے رہے۔ کتنی گوروؤں کے پاس گئے۔ مگر کسی سے کام نہیں نکلا۔ تب مجبور ہو کر بودھی برکش کے سایہ میں بیٹھ کر سوچنے لگے۔ اور سوچتے سوچتے اُن کو گیان پراپت ہو گیا۔ مار نے پہلے اُن کو بہت بھرمایا۔ ڈرایا۔ دھمکایا۔ چکرورتی راج کا لالچ دیا۔ مگر بدھ دیو نے اُس کی ایک نہیں سُنی۔ آندھیاں آئیں۔ بجلی کڑکی۔ بادل گرجے۔ مگر ان باتوں کا اُن کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ اور اس طرح ایکانت میں یکدلی اور یکسوئی کے ساتھ سوچتے ہوئے انھوں نے بارہ ندان۔ چار آریہ ستیانی۔ آٹھ اشٹانگ مارگ وغیرہ کا پتہ پالیا۔ اور نروان کا پد حاصل کر لیا۔ پہلے اُن کو یہ خیال تھا۔ کہ "گیان بہت مشکل ہے۔ جیو اس کو سمجھ نہ سکیں گے"۔ اور یہ سوچ کر وہ دھرم پرچار کا ارادہ ترک کر بیٹھے تھے۔ اور اگر کہیں وہ بدھ اس پر ثابت قدم رہتے۔ تو پھر سنسار کا کیا حال ہوتا۔ اور کون مکتی کا راستہ دکھاتا! لیکن اُسی وقت آکاس سے آواز آئی "تیاگی اُٹھو۔ تیاگی لوکا

افسوس! میں کھو گیا۔ اور میرا لوک بھی کھو گیا۔" کچھ دیر تک خموشی رہی۔ پھر دوسری صدا سُنائی دی "دھرم تیا م دھرم بھگوت" "بھگوان اتم دھرم کا پرچار کرو۔" اُس وقت بُدھ نے پھر دُکھی سنسار کی طرف نگاہ کی۔ اور اُن کو جنم مرن کے پھندوں میں بُری طرح پھنسا ہوا دیکھکر مُسکراتے ہوئے دل میں ٹھان لیا۔ کہ "جو دھرم کے سُننے جاننے سمجھنے۔ اور اُس کے اختیار کرنے کے خواہشمند ہیں۔ میں اُنھیں کے لیئے اس کا پرچار کروں گا۔" اور تب سے وہ یہی کام کر رہے ہیں +

یشودھرا نے پھر سوال کیا "وہ اب تک وہاں ہی ہیں۔ یا اور جگہہ چلے گئے"؟

تاپس نے جواب دیا "ہم نے اس طرح سُنا ہے۔ کہ بُدھ گیا سے روانہ ہو کر بھگوان پہلے کاشی میں گئے۔ اور بیساکھ کی اماوس کو پانچ رشی کونڈنیہ۔ بھدرک۔ اسوجت۔ واسو۔ مہانام کو مرگ داوا بن میں جو رِسی پتن کے قریب ہے۔ دھرم سکھایا۔ پھر یش کو اُس کے چوّن ساتھیوں کے ساتھ دیکشا دی۔ اور ان ساٹھ بھکشوؤں کو دھرم پرچار کرنے کے لیئے دُور دُور بھیجا۔ اور جب یہہ کام ہو چکا۔ وہ یشتی بن میں راجگرہ مگدھ کی راجدھانی کے قریب آئے۔ اور راجہ کو اپنا اپاسک قبول کیا۔ اور اُس کی خواہش کے بموجب وینو بن میں مُقیم ہیں۔ اور وہاں راجہ بمبسار نے ایک پتھر کی لاٹ کھڑی کرا دی ہے۔ جس پر یہ شلوک کُھدا ہوا ہے:۔

"جس سبب سے زندگی بنتی ہے۔ اور اپنے سلسلہ کو جاری کرتی ہے۔ تتھاگت نے سب کا پتہ لگا لیا۔ اور جس تدبیر سے زندگی کے دُکھوں سے نجات ہوتی ہے مہا شرمن گیانی نے اُس کو بھی بتا دیا" +

اسی وینو بن میں دھرم سبھا منعقد ہوئی۔ بھکشوؤں کو گیروا بستر پہنایا گیا۔ اور پرتی موکھش کا قاعدہ جاری کیا گیا۔ اور تعجب نہیں کہ تتھاگت اس طرف بھی آئیں" +

یشودھرا نے وعدہ کے موافق ان سوداگروں کو بہت کچھ قیمتی مال و اسباب دیئے جس کو پاکر وہ بہت خوش ہوئے۔ اور راجکماری نے اُن سے پھر دریافت کیا۔ "یہاں سے یہ وینوبن کتنی دُور ہے۔ اور پیدل کتنے دن میں کتنے کوس چلتے ہیں؟" بھاگوت نے جواب دیا "یہاں سے راجگرہ ساٹھ کوس ہے۔ اور بھگوان دن میں صرف آٹھ کوس چلتے ہیں۔ اسی راجگرہ سے دریائے سون کے کنارے کنارے اگر آدمی چلا جائے تو وینوبن اُس کو مِل جائے گا۔ اور بھگوان وہاں ہی ملیں گے"۔

سوداگر رخصت کر دیئے گئے۔ یشودھرا نے داسی کو شدھودن کے پاس بھیجا۔ اور اپنے شوہر کی نسبت جو کچھ سنا تھا سب لفظ بلفظ اُس تک پہنچا دیا۔ راجہ اُس وقت دربار میں بیٹھا تھا۔ اُس نے نو آدمیوں کو مختلف راہوں سے وینوبن کی طرف روانہ کیا اور اُن کو سمجھا دیا "سدھارتھ سے جاکر کہنا۔ آج سات سات برس کے دن گذر گئے۔ جس کی آنکھوں کا نور کھو گیا ہو۔ اُس کے زیادہ جینے کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ میری لاش چتا پر بھسم کرنے کے لئے رکھی جائے۔ تم مجھ کو آکر دیکھ جاؤ۔ تاکہ میں یہ تخت و تاج۔ لشکر۔ رعیت وغیرہ کی امانت تم کو سپرد کر دوں۔ راج کے باشندے بھی راجکمار کے دیکھنے کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ آنے میں دیر نہ کرنی چاہئے۔ کون جانے میرے دُنیا سے کُوچ کرنے کا وقت قریب ہی آگیا ہو"۔

اِسی طرح نو سوار یشودھرا نے بھی بھیجے۔ اُس کا پیغام یہ تھا "تمہاری بیوی اور تمہارے لڑکے راہل کی ماں چاہتی ہے۔ کہ تم اپنا چاند جیسا مکھڑا آکر دکھا جاؤ۔ جس طرح چکور چاند کی خواہش میں انگارے چبا تا رہتا ہے۔ ویسے ہی میں تمہارے لئے دُکھ درد برداشت کر رہی ہوں۔ میرے دُکھ کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اگر تم نے راج کھو کر زیادہ قیمتی دولت پائی ہے۔ تو یاد رہے کہ میں تمہاری اردھنگنی ہوں۔ اور راہل تمہارا لڑکا ہے۔ ہم دونوں کا بھی اُس میں حق ہے۔ اور سب سے زیادہ میں تمہارے

درشن کی حقدار ہوں" +

یہ سوار مختلف راہوں سے سدھارتھ کی تلاش میں روانہ ہوئے +

دوسرا سرگ

سواروں کا وینو بن میں پہنچنا

گمشدہ کی کچھ خبر لایا نہیں کیوں نامہ بر گیا۔ وہ اب باشندۂ شہر خموشاں ہو گیا

کپل وستو کے سردار جلد منزلیں طے کرتے ہوئے وینو بن میں اُس وقت پہنچے۔ جب بھگوان اپنے معتقد شاگردوں کو اُپدیش دے رہے تھے۔ زبان میں جادو تھا۔ جس نے ایک بات سُنی بے خود ہو گیا۔ آنکھ میں سحر تھا۔ جس پر نظر گئی وہ وہیں کا ہو گیا۔ بُدھ واچک گیانی نہیں تھے۔ بلکہ وہ گیان مجسّم تھے۔ گیان دھیان کی باتیں یوں بھی دلفریب ہوتی ہیں۔ لیکن اگر گیان کی مورتی کا ساکشات درشن ہو جائے تو پھر اُس کا کیا کہنا ہے! اِن آدمیوں نے بُدھ کو دیکھا۔ بُدھ نے اِن کو دیکھا۔ اُپدیش لیا۔ اپنا پیغام بھُول گئے۔ اور روز روز کے ست سنگ کے بچن سُنتے سُنتے اس قدر اپنے آپ سے گذر گئے۔ کہ اب کسی کو خیال تک نہ رہا۔ کہ کیا کرنے آئے تھے اور کیا کر گذرے آئے تھے راجکمار کو گھر واپس لے جانے۔ اور اپنا دل اُس کے چرنوں کو دے بیٹھے اور اُنھی کے ہو رہے۔ عامل اور صاحب دل کی صحبت کا ہر جگہ یہی حال ہوتا ہے۔ بھجن بندگی نسبتاً سب لئے سُود ہیں لیکن گرست سنگ کسی ست پُرش کا ہاتھ آ جائے تو پھر بہت آسانی سے پرمارتھ کی کمائی ہونے لگ جاتی ہے۔ یہ بھی بھکشوؤں کے زُمرہ میں شامل ہو گئے۔ جو نمک کی کان میں گیا نمک ہی بن گیا +

یشودھرا اور شدّھودن کو انتظار ہے۔ کہ اب گئے ہوئے سردار واپس آتے ہونگے اور اُن کے ساتھ شاکیہ نسل کا ناز پروردہ شاہزادہ بھی ہو گا۔ مگر کون آتا ہے اور کون جاتا ہے۔ کچھ دنوں انتظار کیا۔ پھر آدمی بھیجے۔ اُن کا بھی یہی حال ہوا تب ایک سردار نے کہا "اب کی مرتبہ میں جاتا ہوں۔ اُمید ہے میں آپ کا پیغام اُس کو سنا سکوں گا۔ اور اُس کی زبان اور آنکھ کا جادو مجھ پر اثر نہ کر سکیگا" اس سردار کا نام اُدلی تھا بچپن یہ سِدّھارتھ کا ساتھی بھی تھا۔ اور اس وقت میں دربار کے سرداروں میں ممتاز راجہ کا معتمد علیہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ کپل وست سے روانہ ہوا۔ اور جب وینوبن کے پھاٹک پر پہنچا۔ اُس نے اپنے دونوں کانوں میں رُوئی بھر لی۔ اور سر نیچا کیے ہوئے بُدھ کے پاس پہنچا۔ اُن کو نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ اور قبل اس کے کہ بھگوان خود اُس کی طرف مخاطب ہوں۔ اُس نے ین دھن راجہ اور راجکماری کا پیغام لفظ بہ لفظ کہہ سُنایا "جیسے رات کے شبنم سے سُکڑا ہوا کمل سورج کے نکلنے کا خواہشمند رہتا ہے ویسے ہی شدّھودن تمہارے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے۔ اور جس طرح دھوپ کی تیزی سے کملائی ہوئی کملنی رات کی طراوت بخش چاندنی کی اُمید میں رہتی ہے۔ ویسے ہی یشودھرا کو تمہارے دیدار کا خیال ہے۔ چلو۔ جلدی چلو۔ ایسا نہ ہو کہ دُکھ درد اور عذاب سے اِن کی زندگی برباد ہو جائے۔ ورنہ اُس وقت پھر تم کو بھی افسوس ہوگا۔ مانا تمام دُنیا کو تمہاری ذات سے فیض پہنچا۔ اور پہنچ رہا ہے۔ پھر بھی ماں باپ اور بیوی بیٹے کا حق بھی کچھ ہوا کرتا ہے"

پیغام سُنانے کے بعد اس سادہ مزاج اور سادہ لوح پیغامبر نے کان کی روئی نکال کر پھینک دی۔ اور بُدھ کے اُن مبارک اور خوشی دینے والے الفاظ سُننے کا متمنی رہا جن کی نسبت عام طور پر مشہور ہو چکا تھا۔ کہ اُن میں امرت کا مٹھاس ہے۔ بھگوان نے اور اپنے شاگردوں کو سُنا کر کہا "میں جاؤں گا۔ گھر سے میں اپنی آزادانہ خواہش سے

آیا تھا۔ اب واپس جانا۔ اور ماں باپ بیوی کے پیغام کو سُن کر ان پر عمل کرنا مجھ پر فرض ہے۔ ماں باپ نے مجھ کو یہ زندگی بخشی ہے۔ اس لئے تم سب پر بھی ان کی تعظیم و تکریم فرض ہے۔ اب اُن کو بھی جنم مرن کا دُکھ نہ ہوگا۔ کیونکہ جس کے گھر میں بدھ پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو بھی نروان کے پد کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ اور شبھ کرموں کے اُدے ہوتے ہی جب اشبھ کرم دبنے لگتے ہیں۔ اور بُدھ کی وکشا مل جاتی ہے تو پھر اور کرم اپنے بندھن کو نہیں بڑھاتے۔ بلکہ اس تعلیم کو پاکر پریم بھاؤ۔ اور دان دیا میں ترقی ہوتی ہے۔ راجہ اور یشودھرا دونوں کو خبر دو۔ میں آتا ہوں۔ اور آج ہی کپل وستو کو روانہ ہوں گا"۔

اُدئی نے بھگوان کے چرن چھوئے۔ شرن لینے کی خواہش ظاہر کی۔ اور جب اُس نے بُدھ۔ دھرم۔ اور سنگھ کی شرن لے لی۔ بھگوان نے اُس کو واپس جانے کا حکم دیا۔

تیسرا سرگ

باپ بیٹے کا ملاپ

آرزو باقی نہیں میری رہی ہے اب کوئی
دِل کا پورا ہر طرح پر آج ارماں ہو گیا

دریا سمندر سے ملنے چلا ہے۔ یا سمندر دریا سے ملنے جا رہا ہے! کوئی کسے بھی تو کیا کہے! زمینی رشتہ کے نقطہ نگاہ سے شدھودن باپ اور سمندر ہے۔ اور بُدھ اُس کے بیٹے اور دریا ہیں۔ لیکن رُوحانی نظر سے شدھودن اور بُدھ کی شان میں زمین و آسمان کا فرق آجاتا ہے۔

ستمبر ۱۷ ۱۹۱۶ء

کپل وستو میں یہ خبر ہر جگہ پھیل گئی۔ کہ اُس کی سلطنت کا ولیعہد واپس آرہا ہے۔ سب خوش ہوئے۔ در و دیوار۔ محل۔ مکان۔ گلی۔ کوچے سجانے لگے۔ جابجا شاہی جھنڈے نصب کئے گئے۔ اور چھوٹے بڑے سب کے سب جشن منانے لگے۔ دستور کے موافق سب کے دروازوں پر آم کے پتّوں کے بندن وار باندھے گئے۔ راجہ۔ پرجا۔ امیر۔ وزیر وغیرہ غریب اور محتاجوں کو خیرات کرنے لگے۔ شہر کے پھاٹکوں پر نفیری اور شہنائی بجنے لگی۔ اور چوکوں میں کیلوں کے کھنبوں کے سہارے شامیانے کھڑے کئے گئے ہاتھی۔ گھوڑے۔ لشکر۔ سپاہ آراستہ ہو کر شاہزادہ کے استقبال کی تیاریوں میں لگے ‌+

جدھر کان رجوع ہوتے ہیں یہی صدا سُننے میں آتی ہے " راجکمار سدھارتھ گھر واپس آرہا ہے۔ راجکمار کی جے ہو" جدھر نظر جاتی ہے۔ مرد ہاتھوں میں پھول لئے ہوئے اُس کے سر پر نیوچھاور کرنے کو کھڑے ہیں۔ اور جابجا خوبصورت نوجوان عورتیں سونے چاندی کے کلسوں میں گنگاجل بھر کر شاہزادہ کے ارگھ دینے اور آرتی اُتارنے کے انتظار میں ہیں۔ گانے بجانے کی دھوم ہے۔ ناچ رنگ کی محفلیں سجی ہوئی ہیں۔ براہمن۔ کشتری۔ ویش۔ شودر اور چھوٹی چھوٹی قوموں کے آدمی بھی جو شہر سے باہر رہتے ہیں وہ بھی آج خوشی منا رہے ہیں +

راجہ اپنے جلوس اور لشکر کو لئے ہوئے گانے بجانے والوں کے ساتھ اُس کی پیشوائی کے لئے دُور سے آیا۔ اور شہر سے باہر اُس نے بدھ کو اپنی فقیرانہ جماعت کے ساتھ پا پیادہ آتے ہوئے دیکھا۔ ایک طرف ہر طرح کے دنیاوی شان و شوکت کا نظارہ تھا۔ دوسری طرف فقیروں کی سادہ طرز معاشرت میں دُنیا سے بچنے کا اشارہ تھا۔ دولت اور مفلسی۔ امیری فقیری۔ اور دنیا اور دین کا یہ باہمی مقابلہ دیکھنے اور سوچنے کے قابل تھا۔ راجہ نے دُور سے دیکھا۔ نوجوان گیانی کی صورت سے تیج برس رہا تھا

وہ شانتی - سنجیدہ مزاجی - اور سلیم الطبعی کی جمالی تصویر بنا ہوا آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا چلا آرہا تھا - راجہ یہہ وضع دیکھکر دنگ رہ گیا - جی میں تو آیا کہ آواز دے اُس کو بیٹا کہکر پکارے - مگر زبان نے مدد نہیں دی - اور دل کو جرأت نہ ہوسکی - اُس نے بغور دیکھا - اس گیانی کے سدھارتھ ہونے میں تو شک نہیں ہے - مگر اب وہ راجکمار نہیں رہا تھا - اُس کی حیثیت میں تبدیلی آگئی تھی - اور راجہ کے بیٹے ہونے کے عوض وہ اب جہانبی ہوگیا تھا - بُدھ روشن ضمیر گیانی - عارف کامل - اور کل نوع انسان کے ہادی کو بیٹا کہکر پکارنا اخلاقی جرم تھا - اور دھرم کی مریادا کے خلاف سمجھا جاتا تھا - راجہ تعظیم اور تکریم کے خیال سے رتھ سے نیچے اُتر پڑا - بُدھ کو پہلے نمسکار کیا - اور اُسی جگہہ خیمہ نصب کرکے اُن کو بٹھایا - اور جب سب لوگ اپنی اپنی جگہہ پر آرام سے بیٹھ گئے - راجہ نے کہا "سات برس کے بعد میں نے تم کو آج دیکھا ہے - اِس مبارک وقت کے لئے میں کس قدر دیوتری منا تا رہا" وہ کچھہ اس کے سوا اور بھی کہنے کو تھا - کہ زبان بند ہوگئی - آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور دل بھر آیا - اندرونی جذبات کا ضبط کرنا آسان نہیں ہے - اُس کی تمنا تو ضرور تھی - کہ سدھارتھ پھر خانہ داری کی زندگی کی طرف واپس آکر از سر نو اُس کا لڑکا اور اُس کے تاج و تخت کا وارث بن جائے - مگر وہ یہہ بھی جانتا تھا - کہ یہہ خیال عبث ہے - وہ راجاؤں سے زیادہ قابل تعظیم ہوگیا ہے - نہ وہ ایسا کرے گا - اور نہ ہندو دھرم کے موافق کسی فقیر یا بھکشو کو پھر خانہ دار اور گرہست بننے کی اجازت ہے - اِس قسم کے سنسکار ایک ہی مرتبہ ادا کئے جاتے ہیں - اور جو شخص اِنکی پابندی نہیں کرتا - وہ پتیت گمراہ مردود اور قابل نفرت بھی سمجھا جاتا ہے - راجہ جان گیا - کہ دونوں باتیں غیر ممکن ہیں - تاہم اُس نے دل کو ضبط کیا - اور اس طرح کہنے لگا "اگر میں اپنی سلطنت تمھارے نذر کردوں - تو تم اِس کو ہیچ

سمجھو گے۔ اور حقیقت میں یہ تمہاری دولت کے سامنے کوئی بھی وقعت نہیں رکھتی"۔

بُدھ کو باپ کے دلی جذبات سے لاعلمی نہیں تھی۔ انسان انسان کے حالات کو جانتا ہے۔ اور انسان ہی انسان کا سچا ہمدرد اور مشیر ہو سکتا ہے۔ وہ بولے "میں جانتا ہوں۔ مہاراج کا دل بیٹے کے کھو جانے کے رنج سے سخت دُکھی ہے لیکن اگر اس بیٹے کے عوض۔ خواہ اس بیٹے ہی کے ذات میں ایسے پرم گیانی کا ظہور ہو۔ جو راجہ۔ پرجا۔ اور تمام جیوں کے دُکھ درد میٹنے کی طاقت رکھتا ہے تو پھر بیٹے کی گم شدگی کو نقصان نہ کہنا چاہئے۔ کسی ایک مخلوق کی محبت کے دم بھرنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے۔ کہ تم تمام بنی نوع کے ساتھ پریم کرو۔ کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے۔ کہ تمہارا سِدھارتھ بُدھ ہو گیا۔ پہلے بھی وہ تمہارا تھا۔ اور اب بھی تمہارا ہے۔ صرف نام اور حیثیت میں فرق آ گیا ہے۔ اب اگر تم اس کی طرف دیکھو گے۔ اُس کی باتوں کو سنو گے۔ اور اُس کے بتائے ہوئے دھرم مارگ پر چلو گے۔ تو تم کو نروان کی شانتی کی دولت ملے گی۔ اور جنم مرن کے دُکھوں سے چھٹکارا پا کر تم اِس پرم پد کو پراپت کر لو گے۔ جو دیوتاؤں تک کو بھی دُرلبھ ہے"۔

یہ الفاظ نہایت دلخوش کن لہجہ۔ زوردار آواز۔ اور سچی محبت کے انداز سے ادا کئے گئے تھے۔ ان سُریلے لفظوں کو سُن کر شُدھودن کا دل کانپ اٹھا۔ دل میں بُدھ کی عظمت سما گئی۔ ہاتھ جوڑ کر اور آنکھوں میں آنسو بھر کر اُس نے کہا۔ "یہ تبدیلی عجیب و غریب ہے۔ جس دُکھ کے بوجھ سے میرا دل دبا ہوا تھا۔ وہ دُور ہو گیا۔ اور جو رنج کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا تھا وہ ریت کے ذرّوں کی طرح تمہاری باتوں کی ہوا کے جھونکوں سے اُڑ گیا۔ شُکر ہے۔ تم نے سنسار

کے پرانیوں کے اُدّھار کرنے کا ورت دھارن کیا ہے۔ تمھاری تعلیم سے سب کا کلیان ہو"!

بات بیٹے کچھ دیر تک اس طرح بات چیت کرتے رہے۔ پھر شدّھودن نے دوسرے دن محل میں بھکشا پانے کی درخواست کی۔ وہ تو درخواست کرکے محل کی طرف چلا گیا۔ اور بدّھ شہر سے ذرا فاصلہ پر ایک باغ میں مقیم ہوئے۔ کیونکہ بھکشوؤں کو گھروں میں رہنے کی ممانعت تھی +

چوتھا سرگ

بدّھ کی نسل

قابلِ دربارِ شاہی کیوں نہ سمجھے ہو مجھے
دیکھ لو اب میں شریکِ بزمِ رنداں ہوگیا

راجہ محل کو گیا۔ بدّھ موقع پا کر اُٹھے۔ اور ہاتھ میں کاسۂ گدائی لیئے ہوئے کپل وستو کی گلیوں میں بھیکھ مانگنے نکلے۔ یا تو شہر میں اُن کی آمد کی خوشی منائی جا رہی تھی یا اب جنھوں نے اُن کو اس وضع میں دیکھا متعجب ہو کر کہنے لگے "راجکمار کو یہ ہو کیا گیا ہے۔ جو بھکھاریوں کی طرح بھیکھ مانگ رہا ہے۔ شاہی نسل کے شاہزادوں کے لیئے یہ حرکت سخت بے جا اور معیوب ہے۔ اور اس سے حد درجہ کی ذلّت اور بدنامی ہوتی ہے" تاہم وہ جس کے گھر پر جا کر سائل ہوئے اُس نے خوشی اور سیر چشمی کے ساتھ اُن کے اور دوسرے بھکشوؤں کے کنڈلوں کو بھر دیا۔ اور تعظیم و تکریم بجا لایا۔ اور یہ جلد ہی اپنے قیام کی جگہہ میں واپس آ گئے +

مگر تمام شہر میں یہہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی - کہ شاکیہ راج کا ولیعہد بھکھاری بن کر در دروازہ بھیکھ مانگتے پھرتا ہے - اور اُس کے ہاتھ میں مٹی کا ٹھیکرا ہے" راجہ کے کانوں تک بھی یہہ افواہ پہنچی - اُس وقت اُس کو بہت سخت رنج ہوا - کہاں بادشاہ ہونا اور کہاں بھیکھ مانگنا! اُس نے بدھ کے اس وضع داری میں اپنی سخت بدنامی تصور کی - دُنیا دار نام و ننگ کے لئے جان دیتے ہیں - اور بالخصوص جہاں سب کے دلوں میں انسان کی عزت اور تعظیم کا سکہ بیٹھا ہو - وہاں تو اس قسم کی کارروائی حد درجہ کی بے عزتی اور بے حرمتی سمجھی جاتی ہے - کسی طرح رات ختم ہوئی - اُس کو چین کہاں تھا! صبح اُٹھا اور نہانے دھونے اور پوجا پاٹ کرنے کے بعد وہ بدھ کے پاس آیا - اور کہنے لگا " تم میری رعایا کی نظروں میں مجھ کو کیوں ذلیل کرتے ہو کیا یہہ کافی نہیں ہے - کہ تم بدھ ہو گئے! رذیل قوموں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا تم کھانا - اور در بدر بھیکھ مانگتے ہوئے پھرنا - ناقابل برداشت ہے - کیا تم نہیں دیکھتے - کہ تمھاری واپسی پر شہر میں جشن ہو رہے ہیں - شہر کی گلیاں آراستہ ہیں - اور امیر و غریب سب تم کو مبارکباد دے رہے ہیں - میں نے برسوں تمھارے لئے رنج اُٹھایا - یشودھرا بغیر پانی کے مچھلی کی طرح تڑپتی رہی ہے تم آ گئے - بہت اچھا ہوا - تمھارے دیکھنے سے میری آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا - تاہم یہہ کیا حرکت ہے - جو تم کر رہے ہو! میرے پاس دولت اور مال خزانہ کافی ہے - میں آسانی سے تمھارے اور تمھارے بھکشوؤں کی غذا کا انتظام کرا سکتا ہوں"۔

بدھ نے جواب دیا " میرے خاندان کا یہی رسم ہے" شدھودن نے کہا " تم یہہ کیا کہہ رہے ہو - کیا تم اکشواکونس کے راجپوت نہیں ہو - تمھارے

خاندان میں بڑے بڑے پرتاپی اور اقبالمند راجے ہوئے ہیں مگر ان میں سے آج تک کسی نے بھی بھیکھ نہیں مانگی۔ جہاں دیکھئے۔ سورج بنسی کشتریوں کی عزت کے گیت گائے جاتے ہیں۔ اور وہی دُنیا کے تاج و تخت کے وارث ہیں"۔

بُدھ نے کہا "مہاراج! تم بادشاہوں کی نسل سے ہو۔ اور شاہی نسل سے پیدا ہونے کا بجا فخر کرتے ہو۔ لیکن میں ایسے کسی شاہی نسل سے نہیں ہوں۔ میری نسل تو بُدھوں اور بھکشوؤں کی ہے۔ اور وہ قدیم زمانہ سے بھکشا مانگ کر اپنا پیٹ بھرتے آئے ہیں۔ وہی میں بھی کر رہا ہوں۔ قدیم زمانہ سے ایسا ہی دستور برابر چلا آتا ہے"۔

شدھودن نے اب جا کر بُدھ ہونے کا مطلب سمجھا۔ اور حقیقت میں راجہ کو اب شاہی نسل اور اُس کے تعلقات سے کیا واسطہ رہ گیا تھا! وہ خاموش ہو گیا زیادہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ تب بُدھ نے خود ہی اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا "مہاراج! جب کبھی شاہزادے بھکشو ہونے پر وطن کو واپس آتے تھے تو اُن کی ایسی ہی تعظیم کی جاتی تھی جیسی آپ نے میری کی ہے۔ اور اُن بُدھوں نے اپنے باپ کو پریم اور محبت سے وہ بیش بہا دولت پیش کی تھی جو اُن کو بڑی محنت سے ہاتھ آئی تھی۔ مجھ کو بھی وہ چھپا ہوا خزانہ مل گیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ وہ آپ کے سامنے کھولوں۔ اور آپ کو نذر گذرانوں"۔ شدھودن نے متحیر ہو کر پوچھا "وہ کونسا قیمتی خزانہ ہے"؟ اور بُدھ نے جواب دیا "وہ دھرم کا خزانہ ہے۔ جس میں چار سچائیوں کے چار رتن اور اشٹانگ مارگ کے آٹھ اصول شامل ہیں۔ اور ان کے جان لینے اور ان پر عمل کرنے سے نروان کی لازوال دولت ملتی ہے"۔ اور بھگوان نے اُسی وقت یہ گاتھا بھی گا کر سُنائی "غفلت کی نیند سے اُٹھو

اُپدیش سُنو۔ اور دھرم کی پیروی کرتے ہوئے نِروان کو حاصل کر لو"*
شُدھودن نے اُن کے اُپدیش کو قبول کیا۔ اور پھر بھکشا کرانے کے لئے اُن کو معہ بھکشوؤں کے محل میں لے آیا*

پانچواں سرگ

یشودھرا

اشک آہِ آتشیں سے بھاپ بنکر اُڑ چلے
جب برسنے پر وہ آئے ابر باراں ہو گیا

بھکشا کرنے کے لئے بُدھ راج بھون میں آ گئے۔ اِس کو قسمت کا تماشا کہا جائے یا دنیا کی نیرنگی کا نظارہ! سات برس پہلے وہ اسی محل میں پرجا وَں کے مایۂ ناز۔ شُدھودن کے آنکھوں کے تارے۔ یشودھرا کے جان سے پیارے۔ اور تمام امیر و وزیر اور رعایا کی نظروں میں شاکیہ نسل کے ولی وارث سمجھے جاتے تھے۔ آج سات برس گذر جانے پر اُن کی حیثیت میں کیسی عبرتناک تبدیلی آ گئی۔ وہ اچھی ہو یا بُری۔ اِس سے غرض نہیں ہے۔ غرض تو یہ ہے۔ کہ انسان دیکھے۔ تمام زمینی رشتے۔ تمام خاندانی تعلقات۔ اور تمام جسمانی معاملات خیالی ہیں۔ جب تک اُن کا خیال ہے۔ تب تک اُن کی ہستی ہے۔ سو جہاں خیال نے مرکز کو چھوڑ دیا۔ خیالی دائرہ خیالی مرکز۔ اور خود خیال غلط اور معدوم ہو گئے۔ پہلے وہ بندھا رکھتے تھے اب بُدھ ہو گئے۔ بندھا رکھنے سے بُدھ ہونا محدودیت کی حالت سے نکل کر کُل ہونے کا نظارہ ہے۔ جو ایک تھا۔ وہ اب بھی ایک ہے۔ مگر وہ ایک پہلے چند مخصوص افراد کا سمجھا جاتا تھا۔ اب وہ تمام دُنیا کا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ لُطف ہے

کہ سب کا کھاتا ہؤا وہ کسی کا بھی نہیں ہے۔ سب کا پیارا ہوتا ہؤا سب سے نیارا بھی ہے۔ اور اسی کو اجتماع ضدین کہتے ہیں۔ کہو یہ تعجب اور حیرت کا مقام ہے یا نہیں۔ سوچو۔ اور اسی ایک واقعہ سے تم کو بے شمار سبق ملیں گے +

امن کا سچا شاہزادہ۔ نروان کا سچا سلطان۔ بدھی اور سمبدھی کا سچا تاجدار۔ آج شدھودن کے محل میں آ کر رونق افروز ہؤا۔ سب اُس کے استقبال کو دوڑے۔ تعظیم بجالائے۔ سر جھکائے۔ ہاتھ جوڑے۔ ارگھیہ پیش کر کے زمین پر بیٹھنے کا آسن دیا۔ اور جب وہ بیٹھ گیا۔ راجہ سے لے کر سب نے اُس کے سامنے ادب سے زانو موڑے ہوئے اُس کی امرت بانی سننے کی خواہش ظاہر کی +

مگر وہ کسی اور ہی فکر میں تھا۔ اُس شاہی محل کے فقیرانہ دربار میں مرد و عورت خویش و اقارب سب ہی نے آ کر اس کا درشن کیا۔ مگر بدھ کی آنکھیں کسی ایک کو اور تلاش کر رہی ہیں۔ اور وہ اُن کے درمیان نظر نہیں آیا۔ پوچھا "یشودھرا اور راہل کی ماں کہاں ہے؟" راجہ نے جواب دیا "اُس کو آنے سے انکار ہے۔ وہ کہتی ہے۔ اگر میرے شبھ کرموں میں ذرا بھی کشش کی طاقت ہے۔ تو سدھارتھ آپ کھنچے ہوئے میرے پاس آئیں گے۔ میری تسلی کریں گے۔ اور میرے نقصان کا معاوضہ دینگے" +

بھگوان شاریپتر اور مودگاین اپنے خاص شاگردوں کی طرف مخاطب ہوئے "چلو۔ اُس کے دل کی بھی خواہش پوری ہو جائے۔ میں تو نفسانی۔ زمینی اور جسمانی تعلقات سے آزاد ہو گیا۔ لیکن یشودھرا کو اب تک اُن کے دام سے رہائی نہیں ہوئی ہے۔ سات برس سے اُس نے اپنے شوہر سدھارتھ کو نہیں دیکھا۔ اس لئے دُکھی ہے۔ سدھارتھ تو نہیں رہا۔ وہ بدھ ہو گیا۔ مگر ایک معنی میں وہ اب بھی سدھارتھ ہے۔ جس طرح پچھلی زندگیوں کو موجودہ زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ مگر دور تسلسل کی نظر سے وہ باہم گتھی ہوئی سمجھی جاتی ہیں۔ اسی طرح سدھارتھ بدھ اور بدھ سدھارتھ

ہے۔ اگر میں اُس کے پاس نہ جاؤں گا۔ تو اُس کا کلیجہ رنج کے صدمہ سے پھٹ جائیگا اور دل کی حرکت ساقط ہو جائے گی۔ دیکھنا۔ اگر وہ پہلے تعلقات کے خیال اور سنسکار سے تتھاگت کے پاؤں کو ہاتھ لگائے تو روکنا نہیں۔ اُس کے دل کے جذبات کو نکل جانے دینا ٭

آیا۔ سدھارتھ یشودھرا کے کمرہ میں آیا۔ سر منڈا ہوا۔ گیروے بستر پہنے ہوئے ہاتھ میں کمنڈل لئے ہوئے فقیر نے آکر درشن دیا۔ میلے کچیلے کپڑے پہنے۔ ہاتھ پاؤں کے زیور اتارے ہوئے۔ سر کے بال تراشے ہوئے۔ اور سوہاگ میں رنڈاپا کا نظارہ دکھاتی ہوئی یشودھرا ایک کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کو دیکھ کر زار وقطار رو اُٹھی۔ دل اُمنڈ آیا۔ ضبط نہ کر سکی۔ اُس کو خیال نہیں رہا۔ کہ سدھارتھ کی زندگی بدھ کی زندگی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اور اب وہ نہ اُس کا شوہر رہا۔ اور نہ وہ اُس کی بیوی رہی۔ اندر رنج کے غلبہ اور بے خبری کے جذبہ میں آکر وہ جھپٹ کر اُٹھی۔ اور بھگت پتی بدھ کے پاؤں پکڑ کر رونے لگی۔ کوئی اس واقعہ کو کن لفظوں میں ادا کرے۔ یہاں نہ موت ہے نہ زندگی ہے۔ دونوں موجود ہیں۔ اور اس تعجب خیز سانحہ کی موجودگی میں شوہر بیوی ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بھی اپنے حق کے دعویدار نہیں ہو سکتے۔ وہ روئی پیٹی بھی اور کیا نہ کہتی؟ کہنا سننا لاحاصل تھا۔ ہاں روتی ضرور رہی۔ روتے روتے اُس کو ہچکیاں آنے لگیں۔ بدھ دم بخود کھڑے ہیں۔ کچھ نہیں بولتے۔ اس وقت اُن کی بے حسی کی وہی وضع ہے۔ جس وضع میں تم آریہ ورت کے عجائب خانوں میں بدھ کی کھڑی ہوئی مورتی دیکھتے ہو۔ آنکھوں سے سچی دیا کا اظہار ہو رہا ہے۔ دل سے کرونا کی دھاریں نکل رہی ہیں۔ مگر لبوں پر سکوت اور خاموشی کی مہر لگی ہوئی ہے ٭

روتے روتے یشودھرا کی نظر شدھودن پر پڑی۔ شرما گئی۔ آنچل سے مُنہ کو

ڈھک لیا۔ اور ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ گئی۔ راجہ نے اُس کی طرف سے معذرت کی "یہ دل کا عارضی جوش یا دنیاوی محبت کا جھوٹا جذبہ نہیں کہا جا سکتا۔ بدھ گیانی بُدھ! سات برس ہوئے۔ میرا بیٹا اور اُس کا شوہر اُس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور تب سے یہ جیتی ہوئی مُردہ اور مری ہوئی زندہ کی صورت بنی ہوئی ایک جگہ بیٹھی رہتی ہے۔ نہ دن کو راحت نہ رات کو نیند! جب اس نے سُنا۔ کہ سدھارتھ نے فقیرانہ وضع اختیار کی۔ اور سر مُنڈوا دیا۔ تو اس نے بھی اپنے کیس کتروا دیئے۔ جب اُس نے سُنا کہ شوہر نے شاہی لباس کے عوض فقیرانہ کپڑے پہنے ہیں۔ تو اس نے بھی جسم پر میلے چیتھڑے لپیٹ لئے۔ نہ زیور سے کام نہ خوشبو سے غرض! مٹی کے برتن میں کھاتی ہے۔ زمین پر لیٹتی ہے۔ اور اُداسی کی مورتی بنی ہوئی دُنیا کے سخت سے سخت دُکھ اور درد کی مثال پیش کرتی رہتی ہے۔ اس سے زیادہ کسی اور کو کیا مُصیبت ہوگی"۔

بُدھ یشودھرا سے مخاطب ہوئے "سُندری! پہلے جنموں میں تُو نے بڑے بڑے شُبھ کرموں کی کمائی کی ہے۔ پہلے بھی تیرا اور سدھارتھ کا ساتھ رہا ہے۔ اور تُو نے اُن جنموں میں اُس کی مدد کی ہے۔ اور یہ سب اُنہی اگلے جنموں کے کرم کا نتیجہ ہے۔ کہ اس جنم میں بھی تیرے سنجوگ کا رشتہ اُس کے ساتھ باندھا گیا۔ اور تو اُس کی بیوی کہلائی۔ خوش ہو۔ کہ تجھ کو نِروان کا پد ملے گا۔ اور وہی اِن دُکھوں کے زخموں کا مرہم بنے گا۔ پھر کبھی تجھ کو کوئی بھی رنج نہ ہوگا"۔

اس طرح تسلی دے کر بھگوان پھر اُس جگہ لوٹ آئے۔ جو اُن کے بیٹھنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اور سب بھکشوؤں کے ساتھ بیٹھ کر راجہ کا اَن جل گرہن کیا۔ جس کا اُس کو بہت آنند ہوا۔

چھٹا سرگ

راج بھون میں اُپدیش

تیری باتوں کا رہیگا رات دن مجھکو خیال
پاس اپنے غم غلط کرنے کا ساماں ہوگیا

کپل وستو کے راج محل میں آج خاص قسم کی خوشی کا جلسہ ہے۔ بھُولا ہُوا آنے کو تو آیا۔ مگر زمینی تعلقات کے لحاظ سے اُس کا آنا اور نہ آنا برابر ہے۔ گم شُدہ کا پتہ تو مِل گیا۔ مگر دُنیاوی نظر سے اُس پتہ سے کیا حاصل ہے۔ تاہم دلوں کا رنج و درد مٹ گیا۔ زمینی تعلقات نے آسمانی حیثیت حاصل کی۔ اور محل کے شاندار کمرہ میں دربار لگا ہُوا ہے۔ جس میں آسمانی بادشاہ بیٹھا ہُوا اپنی رعایا کو خاص قسم کے احکام سُنانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ بدھ تخت پر بیچ میں اپنے ارغوانی لباس پہنے ہوئے بھکشو۔ شاری پُتر۔ اور مود گلیاین وغیرہ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اُن کے مقابل شدھودن اور اُس کے وزیر امیر۔ سردار رشتہ دار۔ آنند اور دیودت وغیرہ ہیں چق کے پیچھے یشودھرا راہل کو گود میں لئے ہوئے امرت بانی سُننے کا انتظار کر رہی ہے۔ ٹھٹ کے ٹھٹ مرد و عورت اُس کے مجمع میں حاضر ہیں +

بدھ نے ان کو مخاطب پاکر زبان کھولی:۔

"ہم آئینہ۔ لفظوں سے محیطِ کُل کی ماپ نہ کرو۔ اور اتھاہ کی اپنے خیال سے تھاہ نہ لو۔ جو اُس کے متعلق سوال کرتا ہے۔ وہ غلطی میں ہے۔ اور جو جواب دیتا ہے وہ بھی بھُولا ہُوا ہے۔ زبان کو بند رکھو۔ یہاں لب کھولنے

سنت ذیل کا تمام مضمون۔ سرادون آرنلڈ کے لایٹ آف ایشیا سے لیا گیا ہے۔ اور جنھوں نے دگیان وشستایِن کو غور سے پڑھ لیا ہے۔ وہ اس کو سمجھ سکیں گے۔ اور دوں کے لئے ممکن ہے وہ مُبہم ہو +

کی ممانعت ہے"+

"ہماری دھرم پستکیں کہتی ہیں:- اندھیرا تھا - اندھیرا ہی سب سے پہلی حالت تھی - اور برہمہ رات میں دھیان کی اوستھا میں تھا - برہمہ کی تلاش - اور اُس کی ابتدا کی جستجو - وہ اور اُس کی وضاحت امرِ محال ہے +

"غلاف پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں - خول پر خول منڈھے ہوئے ہیں - نفسانی اور ناپائدار آنکھوں سے تم کس طرح دیکھ سکو گے - اور نفسانی اور ناپائدار دل سے تم کس طرح سوچ سکو گے - جتنے غلاف اُدھیڑو گے اُتنے ہی اور لپٹینگے"+

"ستارے اِدھر سے اُدھر جاتے ہیں اور سوال نہیں کرتے - صرف اِتنا ہی جان لینا کافی ہے - کہ موت اور زندگی - اور دُکھ سُکھ - کارن اور کارج - اور کال - اور جیوں کے جیون کا بھنور ہے - اور یہ سب پانی کی دھار کی طرح ایک دوسرے سے گتھے ہوئے - تیز اور سُست لہروں سے لہراتے ہوئے ایک میں انیک - اور وہی تمدنیا رسے بہتے ہوئے - کسی دور چشمہ سے بہہ کر دھار کی طرح سمندر کی سمت چلے جا رہے ہیں - اِن کا پانی سُورج کی تپش سے بھاپ بن کر اوپر کو اُٹھتا ہے وہ سفید اور سیاہ بادلوں کی گھٹاؤں کی صورتوں میں نظر آتا ہے - پھر پہاڑوں پر برستا ہے اور رُکے ہوئے اور ٹھہرے ہوئے بغیر پھر بہنا شروع ہوتا ہے"+

"صرف اِن ہی کا جان لینا کافی ہے - یہ زمین - آسمان - لوک - لوکانتر - اور اِن کی ہمیشہ تبدیل ہونے والی صُورتیں - مرگ ترشنا (سُراب) ہیں - اور ایک کبھی نہ رُکنے والا کال کا چکر - جد و جہد - اور زور کے ساتھ گردش کر رہا ہے - کس میں طاقت ہے کہ اُس کو روکے یا بند کرے"+

"دُعا کیوں مانگتے ہو - رات کب نورانی ہوئی ہے - خاموشی سے سوال نہ کرو - خاموشی نے کب جواب دیا ہے - چپ چاپ سکے دُکھوں سے کیوں اپنے دلوں کو

پریشان کرتے ہو۔ بھائی اور بہنو! تم ڈھونڈنے کو ڈھونڈھو۔ مگر بیکس اور ناچار دیوتاؤں کو بھینٹ چڑھا کر یا اُن کی ستتی گا کر نہ ڈھونڈو۔ خون کی قربانی کی شوت اور پھل اور پکوان کے بھینٹ دیکر اس کی جستجو نہ کرو۔ بلکہ اپنے اندر اور اپنے ہی دل کے اندر نجات اور مُکتی کی تلاش کرو۔ ہر شخص اپنا بندھن آپ بناتا ہے"+

"سب کو طاقت اور اختیار حاصل ہے۔ اوپر نیچے اور ہر چہار طرف۔ ہر زندگی میں اور ہر متنفس میں قوت ارادی ہے۔ اور وہ کرم سے دُکھ اور سُکھ گھڑتی رہتی ہے"+

"بہتر۔ بدتر۔ خوشتر۔ کریہ تر۔ جو تھا۔ جو ہے۔ اور جو ہوگا۔ اوّل۔ آخر۔ اور آخر اول۔ یہ سب کرموں کے نتیجے ہیں۔ پہلے جنموں کے نیک کرموں سے سورگ میں دیوتاؤں کا جنم ہوتا ہے۔ اور جب وہی نیک کرموں کا پھل بھوگ لیتے ہیں۔ پھر نرک میں گر جاتے ہیں۔ کسی بات میں پائداری نہیں ہے۔ دھرم کے پھل کا بھوگنا تھوڑے ہی دنوں کے لئے ہے۔ اور کتنا ہی پاپ کی جڑ کھودو۔ وہ پھر بھی موجود ہو جاتا ہے"+

"غلام شبھ کرموں سے راجہ ہوتا ہے۔ راجہ غفلت کی وجہ سے بھکھاری بنتا ہے تم آئندے بھی چاہے اُونچے چڑھ جاؤ۔ مگر پھر کسی وقت پتھر اور کیڑے کی صورت میں پیدا ہونے کا خوف رہیگا۔ ہزاروں جنم کا انجام یہی ہے۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ! کال کا چکر ہر وقت چلا کرتا ہے۔ اس کے پہیئے نظر نہیں آتے۔ نہ وہ روکے رُکتا ہے نہ ٹھہرائے ٹھہرتا ہے۔ اور نہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ جو اوپر چڑھتا ہے وہ نیچے گرتا ہے۔ جو نیچے گرتا ہے وہ اوپر چڑھتا ہے۔ پہیوں کے اَرّوں کو دیکھو اور یہ بات تمہاری سمجھ میں آئے گی"+

"اگر تم اس لامحدود تبدیلی عالی ہستی کے پہیئے سے بندھے ہوئے چلے تم ہو گے

تب بھی اس کی زنجیر سے چھٹکارا نہیں ملے گا۔ کیونکہ اُس کا خاصہ ہی دُکھ ہے کوئی زندگی بھی دُکھ سے خالی نہیں رہتی"۔

"تم بدھ (بندھے ہوئے) نہیں ہو۔ جس کے آدھار پر یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ اُسی میں شانتی اور آنند ہے۔ انسان کی قوت ارادی دُکھ کے خیال سے طاقتور ہے۔ اور اگر تم نیکی میں لگے رہوگے تو نیک سے نیک تر اور نیک تر سے نیک ترین بنتے جاؤگے۔ اور جب یہ حالت آجائے گی۔ تو نِروان کے پاتے ہی دُکھوں کا خاتمہ ہو جائے گا"۔

"گو میں اَب بدھ ہوں۔ مگر پہلے اور سنساری بھائیوں کے دُکھ سے دُکھی ہو کر میں رو دیا کیا۔ دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ لیکن اب خوشی کی حالت ہے مُکتی یقینی شے ہے۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ اور تم بھی جو دُکھ میں گرفتار ہو اس کا علم حاصل کرو"۔

"تمہارا دُکھ تمہاری اپنی وجہ سے ہے۔ نہ کوئی تم کو مجبور کر سکتا ہے نہ بدلا سکتا ہے۔ تم آپ بھنور کے چکر میں پھنسے ہوئے اُس کے دُکھ کے آرے کو چومتے اور مصیبت کے پہیے سے ہم آغوش ہو رہے ہو"۔

"اس چکر کے تار آنسو ہیں۔ اس کی ناف (نابھی) ہتھیا ہے۔ میں تم کو سچائی دکھاتا ہوں۔ بہشت یا سچائی۔ نرک سے نیچی۔ سورگ سے اُونچی۔ ستاروں کی حد سے باہر اور برہم سے پرے رہتی ہے"۔

"ابتدا سے پہلے۔ انتہا سے الگ۔ آکاش کی طرح محیط کُل۔ یقین کی طرح یقینی۔ ایک طاقت ہے جو شُدھ ہے۔ اور شُدھتا ہی اُس کا قانون ہے"۔

"بہشت ہے۔ اُسی کی رستا سے گلاب کی کلیاں بنتی اکمل کی پنکھڑیاں خوشنما ہوتی ہیں۔ اور وہ بیجوں کی خاموشی اور زمین کی تاریکی میں اپنے سہارے بسنت کا تانا بانا

بنتا رہتا ہے" +

"اس ست کی شتا بادلوں کے نقش ونگار میں ہے - وہی مور کے پروں کی خوشنما آنکھوں - ستاروں کی چمک - بجلی کی کڑک - ہوا کی تیزی اور بادلوں کی بارش میں ہے" +

"اندھیرے میں اس سے انسان کے دل کا امکان ہوا اور کبوتر کی خوبصورت گردن بنی - وہ ست نہیں ہے - قدیم بربادی اور غصہ کا سُدھار اسی کی شتا میں ہوتا رہتا ہے - اور وہ چیزوں کی خوش نمائی کا آدھار ہے" +

"اسی کی شتا میں آسمانی پرند کے گھونسلے کے سنہلے انڈے خزانہ کی طرح رہتے ہیں - اسی میں شہد کی مکھیوں کے چھتے ہیں - چیونٹیاں اسی کے سہارے محنت کرتی ہیں - اور سفید ہنس کا گیان اس کے تابع ہے" +

"شکار پسند عقاب کی پرواز کی طرح بلند پرواز - وہی بھیڑیئے کو اپنے بچوں کے ساتھ پیار کرنا سکھاتا ہے اور بیکسوں کے لئے نند ا اور دستگیر دوست مہیا کرتا ہے - وہ نہ روکا جاتا ہے نہ ٹھہرایا جا سکتا ہے - وہ سب کو پسند ہے - اسی کے سہارے ماں کی چھاتی میں دودھ اترتا ہے - اور تعجب یہ ہے کہ زہریلے سانپ کے ڈنک کو بھی اسی سے طاقت ملتی ہے - نورانی اور روشن کرے آسمان کے شامیانے میں گھومتے ہوئے اپنے نغمے سناتے ہیں - اور زمین کے گہرے غار اپنے تہوں میں اسی کے آسرے سونا - ہیرے جواہر وغیرہ چھپا رکھتے ہیں" +

"ہرے بھرے جنگل کی شادابی میں اس شتا کا راز مخفی ہو کر بیج کی جڑوں کو سینچتا ہوا - پتے - خوشے - اور پھول بناتا رہتا ہے - نسل اور حمایت کے کام اسی کے سہارے ہیں - وہ بطور خود بے حرکت ہے - مگر اس کی حرکت کے دورے زندگی اور پیار - موت اور دکھ کے بجنے بن کر تانا بانا ہیں دوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں ×

بنانا۔ بگاڑنا۔ مرمت کرنا۔ بطرز نو چیزوں کو نئے نئے نمونے کے موافق بہتر بناتے رہنا اُس کے ہاتھ کا کرتب معلوم ہوتا ہے۔ جو تم دیکھتے ہو۔ اُسی کا کام ہے۔ جو تم نہیں دیکھتے۔ مثلاً انسان کا دل اور اُس کے دلی جذبات یہہ بھی اُسی میں ہیں۔ خیالات۔ رسم و رواج یہ سب بھی اُسی ستا کے قانون کے تابع ہیں۔ وہ نظر نہیں آتا۔ مگر وفاداری کے مخفی ہاتھوں سے مدد دیتا رہتا ہے۔ وہ سُنائی نہیں دیتا۔ مگر اُس کی آواز طوفان کی صدا سے بھی زیادہ تیز ہے۔ رحم اور پیار انسان میں ہیں۔ کیونکہ نتیجہ تیب کے زیرعمل اُس میں آنکلے ہیں۔ اور یہہ سب اُسی کے آدھار پر ہیں"۔

"کسی کی کیا مجال ہے۔ کہ اُس کا گلہ کرے۔ جو اُس کی مخالفت کرتا ہے نقصان اُٹھاتا ہے۔ جو اُس کی متابعت کرتا ہے اپنا کام بناتا ہے۔ مخفی بھلائی اُس کے پردوں سے ظاہر ہو کر آنند اور شانتی بخشتی ہے۔ اور مخفی بُرائی درد اور مُصیبت دیتی ہے۔ وہ سب کو دیکھتا۔ جانچتا۔ بناتا۔ مرمت کرتا۔ جزا۔ سزا دیتا۔ اور دھرم کو قایم رکھتا ہے۔ اُس میں رحم ہے نہ غصہ ہے۔ وہ صرف ست ہے۔ اُسی کے پیمانہ سے سب کی ماپ ہوتی ہے۔ اُسی کے ترازو سے سب کو تولا جاتا ہے۔ وقت (کال) اُس کے سامنے بے حقیقت ہے۔ اُس کے انصاف کی عدالت آج کل اور ہمیشہ کُھلی رہتی ہے"۔

"اِسی ست کی ستا سے قاتل کی چھُری اُسی کی گردن پر پڑتی ہے۔ مُنصف کی بے انصافی اُس کی بلا سے جان ہوتی ہے۔ جھوٹے کی زبان مصیبت لاتی ہے۔ چور کی چوری اُسی کے لئے عذاب ہوتی ہے۔ یہہ قانون ہے۔ یہہ ست کی ستا کا قانون ہے۔ اس کا رُخ سچائی کی طرف رہتا ہے۔ یہ نہ کسی کے روکے رُکا۔ نہ ٹھہرائے ٹھہرا اُسی کے سہارے پریم کا انجام۔ شانتی اور شانتی کا پیغام ہے۔ تم اس ستا کو سمجھو

اور اُس کی متابعت کرو"

ساتواں سرگ

راج بھون میں اُپدیش (مسلسل)

چل کے سودا مول لینگے معرفت کا آج ہم
سنتے ہیں بازار میں نرخ اُس کا ارزاں ہوگیا

بُدھ بھگوان بولے "بھائیو! شاستروں نے سچ کہا ہے۔ ہر شخص کی زندگی اُس کے پہلے جنموں کے کرموں کا نتیجہ ہے۔ پہلے جنموں کے پاپ دُکھی کرتے اور پہلے جنموں کے پُنیہ سُکھ دیتے ہیں۔ جو فصل تم اس وقت کاٹ رہے ہو۔ وہ پہلے بوچکے تھے۔ تل تل ہے۔ جو جو ہے۔ جو بویا وہی پیدا ہوا۔ خاموشی اور تاریکی کو اس کا علم تھا۔ اور آدمی اسی طرح پیدا ہوا جس آدمی نے پہلے جو تل اور جو بوئے تھے۔ وہ اس جنم میں اُنہی کی فصل کاٹنے آیا ہے۔ اور زہریلے گھاس اور کنٹیلے جو زندگی کے کھیت میں نظر آتے ہیں۔ اسی کے اپنی غفلت کے نتیجے ہیں۔ اگر وہ اس جنم میں نیکی کرتا ہوا اُن کو اُکھاڑتا چلے گا اور اُن کی جگہ زمین کو صاف کرکے اچھے بیج بودے تو آیندہ بہت اچھی فصل کاٹے گا"

"اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں یہ سمجھ لے۔ کہ دُکھ کیسے پیدا ہوتا ہے۔ اور صبر و برداشت کے ساتھ کال اور کرم کا پورانا قرضہ ادا کرتا چلے۔ تو اُس کو پریم اور سچائی ملیں گے۔ اگر وہ احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ کام۔ اور راست کو اپنے اندر سے خارج کرتا چلے۔ اور بدی کے عوض نیکی کا عمل کرے۔ پاک باطن اور رحمدل بنتا جائے اور دل سے خواہش کی جڑ کو اکھیڑتا جائے۔ اور زندگی بھر یہ کام کرتا رہے۔ تو پھر

اس فانی جسم کے ساتھ اُس کی بُرائیاں بھی مٹ جائیں گی۔ اور نیکی کا زبردست قیمتی معاوضہ اُس کے حصّہ میں آجائے گا"۔

"اُس کو پھر اس نفسانی زندگی کی ضرورت ہی کیا ہے! تم جس جسم کی بندگی بسر کر رہے ہو وہ قابلِ رشک نہیں ہے۔ جب یہ اپنی ابتدا کی طرح انتہائی مرحلہ میں فنا ہو جائیگی تو پھر خواہش کا دُکھ۔ پاپ کی مُصیبت، زمینی سُکھ کی تمنّا اور موت۔ ان میں سے کوئی بھی اس کی دائمی شانتی کے سدِّ راہ نہ ہوگا۔ اس کی معدومیت نہ ہوگی۔ اس نفسانی زندگی جاتی رہیگی اور انسان اُس ذات سے مل کر ایک ہو گا۔ یہی نروان ہے۔ اس کو نہ زندگی کہہ سکتے ہیں نہ موت۔ اوم منی پدمے ہم۔ قطرہ دریا میں ملا۔ بلکہ اُس سے ایک ہو رہا۔ تمیزی حالت کا فور ہے"۔

"یہ کرم کا مسئلہ ہے۔ جب پاپ کرم جل جاتے ہیں۔ زندگی کے ساتھ موت بھی مر جاتی ہے۔ تیل کیوجہ سے بتی جل رہی تھی۔ تیل ختم ہو گیا۔ بتی بھی ختم ہو گئی۔ میں میں نہ کرتے رہو۔ یہی 'میں میں' اور 'اہم اہم' بڑی بلا ہے۔ اسی کے طفیل تم کو خست و پست کی کوٹھڑیوں میں بار بار آتے جاتے رہتے ہو۔ کبھی اس کی یاد رہتی ہے کبھی نہیں اسی 'میں' کے اہم بھاؤ سے اہنکار کے خیالات کے سُوت نکلا کرتے ہیں۔ اور جیسے ریشم کا کیڑا اپنے مُنہ سے دھاگے نکال کر اُن کی گولی بنا کر اُسی کے اندر قید ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی تم بھی محض اہم بھاؤ کے رشتوں میں خود بخود پھنستے ہو۔ جیسے سانپ اپنی کینچلی نکال پھینک دیتا ہے۔ تم بھی اس 'میں' کو نکال کر پھینک دو سانپ کی طرح کرم کے انڈے دے کر۔ اور سرکنڈوں کی طرح اپنے کرم کے بیج میدان میں بکھیر کر کیوں اُس کو بڑھاتے جا رہے ہو۔ اس غفلت کا انجام موت موت اور موت کی سختی ہے"۔

"کرم سے خیال اور کرم سے بُرائی ہوتی ہے۔ نیک آدمی اپنی نیک اعمالی

سے خود دولتمند ہوتا اور دوسروں کو دولتمند کر دیتا ہے۔ اور پاک ہوتا چلا جاتا ہے
پاپ دُکھ دیتا ہے پُنیہ سے سُکھ ہوتا ہے۔ پریم کلپ کلپانتر تک زندہ رکھتا
ہے"۔

"اودیا سے اگیان پیدا ہوتا ہے۔ اور اسی اگیان کے بس میں آکر پرانی خواہشوں
کا جال بنا بنا کر دُکھ میں پھنستے ہیں۔ تم صرف درمیانی راہ کو اختیار کرو۔ تاکہ عقل سلیم
ہوتی چلے۔ اس اعتدال کے طریق پر چلنے کے لئے چار آریہ ستیانی (چار اُتم سچائیاں)
کا جاننا بہت ضروری ہے۔ سُنو:۔

پہلی سچائی یہ ہے۔ کہ دُکھ ہے۔ بھول بھرم میں نہ پھنسو۔ یہ زندگی دُکھ ہے
زندگی کے سُکھ بھی دُکھ رُوپ ہیں۔ بچپن کی بے کسی۔ جوانی کی خواہش۔ بوڑھوں
کی نقاہت اور موت کے عذاب اگر دُکھ نہیں تو اور کیا ہیں۔ آہا۔ پریم میٹھا تو ہے۔
مگر جلنے والی چتا کے شعلے کیسے ہیں۔ جو سانپ کی طرح ہاتھ پاؤں۔ سر۔ آنکھ سب
سے لپٹتے اور سب کو بھسم کر دیتے ہیں۔ اس کا یہ انجام ہے۔ طاقت۔ حکومت
اور اختیار میں بہت مٹھاس ہے۔ مگر اُس وقت کو کیا کہو گے۔ جب گدھ۔ کوّے
اور گیدڑ اس شریر کو نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ زمین بہت خوبصورت ہے۔ مگر جنگل کے
کانٹے اور کنکیلے سخت خوفناک ہیں۔ آسمان صاف اور خوش نما نظر آتا ہے۔ مگر
قحط کے دنوں میں یہ بے رحم ہو کر ایک بُوند پانی بھی نہیں دیتا۔ بیمار سے پُوچھو۔ ماتم
کرنے والوں سے دریافت کرو۔ قدم قدم پر رُک رُک کر چلنے والے بُوڑھے سے
سوال کرو۔ بے کس۔ بے نوا۔ اور بیچاروں سے استفسار کرو۔ کیا تم کو یہ زندگی پسند
ہے؟ اور یہ سب کہیں گے کہ بچہ روتے ہوئے دُنیا میں آتا ہے۔ اُس کا رونا ہی
آگے کی دُکھ کی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ وہ ہم سے زیادہ دانا ہے۔ یہ اُن کا جواب
ہوگا"۔

"دوسری سچائی دُکھ کا سبب ہے۔ جو دُکھ پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے۔ بغیر سبب کے نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اور دُکھوں کا سبب ہے! اندریوں کا باہری چیزوں سے سپرش ہوتا ہے۔ اور اُن سے زندگی کے غلبہ کو حرکت اور تیزی ملتی ہے۔ اور وہ آگ کی طرح بھبھک اُٹھتی ہے۔ ترشنا جلتی ہوئی مشتعل آگ ہی ہے۔ تم سایہ سے لپٹتے۔ اور خواب سے چمٹتے ہو جھوٹے "اہنکار" کو پیدا کر کے اُس کے اِرد گرد دنیا بناتے ہو۔ اہنکاری۔ مغرور۔ اہم بھاو کے غلام کو کہاں سکھ ہے۔ نہ وہ اندر کے آکاش کے آسمانی نغمے سُن سکتا ہے۔ اور نہ حقیقت کا علم رکھتا ہے۔ اور اسی "اہنکار" "اہم بھاو" اور "میں پنے" سے لڑائی جھگڑے۔ بکھیڑے۔ دھوکے۔ فریب۔ غُصّہ۔ نفرت۔ خون۔ خرابہ۔ اور تمام بدکاریوں کی پیدایش ہوتی ہے۔ جہاں غلّہ اُگتا ہے۔ اُسی کے ساتھ کانٹے۔ کٹیلے بھی اُگ آتے ہیں۔ اور جس طرح کھیت کی گھاس اچھے درختوں کی غذائی رطوبت کو چھینتی رہتی ہے۔ ویسے ہی یہ بُرے کرم اور اُن کے سنسکار ہم کو کھاتے رہتے ہیں۔ اور ہم اُن کے قید و بند میں پڑ کر اور بھی نئی نئی زنجیریں اپنے پھنسانے کے لئے گھڑا کرتے ہیں"۔

"تیسری سچائی" دُکھ کا خاتمہ ہے۔ یہ شانتی ہے۔ اہنکار کو نکال دو۔ زندگی کے پیار کی بیخکنی کر دو۔ رولانے والی نفسانیت کے جذبہ کو اپنے دل سے باہر کر دو تاکہ اندرونی جھگڑوں کا خاتمہ ہو جائے۔ دائمی حُسن کا خیال کرو۔ اہم بھاو والے آتما کے مالک ہو جاؤ۔ دیوتاؤں سے بھی بہتر زندگی کی وراثت کی طرف دھیان دو۔ ہمدردی کرنا سیکھو۔ دھرم اور پرم دھرم کو اختیار کرو۔ دل آزاری کی عادت کو ترک کر دو۔ اور تم کو ایسی زندگی ملے گی۔ جو موت کے نام اور نشان سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی۔ اور اس کے اختیار کرنے سے دُکھ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جب حساب بیباق

ہو جائے گا۔ تو پھر نہ باز پرس کا خوف رہیگا۔ اور نامۂ اعمال کی صفائی تم کو جزا سزا کے خوف اور اُمید سے بری کر دے گی"۔

چوتھی سچائی "پنتھ" ہے۔ یہ مارگ ہے اور راستہ ہے۔ اس کا نام اَشٹانگ مارگ ہے۔ اس میں دائیں بائیں کی طرف مُڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سیدھا جاتا ہے۔ اور اس کا منزلِ مقصود نِروان کی دائمی شانتی۔ اور لافانیت ہے۔ یہ سچ ہے کہ ابتدا میں اس کی پیروی ذرا سخت معلوم ہوتی ہے۔ مگر پہاڑوں کی اُونچی چوٹیوں کے برفستان اور بادلوں کے خطوں کے طے کر لینے پر پنتھائی آہستہ آہستہ پاؤں جماتا ہوا جب چل نکلتا ہے۔ تو دوسرے عالم کا نور اُس کو نظر آنے لگتا ہے۔ ہمت والے کیا نہیں کرتے! دشوار گذار پہاڑوں کو طے کرنا۔ بحرِ ذخّار کے سینہ کو چیر کر اپنا رستہ بنا لینا اہلِ ہمّت کا کام ہے۔ لیکن جو کمزور ہیں۔ اور خیال کے مضبوط نہیں ہیں۔ وہ بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بتدریج ایک مقام سے دوسرے مقام کو طے کرتے ہوئے وہاں پہنچ ہی جاتے ہیں۔ اور دونوں کو یکساں فائدہ ہوتا ہے"۔

"اَشٹانگ مارگ[1] کے زینوں میں پہلا زینہ سمیک درشٹی ہے۔ متھیا درشٹی ناش کرتا ہے۔ سمیک درشٹی آ سکتا ہے۔ جو شخص بُدھی میں دڑھ ہو کر چلتا ہے۔ وہ متھیا بُدھی سے بچا رہتا ہے۔ دل کو فضول نفی کے خیالوں سے دور رکھو۔ اثبات کے خیال کو اس میں جگہ دو۔ یہ سمیک درشٹی ہے۔ دوسرا سمیک سنکلپ (راست خیالی) ہے۔ من میں شُدھ سنکلپ کرنا ضروری ہے جب سنکلپ شُدھ نہ ہوگا۔ بُدھی کمزور رہے گی۔ اور کام نہ نکلیگا۔ من کے بھاؤ کا سُدھار

[1] یہ مضمون ہم براہِ راست دھرما لوک کی سوتر نامی کتاب وغیرہ سے لیتے ہیں۔ کیونکہ ہم ترجمہ کرنے سے مجرم ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں ترجمہ کے لئے صحیح لفظ نہیں ملتے۔ اس لئے مجبوری ہے۔

اور شدھ ادھار سے کے ساتھ نروان کا مضبوط ارادہ دل میں قایم کرنا۔ سمیک سنکلپ ہے۔ سب پرانیوں پر دیا اور پیار ہو۔ کرودھ اور لوبھ خیر اور من شدھ ہو جائے یہ اسکی غرض ہے۔ تیسرا زینہ سمیک واک (راست کلامی) ہے۔ میٹھے بچن بولنا۔ کڑوے بچن نہ بولنا۔ سچ بولنا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ اس کا مطلب ہے۔ جس طرح راجہ کا دوارپال پھاٹک پر بیٹھا ہوا اس کی رکشا کیا کرتا ہے۔ ویسے ہی ہونٹوں کو منہ کا دوارپال بنالو۔ صرف سیتل اور آنند دینے والے شبد مکھ سے نکلیں۔ چوتھا زینہ سمیک کرمانت (راست کرداری) ہے۔ کرمانت کرم کو کہتے ہیں۔ نیک کام کرنا۔ برے کام نہ کرنا۔ سستی سے بچکر چستی کے ساتھ نیکی کی مصروفیت اس کا مطلب ہے۔ تمہارے کرم سے تمہارا اور دوسروں کا اپکار ہو۔ پاپ کرم نہ ہونے پاوے۔ پنیہ کرم ہوتے ہوتے رہیں۔ پانچواں زینہ سمیک آجیو (راست معاشی) ہے۔ آجیو کا ارتھ جیو کا (رزق) ہے۔ آدمی ایسا پیشہ۔ ایسا ذریعہ معاش اور ایسا کام کرے کہ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچائے ہوئے بغیر اس کو رزق ملتا رہے۔ چھٹا زینہ سمیک ویایام (راست کوشی) ہے۔ ویایام کا مطلب جسمانی ورزش اور پرشارتھ کا کام ہے۔ بعض آدمی بہت کام کرتے ہیں۔ اور تھک جاتے ہیں۔ پھر بیمار ہو جاتے ہیں۔ بعض اس قدر کام کرتے ہیں۔ کہ سست رہتے ہیں۔ دونوں حالتیں معیوب ہیں۔ ستار کے تاروں کو دیکھکر ویایام اس طرح ہو۔ کہ شریر نہ ڈھیلا رہے اور نہ اکڑ جائے۔ ساتواں زینہ سمیک سمرتی (راست ذہنی) ہے۔ سمرتی یادداشت کو کہتے ہیں۔ آدمی محتاط رہے۔ کہ من میں بری سمرتی نہ آنے پاوے۔ صرف اچھی سمرتی کا گذر ہو۔ بری سمرتی من کو چنچل کر دے گی۔ اچھی سمرتی سے وہ شدھ رہیگا۔ اور نیتچل ہو جائے گا۔ آٹھواں زینہ سمیک سمادھی ہے۔ اگر چت میں کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار وغیرہ ہیں۔ تو پھر چت کی ایکاگرتا نہ ہوگی۔ اور نہ سمادھی پراپت ہوگی۔ من کا شانت ہونا

سمادھی کہلاتا ہے۔ جس میں چت کی ورتیوں کا نرودھ ہو جاتا ہے۔ یہہ اشٹانگ مارگ ہے"۔

"دھرم کے مارگ پر چلنے سے نروان ملتا ہے۔ بیوی بچّوں کا پریم میٹھا ہے دوستوں کی محبت بہت خوشگوار ہے۔ دان اور دیا کے کام میں بہت مٹھاس ہے۔ یہہ سب بُرے نہیں ہیں۔ مگر ان کو حقیقت کے بام پر چڑھنے کا زینہ بناؤ۔ ان ہی کے پھندے میں نہ پھنسے رہو۔ روزانہ زندگی کے کاروبار میں روزانہ دھرم کی ترقی ہوتی رہے۔ ہم آج کل سے بہتر ہوں۔ اور پھر جو کل آنے والا ہے۔ وہ آج سے ہم کو بہتر پائے۔ جو اس طرح مارگ پر چلیں گے۔ اُن کو یہہ بہت آسان اور آرام دینے والا ثابت ہوگا۔ اور وہ روزمرہ ترقی کرتے جائیں گے"۔

"چار آتم سچائیاں اور اشٹانگ مارگ کا جان لینا پہلی اوستھا ہے۔ اور جو اس زینہ پر قدم جما کر رکھتا ہے۔ وہ ضرور ہی نروان حاصل کرلیگا۔ دوسری اوستھا یہہ ہے۔ کہ من میں کسی قسم کے شک و شُبہے باقی نہ رہ جائیں۔ بھرم اور خدشے دور ہو جائیں۔ من کا جھگڑا کالعدم ہو۔ آتما کے غلط و فرضی خیال کے واسطے ذرا ہے۔ بہ وہمت اور پستکوں سے بے واسطگی ہو۔ اور صرف ایک قسم کی زندگی سے کام رہے۔ اور وہ زندگی صرف دھرم کی زندگی ہو۔ تیسری اوستھا شانتی۔ شُدھ شانتی۔ جیون مکتا اور سنسار کے پرانیوں کا پیار رہے۔ میا اُس کی زندگی کے قید خانہ کے سلاخ ٹوٹ گئے۔ اور وہ اب تو ضرور آخری حالت کو پالیگا۔ یہہ آخری اور چوتھی اوستھا بدھ پنا ہے۔ شُدھ۔ بُدھ۔ مُکت۔ یہ اُس کی تعریف ہے۔ دشمن مرگیا۔ پاپ دُور ہو گئے۔ آتم بھاو۔ ستھیا دھرم اور پینٹے۔ کام اور ایرشا سے تعلق نہیں رہا۔ ان پانچوں کو جس نے جیت لیا وہی چوتھی اوستھا میں ہے۔[1]

[1] مقابلہ کرو "نین چھوڑ چوتھا پد ریکھا۔ ست نام شگور گتی پیکھا" پریم پرکاش راودھا سوامی دیال صاحب مہاراج۔

اور یہہ نِروان ہے۔ یہہ دشا دیوتاؤں کو بھی دُرلبھ ہے۔ یہ ترلوکی سے پرے کی حالت ہے۔ نہ یہہ زندگی ہے نہ موت ہے۔ نہ کرم ہے نہ اکرم ہے۔ بغیر تلاش کئے ہوئے اس کو سب کچھ حاصل ہے۔ جو نِروان کو معدومیت بتاتے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ زندگی ہے۔ تو وہ بھی بھول بھرم میں پڑا ہے[۵۱]۔ نہ وہ یہہ ہے نہ وہ ہے۔ وہ اس کی خبر نہیں رکھتے۔ اور اُن کو معلوم نہیں ہے۔ کہ چھوٹے چراغوں کے پرے کون سا نور ہے۔ جو کال (وقت) اور جیون سے بھی دور رہ کر چمکتا ہے۔ اور وہ آنند ہی آنند ہے"+

"اس دھرم کو اختیار کرو۔ نفرت سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے۔ دغا اور فریب سے بڑھ کر کوئی دُکھ نہیں ہے۔ اس دھرم کو اختیار کرو۔ یہ اندریاں دھوکا ہیں۔ ان کے دھوکے میں پڑنا دُکھ ہے۔ جو دھوکے میں پڑ کر کسی کو ستاتا ہے وہ سچائی سے بہت نیچے گر جاتا ہے۔ اس دھرم کو اختیار کرو۔ یہ وہ سرچشمہ ہے۔ جو سب کی پیاس بجھاتا ہے یہہ وہ چمن ہے جس کے پھول ہمیشہ تر و تازہ رہتے ہیں۔ اس میں آنند۔ ست اور گیان ہے اس میں اور جو پانچ پانچ قسم کی پابندیاں ہیں۔ وہ علاوہ ہیں۔ پہلا یہہ ہے۔ (۱)۔ جان مت لو۔ (۲)۔ جو نہیں دیا گیا۔ وہ مت لو۔ (۳)۔ جھوٹ نہ بولو۔ (۴)۔ نشہ سے پرہیز کرو۔ (۵)۔ زنا مت کرو۔ اور دوسرا یہہ ہے۔ (۱)۔ رات کو کھانا نہ کھاؤ۔ ہار نہ پہنو۔ نہ عطریات استعمال کرو۔ ملائم پلنگ پر نہ سو۔ زمین پر لیٹو۔ اور بھی سنو۔ جسم کے تین گناہ چوری۔ قتل اور زنا ہیں۔ دل کے تین گناہ حسد۔ نفرت اور بھرم ہیں۔ زبان کے چار گناہ۔ جھوٹ۔ غیبت۔ گالی اور بیہودہ گوئی ہیں"+

گورو نے دیاکھیان ختم کیا۔ سب یہ تقریر سُن کر دنگ رہ گئے۔ اور علاوہ بہت سے گرہستیوں کے کتنے شاہزادے اور دوسرے آدمی جو اس مجمع میں موجود تھے[illegible]

[۵۱] قایم کرو۔ دید اسی کو نیتی نیتی کہتے ہیں+

کا ورت دھارن کرکے بدھ ۔ دھرم ۔ اور سنگھ کی شرن لی ۔ ان میں سے آنند ۔ دیودت اُپالی ۔ انردھ وغیرہ بھی ہیں ۔ شدھودن بھی اس کا شاگرد ہوگیا ۔ اور بھگوان شاہی محل سے رخصت ہو کر پھر اپنے جائے قیام پر چلے آئے +

آٹھواں سرگ

راہل کا سنگھ میں شامل ہونا

باپ کی املاک کا وارث اگر فرزند ہے
آپ کی دولت کا میں بھی دل سے خواہاں ہوگیا

کپل وستو میں نئے قسم کی خوشی محیط ہو رہی ہے ۔ سدھارتھ کو سب بھول گئے اور اب اُن کی نظر بدھ پر ہے ۔ بدھ کا پھر تو یہ معمول ہوگیا ۔ کہ وہ روز شہر میں جا کر بھیکھ مانگتے ۔ اور دن رات معتقد آدمیوں کو دھرم کی تعلیم دیا کرتے +

ایک دن ایسا واقعہ ہوا ۔ کہ یشودھرا نے اپنے سات برس کے لڑکے راہل کو اچھے اچھے پوشاک پہنائے ۔ اور اُس کے ساتھ بات چیت کرنے لگی ۔ اتنے میں بدھ ہاتھ میں کمنڈل لئے ہوئے بھکشا مانگنے کے بعد شاہی محل کی طرف سے گذرے ۔ یشودھرا بالاخانہ پر بیٹھی ہوئی تھی ۔ اُس نے کہیں وہاں سے اُن کو دیکھ لیا ۔ راہل سے کہنے لگی ۔ "بیٹے! تیرا باپ دنیا میں سب سے زیادہ دولتمند ہے ۔ اس کے پاس دولت کی چار کھانیں ہیں ۔ اور باپ کی دولت کا وارث بیٹا ہی ہوا کرتا ہے ۔ تو بھی اپنے باپ کے پاس جا ۔ اور اُس سے اپنے ورثہ کی درخواست کر" کمسن اور بھولے بھالے بچے نے کہا "یہ تو کیا کہتی ہے ۔ میرا باپ شدھودن راجہ ہے ۔ اور میرا باپ کون ہے؟" یہ بولی "شدھودن تیرے باپ کا باپ اور تیرا دادا ہے ۔ دیکھ تیرا باپ وہ سادھو ہے ۔ جو

راہ میں چلا جا رہا ہے - بہتر ہے - ابھی موقع ہے - تو اپنی وراثت اُس سے مانگ لے - ورنہ پھر کون جانے یہہ وقت پھر ملے یا نہ ملے - اس سے جا کر کہہ "میں تمھارا لڑکا ہوں - مجھ کو میرا ورثہ دو - میں اُس کو چاہتا ہوں"۔ بچوں کو کیا سمجھ ہوتی ہے ماں کا کہنا اُن کے لئے سب کچھ ہے - وہ چھتے سے نیچے اُتر آیا - اور دربانوں کی نظر بچا کر کھیلتا کودتا ہوا بدھ کے پاس پہنچا۔ "پتا جی! میں تمھارا لڑکا ہوں - تم کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا ہوں - بیٹا باپ کے دولت کا وارث ہوتا ہے - تم بھی مجھ کو میرا ورثہ دو - میں اُس کو چاہتا ہوں"۔ بدھ نے کچھ جواب نہ دیا - اپنی راہ چلے گئے - لڑکا بھی پیچھے پیچھے چلا گیا - اور کسی نے روک ٹوک نہیں کی - بدھ نگرودھ درخت کے نیچے پہنچے - بیٹھ گئے - اور کھانا کھانے لگے - راہل نے پھر وہی خواست کی - بدھ پھر بھی خاموش رہے - آخر جب وہ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے - راہل نے تیسری دفعہ پھر اپنی درخواست پیش کی - اور بدھ مسکرا کر شاری پُتر سے مخاطب ہوئے "میرا بیٹا مجھ سے اپنی وراثت مانگتا ہے - میں اس کو سنسار کی فانی دولت کیا دوں - اس سے تو دکھ درد اور مصیبت پیدا ہوتے ہیں - میں اُس کو وہ روحانی لازوال اور لافانی دولت دونگا - جو مجھ کو بدھی درخت کے نیچے حاصل ہوئی ہے"۔ شاری پُتر نے بھی رائے دی - کہ "اس کو سنگھ میں شامل کر لیا جائے"۔

تب بدھ اُس سے بولے "بیٹے! میرے پاس سونا - چاندی اور جواہرات نہیں ہیں کیونکہ میں بھکشو ہوں - ہاں - اگر تم کو روحانی خزانہ کی خواہش ہو - اور تم اُس کے رکھنے کی لیاقت رکھتے ہو تو آؤ - میں تم کو اشٹانگ لوگ سکھا کر سنگت میں شامل کر لوں گا - اور تم نروان کے راج کے وارث ہو جاؤ گے"۔ راہل نے استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا "ہاں - میں چاہتا ہوں - اور مجھ میں طاقت اور لیاقت ہے"۔ تب بھگوان اُس کو اپنے ساتھ باغ میں لے گئے - اور بھکشوؤں کے

دیر ودیکشا دے کر سنگھ میں شامل کر لیا۔ اور وہ بھی سادھو ہو گیا ✦

جب راجہ نے خبر سُنی۔ کہ اُس کا پوتا چھن گیا۔ وہ دُکھی ہوا۔ بدھ سے آکر شکایت کرنے لگا۔ "افسوس! آنند بھی ہاتھ سے گیا اور راہُل بھی گیا۔ اب میرے بعد کون راج کریگا"۔ اس کی باتوں سے بدھ کو بھی رنج ہوا۔ حکم دیا۔ "مجبوری ہے مگر آئندہ بغیر والدین کی رضامندی کے کسی لڑکے کا سنسکار نہ کیا جائے گا"۔ گو شدھودن کی اِن لفظوں سے کچھ تسلّی ہوتی تھی تاہم وہ خاموش رہ گیا۔ کیونکہ اب اُس میں دھرم کے موافق راہُل کے واپس لانے کی طاقت نہیں تھی۔ اور بھگوان نے ایک ہفتہ کے بعد کپل وستو سے کوچ کر دیا ✦

(۷) دھرم پرچار کا ٹھاٹھ

پہلا سرگ

شراوستی

> مشغلِ بزمِ ناز تھا دانا کو اپنے کس قدر
> دام میں دُنیا کے پھنس کر آج ناداں ہو گیا

کال کا پہیہ ہر وقت زور شور کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ اور اُس کی رفتار کے پیدا کردہ اونچے پہاڑوں کی جگہ گہرے سمندر لہراتے اور گہرے سمندروں کی جگہ پر اونچے اونچے پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بھگوان بدھ کے زمانہ کا کپل وستو اور راجگرہ وغیرہ اب کہاں ہیں۔ ڈھونڈنے سے اب اُن کا نشان بھی بمشکل

ملتا ہے۔

کپل وستو سے روانہ ہو کر بدھ شراوستی پہنچے۔ اناتھ پنڈک نے اُن کو وہاں آ کر اُپدیش دینے کی درخواست کی تھی۔ شراوستی اُس زمانہ میں بہت اچھے شاندار شہروں میں شمار تھا۔ اور وہ اودھ کی راجدھانی تھی۔ اب اُس کو کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ بڑی مشکلوں سے ساہت ماہت نامی ایک پُورانا گاؤں پایا ہے۔ اور سب کا خیال ہے۔ کہ وہی شراوستی رہا ہوگا۔ اُس وقت اُس کوشل دیش کا راجہ پرسینجیت تھا۔

قبل اس کے کہ بدھ بھگوان وہاں پہنچیں۔ اناتھ پنڈک نے ایک نہایت خوبصورت شاہی باغ بہت زیادہ قیمت دیکر وہار کے لئے خرید کیا۔ یہ باغ شراوستی کے راجکمار کا تھا۔ وہ کسی طرح پر فروخت کرنے پر راضی نہیں تھا۔ آخر جب اناتھ پنڈک کے اعتقاد اور قوت ارادی نے اُس کو مجبور کیا۔ اُس نے کہا۔ "جہاں تک باغ کی زمین ہے اُس کے وسیع رقبہ میں برابر سونے کے سکے بچھادو اور میں اسی قیمت پر فروخت کروں گا۔" اناتھ پنڈک دولتمند تھا۔ اور سب سے بڑی دولت اُس کی بھکتی تھی۔ اُس نے خوشی سے وہ قیمت دیکر باغ خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب راجکمار نے سنا۔ کہ یہ جگہ بدھ کے وہار کے لئے ہوگی۔ اُس نے صرف آدھی قیمت لی۔ زمین تو بیچ دی۔ مگر درختوں کی نسبت کہا۔ کہ "یہ میں خود اپنی طرف سے بدھ کی بھینٹ کروں گا۔"

آخر کار اُس جگہ اس دولتمند بھگت نے بہت بڑی اور عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی۔ اُس کا نام جیت ون رکھا۔ کیونکہ وہ بھکشوؤں کے ایکانت میں دھیان کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اور جب بدھ وہاں آئے۔ دھوم دھام سے اُن کا استقبال کیا گیا۔ راہ میں پھولوں کا فرش بچھایا گیا۔ اور سونے کا گڑوا ہاتھ میں

سے کر اناتھ پنڈک نے سنکلپ منتر کے ساتھ وہ باغ بھگوان کے نذر کیا۔

بدھ اس کی بھگتی اور دان کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ اور اشیرباد دیا کہ یہ دان سب کے لئے مبارک ہو۔ یہ جگہ دھرم کے پرچار کا مرکز بنے۔ اور اناتھ پنڈک اور سب کے لئے برکت کا باعث ثابت ہو۔

شہر میں دھوم مچ گئی۔ سب کو اس راج رشی اور راج منی کے درشن کی خواہش ہوئی۔ اور وہ وسیع جگہ آدمیوں کی کثرت سے بھر گئی۔ بھگوان نے سب کو اپدیش سنا کر خوش کیا۔ آخر میں پرسین جت وہاں کا راجہ بھی آیا۔ اور بھگوان کے چرنوں میں سر جھکا کر کہنے لگا۔ میں خوش نصیب ہوں۔ اور میری حقیر اور گمنام سلطنت مبارک ہے۔ جس کو شاہی اپدیشک کے پاک قدموں سے برکت ملی ہے آپ کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ میرا راج اب ہر طرح کے آفات اور بلیات سے محفوظ رہیگا۔ اور بھگون! جس طرح آپ نے میری رعایا کو دھرم کی دیکشا دیکر کرتارتھ کر دیا ہے۔ مجھ کو بھی اپنا سیوک بنائیے۔ کیونکہ دولت۔ عزت وغیرہ سب بادل کے سایہ کی طرح عارضی ہیں۔ اور دھرم دائمی برکت ہے۔ میں خود اس راج کاج کے بوجھ سے دکھی ہو رہا ہوں۔ آپ کے اپدیش سے میرے سر کا بار ہلکا ہو جائیگا۔ اور مجھ کو شانتی ملے گی"۔

اور جب راجہ نے بدھ دھرم اور سنگھ کی شرن لے لی۔ بدھ نے اس کو سنایا "جیسے اور بھلے کرم سایہ کی طرح ہر شخص کے پیچھے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ ان سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ ان کی جڑ من میں ہے۔ من کو اگر پاک کر لو۔ تو کرم پاک ہونگے۔ اور اگر من ناپاک ہے۔ تو کرم بھی ناپاک رہیں گے۔ تم راجا ہو راجا کا دھرم پرجا کا پالنا ہے۔ تم ہمیشہ خیال رکھو۔ کہ ان کو کوئی تکلیف نہ دینے پائے۔ اور نہ ان کا نقصان کر سکے۔ من بچن کرم سے تم خود ان کی بہتری

سوچتے رہو۔ جو دُکھی ہیں اُن پر رحم کرو۔ جن کو ضرورت ہے اُن کی ضرورت کو رفع کرو۔ رعب داب اور شان شوکت سے بھی زیادہ اثر راجہ کی فیاضی، سیر چشمی اور نیک دلی پیدا کرتی ہے۔ انصاف اور سچائی سے راج مضبوط رہتا ہے۔ خوشامد اور چاپلوسی کی باتیں نہ سُنو۔ بلکہ غور اور فکر کے ساتھ اصلیت سے باخبر ہونے کی کوشش میں رہو۔"

"تپ فضول ہے۔ جپ ناکارہ ہے۔ صرف گورو کے دھیان ہی میں سب کچھ ہے۔ یہی راستہ ہے جس پر چلنے سے اصلی بھلائی ہوتی ہے۔ سنسار دُکھوں سے بھرا ہوا ہے۔ جنم مرن۔ بیماری۔ ضعیفی۔ موت۔ سب دُکھ کے رُوپ ہیں۔ دھرم اور وچار ہی اس مرض کے دُور کرنے کی دوائیں ہیں۔ اِندریوں کے بھوگ میں کیا دھرا ہے۔ جن کو عقل ہے۔ وہ اس کو لات مارتے اور گیان کی تلاش کرتے ہیں۔ جب کسی درخت میں آگ لگی ہو۔ تو اس پر کوئی پرند بسرا نہیں لیتا۔ اسی طرح جس شریر میں اِندریہ بھوگ کا خوف لگا ہے وہاں سچائی نہیں رہتی۔ اگر اندریوں کے بھوگ سے نفرت نہیں ہے۔ تو پھر عالم اور جاہل میں فرق ہی کیا رہا۔ سچا گیان من کے ساتھ اور اندریوں کے بس میں کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ درشن اور شاستر بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ اور تم خود بھی سوچ سکتے ہو۔ کہ اس میں کس حد تک سچائی ہے۔ یہ نہ سمجھو۔ کہ دھرم اور سچائی کی میراث صرف ورکت اور تیاگیوں ہی کے لئے ہے نہیں۔ گرہست اور ورکت دونوں کو اُن کا ادھیکار ہے۔ بعض حالتوں میں تو گرہست آشرم میں رہنے والے سادھوؤں سے بھی بدرجہا بہتر ہوتے ہیں۔ اور اُن کا شمار رشیوں میں ہوتا ہے۔ صرف اِندریوں کے بھوگ ولاس کے خطروں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ یہ وہ لہر ہے۔ جس میں جا بجا بھنور ہیں۔ جو پڑا وہ یا تو بہہ گیا یا غوطے کھا کر ڈوب گیا۔ گیان اس سمندر سے پار کرانے کی کشتی ہے۔

تم بدی سے بچو۔ اور نیکی سے تعلق رکھو۔ اپنے خیالات کی چوکیداری کرتے رہو۔ خیال رکھو کہ بُری خواہشیں من میں نہ گُھسنے پاویں۔ ورنہ وہ اُس کو کثیف۔ گندہ اور زہریلا کر دینگی۔ ہر جگہ روشنی اور تاریکی ہے۔ کوئی روشنی کو چھوڑ کر تاریکی کے راہ میں جاتا ہے۔ کوئی تاریکی کو ناپسند کرکے روشنی کو اختیار کرتا ہے۔ تاریکی میں موت اور اگیان ہے۔ روشنی میں دائمیت اور گیان ہے۔ جو روشنی کی راہ میں آئیگا وہ ترقی کرتا جائیگا اور جو تاریکی میں پڑیگا وہ گم ہو جائیگا۔ یہ سنسار تم خود دیکھتے ہو کہ عارضی اور ناپایدار ہے۔ اس نے اوروں کا ساتھ لیا۔ کہ تمہارا دنے گا ساس کی ہوس کو ترک کرو۔ اس من کو باہمت اور باحوصلہ رکھکر دھرم کی پیروی میں لگے رہو۔ یہہ نہیں کہا جاتا۔ کہ تم راج کو چھوڑ کر بھکشو ہو جاؤ۔ بلکہ اُپدیش دینے کا مطلب یہہ ہے۔ کہ باہر کی حالتوں کے ماتحت اپنی خوشی کو نہ بناؤ۔ اندرونی سکھی بنو۔ اور اگر تم اس پر عمل کروگے۔ تو آیندہ کے لئے نیک نام چھوڑ جاؤگے۔ اور تتھاگت (گورو) کی دیا کو حاصل کر لوگے۔ اور اگر کہیں خودی کے دام میں پھنسے۔ تو اس سے سوا دُکھ اور مصیبت کے اور کیا حاصل ہوگا۔

راجہ نے اُپدیش کو سُنا۔ اور اُس وقت سے لے کر برابر بدھ دھرم۔ اور سنگھ کا سیوک بنا رہا۔

دوسرا سرگ

راج گرہ

آتش سوزاں میں گر کر خاک ہوتے ہیں سب وہ بچا جو اس کے شعلوں سے گریزاں ہو گیا

شراوستی میں کچھ عرصہ پرچار کر کے بھگوان راجہ بمبسار کی درخواست پر پھر راج گرہ میں گئے۔ اور وہاں جیوں کو چیتاتے رہے۔ دنیا میں نقل اور تقلید بہت کی جاتی ہے۔ اصلیت کی مراد کے ذہن نشین کرنے والے اور سچائی کے ماننے والے بالعموم کم ہوتے ہیں۔ چونکہ بھگوان نے ضرورت کے وقت اُرووِلو کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ مُردہ کے کپڑے پہن لئے تھے۔ اس لئے اور بھکشو ول کو بھی اسی قسم کے چیتھڑے پہننے کی سوجھی۔ راجگرہ میں اُس وقت بیماری تھی بھکشو بھی اِن کپڑوں کی وجہ سے بیمار ہونے لگے۔ ان کو دوا علاج کرانے سے بھی گریز تھا۔ کیونکہ اس جسم کی طرف سے اُن کو اس قدر نفرت ہو گئی تھی۔ کہ وہ اس کے ختم ہونے ہی کو سب کچھ سمجھنے لگے تھے۔ یہ غلطی تھی۔ اور بدھ کی تعلیم اس کے بالکل برعکس تھی۔ عیش اور ریاضت کشی دونوں انتہائی حالتیں ہیں۔ اور ہمیشہ ان سے بچنے اور صرف اعتدال کے راہ پر چلنے کی ہدایت ہے۔ مگر انسان کو کیا کہا جائے۔ وہ اکثر غلطی میں پڑ کر درمیانی حالت کو ترک کر دیتا ہے۔ اور ناحق دُکھ اٹھاتا ہے۔ مرگھٹ اور کوڑے خانوں کے چیتھڑے پہننے سے بھکشو بہت بیمار ہو گئے۔ اور اُن کی چھوت سے بدھ کو بھی جسمانی مرض کی شکایت ہوئی۔ سانیا بمبسار نے اپنے راج وید جیوک کو اُن کے معالجہ کے لئے بھیجا۔ اُس کے علاج سے ان کو صحت ہوئی۔ اس وقت آپ نے بھکشوؤں کو سمجھایا "دنیا میں جیسے ہر مرض کا امکان ہے ویسے ہی ہر مرض کے علاج کا بھی امکان ہے۔ تم اکڑ میں نہ پھنسو۔ اِس میں بھی خودی اور اہنکار کا شمول ہوتا ہے۔ بلکہ دوا علاج سے کام لو"۔ تب بھکشو بھی دوا کرنے لگے۔ اسی طرح بدھ نے پاؤں کی تکلیف کے وقت ایک فقیر کو جوتے پہننے کی ہدایت کی +

جیوک کو چونکہ بدھ کے علاج کے وقت اکثر اُپدیش سُننے کا موقع رہتا تھا۔ وہ

بھی اُن کا سچّے دل سے معتقد ہوگیا۔ اُس کو پرپودت نامی اُجین کے راجہ نے یرقان کے مرض سے صحت پانے کے صلہ میں ایک نہایت قیمتی اور گرانبہا خلعت عطا کیا تھا۔ اُس نے سوچا "یہہ لباس یا تو راجہ کے پہننے کے قابل ہے یا بدّھ کے۔ مَیں اِس کو کیا پہنوں!" یہہ سوچ کر وہ ست سنگ میں آیا۔ پرنام کرکے بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا "بھگون! مَیں آپ سے ایک درخواست کرنے آیا ہوں" بدّھ نے کہا "سُنو جیوک! جب تک یہہ نہ معلوم ہولے کہ کیا اور کس قسم کی درخواست کی جائے گی۔ تب تک بدّھ اُس کی منظوری یا غیر منظوری کا اقرار نہیں کرتے" جیوک بولا "میری درخواست نامناسب نہیں ہے" بدّھ نے کہا "پھر اُس کو ظاہر کرو" تب جیوک نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا "بھگون! آپ کے مرگھٹ کے کپڑے پہننے کی وجہ سے بھکشو بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور اُن کو بیماری ہوجاتی ہے۔ راجہ پردیودت نے مجھ کو یہہ خلعت بخشی ہے۔ مَیں اُسے آپ کے نذر کرتا ہوں۔ اور میری یہہ درخواست ہے کہ آپ مرگھٹ کے کپڑے اور سڑے گلے چیتھڑے پہننے سے بھکشوؤں کو منع کردیں اور اُن کو گرہستیوں کی طرح لباس پہننے کی اجازت دیں۔ تاکہ بیماری کا خوف نہ رہے" اور بھگوان بھکشوؤں سے مخاطب ہوکر بولے "وقت حالات اور ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے چاہیے کوئی بھکشو فقیروں کی گدڑی پہنے خواہ گرہستیوں کے کپڑے پہنے۔ مجھے کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے۔ یہ اپنی اپنی پسند اور خوشی کی بات ہے" اور سب کو اس حکم سے خوشی ہوئی۔ اور راجگرہ کے باشندوں نے جب سُنا کہ "بھکشوؤں کو اپنے کپڑے پہننے کی اجازت ملی ہے" وہ سنگھ میں آئے۔ اور بھکشوؤں کو کئی ہزار نئے لباس بھینٹ کرگئے۔ اور بھگوان نے اِدھر اُدھر دورہ کرتے ہوئے بھی راجگرہ میں اور دو برساتیں کاٹیں ٭

تیسرا سرگ

مہاون

دل کی ناپاکی نے راحت کو کیا مشکل ترو
ہاتھ کے لگتے ہی گل خارِ مغیلاں ہو گیا

دھرم پرچار کے چوتھے برس بھگوان نے اگر سین نامی ایک نٹ کو سنگھ میں شامل کیا۔ کیونکہ مت میں ہر انسان کو خواہ وہ کسی قوم اور کسی فرقہ کا ہو دھرم کی برکت حاصل کرنیکا استحقاق حاصل تھا۔ اور اُن کی نظروں میں سب یکساں تھے۔ بدھ دھرم صرف عالموں اور پنڈتوں کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ ہر کس و ناکس اس کا وارث ہو سکتا ہے بشرطیکہ اُس میں دھارمک زندگی بسر کرنیکا شوق ہو۔ کہتے ہیں۔ کہ جس طریقہ اور جس لیاقت اور خوبی سے بھگوان نے اپنے دھرم کا پرچار کیا تھا وہ پہلے زمانہ کے کسی رشی منی میں بھی نظر نہیں آتیں۔ طرز بیان سیدھا سادہ۔ جہاں جاتے تھے وہاں ہی کی بولی میں گفتگو کرتے تھے۔ سنسکرت میں اُن کا اُپدیش شاذ کبھی ہوا ہو گا ورنہ وہ یا تو مگدھی بولی میں جس کو پالی کہتے ہیں تقریر کرتے تھے۔ یا خاص خاص جگہوں کی خاص خاص زبان استعمال کرتے تھے۔ اور عوام کے اُن کی طرف رجوع ہونے کا سبب بھی یہی ہے۔

اگر سین کو سنتا دیکر جب گنگا پار کر کے وہ ویشالی سے ہوتے ہوئے وہاں پہنچے۔ دریا کے کنارے شاکیہ اور کولی نسل کے کشتری لڑنے لڑانے پر مستعد نظر آئے۔ جھگڑا کوہنی ندی کے پانی کے متعلق تھا۔ ایک کہتا تھا۔ پانی پر میرا حق ہے۔ اور دریا کا بہہ بند ہمارے حصہ میں ہے۔ دوسرا کہتا تھا "نہیں یہ ہمارا ہے۔ اور تم کو اس پر کوئی استحقاق نہیں ہے" بدھ دیو نے اُن کو دیکھا۔

اور قبل اس کے کہ وہ خونریزی کرتے۔ پر اُن کے درمیان ہاتھاپائی کی نوبت آتی
بدھ دونوں فوجوں کے درمیان جا پہنچے۔ یہ اُن کو دیکھ کر دنگ ہو گئے۔ اور سوال
کرنے پر بھگوان کو تمام قصہ شروع سے آخر تک کہہ سنایا۔ بدھ شانتی کے ساتھ
اُن کی باتوں کو سنتے رہے۔ اور جب تک اُن کی تقریریں تمام و کمال نہیں سُن لیں
تب تک چُپ چاپ کھڑے رہے۔ جب فریقین اپنی شکایتیں سُنا چکے آپ نے
پُوچھا "میری سمجھ میں تم میں سے کسی کے لئے یہہ بند قیمتی ضرور ہے۔ ورنہ اس
جھگڑے کی نوبت نہیں آتی۔ لیکن مجھ کو یہہ ذہن نشین کرا دو۔ کہ آیا یہہ بند بطور
خود کوئی ذاتی قیمت اور اصلی حیثیت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ اور آیا آدمیوں سے
تم اُس کو زیادہ قیمتی جانتے ہو یا نہیں؟" فریقین نے جواب دیا "بھگوان! اس کی
کوئی نہ اصلی قیمت ہے۔ اور نہ یہ آدمیوں سے زیادہ قیمتی ہے" تب بھگوان بولے
"تم مرنے مارنے پر آمادہ ہو۔ لڑائی میں بہت سے آدمیوں کے مارے جانے
کا خطرہ ہے۔ اور ممکن ہے۔ سب کے سب مارے جائیں۔ کیا تم کو اپنی جان
پیاری نہیں ہے؟" انھوں نے جواب دیا "لڑائی کا انجام قتل اور موت ہے۔
ہم سب کے مرنے کا خوف ہے۔ ہم کو جان پیاری تو ہے۔ مگر لڑنے اور جان
جوکھم میں پڑنے کے لئے مجبور ہیں" تب بھگوان نے پھر پوچھا "ابھی تک
تم نے اس بات کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ کہ مٹی کے بند سے انسان کی جانیں زیادہ
قیمتی ہیں" فریقین بولے "ہم کو اس بات کی خبر ہے۔ کہ مٹی کی آدمی کی جانوں
کے مقابل میں کوئی حیثیت نہیں ہے" بدھ نے پھر لب کھولے "یہہ بھی ممکن ہے
کہ لڑائی کے بعد یہہ جھگڑا اور بھی طول کھینچے۔ اور ہر دو طرف کے راجا لشکر لے کر
لڑنے آئیں۔ وہ مارے جائیں۔ اور اُن کے جانشینوں کو بھی بدلہ لینے کی سوجھے
اُس وقت کیا اس جنگ و جدل کا سلسلہ قابل افسوس نہ سمجھا جائے گا" لڑنے والوں

نے اقرار کیا "بے شک بھگوان! راجہ رعیت دونوں کی جانوں کے تلف ہونے اور لڑائی کی آگ کے زیادہ مشتعل ہونے کا خوف ہے" بدھ نے کہا "پھر تم ایک حقیر چیز اور بے حقیقت چیز کے لئے قیمتی چیزوں کو کیوں ضایع کرنا چاہتے ہو؟"

سوال وجواب کی صورت میں اس سادہ تقریر نے اُن کے دلوں کو ہلا دیا۔ دونوں کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ صلح پر راضی ہوگئے۔ اور بھگوان نے اُن کو یہ فیصلہ سُنایا "دریا کے ایک طرف کی زمین ایک فریق کی رہے۔ اور دوسری طرف کی زمین پر دوسرے فریق کے قبضہ رہے۔ دریا پر عام انسان حیوان اور سب کا حق ہے۔ دونوں ہی اس کے پانی سے فائدہ حاصل کرو۔ اور اس ناحق جھگڑے سے باز آؤ"۔

لڑنے والے راضی ہو کر چلے گئے۔ اور بھگوان مہابن میں برسات گزارنے کی نیت سے مقیم ہوگئے۔

چوتھا سرگ

شدھودن کی وفات اور سنگھ میں عورتوں کی شرکت

مل گئی فردوس کی راحت تبرک دیدار سے
جیتے جی بس داخل گلزارِ رضواں ہو گیا

بھگوان مہاون میں ست سنگ کرا رہے تھے۔ کہ یکایک کپل وستو کے آدمی وہاں پہنچے۔ اور ڈنڈوت پرنام کرنے کے بعد بولے "پربھو! آپ کے باپ راجہ شدھودن بہت دیرینہ سال ہوگئے۔ وہ سخت بیمار رہیں۔ زندگی کی قطعی اُمید نہیں پائی جاتی۔

اس وجہ سے انھوں نے ہم لوگوں کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کہ آپ سے ایک مرتبہ اور گھر واپس چلنے کی درخواست کریں۔ انھوں نے کہا ہے کہ آؤ۔ اور مرنے سے پہلے ایک مرتبہ مجھ کو دیکھ جاؤ۔ زندگی کا ٹھکانا نہیں۔ موت سر پر کھڑی ہے۔ خبر نہیں۔ کس وقت دم نکل جائے"۔

بُدھ باپ کی درخواست سُن کر اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور پا پیادہ کپل وستو کی طرف روانہ ہوئے۔ شدھودن ان کی راہ دیکھ رہا تھا۔ بیٹے کے دیدار سے بہت خوش ہوا۔ "تمہارا درشن ہی میرے لئے سورگ ہے۔ اب میں آرام کے ساتھ شریر کو تیاگ دوں گا"۔ اور بدھ نے اُس وقت اپنے باپ کو پھر اُپدیش دیا۔ اور اُس کو پورا گیان ہوگیا۔ اور بدھ کی گود میں لیٹے لیٹے اُس نے وفات پائی۔

شدھودن کے بعد اُس کی کوئی اولاد نہیں تھی جو تخت پر بیٹھتی۔ آنند پہلے ہی سے سنگھ میں بھکشو ہوگیا تھا۔ اور راہل کو بچپن ہی میں دیکشا مل چکی تھی۔ تب سب کی صلاح سے مہانام سدھارتھ کا چچا زاد بھائی کپل وستو کا راجہ بنایا گیا اور بھگوان نے اُس کو سمجھایا۔ "راجہ کا دھرم ہے کہ پرجا کا پالن کرے۔ جیسے اچھا من تمام اندریوں کو قابو میں رکھ کر ان کو اچھی راہ اور اچھے کام میں لگا رکھتا ہے ویسے ہی راجہ کو بھی چاہئے۔ کہ اپنی رعیت کا نگران رہے۔ اور اُن کو دھرم مارگ سے بہکنے نہ دے"۔

شدھودن کی وفات پر شاہی محل ماتم کدہ بن گیا۔ مگر پربھو نے سب کی تسلی کی۔ دُنیا کی ناپائیداری کا نقشہ اُن کے دلوں پر کھینچ دیا۔ اور سب کو سمجھا بجھا کر آپ پھر مہاون کے کٹ گار وہار میں چلے آئے۔ اور دھرم کے پرچار میں مصروف ہوگئے۔

لیکن ابھی مشکل سے ایک آدھ مہینے گذرے ہونگے۔ کہ یشودھرا پرجاپتی اور دوسری عورتیں وہار میں آئیں۔ یشودھرا نے تین مرتبہ درخواست کی کہ اُس کو سنگھ میں بھکشونی کی دیکشا دی جائے۔ مگر بھگوان اس کو منظور نہیں کرتے تھے۔ آخر پرجاپتی اُن کی سوتیلی ماں بھی جب اُسی طرح کی منتیں کرنے لگی۔ اور آنند نے ہاتھ باندھ کر بھگوان سے اُن کے شامل کرنے کی پرارتھنا کی۔ اُس وقت انھوں نے پہلے پرجاپتی اپنی ماں کو۔ پھر یشودھرا کو اور اُس کے بعد دوسری متعدد عورتوں کو سنگھ میں شریک کیا۔ یہہ اُن کی پہلی بھکشونی چیلیاں تھیں۔ بھگوان کی یہہ نیت تھی کہ عورتیں دیکشا لے کر اور گھروں میں رہکر دھرم کی زندگی بسر کریں۔ وہ بھکشونی نہ بنیں۔ مگر جب اِن عورتوں کے دل کا اُمنگ دیکھا۔ اُس کی مزاحمت نہ کر سکے۔ انسان سب کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ مگر پریم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور ان سب کے سنگھ میں شریک ہونے پر بھگوان نے چند نئے قاعدے بنائے۔ جن کے بموجب بھکشونیوں کو الگ وہار میں رہنے۔ اور عمل شغل کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت تھی ✝

اسی سال بھگوان اپنی حقیقی ماں مایادیوی کے اُپدیش دینے کے لئے سورگ[له] میں گئے۔ اور اُس کا بھی کلیان کر دیا ✝

پانچواں سرگ

عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کی ہدایت

	تارطنیورہوس کو جس نے چھیڑا ہاتھ سے اُسکے ڈسنے کے لئے میہ ار پیچاں ہو گیا	

له خیال کی طاقت سے ✝

جب عورتیں سنگھ میں بکثرت شامل ہونے لگیں اُن کے لئے بھکشوؤں سے جُدا وِہار بنائے گئے۔ بھکشنیوں کو بھکشوؤں سے۔ اور بھکشوؤں کو بھکشونیوں سے الگ الگ رہنے کا حکم تھا۔ اور ایک کے مٹھ دوسرے سے کوسوں کے فاصلہ پر تعمیر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بھکشو گورو کی خدمت میں آئے۔ اور ملتجی ہوئے۔ کہ اُن کو ہدایت کی جائے۔ کہ ستریوں کے تعلق میں اُن کا برتاؤ کس قسم کا ہو۔ تب بھگوان نے اُن کو یہ نصیحت کی "عورتوں کے دیکھنے اور اُن کے ساتھ ہمکلام ہونے میں تم ہمیشہ محتاط رہو۔ بوڑھی عورت کو اپنی ماں۔ جوان کو بہن۔ اور کمسن کو لڑکی سمجھو۔ جو بھکشو کسی عورت کو ہاتھ لگاتا ہے۔ اُس نے ورت کو توڑ دیا۔ اور میرا شاگرد نہیں رہا۔ عورت کا حسن دیکھکر مرد کا دل اس طرح متاثر ہو جاتا ہے۔ جیسے آگ کی گرمی پاکر گھی پگھلتا ہے۔ شہوت پرست آدمی کو گیان کی عزت نہیں رہتی۔ دونوں آنکھوں کو گرم لوہے سے جلا دینا شہوت کی آنکھ سے عورتوں کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ شیر کے منہ میں پڑنا۔ جلاد کی چھُری کے زد میں آنا نسبتاً اچھا ہے۔ مگر شہوت کے دام میں پھنسنا اُس سے بھی بُرا ہے۔ عورت نمائش مجسم ہے۔ وہ ہر وقت چلتے۔ ٹھہرتے۔ بیٹھتے۔ اُٹھتے اپنی صورت دکھانے کی خواہشمند رہتی ہے۔ تصویر تک میں اُس کی خاموشی جادو دکھاتی رہتی ہے۔ اور آدمی دیکھکر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اور استقلال اور ثابت قدمی کھو بیٹھتا ہے۔ اس کا رونا اور ہنسنا دونوں ہی فریب کے پھندے ہیں۔ بکھرے ہوئے بال کمند سے ملتے ہوئے انگلیاں شیر پنجہ۔ اور جھکی ہوئی کمر زنجیر کی گرد ہے جو اُس کو دیکھتا ہے وہی بری طرح اُس کے داؤں میں آجاتا ہے۔ میری نصیحت مانو۔ دل کو ضبط کر رکھو۔ عورت کے متعلق اپنے دل کو کبھی آزادی نہ عطا کرو۔ ورنہ تمہارا کیا کرایا کام سب بگڑ جائے گا"۔

بھکشوؤں نے اس اُپدیش کو غور سے سُنا۔ اور بھگوان کے چرنوں میں سر جھکا کر اپنی جگہ کو چلے گئے۔ اور بدھ بھی وہاں سے کوشمبی نگر کی جانب روانہ ہوئے۔ جو پریاگ راج کے قریب مُکل پربت کے دامن میں آباد تھا۔ اور وہاں پرچار کر کے دوسرے سال پھر راجگرہ میں آ گئے ✦

چھٹا سرگ

کرامات کی ممانعت

خرق عادت سے نہیں متعلق غرض درویش کو
معجزہ یہہ کم ہے کیا وہ جان جاناں ہو گیا

مگدھ دیش (راجگرہ) کے راجہ بمبسار کے دھرم میں شامل ہونے کی وجہ سے اُس تمام علاقہ کا علاقہ ہی قریب قریب بدھ کا مُعتقد ہو گیا۔ اور اس کا یہہ اثر ہوا۔ کہ بمبسار کی رانی کیشما نے بھی بھکشونی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ بدھ نے اُس کو دیکشا دی ✦

اسی برس راجگرہ کے ایک دولتمند گرہست جیوتشک۔ سو بھدرا کے لڑکے کو کہیں سے صندل کی لکڑی کا مرصع کمنڈل ہاتھ آ گیا۔ اُس کو جو دور کی سُوجھی اُس نے اپنے مکان کے سامنے لمبا بانس کھڑا کر کے کمنڈل کو اُس کی چوٹی پر لٹکا دیا۔ اور یہہ اشتہار دیا۔ کہ "جو سادھو سدھی شکتی کی مدد سے بغیر زینہ یا بانس پر چڑھے ہوئے اس کمنڈل کو اُتار لے۔ تو یہہ اُسی کا ہو جائے گا" کشیپ جو بدھ کا چیلا تھا۔ اُس مقام سے گذرا۔ اور ہاتھ بڑھا کر یونہی اُس کمنڈل کو اُتار لیا۔ اور وہاں سے لے گیا اس کرامات کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور ہر جگہہ چرچا ہونے لگا۔ کہ بھگوان

کے شاگرد معجزہ دکھاتے ہیں۔ جب بُدھ نے اس واقعہ کو سُنا۔ وہ کشیپ کے پاس گئے۔ اور کشکول کو لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے ممانعت کر دی۔ کہ "کوئی بھکشو کبھی معجزہ نہ دکھائے۔ کیونکہ اس میں اُس کے رُوحانی تنزلی کا خوف رہتا ہے"۔

دُنیا بھی عجیب وغریب جگہ ہے۔ اس کی کوئی حالت ایسی نہیں ہے جو لالچ اور فریب سے خالی ہو۔ اُدھر تو بھگوان نے کرامات دکھانے کی قطعی ممانعت کی۔ اور اُدھر نادان بھکشوؤں نے عوام میں عقیدہ بڑھانے کے خیال سے ایک دوسرے کے سِدھی شکتی والے ہونے کی تعریفیں کرنی شروع کر دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گاؤں والے جُوق در جُوق اُن کے پاس آنے لگے۔ اور ایسے باکمال فقیروں کا درشن پا کر اپنی قسمت کی بڑائی کرنے لگے۔ بھگوان بُدھ اس قسم کے غلط طریقوں کو ناپسند کرتے تھے۔ جب یہ باتیں سُنیں۔ اور اُن کو معلوم ہو گیا۔ کہ "بھکشو گمراہ ہوتے جا رہے ہیں"۔ انھوں نے آنند سے کہا "آنند۔ جاؤ۔ اور سنگھ میں تمام بھائیوں کو بُلا لاؤ"۔

اور جب وہ سب وہاں آ گئے۔ تو بُدھ نے آنند سے پوچھا کہو آنند! کون سی حالت ہے۔ جس میں بھکشو کو بھکشو نہ کہنا چاہیئے؟" آنند سوچنے لگا۔ مگر شاری پُتر نے جواب دیا "شُدھ کرم کرنے۔ بغیر دی ہوئی چیز لینے۔ اور کسی کو دُکھ دینے سے بھکشو بھکشو نہیں رہتا۔ اور وہ بھگوان شاکیہ منی کے چیلے ہونے کی پدوی سے نیچے گر جاتا ہے تو تینوں اُدھرم اور اشُدھ (ناجائز) کرم ہیں"۔

بھگوان بولے "یہ سچ ہے۔ مگر ایک کرم اور بھی ممنوع ہے۔ جس کی بابت تم کو میری زبان سے سُن لینا چاہیئے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جس دِیکشت یا سنسکار کئے ہوئے بھکشو کو سِدھی شکتی اور معجزہ اور کرامات کا غرور ہے۔ اور وہ بدنیتی۔ لالچ۔ یا شُہرت کی غرض

سے اپنے شکتی والے ہونے کا تذکرہ کرتا یا یہ کہتا ہے۔ کہ اس [illegible]
نظر آتے ہیں۔ تو تم کو یاد رکھنا چاہیئے۔ وہ شخص بھی شاکیہ منی گوتم بدھ [illegible]
بدھ کی تعلیم خواہش اور غرض سے دل کے پاک کر لینے کی ہے بجز خواہش و غرض دل کو [illegible]
اُپدیش کا فائدہ ہی کیا ہوا۔ میں تم سب کو جادو۔ ٹونا۔ سحر یا دعا کرنے یا دعا مانگنے کی سخت ممانعت کرتا ہوں
بھول کر بھی کبھی ایسا نہ کرو۔ کرم کا قانون سب پر حاوی ہے۔ جو شخص معجزہ کرتا پھرتا
ہے اُس کی نسبت تم سمجھ لو کہ اُس نے گورو کے اُپدیش اور سدھانت کو نہیں سمجھا"
بھکشو سُن کر دنگ رہ گئے۔ اور اس نامناسب حرکت سے باز آنے کی دل
میں ٹھان لی[1]

ساتواں سرگ

سنگھ میں نااتفاقی اور اتفاق

وصل کے دن کی خوشی میں ہو رہے تھے بیچ دالی
ہجر کے دن آتے ہی دل غم سے نالاں ہو گیا

اِس دُنیا میں کوئی شخص انسان کی زبان کے حملوں سے بچ نہیں سکتا۔ جب
بدھ دھرم کا زور شور سے پرچار ہونے لگا تو تیھی کے مخالف طریق والوں نے
سوچا۔ کہ "اگر یہی حال رہیگا۔ تو پھر اُن کا کوئی معتقد نہ رہیگا۔ سب بدھ کے شاگرد
ہو جائیں گے۔ اور اُن کا نام و نشان مٹ جائے گا" اس خوف سے ان نادانوں نے

[1] کسی کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ کشیپ کی ممانعت کے بعد راجہ بمبسار نے کہا کہ بدھ معجزہ دکھانے سے ڈرتے ہیں تو بھگوان نے کئی معجزے دکھائے مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ تاہم افسوس کی بات یہ ہے۔ کہ باوجود اس ممانعت کے ما بعد زمانہ میں بھکشوؤں کی کثیر تعداد تانترک ہو گئی

اپنی جلت گلی سے چنچا نامی ایک عورت کو ورغلایا کہ "وہ کسی بھکشو پر تہمت لگا دے" اور اس الزام کا یہ نتیجہ ہوا کہ اور بھکشوؤں نے بلا سمجھے بوجھے متہم بھکشو کو سنگھ سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ یہ شخص صدرجہ کا سمجھدار، نیکبخت، اور صاحب دل تھا۔ اور بدھ دیو۔ دھرم۔ سنگھ کا دل اور جان سے معتقد تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ کہ "میں بالکل بے قصور ہوں۔ یہ یکطرفہ فیصلہ بے انصافی ہے" مگر سوا چند آدمیوں کے باقی اوروں نے اس کی بات نہیں سنی۔ اور اس کے اپنے گنے طرفدار ساتھیوں نے اپنا علیحدہ سنگھ بنا لیا۔ اور بدھ کے بھکشوؤں کی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی +

جب بدھ کو اس نااتفاقی کا پتہ لگا۔ پہلے وہ خارج کرنے والی جماعت کے پاس جا کر کہنے لگے "سنو۔ بھکشوؤ! محض اپنے غلط خیال اور وہم کی وجہ سے بلا اچھی طرح تحقیقات کئے ہوئے کسی نیک اور قابل بھائی کے برخلاف خارج ہونے کا فتوے سنانا سخت غلطی ہے۔ اس کو جرم سے انکار ہے۔ اور تم اس کا جرم ثابت نہیں کر سکتے پھر کیسے اس کو خارج کیا جا سکتا ہے" اس کے بعد وہ پھر اس بھکشو کے جانبدار گروہ کے پاس گئے اور سمجھایا "جو پاپ کرتا ہے۔ اس کے لئے پرائشچت کی ضرورت ہے اگر کسی بھائی کو سنگھ مجرم قرار دیتا ہے۔ اور آدمیوں کی کثیر تعداد اس کے برخلاف ہے۔ تو کسی کو کسی کی طرفداری کر کے جماعت میں تفرقہ پیدا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے کیوں نہیں مل ملا کر باہمی تصفیہ کر لیتے" +

بدھ نے اپنے طور پر دونوں کو سمجھایا۔ مگر بے سود۔ اور ہر دو گروہ اپنے اپنے طریقہ پر کام کرتے رہے۔ بھگوان کو ان کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ وہ بولے "جب خود سنگھ میں تفرقات پڑنے لگے تو پھر اوروں کا کیا کہنا ہے! نفرت کو نفرت سے دور کرنا مشکل ہے۔ نفرت کو محبت سے دور کیا جا سکتا ہے! نادان آدمی ان کی

سے غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ اُن کی غلطی تو معاف کی جا سکتی ہے۔ لیکن جن کو سمجھ بوجھ ہے انکو نا اتفاقی نہ پھیلانی چاہیئے۔ عقلمند آدمی کی صحبت سے خوشی اور ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔ نادان کی سنگت سے دُکھ اور کمزوری آتی ہے۔ اگر اچھا دوست نہ ملے۔ تو جنگل کے مست ہاتھی کی طرح تنہائی اور بے فکری کی زندگی بسر کرو۔ مگر ضدی اور مغرور آدمیوں کی صحبت سے ہمیشہ پرہیز رہے" یہ کہکر بدھ کوشمبی سے چلے گئے۔ اور شراوستی میں رہنے لگے ✦

بدھ کا جانا تھا۔ کہ کوشمبی کے رہنے والے آدمیوں نے ان بھکشوؤں کو جھگڑالو سمجھ کر اُن کو نمسکار کرنا۔ اور اُن کی ضرورتوں کا رفع کرنا ترک کر دیا۔ ان کے اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا۔ کہ "جب یہ گورو کے سیوک ہو کر بدھ کی نصیحت نہیں مانتے اور بدھ ان کی نادانی دیکھ کر یہاں سے چلے گئے۔ تو پھر اور کسی کی کب سننے والے ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ بہتر ہے کہ یہ اب گیروے بستر نہ پہنیں۔ یہ اُس کے قابل نہیں رہے"۔ اور جب جھگڑنے والے سادھوؤں نے گرہستیوں کو غیر معتقد ہوتے دیکھا تو دل میں پچھتائے۔ اور اپنے جھگڑے نپٹنے کی غرض سے شراوستی میں آئے اور شاری پتر کو اپنا حمایتی بنایا ✦

شاری پتر گورو کے پاس آ کر کہنے لگے "بھگون! کوشمبی کے بد تمیز اور جھگڑا کرنے والے بھکشو آئے ہیں۔ ان کی بابت کیا حکم ہے؟" رحمدل اور رقیق القلب بدھ نے فرمایا "نہ کسی کو بُرا بھلا کہو۔ نہ اُن کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ کیونکہ ایسے سلوک سے دل متعصب۔ سیاہ اور تنگ ہو جاتا ہے۔ ان کو الگ الگ کر دو۔ دل میں ٹھہراؤ فریقین کی شکایتوں کو بے رو رعایت ہو کر سنو۔ اور جب اُن کے دل صاف ہو جائیں تو پھر سنگھ کے اتحاد کا اعلان کر دو"۔ پرجاپتی (بدھ کی ماں) بھکشونی کے سوال پر بدھ نے کہا "کھانے پینے اور کپڑے کے معاملہ میں سب کے ساتھ یکساں سلوک

جو کسی کی طرفداری کی جائے"۔ آیاآں بھکشو نے رائے دی۔ "بھگون! اگر بغیر تحقیقات کے یوں ہی دونوں گروہ مل جائیں۔ تو کیا ہرج ہوگا؟" آپ نے فرمایا "اگر معاملہ کی تحقیقات کے بغیر ملا یا گیا۔ تو وہ ملاپ جائز نہ ہوگا۔ تحقیقات ظاہری اور باطنی دونوں طرح پر ہونی چاہیئے۔ تا کہ پھر پیچھے کسی کو کہنے سننے کا موقع نہ رہے"۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔ جب فریقین کھانے پینے سے فارغ ہو کر شام کے ست سنگ میں حاضر ہوئے۔ دونوں کی باتیں غور کے ساتھ سنی گئیں۔ تمام الزام بے بنیاد اور غلط ثابت ہوا۔ تب بدھ نے خوش ہو کر سب کو یہ قصہ سنایا۔ اور ان کو مل کر رہنے کا حکم دیا۔ اور وہ دونوں تب ایک ہو گئے۔ قصہ یہ ہے :-

"بنارس کے راجہ دیودت نے کوشل دیس کے راجہ دیرگھیتی کو کمزور پا کر دبا لیا اور اس کے حجام کی سازش سے پکڑ کر اس کو پھانسی دینے کا حکم دیا۔ جب دیرگھیتی کے قتل ہونے کا وقت آیا۔ اس کا کمسن لڑکا تبدیل لباس کر کے وہاں آیا۔ دیرگھیتی نے اس کو پہچان کر کہا "بیٹے دیرگھ آیو! وقت زیادہ لگے یا کم اس کا خیال نہ کرنا۔ نفرت کو نفرت سے نہیں۔ بلکہ محبت سے مغلوب کیا جا سکتا ہے"۔ دیرگھ آیو باپ کی ہدایت کو سمجھ گیا۔ اور حکمت عملی سے قتل کئے جانے کے بعد وہ اپنے باپ کی لاش کسی طرح اٹھا لایا۔ اور قاعدہ کے موافق اس کا داہ کرم کر دیا۔ جب دیودت کو اس کی خبر ملی۔ وہ ڈرا۔ اور اس فکر میں ہوا۔ کہ "دیرگھ آیو کو بھی پکڑ کر قتل کرا دینا چاہیئے۔ ورنہ وہ باعث عذاب ہوگا"۔ مگر دیرگھ آیو بھاگ گیا۔ اور کسی کو اس کا پتہ نہ لگا۔ کتنے دنوں کے بعد دیودت کے پاس ایک خوش الحان اور خوش گلو لڑکا نوکر ہوا۔ اور اپنی ذہانت دانائی کی وجہ سے وہ راجہ کا معتمد ہو گیا۔ دیودت کے دل میں اس نے اپنی جگہ پیدا کی یہانتک کہ دم بھر کیلئے بھی اس سے الگ نہیں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا۔ کہ شکار کھیلتے کھیلتے راجہ اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ اور تکان کی وجہ سے اس لڑکے کی

کی گود میں سر رکھکر سو گیا۔ لڑکے نے اُس کو قاتل دیکھکر ہاتھ سے تلوار کھینچی۔ مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر اس کو میان میں رکھ لیا۔ اتنے میں دیودت گھبرا کر جاگ اُٹھا۔ لڑکے نے پوچھا "تم اِس قدر نیند میں بے چین کیوں رہتے ہو؟" اُس نے جواب دیا "میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ دیرگھ آیو آیا ہے۔ اور مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے میری نیند اُچٹ گئی" لڑکا یہ بات سُن کر اُسی وقت تلوار کر سے کھینچکر اُٹھ کھڑا ہوا "میں وہی دیرگھ آیو ہوں۔ تم نے میرے باپ ماں کو قتل کر دیا۔ اب بدلہ لینے کا وقت آگیا ہے" دیودت بولا "میری جان بخش دے۔ میں نے بڑا کیا تھا۔" لڑکے نے کہا "اگر تو قسم کھائے۔ کہ مجھ کو تکلیف نہ دیگا۔ اور آیندہ کبھی پر ظلم اور سختی نہ کریگا تو میں اپنے دل سے بدلہ لینے کے خیال کو نکال ڈالوں گا" تب دیودت نے قسم کھائی۔ اور وہ دونوں بغلگیر ہوئے۔ تاہم راجہ نے پوچھا "قتل ہوتے وقت تیرے باپ نے جو الفاظ کہے تھے اُن کا کیا مطلب تھا؟" اُس نے جواب دیا "زیادہ یا کم وقت کا مطلب یہ تھا۔ کہ چاہے دیر ہو یا جلدی۔ کینہ اور بغض سے دل کو سیاہ نہ رکھو۔ اور نفرت کو محبت سے مغلوب کرنے کا مطلب یہ تھا۔ کہ نفرت کے بدلے اگر نفرت کی جائے گی تو اور بھی دُشمنی بڑھتی ہی رہے گی۔ اور اگر نفرت کے عوض محبت کی گئی تو پھر نفرت جاتی رہے گی" دیودت اُس لڑکے کی سمجھ بوجھ دیکھکر اس قدر خوش ہوا۔ کہ شکار سے واپس آکر اُس نے اپنی بیٹی اُس کو بیاہ دی۔ کوشل دیس کا راج معہ دولت اور خزانہ کے اُس کو لوٹا دیا۔ اور اُس وقت سے دونوں سُکھ اور اطمینان سے رہنے لگے"

"اے بھکشوؤ! تم بھی اِس طرح اپنے دلوں سے کدورت کو نکال دو۔ اور جس طرح پہلے محبت اور اتفاق سے رہتے تھے۔ اب بھی رہو۔ جو نو آموز اور نو مُرید ہیں وہ بڑوں کی عزت کریں اُنکے پاس ادب کا لحاظ رکھیں اور جو مُسن ہیں وہ چھوٹوں پر رحم کریں

اصول کی پابندی سے مضبوطی رہتی ہے۔ اور اصول کی پابندی کی بے پروائی سے کمزوری آتی ہے۔ جو میرے رہتے ہوئے اس وقت ادب و تعظیم کا لحاظ نہیں رکھتے۔ اُن سے پیچھے کیا اُمید کی جا سکتی ہے! اب تم سنبھل کر رہو۔ اور جس قدر تمہاری زندگی پاک ہوگی۔ اُسی قدر خود بخود دھرم کا پرچار ہوتا جائے گا"۔ اور وہ نمسکار کر کے پھر کوشمبی کو چلے آئے +

آٹھواں سرگ

مختلف مقامات میں دورہ

حرص دُنیا باعث آزار ہے انسان کی
شمع جب روشن ہوئی پروانہ سوزاں ہو گیا

بھگوان برسوں دُنیا کی پائیداری۔ حرص کی خام خیالی۔ اور خواہشوں سے درد و مصائب پر جا بجا دورہ کرتے ہوئے وعظ سُناتے رہے۔ "خواہش میں دُکھ اور بےخواہشی میں سُکھ ہے۔ اور سُکھ دُکھ دونو کے پرے نروان کی دائمی حالت ہے۔ اور سب کو اُسی کے حاصل کرنے کی تدبیر سوچنی چاہیے۔ اور وہ تدبیر صرف چار سچائیوں کی سمجھ لیکر اشٹانگ مارگ کی پیروی ہی ہو سکتی ہے"۔ یہ اُن کی تمام تعلیم کا لب لباب تھا۔ وعظ تفریح طبع یا وقت کاٹنے کے لئے نہیں بلکہ پیروی کرنے کی غرض سے سُنایا جاتا تھا اور بے شمار خلقت ہر جگہ دھرم میں شامل ہوتی گئی +

جب وہ راجگرہ کے کسی گاؤں سے ہاتھ میں کمنڈل لئے ہوئے بھوکشا مانگ رہے تھے۔ بھردواج نامی ایک براہمن نے اُن کو کہا "تم نہ کھیت جوتتے نہ اناج بوتے ہو۔ تم کو اوروں کی کمائی پر پڑے کا کیا حق ہے! بہتر ہوتا کہ تم بھی ہماری طرح جوتتے

بوتے اور فصل کاٹتے ہوتے "! آپ مُسکرائے "براہمن! تم کو کیا خبر ہے۔ مَیں بھی جوتتا بوتا اور فصل کاٹتا ہوں۔ میرا بیج وشواس ہے۔ نیکی کا مینہ اس کو سیراب کرتا ہے گیان اور شیل ہل ہیں۔ سرگرمی اور محنت بیل ہیں۔ من ہدایت کی لگام ہے۔ دھرم کوڑا ہے۔ اور یہ ہل اس واسطے چلایا جاتا ہے۔ کہ بھرم کی گھانس نہ پیدا ہونے پاوے اور اس کی فصل نروان ہے"۔ براہمن یہ سُن کر اُن کے پانوں پر گر پڑا۔ اور بُدھ دھرم اور سنگھ کی شرن لی ؛

راجگرہ سے چل کر وہ پھر تیرا وستی میں آئے۔ اور نجانامی قصبہ میں ایک پوجاری براہمن نے اُن کو دیکھ کر غصہ سے کہا "مُنڈے شرمن! تو پتت مردود اور خارج از برادری ہے۔ تیری بات کون سُنے"! آپ ہنس کر بولے "براہمن! جس میں غصہ اور نفرت ہے۔ وہ مردود ہے۔ تم فریب اور بھرم میں پھنسے ہوئے بدقماش اور ریاکار کو مردود کہہ سکتے ہو۔ طبیعتوں کو اشتعال دلانے والا گناہ آلود لالچی کی نسبت پتت ہونے کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہی نیکی کی برادری سے خارج کیا ہوا ہے۔ میں نے تو غصہ۔ لالچ اور نفرت کو جیت لیا ہے۔ مجھ کو تم پتت کیسے کہتے ہو! پیدائش سے نہ کوئی پتت ہوتا ہے۔ اور نہ براہمن بنتا ہے۔ پتت اور براہمن ہونا کرم کے تابع ہے۔ کرم سے آدمی اچھا۔ اور کرم ہی سے بُرا ہوتا ہے"۔ براہمن ان باتوں کو سُن کر ڈر گیا۔ پانوں پر گرا۔ اور اُن کا سیوک ہو گیا ؛

اس کے بعد وہ کاشی گئے۔ اور جب کاشی سے پھر شراوستی میں آئے۔ تو بھکشوؤں نے راہل (اُن کے لڑکے) کے متعلق شکایت کی۔ کہ دھرم کی پابندی نہیں کرتا۔ بھگوان نے بیٹے کو بلوا لیا۔ وہ مٹی کے برتن میں اُن کے پانوں دھونے کے لیئے پانی لایا۔ اور جب پانوں دھو چکا۔ آپ نے پوچھا "بیٹے! اگر کسی شخص کا پانوں مٹی کے برتن میں رکھ کر دھویا جائے۔ تو کیا پھر آدمی اُس مٹی کے برتن کو

کام میں لاتے اور اس سے پانی پیتے ہیں؟ راجکمار بھکشو بولا "نہیں بھگون! وہ تو ناپاک سمجھا جاتا ہے۔ اور پھینک دینے کے قابل خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا پانی بھی کوئی نہیں پیتا" تب بُدھ نے سمجھایا "بیٹے! یہ انسانی جسم بھی مٹی کا برتن ہے اگر اس سے پاپ کرم کیا جائے تو پھر یہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کو کوئی پاک نہیں کہتا" راہل اب اٹھارہ برس کا ہو چکا تھا۔ اس کا مطلب سمجھ گیا۔ پاؤں پر گرا۔ اور آیندہ محتاط رہنے کی قسم کھائی۔ اور پھر سنگھ میں کبھی اُس کی شکایت نہیں سُنی گئی ؛

شراوستی سے پھر اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے ہوئے وہ کپل وستو میں آ گئے۔ اور اپنے چچازاد بھائی مہانام کو جو اب وہاں کا راجہ تھا۔ اُپدیش دیا۔ دنڈپانی (شوبدھ کولی کا راجہ) یشودھرا کا باپ اُس جگہ موجود تھا۔ اُس نے بدھ کو یشودھرا کی بے کسی کے خیال سے عام طور پر بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ مگر اتفاق کی بات وہ اسی وقت مر گیا بُدھ وہاں سے پھر جیت ون وہار (شراوستی) میں چلے آئے۔ اور کہتے ہیں جس وقت وہ بھکشو اور گرہستیوں کے مجمع میں بیٹھے ہوئے دھرم چرچا کر رہے تھے۔ ایک نورانی اور سفید لباس پہنے ہوئے دیوتا آیا۔ اور بھگوان سے سوال کئے۔ جن کے جواب بھگوان نے سب کے سامنے اس طرح پر دیئے :-

سوال ا:- زیادہ تیز خنجر۔ زیادہ مہلک زہر۔ زیادہ خوفناک آگ۔ اور زیادہ تاریک اندھیرا کیا ہے؟

جواب:- غصہ کے وقت زبان سے نکلا ہوا لفظ زیادہ تیز خنجر۔ لالچ مہلک زہر غصہ خوفناک ترین آگ۔ اور اگیان زیادہ تاریک اندھیرا ہے" ؛

سوال ۲:- کس کو زیادہ نقصان اور کس کو زیادہ نفع پہنچتا ہے۔ مضبوط زرہ بکتر کیا ہے۔ اور اچھا ہتھیار کون ہے؟"

جواب:۔ دینے سے نفع۔ لینے سے نقصان۔ صبر مضبوط زرہ بکتر اور گیان اچھا ہتھیار ہے"+

سوال۔۳:۔ خطرناک چور کون ہے۔ قیمتی خزانہ کیا ہے۔ کون سی چیز نہ صرف زمین پر بلکہ آسمان پر بھی چھینی جاتی ہے"+

جواب:۔ بداندیشی خطرناک چور۔ نیک اندیشی قیمتی خزانہ ہے۔ اور بدکار اور بدچلن کی دولت کو زمین اور آسمان دونوں جگہوں میں خطرہ رہتا ہے"+

سوال۔۴:۔ کیا دلاویز ہے۔ کیا نفرت انگیز ہے۔ تکلیف دینے والا درد۔ اور خوشی دینے والا مزہ کیا ہے"؟

جواب:۔ نیکی دلاویز۔ بدی نفرت انگیز۔ بُرا دل تکلیف دینے والا۔ اور نیک دل کی شانتی سب سے زیادہ خوشی دینے والی مزہ ہے"+

سوال۔۵:۔ دُنیا کی بربادی اور دوستی کی ہلاکی کس سے ہوتی ہے۔ زبردست بخار اور اعلیٰ حکیم کون ہے"؟

جواب:۔ اگیان سے دُنیا کی بربادی۔ اور خودغرضی سے دوستی کی ہلاک ہوتی ہے۔ نفرت زبردست بخار اور بُدھ اعلیٰ حکیم ہے"+

سوال۔۶:۔ وہ کیا ہے۔ کہ جس کو نہ آگ جلا سکتی نہ ہوا خشک کرسکتی نہ پانی تر کرسکتا ہے۔ اور وہ کُل دُنیا کی اصلاح کے قابل ہے"؟

جواب:۔ وہ نیکی کی برکت ہے"+

دیوتا نے ہاتھ باندھ کر بُدھ کو نمسکار کیا۔ اور یکایک نظر سے غائب ہوگیا+

جب بُدھ شراوستی سے آلوی میں آئے وہاں ایک آدمی بھوکا تھا۔ لوگوں نے کہا اس کو اُپدیش دیجیے۔ آپ نے انکار کیا۔ اور فرمایا:۔ جب تک اس کی بھوک کا علاج نہ ہو لے تب تک اُپدیش دینا فضول ہے۔ اول طعام بعدہٗ کلام۔ اور جب وہ کھا چکا

چکا تب آپ نے اُپدیش سُنا کر اُس کو سنگھ میں شامل کیا۔ اور وہاں سے راجگرہ آ گئے۔ اور گدھ کے قریب تمام گاؤں میں گھوم پھر کر دھرم کی منادی کی۔ اور وہ دہیں سب سے زیادہ دھرماتما ہو گیا۔ جب آپ دورہ میں تھے۔ کسی جگہ ایک ہرن جال میں پھنسا ہوا تڑپ رہا تھا۔ دل میں رحم آیا۔ جال کاٹ کر اُس کو رہا کر دیا۔ اور دھیان میں بیٹھ گئے۔ شکاری نے جو اُن کی اس حرکت پر ناراض تھا۔ تیر چلایا۔ مگر وہ بچ گئے۔ اور جب سمادھی سے اُٹھے۔ شکاری کو دیا پر اُپدیش سُنایا۔ اور اُس کو معہ تمام خاندان کے دھرم میں شریک کر لیا۔ اسی طرح چالیہا میں انگولی مالی نامی ایک خوفناک لٹیرے رہزن کو اپنا سیوک بنایا تھا +

شراوستی بدھ کے زمانہ میں دھرم کا صدر مقام بن گیا تھا۔ اس وجہ سے بھگوان بار بار اُسی طرف جایا کرتے تھے۔ جب وہ مگدھ سے واپس ہو کر وہاں گئے۔ تو وشاکھا نامی ایک گرہستی چیلی نے سنگھ کے لئے ایک باغ جو شہر کے پورب کی طرف واقع تھا۔ نذر کیا۔ اس دولتمند بال بچے والی استری کے باغ کا نام پوروآرام تھا۔ اور جب بدھ اُس کی درخواست پر اُس کے یہاں بھکشا کرنے گئے۔ اُس نے بھگوان سے آٹھ درخواستیں کرنی چاہیں۔ مگر بدھ کا یہ اصول تھا کہ جب تک درخواست کو سُن نہیں لیتے تھے تب تک اس کی کبھی منظوری نہیں دیتے تھے۔ آخر وشاکھا نے کہا "بھگون! میری خواہش ہے۔ کہ میں اپنی زندگی بھر سنگھ کو برسات کے کپڑے۔ آنے جانے والے بھکشوؤں کی خوراک۔ بیماروں کے لئے دوا اور غذا۔ اور تیمارداروں کی آسایش۔ بھکشو اور بھکشونیوں کے کپڑے۔ دودھ اور چاول مہیا کروں" بدھ نے پوچھا "تم کو ایسی خدمت انجام دینے کا خیال کس وجہ سے ہوا ہے؟" وشاکھا بولی "بھگون! اوّل برسات میں بھکشو ننگے ہو کر اپنے کپڑے خشک کرتے ہیں۔ ننگا ہونا معیوب ہے۔ دوسرے جب کبھی بھکشو عدم واقفیت

کی وجہ سے یہاں آجاتے ہیں۔ تو کھانا نہ ملنے کی وجہ سے دُکھی ہوتے ہیں تیسرے
ممکن ہے۔ کہ باہر جانے والے بھکشو کسی وجہ سے یہاں ٹھہر جائیں۔ اُس وقت
اُن کو غذا کی ضرورت ہوگی۔ چوتھے بیماروں کو غذا نہ ملے گی۔ تو بیماری اور بھی بڑھ
جائے گی۔ پانچویں تیماردار غریب بھکشو کو بھکشا مانگنے جانے کا وقت نہیں ملتا۔
چھٹویں اگر دوا نہ ملے گی تو بیمار کے مرجانے کا ڈر رہتا ہے۔ ساتویں آپ نے
چاول اور دودھ کو بہترین غذا بتائی ہے۔ جس سے جسم کمتر سُست اور بیمار ہوتا
ہے۔ آٹھویں بھکشونیوں کا ننگے بدن نہانا شرمناک بات ہوتی ہے۔ اس
خیال سے مَیں نے یہ آٹھ درخواست کی ہیں" بُدھ نے پھر سوال کیا" یہ سب
صحیح ہے۔ مگر اس میں تم نے اپنا ذاتی فائدہ کیا سمجھ رکھا ہے" وشاکھا نے جواب
دیا" بھگون! دان کرنے سے میرے دل کو خوشی ملے گی۔ اور چونکہ اس طرح سے
انتظام ہو جانے سے آپ کبھی کبھی برسات کے دنوں میں یہاں قیام فرمائیں گے۔
اور سنگھ کی ترقی کے حالات سننے کے علاوہ جب مجھ کو معلوم ہوگا۔ کہ تمام آنے
جانے والے بھکشوؤں نے میرے دان سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ تو مجھ کو بڑا
آنند ہوگا" بُدھ نے خوش ہو کر اُس کی آٹھوں درخواست قبول کیں۔ اور فرمایا۔
"اس قسم کا دان جو نیک اور راستباز عورت دیتی ہے وہ دُکھ کا دُور کرنے والا
اور سُکھ کا دینے والا ہے۔ خیرات کرنے والا ہمیشہ ناپاکی کی بربادی اور خرابی سے
بچتا رہتا ہے"۔

جب بھگوان کوشل دیس سے گذرتے ہوئے مانس کرت نامی گاؤں میں پہنچے
اور باشندوں نے اُن کے آنے کی خبر سنی۔ تو درشن کرنے کی نیت سے آئے
ان کے درمیان دو نوجوان براہمن تھے۔ ایک کا نام بھردواج اور دوسرے کا
وسشٹ تھا۔ اور وسشٹ نے بُدھ سے کہا" بھگون! ہم دونوں کے درمیان

بحث ہے۔ میں کہتا ہوں پوشکر سدی براہمن کی تعلیم برہمہ[1] سے ملانے والی ہے اور میرا دوست کہتا ہے۔ کہ تارکش براہمن کا مت اُس سے اچھا ہے۔ آپ انسان اور دیوتا کے گورو ہیں۔ اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیجئے۔" بُدھ نے کہا "کیا ویدوں کے ان عالم براہمنوں میں سے کسی نے رو بدو برہمہ کو دیکھا ہے؟" اور جواب دیا گیا "نہیں" تب بھگوان نے سوال کیا "کیا وید پڑھنے والے براہمن نے برہمہ کو دیکھا ہے؟" کہا گیا "نہیں" "پھر کیا ویدوں کے مصنف اور ان کے بنانے والوں نے برہمہ کو دیکھا ہے؟" "نہیں" بُدھ بولے "فرض کرلو۔ کوئی شخص کسی چوراہے میں بیٹھا ہوا کسی مکان کے بالاخانہ پر چڑھنے کے لئے زینہ تیار کر رہا ہے۔ جس کو نہ اس نے دیکھا ہے نہ سُنا ہے۔ اور نہ اُس کی لمبائی اونچائی سے واقف ہے تو کیا تم اُس کو نادان نہ کہو گے؟" "بیشک۔ وہ نادان کہا جائے گا"۔ اسی طرح یہ ویدوں کے جاننے والے۔ پڑھنے والے۔ اور مصنفین کا حال ہے۔ وہ برہمہ کو نہیں جانتے۔ اور اُس سے ملانے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ پس کیا وہ بھی نادان نہیں ہیں؟ دونوں نے جواب دیا "نتیجہ تو یہی نکلتا ہے"۔ بُدھ بولے "تینوں ویدوں کے عالموں میں سے نہ کوئی برہمہ کو جانتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ اُن کی حالت اندھوں کی سی ہے۔ اس لئے اُن کا کہنا سُننا سب فضول اور حمق ہے۔ اور اُن کی تعلیم میں سوا بحث مباحثہ اور لفظی جھگڑوں کے کیا دھرا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دریا کے ایک کنارے پر آکر دوسرے کنارے سے دُعا مانگے۔ کہ تو رحم کر کے اس کنارے پر آجا۔ تو کیا محض ان کی دُعا مانگنے سے وہ کنارہ آجائے گا؟" "نہیں آئے گا"۔ یہی تو ان براہمنوں کا مارگ ہے۔ وہ کہتے ہیں اِندر! ہم تیری پرارتھنا کرتے ہیں۔ ورُن! ہم تیری پرارتھنا کرتے ہیں۔ برہمہ! ہم تیری پرارتھنا کرتے

[1] ناظرین غور سے پڑھیں۔ بُدھ نے کہیں بھی برہمہ کا کھنڈن نہیں کیا ہے۔

ہیں۔اس قسم کی سنتتی اور پرارتھنا اور منتروں کے جاپ سے حاصل کیا ہوتا ہے ؟ کچھ نہیں۔یہ نہ جیتے جی برہمہ سے ملتے ہیں اور نہ مرنے کے بعد۔اب تم میرے سوالوں کا جواب دو۔کیا یہ برہمہ آلائشات اور پاپوں سے بھرا ہے؟" "نہیں" "کیا یہ براہمن حسد و بغض اور پاپ سے بری ہیں؟" "نہیں" "برہمنوں کا تعلق سنسار میں پھنسانے والی اندریوں سے ہے۔وہ کام۔کرودھ۔لوبھ۔موہ۔اہنکار کے دام میں پھنسے ہیں۔اُن کے شک و شبہات دور نہیں ہوتے ہیں۔اور اُن کا ترگن آتمک گیان دشوار گذار جنگل اور مایوس کن ویرانے سے مشابہ ہے" براہمنوں نے سوال کیا "ہم نے سُنا ہے آپ کو برہمہ سے ملنے کی راہ کی خبر ہے!" بُدھ بولے "جو شخص مانس کرت میں پیدا ہوا ہو۔اس میں رہا ہو۔اور اس کو جانتا ہو۔کیا اُس کو مانس کرت کی طرف جانے کی راہ سے واقفیت نہ ہوگی؟" "بیشک ہوگی" "اسی طرح بُدھ برہمہ سے ملنے کی راہ سے ویسے ہی واقف ہے۔جیسے کوئی برہمہ لوک میں پیدا ہوا ہو۔اس میں رہا ہو۔اس کو جانتا ہو" "اگر آپ اُس راہ کو جانتے ہو۔تو ہم کو بھی بتا دیں" اور بُدھ نے جواب دیا "میں کائنات کو دیکھتا اُس کی خاصیت کو جانتا۔اور گیان کی سچائی سے واقف ہوں۔میری تعلیم ابتدا وسط۔اور انتہا میں پاک اور دلکش ہے۔میں جیتوں پر دیا کر کے سب کو دُکھ سے بچنے اور نروان پد کے حاصل کرنے کا راستہ دکھاتا ہوں۔تم بھی اشٹانگ مارگ پر چلو اور نروان پد کو حاصل کر لو۔اور تم کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوگی" اور وہ دونوں براہمن اُن کے شاگرد ہو گئے۔اور بُدھ۔دھرم۔اور سنگھ کی شرن لی"

(۸) درشن کانڈ

پہلا سرگ

نیستی اور ہستی

لب کے ہلنے پہ ہے دن اور بند کرنے میں ہے شب
نقشۂ رازِ ازل وابد ان سے نمایاں ہو گیا

ویشالی کے قیام کے زمانہ میں نرگرنتھ نامی طریق کا پیرو کار ایک طاقتور سپہ سالار تھا۔ اُس کا نام سینگھ مشہور تھا۔ جب اُس نے بُدھ بھگوان کی تعلیم کی پاکی کی شہرت سُنی۔ اُن سے ملنے کا خواہشمند ہؤا۔ مگر اُس کے گورو جینتات پُتر نے اُس کو سمجھایا کہ "گوتم بُدھ ناستک ہے۔ اور وہ نیستی کی تعلیم دیتا ہے" اور اس کو جانے کی اجازت نہیں دی۔ مگر سینگھ کے دل میں یہ خواہش بار بار پیدا ہوئی۔ آخر وہ نہ رُک سکا۔ اور اُن کے سنگھ (ست سنگ) میں چلا آیا۔ جینات پُتر نے دوسری دفعہ بھی روکا۔ مگر جذبۂ شوق کی تیزی کی کس نے مزاحمت کی ہے۔ بالآخر وہ بھگوان کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور پرنام کرنے کے بعد سوال کیا "بھگوان! سب لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ کرموں کے پھل کو نہیں مانتے۔ اور آپ سب کو ناشمان بتاتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ آپ ہستی کے معدوم ہونے کی تعلیم دیتے ہیں۔ یا آپ کے مخالف غلط تہمت لگاتے اور آپ کو ناستک مشہور کرتے ہیں؟"

بھگوان بولے! سُنو سینگھ! کوئی شے ایسی نہیں ہے۔ جس میں کئی پہلو نہ ہوتے ہوں۔ ایک طور پر یہ میری نسبت سچ کہتے ہیں۔ اور دوسرے طور پر غلط کہتے ہیں

میں کہتا ہوں۔ تن۔ بچن۔ کرم سے کوئی ایسا کام نہ کرو جو سچائی کے برخلاف ہے اور نہ دل میں ایسی حالت پیدا کی جائے جو نیک نہیں اور بری ہے۔ میں ان کے مٹانے۔ نیست کرنے اور ان سے کنارہ کش رہنے کی تعلیم دیتا ہوں۔ اور میں یہ بھی سکھاتا ہوں۔ کہ من۔ بچن۔ کرم سے نیک بنو۔ اور ایسے کرم کرو۔ جو سچائی اور ست کے موافق ہوں۔ اور دل میں ایسی حالت پیدا کی جائے جو نیک ہے اور بری نہیں ہے۔ میں اس کے پیدا کرنے اور اسی پر عمل کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ میں سب کو سمجھاتا رہتا ہوں۔ کہ دل کی بری حالتوں کو معدوم کر دو۔ اور ناپاک کرم کی جڑ اکھیڑ کر پھینک دو۔ اور ساتھ ہی میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ دل کی نیک اور اچھی حالت کو پیدا کرو۔ اور دل کو نیک بننے کی ہر وقت تقویت دیا کرو۔ کیونکہ جو بدی سے قطعی طور پر آزاد ہو گیا۔ وہ آواگون سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ گیا۔ اور جو قطعی طور پر نیک ہو گیا۔ اس نے نرواں کو پا لیا۔ یہ میری اَست کِنا اور ناست کِنا کی تعلیم ہے۔ میں خودی شہوت۔ بدنیتی اور فریب کی نیستی کا۔ اور پریم۔ دان۔ دیا۔ اور ست کی ہستی کا معلم ہوں۔ میں اَست کا حامی نہیں ہوں۔ ہاں ست کی حمایت ہر وقت کیا کرتا ہوں"۔

سنگھ ان سیدھے سادے جملوں کو سن کر خوش ہوا۔ "بھگون! میں آپ کے اصول کو سمجھ گیا۔ اب یہ فرمایئے۔ میں فوج کا افسر سپہ سالار ہوں۔ اور میری ملازمت جنگ و جدل کے لئے ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ سب کے ساتھ رحم کرو۔ اور کسی کی جائیداد اور ملکیت نہ چھینو۔ اور نہ دلآزاری کرو۔ مگر آئین سیاست کے بموجب اس اصول کی پیروی کیسے ہو سکتی ہے۔ راج نیتی تو یہ کہتی ہے۔ کہ کسی کو اپنے ملک پر قابض نہ ہونے دو۔ اور جس طرح ہو سکے دشمن کا مقابلہ کر کے اس کو اپنے اوپر بالادست نہ بننے دو۔ اور آپ اس کے برخلاف اپدیش دیتے ہیں۔ کیا ہم دھرم کی لڑائی میں

بھی شریک نہ ہوں۔ اور اس کی بھی ممانعت ہے؟" بدھ نے فرمایا "سنو۔ سنگھ اپدیش
کی تعلیم یہ ہے۔ جو سزا کے قابل ہو۔ اُس کو سزا۔ جو جزا کے قابل ہو اُس کو جزا ملنی چاہیئے
جو رحم۔ کرم اور ہمدردی کا مستحق ہو۔ اُس کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ کسی زندہ
وجود کو ناحق ضرر نہ پہنچاؤ۔ بلکہ تمہارے دل کو دھرم کے خیالات سے بھرا رہنا چاہیئے
کیا یہ دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں! اور کیا اِن میں اجتماع ضدین کا فرق ہے! نہیں۔
بدکار کو سزا اُس کے جرم کی وجہ سے ملتی ہے۔ اس میں منصف کی بدنیتی تو نہیں ہے
ہاں۔ اگر انصاف کرنے والے میں حسد اور بغض ہے۔ تو بیشک وہ بد باطن ہے
مگر بے رو و رعایت انصاف کرنا بڑا اچھا کہا گیا ہے۔ خونی کو موت کی سزا پا کر سوچنا چاہیئے
کہ یہ اُس کے بُرے کرم کا نتیجہ ہے۔ اور جب وہ اس طرح سوچنے لگیگا۔ اُس کے دل
کی صفائی ہوگی۔ وہ کسی کو بُرا نہ کہیگا۔ بلکہ خوش ہوگا۔ کہ اُس کے کرم کا قرضہ ادا ہوگیا
اس کے سوا تم یہ بھی سنو۔ جنگ و جدل۔ قتل و خونریزی پسندیدہ حالتیں نہیں
ہیں۔ لیکن بدرجہ مجبوری اگر دھرم خطرہ میں ہو اور اُس کی کشتی سوا لڑائی کے
بجز لڑائی کے نہیں سنبھلتی تو وہ لڑائی کرے وہ اور قابل الزام نہیں ہے۔ قابل الزام
وہ شخص ہے۔ جو لڑائی کا بانی اور فساد کا موجب ہے۔ میری تعلیم کا منشا یہ ہے۔
کہ "میں پنے" کو ہر طرح سے دبایا جائے۔ اور کسی بڑی طاقت کی فرمانبرداری نہ کی
جائے۔ خواہ وہ انسان ہو یا دیوتا۔ یا قدرت کے عنصر ہی کیوں نہ ہوں۔ کشمکش
اور جدوجہد لازمی ہے۔ زندگی خود کشمکش کا نام ہے۔ اس کشمکش میں پڑکر
آدمی کو صرف اس قدر محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ دھرم سے منحرف نہیں
ہوتا ہے۔ بلکہ یہ جدوجہد "اہم بھاؤ" اور "میرے تیرے پنے" کے دبانے کی نظر سے
ہے۔ جو اس طرح جدوجہد کرتا ہے وہ قیمتی انعام پائے گا۔ اور جو ایسا نہیں کرتا۔ وہ
پچھتائے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تمام خواہشوں کی جڑ "آتما" یا "اہم بھاؤ" میں

ہے - یہ آتما ' ہسکندھ اور اجزا کا مجموعہ ہے - ایسا نہ ہو کہ تمہارے میں میں کرنے سے دوسروں کو نقصان ہو - جو لڑائی لڑتا ہے - اُس کو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کے لئے تیار رہنا چاہیے - کیونکہ جنگجویوں کی زندگی کا انجام بھی یہی ہے - اور اگر ایسا انجام ہے - تو پھر شکایت کی یہاں گنجایش کب ہے !
اسی طرح جس کو لڑائی میں فتح حاصل ہو - وہ دنیا کی ناپائیداری کا خیال بھی رکھے - ورنہ اس سے اہنکار اور میں پنا ' اور بھی بڑھ جائے گا - میری تعلیم تو صرف اس قدر ہے - کہ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو - حسد اور کینہ سے دل کو پاک رکھو اور جو اس طرح عمل کرتا ہوا نیکی سے اپنے دشمن کو پامال کر کے اپنا بنا لیتا ہے - تو اُس کی فتح عارضی نہیں ہے - بلکہ اُس کے نتیجے دیرپا ہوتے ہیں - سپہ سالار فوج کے افسر اور بہادر سورما بڑے آدمی ہوتے ہیں - لیکن جنھوں نے اپنے آتما پر قبضہ پا لیا ہے وہ اُن سے بھی بڑے ہیں - میں جو آتما کی ہستی کا وعظ کرتا ہوں - وہ معدومیت کی غرض سے نہیں ہے - بلکہ سچی بقا اور سچی ہستی اور ست کے غرض سے ہے - آتما کو جیت لو - اور تم سے زیادہ کامیاب فتحمند کوئی بھی نہیں ہے اور اگر آتما کا خیال تم پر غالب ہے - تو پھر تم بُری طرح پر غلام - محکوم اور زیر دست ہو - انصاف کرنے والا سچائی کا شایق کبھی ناکامیاب نہ ہوگا - بلکہ اُس کو دائمی کامیابی ملے گی - سچائی کے پیار کرنے والے کبھی فنا نہیں ہوتے - اُن کو دائمی بقا کی دولت ملتی ہے - تم لڑو - مستعدی اور ثابت قدمی کے ساتھ لڑو - مگر تمھاری لڑائی سچائی کے لئے ہو - اور بدھ تم کو آشیرباد دیں گے " ؂
سنگھ کے شک و شبہات کافور ہو گئے " آپ بے شک انسان اور دیوتاؤں کے گورو ہیں - اور آپ کی تعلیم نروان کی مکتی دینے والی ہے - میں آج سے آپ کی شرن لیتا ہوں - اور زندگی بھر آپ کا سیوک بنا رہوں گا " بدھ نے فرمایا " تم

بڑے آدمی ہو۔ پہلے غور کر لو۔ پھر کسی کام کی طرف دھیان دو۔ فوجی افسر، مُدبّر اور راج کے وزیر و مشیر بغیر سوچے سمجھے کام نہیں کرتے" سنگھ نے جواب دیا "بھگوان! میرے دل میں آپ کی بھگتی ہے۔ اگر میں کسی چھوٹے موٹے مت میں شامل ہو جاؤں تو اُس کے پیروکار خوشیاں منائیں۔ اشتہار لگائیں۔ کہ سنگھ فوج کا سپہ سالار ہمارے زمرہ میں شریک ہوا ہے۔ مگر آپ کو اس سے کیا! آپ تو خود دھرم کے لئے سب کو تیاگ کئے ہوئے ہیں۔ آپ مجھ کو ضرور اپنی شاگردی میں قبول کیجئے۔ اور میں بُدھ دھرم اور سنگھ کی شرن لینے سے باز نہیں رہ سکتا" تب بھگوان بولے "سُنو سنگھ! نِرگرنتھوں کو تمہارے گھر سے ہمیشہ دان ملتا رہا ہے۔ وہ اب بھی جاری رہے۔ دان میں نا قص تمیز کرنا مُضر ہے" سنگھ نے سر جُھکا کر کہا "بھگون! مجھ کو کس قدر دھوکا دیا گیا تھا۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ بُدھ یہ سکھاتے ہیں۔ کہ میرے شاگردوں کے سوا کسی کو دان نہ دے۔ اور آپکا سلوک بالکل اس کے برعکس ہے۔ آپ دھنیہ ہو"+

سنگھ کے تیسری مرتبہ درخواست کرنے پر بھگوان نے اُس کو اپنا سیوک بنایا+

دوسرا سرگ

ہستی کا مسئلہ

ذات سے انکار میں اقرار بھی مخفی ہے کہ روح
یہ سُنا جب فلسفی کا ہوش پرّاں ہو گیا

سنگھ کی فوج میں ایک افسر تھا۔ جو اپنے سپہ سالار کے ساتھ مہاپربھو کے سنگھ میں آکر اُن کے اپدیش کو بغور سُنتا رہا۔ لیکن پھر بھی اُس کے دل میں کچھ شک و شبہہ باقی رہ گیا تھا۔ اُس وقت تو وہ چلا گیا۔ مگر کئی دنوں بعد پھر آیا۔ اور پرنام کرنے کے بعد

کہنے لگا "بھگون! سب لوگ کہتے ہیں۔ کہ شرمن گوتم اناتم وادی ہیں۔ اور ان کو رُوح کی ہستی کے اقرار سے قطعی انکار ہے۔ وہ آتما کو نہیں مانتے۔ اور نہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ دائمی ہستی کا امکان ہے۔ کیا یہ بات سچ ہے۔ یا یہ لوگ یونہی غلط افواہ پھیلا رہے ہیں؟"

بُدھ نے جواب دیا "ایک طور پر وہ سچ کہتے ہیں۔ دوسرے طور پر غلط کہتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آتما بطور خود کوئی شے مفرد نہیں ہے۔ اور جو ایسا مانتے ہیں کہ آتما ہی کرتا دھرتا۔ ہماری ذات اور حقیقت ہے۔ وہ سخت غلطی اور وہم میں پڑے ہیں۔ اور ممکن نہیں۔ کہ اُن کا یہ خیال پریشانی۔ حیرانی اور بداطمینانی نہ پھیلائے۔ میں آتما[1] کو اس معنی میں نہیں مانتا۔ اور نہ اُس کی اپنی علیٰحدہ دائمی ہستی کا اقرار کرتا ہوں۔ مگر مجھ کو من کی ہستی کے تسلیم کر لینے سے انکار نہیں ہے۔ اگر یہ آتما من ہے۔ اور من ہی سے آتما مُراد لی جاتی ہے۔ تب تو کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے۔ لیکن اگر آتما حقیقت اور ست بتایا جاتا ہے۔ تو پھر یہاں بھرم پیدا ہوتا ہے۔ اور گیان کے حاصل کرنے میں دقت حائل ہوتی ہے"۔

اُس افسر نے سوال کیا "کیا میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کروں۔ کہ بالعوض ایک کے دو چیزیں ہیں۔ ایک وہ جس کو ہم اندریوں (حواس) سے محسوس کرتے ہیں۔ اور دوسری بُدھی ہے جو ست ہے"۔ اور بُدھ نے جواب دیا "اس معنی پر مزید غور کرنے سے تم آخر میں اس نتیجہ پر پہنچو گے۔ کہ جو کچھ ہے۔ وہ بُدھی ہے۔ یہی بُدھی گیان ہے"

---

[1] لوگوں نے ناحق بات کا بتنگڑ بنا رکھا ہے "آتما" خود غلط لفظ ہے۔ وہ ذات کا مرادف نہیں ہے۔ "آتما" سنسکرت لفظ "ات" (حرکت کرنا) اور "من" (سوچنے) سے بنا ہے۔ اور لغوی معنی کے رو سے دوس اور امنکا۔ یہی ثابت ہوتا ہے۔ اگر بُدھ اُس کو اصلیت نہیں تسلیم کرتے۔ تو پھر اعتراض کی گنجائش کہاں رہتی ہے +

اور ست ہے۔ اور اسی کے آدھار پر سب کچھ ہے۔ گیان واقعی ست ہے۔ آتما است ہے۔ اور پرمارتھ ستا کی درشٹی سے جو ہستی تم محسوس کر رہے ہو وہ سب ست اور ستا کے آدھار پہ ہے۔ اسی ست کے سہارے ہر شے من بنتی یا من بن سکتی ہے۔ اس ست میں سب کا امکان ہے۔ جس دھرتی پہ تم پاؤں رکھ کر چلتے ہو۔ پرمارتھ کی درشٹی سے وہ بھی روحانیت اور اصلیت سے خالی نہیں ہے"۔

اسی قدر تقریر سے اس کا بھرم جاتا رہا۔ اور وہ سنگھ میں شریک ہو گیا +

تیسرا سرگ

نروان۔ اور آتما

روز روشن میں ہوا جب مہرتاباں کا ظہور
دُور یکدم شب کی تاریکی کا طوفاں ہو گیا

دان متی گاؤں کا رہنے والا۔ کدا دنت براہمن یا مذہب شخص تھا۔ وہ بُدھ دیو کے پاس آیا۔ اور پرنام کر کے پوچھنے لگا۔ "اگر تم سچ مچ بُدھ ہو اور سنسار کے دکھوں کے مٹنے والے ہو۔ تو دھوم دھام اور شان و شوکت کے ساتھ کیوں نہیں دنیا میں آئے"۔ بدھ بولے "سورج روشن ہے۔ مگر چمگادڑ نہیں دیکھتے۔ یہی تمہارا حال ہے۔ تمہاری آنکھیں بدھ کے جاہ و جلال کو نہیں دیکھتیں"۔ کدا دنت نے کہا۔ "تم مجھے ست دکھاؤ میں تمہارا ست دیکھوں گا۔ تمہارے سدھانت کمزور ہیں۔ اس لئے اُن میں استحکام نہیں ہے۔ اور وہ گر جائیں گے"۔ بدھ نے جواب دیا۔ "تم غلطی پر ہو۔ تم کو ست کی مضبوطی کا علم نہیں ہے"۔ کدا دنت نے پھر کہا "میں سنتا ہوں۔ تم دھرم سکھاتے پھرتے ہو مگر دھرم کے مارگ کی تحقیر، توہین اور تذلیل کرتے ہو اور بلدان کو برا بتاتے ہو۔ اگر بلدان

چھوڑ دیا جائے۔ تو پھر دیوتاؤں کی پوجا کیسے کی جائے گی؟ بلدان ہی سے تو پوجا ہوتی ہے"۔ بدھ بولے "اگر قربانی ہی پر مذہب کی بنیاد ہے۔ تو تم گائے کی قربانی کیوں کرتے ہو۔ اپنے آتما کی قربانی کرو۔ یہ اس سے بہتر ہے۔ خون میں پاپ کے دھبوں کے دھونے کی طاقت نہیں ہے۔ ہاں۔ کام کرودھ کی جڑ کھود دینے سے جب دل پاک ہو جائے گا۔ تو پاپ مٹ جائیں گے۔ ست کی پیروی دیوتاؤں کی پوجا سے کہیں بہتر ہوتی ہے"۔

سچائی اثر سے خالی نہیں ہوتی۔ کدرادنت ادھکاری تھا۔ یہ تو سمجھ گیا۔ کہ قربانی کرنے سے پاپ دور نہیں ہوتا مگر پھر بھی اس کو بدھ کی تعلیم میں شک و شبہ باقی تھا۔ بدھ بولا "آپ گورو ہیں۔ آپ مانتے ہیں کہ جنم مرن بار بار ہوتے ہیں۔ اور کرم کے قانون کے موافق کرم کرنے والوں کو پھل ملتا ہے۔ لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ آتما صرف سکندھوں کا مجموعہ ہے۔ اور اجزا کے منتشر ہو جانے پر پھر اس کی ہستی ختم ہو جائے گی تو مرنے پر میرا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ میں آتما ہوں۔ آتما خیالات خواہشات اور محسوسات کا مجموعہ ہے۔ اور انہیں پر میری ہستی کا دارومدار ہے۔ جب یہ سب بکھر گئے۔ تو جسم تحلیل ہو گیا۔ پھر میں کہاں رہا! میں کہاں چلا گیا! اور جس آنند کی آپ بشارت دیتے ہیں۔ وہ کہاں رہا! آپ کی یہ تعلیم صرف لفظی ڈھکوسلا ہے۔ اور اس پر غور کرنے سے سوا نیستی۔ ناستکتا۔ اور ناشمان تا کے اور کچھ نظر نہیں آتا"۔

بدھ بولے "تم نیک اور سچے آدمی ہو۔ تم میں اپنی ہستی کا پیار ہے۔ تم کسی حد تک اچھی سمجھ بوجھ بھی رکھتے ہو۔ لیکن اتنی کمی ہے۔ کہ اصلیت پر نظر نہ جاتی ہے اور نہ ٹھہرتی ہے۔ پرانے خیالات۔ تعلیم۔ اور اثرات کے سبب سے تم اور آدمیوں کی طرح بھرم میں پڑے ہوئے آتما کو دائم اور علیحدہ شخصیت اور فردیت مان رہے ہو۔ اور اس سے اپنے آپ کو الگ نہیں سمجھتے۔ اور اسے بہشت میں پہنچانے اور بہشت

کے بھوگ بھوگنے کی خواہش میں لگا رکھتا ہے۔ اس وجہ سے تم کو سچائی اور لافانیت کی سمجھ نہیں آتی۔ میں نیستی اور موت کے بعد فنا کی تعلیم نہیں دیتا۔ مگر کیا کیا جائے۔ ابھی تک ہستی اور نیستی کی تمیز تم کو نہیں آئی۔ ہزار قربانیاں کرو۔ نہ تو تم آتما کو موت سے بچا سکو گے نہ جسم کو سڑنے گلنے سے روک سکو گے۔ تم ست کی مُراد کو کیوں نہیں سمجھتے؟ آتما کی محدودیت میں ست نہیں ہے۔ آتما است ہے۔ جب است ہے ست نہیں اور جب ست ہے است نہیں۔ من کو ست پر ٹھہراؤ۔ ست میں دھیان لگاؤ۔ ست میں ٹھہرو۔ ست کی دیا پکنا کا تصور کرو۔ اور تم ست میں رہ کر ست سے یکرست ہو گے۔ اور فیست کبھی نہ ہو گے۔ آتما ہی کا نام موت ہے۔ وہی بنتا اور بگڑتا ہے۔ ست تو اصلی ہستی ہے۔ اور اسی ست کو میں نروان کہتا ہوں۔ یہی اصلی ہستی اور دائمی زندگی ہے۔ اور اس نروان کے جان لینے اور اس کے ساکشاتکار اور پراپت کر لینے سے پھر جنم مرن کا جھگڑا دور ہو جاتا ہے۔ اور دکھوں سے نجات مل جاتی ہے۔"

کراونت نے پوچھا "یہ نروان کہاں ہے؟" بدھ دیو نے جواب دیا "جہاں ست ہے۔ ست کی شکتا کا بیوہار ہے۔ وہاں ہی نروان ہے۔" براہمن نے پھر سوال کیا "تب تو اس نروان کی کوئی جگہہ نہیں ہے۔ اور نہ کسی خاص لوک سے اس کا تعلق ہے۔ اس لئے وہ اصلیت سے خالی ہے" بدھ دیو نے جواب دیا "ابتک بھی تم نے میری بات نہیں سمجھی۔ ہوا کہیں نہیں رہتی۔ تو کیا اس وجہ سے ہوا کی اصلیت نہیں ہے۔ بدھی کے لئے کوئی لوک مقرر نہیں ہے۔ تو کیا بدھی اصلیت سے خالی ہے۔ نروان نہ جگہہ ہے نہ جگہ سے مخصوص ہے۔ وہ تو دیش۔ کال۔ وستو کے پرے کی حالت ہے۔ اس کی سمجھ اس وقت آتی ہے۔ جب آتما کی غلط۔ فانی ہو۔ اور کلیت ستا سے نظر اونچی چلی جاتی ہے۔ اور جہاں آتما کی محدودیت کا

خیال دُور ہوا وہاں نروان ہی نروان ہے۔ آنند ہی آنند ہے۔ اور ست ہی ست ہے"+

کداونت آخری جملوں کو سُن کر خوش ہو گیا "آہا! آپ کس بہت بڑے سدّھانت کی تعلیم دے رہے ہو۔ جو معمولی آدمی کے عقل سے پرے ہے۔ میں اِس کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر ایسا ہوتے ہوتے وہ عقل کے گرفت سے دُور ہو جاتا ہے۔ معاف کیجے گا۔ میں کیا کروں۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے اُس کو بار بار پوچھنا ہی پڑتا ہے۔ میرا پھر یہ سوال ہے۔ جب آتما ہی نہیں۔ تو پھر لافانیت کیسی اور کس کے لئے؟ جب ہم سوچ سکے تو سنکلپ جاتا رہا۔ اور اُس کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر ہستی کہاں رہی؟ اور ست آپ کس کو کہو گے" بدّھ بولے "یہ ضروری نہیں ہے کہ سوچنے کے ساتھ ہی وچار اور گیان بھی جاتا رہے۔ اور سنکلپ کے ختم ہونے پر سنکلپ کا آشے (مقصد) بھی دور ہو جائے۔ کسی شخص نے رات کے وقت شمع روشن کی۔ قلم دوات۔ کاغذ منگایا۔ کاتب کو بلوایا۔ اُس سے خط لکھوایا۔ جب خط لکھ لیا گیا۔ شمع بجھا دی۔ قلم دوات کاغذ اور کاتب سب کو الگ کر دیا۔ یہ سب نہیں رہے۔ مگر خط تو موجود ہے۔ اسی طرح وچار کے دور ہونے پر گیان رہتا ہے۔ گیان کا کبھی کسی حالت میں خاتمہ نہیں ہوتا"+

کداونت نے پھر نہیں سمجھا۔ پوچھنے لگا "بھگون! پھر فرمائیے۔ جب سنسکار اور سکندھ بکھر گئے۔ تو پھر میری اور میرے آتما کی ہستی کہاں رہی؟ اگر آتما نہیں رہا۔ تو میرے خیالات میرے نہیں رہے! سب آتما کے دُور ہوتے ہی غائب ہو گئے! اس کو مثال سے سمجھائیے"۔ اور بدّھ نے زبان کھولی "سنو کداونت! تم نے پہلے پہر میں چراغ روشن کیا۔ وہ دوسرے پہر میں بھی روشن ہے۔ ایک معنی میں تو وہ وہی چراغ ہے۔ جو پہلے پہر میں تھا۔ اور دوسرے معنی میں وہ وہ چراغ

نہیں رہا۔ کیونکہ دیش۔ کال۔ وستو میں فرق آنے کی وجہ سے وہ اس سے مختلف ہو گیا۔ ممکن ہے پہلے پہر میں زیادہ بتی نہ جلی ہو۔ اور دوسرے پہر میں زیادہ بتی جل گئی ہے۔ اس لئے اُن کی حالتوں میں فرق تو آ گیا۔ اور فرق کے آنے سے وہ وہی نہیں رہے۔ پہلے پہر میں شمع کی لَو اور تھی۔ اور دوسرے پہر میں اور ہے۔ ممکن ہے تیل۔ بتی وغیرہ سب وہی ہوں۔ مگر ان کی کمی بیشی اور اثرات میں تو فرق رہا! پھر اگر دوسرے پہر میں شمع گل کر دی گئی۔ اور تیسرے پہر میں پھر روشن ہوئی۔ تو کیا تم اُس کو بھی وہی شمع کہو گے" اِندراونت بولا "ایک کا دوسرے سے تعلق نہیں۔ اور ایک کا دوسرے سے تعلق بھی ہے" بدھ نے جواب دیا۔ "ہاں صحیح ہے۔ وہ ایک بھی ہیں اور انیک بھی ہیں۔ اور ایک ہی کمرہ کو روشن بھی کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر تمہارے خیال۔ تمہارے ارادہ اور تمہارے وچار کا کوئی آدمی مل جائے۔ تو کیا تم اُس کو وہی کہو گے جو تم ہو؟" اِندراونت گھبرا گیا "نہیں بھگون! میں اُس کو وہی نہ کہوں گا" بدھ بولے۔ "جو منطق تمہارے لئے درست ہے وہی کُل دنیا کی اشیا کے لئے ہے۔ اس سے تم انکار کیسے کر سکتے ہو؟" اِندراونت بولا "بھگون! مگر میرے آتما کی خصوصیت میرے اپنے ساتھ ہے اور اس خصوصیت کی وجہ سے میرا آتما دوسرے سے جُدا ہے۔ کوئی اور شخص ہزار میری طرح عقل و تمیز رکھتا اور میری ہی طرح کام کرتا ہو۔ اور ممکن ہے اُس کا نام بھی وہی ہو جو میرا ہے۔ مگر وہ 'میں' تو نہیں ہوں۔ اور نہ وہ مجھ جیسا" اِندراونت نے کہا۔ بھگوان بدھ بولے "سچ ہے۔ وہ تم جیسا نہ ہوگا۔ لیکن ایک سوال کا جواب دو۔ ایک شخص ابھی لڑکا ہے۔ مدرسہ میں پڑھنے جاتا ہے۔ اُس نے چند روز بعد تعلیم حاصل کر لی۔ کیا تم لڑکے کو اور تعلیم یافتہ شخص کو دو کہو گے یا ایک کہو گے۔ ایک وقت کوئی شخص اچھا ہے۔ دوسرے وقت جُرم کر بیٹھتا ہے۔ اور اُس جرم کی وجہ سے اُس کے

ہاتھ پاؤں کاٹ لئے جاتے ہیں۔ تب وہ دونوں مختلف ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ دونوں ایک ہیں؟" کداونت نے جواب دیا "ہاں یہ دونوں ایک ہیں" بدھ نے پوچھا "کیا یہ یکسانیت تم کو ایک حالت کے دور تسلسل کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے؟" کداونت نے جواب دیا "دور تسلسل کے ساتھ شخصیت اور فردیت کے بیوہار کی مطابقت بھی ہے" بدھ نے تب پھر اس کو سمجھایا "بہت اچھا۔ تب تو تم کو دوسرے لفظوں میں اتفاق ہے کہ جس طرح ایک قسم کے دو شعلے ایک کہے جا سکتے ہیں۔ ویسے ہی مختلف اشخاص بھی ایک کہے جا سکتے ہیں اور ایک کرم سے پیدا شدہ اور اسی چال چلن کا دوسرا آدمی بھی وہی ہو سکتا ہے" کداونت سے سوائے ہاں کہنے کے اور کوئی جواب بن نہیں آیا۔ تب بھگوان نے پھر اس کو سمجھایا "اسی خیال کی وجہ سے تم آج بھی وہی شخص ہو۔ جو کل کے دن تھے۔ اور تمہاری شکل و صورت محسوسات خیالات اور سنسکاروں کا مجموعہ ہی تمہارا آتما ٹھہرا۔ جہاں یہ سب ہیں وہاں ہی تم ہو۔ اور جہاں جہاں وہ جاتے ہیں۔ وہاں وہاں تم اور تمہارا آتما جاتا ہے۔ ایک معنی میں تو تم وہی آتما ہو۔ جو پہلے تھے۔ اور دوسرے معنی میں اب تم پہلے سے مختلف بھی ہو گئے۔ عام آدمی اسی تبدیلی پذیر مجموعہ کو شخصیت اور فردیت کے معنی پہنا کر اس کو آتما کہتے ہیں۔ اور گو وہ ہزار انکار کریں۔ مگر نتیجہ یہی اخذ ہو گا۔ کہ وہ مجموعہ ہی کو شخصیت مان رہے ہیں۔ اور وہ برابر تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ اب تم اس سلسلہ کے دھار کو کیا کہو گے۔ موت۔ فنا۔ یا دائمی زندگی؟" کداونت نے جواب دیا "میں اس کو حیات ابدی کہوں گا۔ کیونکہ اسی میں میری زندگی کی دائمیت کا سلسلہ نظر آتا ہے گو میں اس سلسلہ کی اس قدر پرواہ نہیں کرتا۔ پرواہ تو مجھ کو صرف یہ ہے کہ میرا آتما ہمیشہ رہے۔ انسان کی مفہوم میں یہی آتما اس کی ذات ہے۔ اور اسی

آپ کسی معنی میں پہلی حالت سے مشابہ اور مطابق اور کسی معنی میں مختلف اور غیر مشابہ ثابت کر رہے ہو"۔

بدھ بولے "بہت خوب! اسی ہوس۔ اسی خام خیالی۔ اور اسی غلط وہم کو آتما کا بندھن کہتے ہیں۔ یہ بھرم ہے۔ مِتھیا ہے۔ اَست ہے۔ اگیان ہے اور اسی کی وجہ سے غیر ضروری تفکرات اور رنج والم ہوتے رہتے ہیں جس اس آتما کا بندھن ہے۔ اُس کو بے شمار موت کے گذرگاہوں سے گذرنا ہوگا وہ برابر مرتا جیتا رہیگا۔ کیونکہ اس آتما کا سوبھاؤ ہی مرنا ہے"۔

کُداونت نے پُوچھا "یہ کیسے ہوتا ہے؟" بُدھ نے جواب نہیں دیا۔ یہ سوال کیا۔ کہ "تمہارا آتما کہاں ہے؟" لگ کُداونت خاموش رہا۔ تب بُدھ خود بولے۔ "دائمی تبدیلی کا نام آتما ہے۔ اور اسی میں بندھن ہے۔ برسوں گذرے۔ جب تم چھوٹے بچے تھے۔ جوان ہوئے۔ پھر بالغ ہوئے۔ جو بچہ تھا وہی تو جوان ہُوا ہے! وہ دوسرا تو نہیں ہے۔ جیسے ایک پہر کی شمع دوسرے پہر کی شمع سے ویسے ہی بچپن کا آتما۔ جوانی کا آتما ہے۔ بچپن جوانی آتے جاتے رہتے ہیں چراغ بجھتے اور گُل ہوتے رہتے ہیں۔ اب تم بتاؤ۔ کس آتما کو تم بچاؤ گے۔ کل کے آتما کو یا آج کے آتما کو؟ کُداونت اس منطقی دلیل کو سُن کر حیران رہ گیا "بھگوان! اب آتما کا بھرم مجھ کو سمجھ میں آنے لگا۔ میں کسی قدر اصلیت کو سمجھ کرنے لگ گیا ہوں مگر پھر بھی ابھی تک کچھ الجھن باقی ہے"۔

بُدھ بولے "اصولِ ارتقا کے بموجب سنسکار پیدا ہو ہو کر رفتہ رفتہ تخفیف کی صورت میں اظہار کرتے ہیں۔ یہ سنسکار پہلے جنموں سے آئے۔ اور ان کا مجموعہ ہی تمہارا آتما ہے۔ جہاں وہ جاتے ہیں وہاں ہی آتما جاتا ہے۔ پانی میں ہوا کے چکر سے کسی جگہ کوئے شکل کا بھنور بن گیا۔ اور اب جہاں جہاں وہ چکر جاتا ہے۔

بھنور بھی بنا رہتا ہے۔ اور جیسی حالتوں اور جگہوں سے گذرتا رہیگا۔ وہاں کے دُکھ سُکھ اپنے کرموں کے موافق بھوگتا رہیگا۔ اور جب تک اُس پہلے سنسکار کی جڑ نہ کٹے گی تب تک ایک حالت سے دوسری حالت میں گذرنا اور جزا سزا بھوگنا لازمی ہے" ۔

گدّاونت نے غور کیا۔ اور تامّل کرنے کے بعد کہہ اُٹھا "بھگون! یہ بے انصافی ہے۔ کہ ایک کے کرم سے دوسرے کو دُکھ پہنچے۔ کرم تو کسی ایک نے کیا۔ اور اُس ایک کے کرم سے جو اور شخصیتیں بنیں وہ دُکھ بھوگ رہی ہیں۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہوئی"۔ اور بدّھ اُس کے دل کے پردوں میں گُھس کر اُس کے خیال کا پتہ لگا یا۔ اور کہنے لگے "کیا اب تک تم نے میری تعلیم کے مغز اور جوہر کو نہیں سمجھا! جن کو تم دوسرے کہہ رہے ہو۔ وہ تو وہی ہیں جو پہلے تھے۔ جو جیسا دانہ بوتا ہے ویسی ہی فصل کاٹتا ہے۔ بچہ نے بچپن میں پیشہ نہیں سیکھا۔ جوانی میں مفلسی کے ہاتھ سے تنگ ہے۔ اب اگر وہ کہے۔ کہ بچہ نے پیشہ نہیں سیکھا۔ پاپ اُس نے کیا۔ میں تو بے قصور ہوں۔ تو اُس کا یہ کہنا بے سود ہوگا۔ کیونکہ جوان شخص وہ بچہ ہی ہے جس نے ابتدائی عمر میں غفلت کی تھی۔ آدمی چاہے سمندر کے عمق اور پہاڑوں کے دروں میں جا کر چھُپے۔ مگر اپنے کرم سے کبھی نہیں بچ سکتا۔ کرم سایہ کی طرح اُس کے پیچھے پیچھے رہیں گے۔ تم کو بھی کرم کے قانون کو اٹل سمجھنا چاہیئے۔ ابھی سے نیک کرم کرنے لگ جاؤ۔ تاکہ آیندہ زندگیاں بہتر بنتی جائیں۔ اور آخر میں نروان کی پراپتی کے ساتھ تمام دُکھوں کا خاتمہ ہو جائے"۔

گدّاونت نے کہا "گو آپ کی تعلیم کی روشنی کو اب تک میری عقل کی آنکھیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ مگر اُس کی فضیلت کی سمجھ مجھ میں آ رہی ہے۔ بلدان۔ منتر جاپ۔ آواہن۔ یگیہ وغیرہ سب فضول ہیں۔ سوال اب صرف یہ ہے۔ کیا مجھ کو

نروان اور دوائمی ہستی ملے گی بھی یا نہیں۔ وید تو تمام مجھ کو ازبر یاد ہیں۔ مگر گیان مطلق نہیں ہوا۔" بدھ نے فرمایا "علم بہتر ہے مگر جب تک عمل نہ ہو ست کا گیان نہیں ہوتا تم دھرم کی عملی زندگی بسر کرو۔ اور اسی سے تم کو لافانیت ملے گی"۔

اور گرداونت نے بدھ دھرم اور سنگھ کی سرن لی۔

چوتھا سرگ

ایک قومیت

شب کی تاریکی کا اب پتا نہیں نام و نشاں
مہر رخشندہ سحر جب نور افشاں ہو گیا

اسولاین نامی مگدھ دیش کا ایک بہت بڑا عالم براہمن تھا۔ اُس کا دعوےٰ تھا۔ کہ تمام قومیں جُدا جُدا ہیں۔ اور اُن کے حقوق جُدا جُدا ہیں۔ وہ ایک مرتبہ بھگوان کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ "شرمن! آپ کہتے ہو۔ کہ تمام قومیں اصلیت کی نظر سے ایک ہیں اور براہمن۔ کشتری۔ ویش اور شودر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ آپ کی غلطی ہے"۔

بدھ نے سوال کیا "کیوں اسولاین! کیا براہمن دُنیا میں اور قوم کے آدمیوں کی طرح نہیں پیدا ہوتا! اور کیا اُس کا جنم ماں کے پیٹ سے نہیں ہوتا۔ اور اُس کی ماں کو تکلیف نہیں ہوتی"؟ اسولاین نے جواب دیا "ہاں بھگوان! اس بات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا"۔ تب بدھ نے پھر کہا "تم کہو گے کہ براہمن گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دوسرے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ بہت اچھا! اب تم دیکھو۔ گندھار دیش وغیرہ کے آدمی جو اپنے آپ کو براہمن۔ کشتری یا شودر۔ ویش نہیں کہتے کیا وہ گورے نہیں ہوتے"؟ جواب دیا گیا "گورے ہوتے ہیں"۔ بدھ بولے "بہت اچھا!

اُن ملکوں میں کالے گورے سب رنگ والے آدمی ہوتے ہیں۔ اور کیا اچھے کرم کرنے، اچھی تعلیم پانے اور اچھے گن ڈھنگ سیکھنے سے سیاہ رنگ والے بڑے بڑے رتبہ کو نہیں پاتے؟" "ہاں بھگون! وہ بڑے رتبے کو حاصل کرتے اور بڑے آدمی کہلاتے ہیں۔" "پھر تم دیکھو۔ تمھارے ملک میں جو براہمن بدی کرتا ہے جرم کرتا ہے۔ اور قابل اعتراض زندگی بسر کرتا ہے۔ تو کیا اس کو لوک پرلوک کی سزا نہ ملے گی؟ اور اس معاملہ میں وہ شودر کی طرح سزا نہ پائیگا؟" اسّولاین بولا "کیوں نہیں! کرم کا پھل تو سب کو بھوگنا ہی پڑے گا۔" بدھ نے پھر کہا "بالفرض اگر کوئی براہمن کسی شودرانی سے بیاہ کرلے۔ تو کیا جو اولاد اس تعلق سے پیدا ہوگی وہ اپنے ماں باپ کے مشابہ ہوگی یا اُن سے مختلف ہوگی؟" اسّولاین نے جواب دیا "مشابہ ہوگی۔" بدھ نے کہا "اسّولاین! جب سب کا جنم ایک طرح پر ہوتا ہے۔ گورے اور کالے دونوں ہی کرم کرکے اونچا درجہ پاتے ہیں۔ براہمن اور شودر دونوں ہی کرم کرنے سے سزایاب ہوتے ہیں۔ اور براہمن اور شودرانی کی اولاد اپنے ماں باپ کے ہمشکل ہوا کرتی ہے۔ تو پھر فرق کس بات کا رہا۔ آدمی جنم سے براہمن نہیں بنتا کرم سے براہمن بنتا ہے۔ اور تم کو سمجھدار ہوکر سچی بات کو قبول کرلینا چاہیئے۔ اور اُس کی تردید نہ کرنی چاہیئے۔"

اور اسّولاین نے بدھ۔ دھرم اور سنگھ کی شرن لی۔ اور بھگوان کا سیوک ہوگیا۔

پانچواں سرگ

وحدت (ایک جوہر ایک مقصد اور ایک دھرم)

نار میں اور نور میں ہرگز نہیں کچھ امتیاز چشم وحدت بیں میں شیطاں ذاتِ رحماں ہوگیا

اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء

بدھ بھگوان کا بدھ مانت ادویت واد (وحدانیت) ہے۔ مگر دنیا میں چھوٹی عقل والوں کو کون کہے۔ جن کو اپنی لیاقت اور دانائی پر ناز ہے۔ وحدت کا مضمون اُن کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔ سو وہ دنیا کو کثرت کا میدان دیکھتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں اور بے شمار اشیاء اُن کی نگاہ کے سامنے رہتی ہیں۔ اور اُن کی موجودگی میں اُن کا یہ سمجھنا۔ کہ اصلیت کی نظر سے یہ ایک ہیں۔ اور ایک ہی تتو محیط کُل ہے۔ بہت مشکل ہے۔ جاتکوں کے سابق مہنت کشیپ بھگوان کی شاگردی میں آنے کو تو آ گئے مگر اُن کے دل سے دویت واد کا شُبہہ دُور نہیں ہُوا۔ اور جب وہ بات چیت کرتے تھے۔ دو پنے کے درجہ سے اُن کی عقل اُونچے نہیں چڑھتی تھی۔ بھگوان نے یہ حالت دیکھی۔ اور ایک دن اُن سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ کشیپ! جوہر ایک ہے۔ تتو ایک ہے۔ صرف مختلف اثرات کی وجہ سے صورتیں جُدا جُدا نظر آ رہی ہیں۔ جس خاص طرح کے اثر سے جس کے دل کا تعلق ہوتا ہے۔ اُس سے اُسی قسم کے خیال اور فعل ہُوا کرتے ہیں۔ اور جو شخص جس قسم کے کام کرتا ہے۔ جیسے خیال سوچتا ہے اور جیسی باتیں کہتا ہے ویسا ہی بن جایا کرتا ہے۔ اور اُسی کے موافق نظر بھی آنے لگتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ مٹی ایک تتو ہے۔ دو تو نہیں ہے۔ کمہار آیا۔ اُس نے اُس ایک مٹی کے بے شمار بھانڈے برتن بنائے۔ جن میں سے کسی میں چاول کسی میں دُودھ دہی۔ اور کسی میں اور اور چیزیں بھی رکھی جاتی ہیں۔ بعض برتن ایسے بھی وہ بناتا ہے جو ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔ اور اُن کو صرف ضرورت کے وقت چھُوا جاتا ہے۔ یہ سب برتن بھانڈے واقعی الگ الگ اور مختلف صورتوں میں نظر آتے ہیں مگر ان کی مختلف الصورتی سے مٹی تو جیوں کی تیوں ہی ہے۔ اُس کے ایک پنے میں کیا فرق آیا! اور جب یہ ٹوٹ کر ذرّوں کی شکلوں میں چلے جائیں گے تب پھر وہی مٹی کے مٹی ہو گئے۔ اب ان میں کیا بھید ہے۔ اس لئے مٹی پنا تو جو پہلے بھی تھا بیچ

میں تھا۔ اور انتہا میں تھا۔ وہ تو جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اُس کے ایک ہونے کو
کوئی بھی صدمہ نہیں پہنچتا۔ درمیانی حالت اختلافات کی بیشک تھی۔ اور اس کا باعث
کمھار کا گھڑنے والا ہاتھ ہے۔ جو حالت۔ ضرورت۔ خواہش اور شوق کے موافق مٹی کو
گھڑا کرتا ہے۔ اس کے سمجھنے میں کون سی دِقّت ہے۔ تم دیکھو پانی ایک ہے۔
اُسی سے مختلف قسم اور مختلف لذّتوں کے نباتات اور درخت بنتے ہیں۔ یہ سب
اُسی ایک پانی ہی سے نشوونما پاتے۔ بڑھتے۔ اور پھولتے پھلتے ہیں۔ جھاڑی
پودھے۔ گھاس وغیرہ سب کی پیدائش مینہہ کی بارش سے ہے۔ یہ نہ برسے تو کچھ
بھی پیدا نہ ہو۔ اور جب پانی برس جاتا ہے۔ زمین میں نمی دوڑ جاتی ہے۔ اور ہر طرح کی
جڑی۔ بوٹی۔ پھول۔ پھل۔ گھاس پیدا ہوتے اور اپنے اپنے خواص کے موافق
کونپل لاتے ہیں۔ اسی طرح تم جدھر نظر کروگے اُسی طرف تم کو ہر شے میں ایک ہی
تتّو ایک ہی جوہر اور ایک ہی ساروستو نظر آئے گی۔ ذرا سوچنے اور سمجھنے کی
بات ہے"۔

"اور کشیپ! جس طرح ایک تتّو ہے۔ اور مخلوقات کے نشوونما کا ایک ہی قانون
ہے۔ ویسے ہی ان سب کا مقصد بھی ایک ہے۔ اور اُسی مقصد کا نام نروان ہے
کوئی شے ایسی نہیں ہے جس میں نروان کی تکمیل اور حصول کا امکان نہ ہو۔ کیونکہ
یہ ایک محیطِ کل تتّو خود ہر طرح کے ممکنات کا بھنڈار ہے۔ اور جس طرح اُس کی تمام
باتوں میں ایکتا اور وحدت نظر آتی ہے۔ ویسے ہی تتھاگت بُدھ کا سلوک بھی
تمام مخلوقات کے لئے یکساں ہے۔ اگر اس سلوک میں کہیں تم کو اختلاف نظر
آسکے۔ تو یہ سمجھ لینا کہ وہ جیووں کے ادھکار۔ سنسکار۔ ظرفیت اور قابلیت کے
موافق پڑتا جاتا ہے۔ پانی ایک طرح اور ایک ہی وضع میں برستا ہے۔ مگر جس میں
جس قدر گہرائی ہے وہ اُسی قدر اُس کو لیتا۔ جذب کرتا۔ اور اُس سے فائدہ اٹھاتا

ہے۔ دُنیا میں عالم عاقل ۔ اعلےٰ۔ ادنےٰ۔ نیک و بد۔ ہر طرح کے آدمی ہیں۔ اور ان کے ساتھ سلوک تو یکساں ہی کیا جاتا ہے۔ مگر جیسا اُن کی طبیعت کا رجحان و میلان ہے وہ اسی کے انداز سے اس کو قبول کرتے ہیں۔ گویا چیز اور گوئے گنبد پر پانی برس کر چلا جاتا ہے اور اُن پر ایک بوند بھی نہیں ٹھہرتی۔ اسی طرح بعض جاندار ایسے بھی ہیں۔ جو بُدھ کی تعلیم سے اس وقت مُطلق فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بُدھ کا سلوک تو عام ہے۔ اُس کی عنایت میں فرق کہاں ہوتا ہے۔ مگر ظرفیت اور اہلیت بالفرق دکھلاتا رہتا ہے"۔

اے کشیپ! جس طرح تتو ایک ہے۔ اور بُدھ کی تعلیم ایک ہے ویسے ہی دھرم بھی ایک ہے۔ وہ بھی سب کیلئے یکساں ہے۔ اور صرف ایک مقصد نِروان کی طرف لے جانا اُس کا کام ہے۔ بُدھ بھگوت کو دھرم سے پوری واقفیت ہے۔ مگر چونکہ وہ ہر مخلوق کی ضرورت۔ اہلیت اور ظرفیت کا پُورا پورا علم رکھتے ہیں۔ اس نظر سے نہ وہ اپنی ہمہ دانی جتلاتے ہیں اور نہ کسی کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ خواہ مخواہ اُن کی شرن لے۔ ہاں وہ سب کو یکساں طور پر فیض پہنچاتے ہیں۔ اور جو جیسا اور جس دل و دماغ کا ہے اُس پر ویسا اثر ہوتا ہے۔ اے کشیپ! تم بھرم میں نہ پڑو۔ بلکہ اصلی جوہر اصلی مقصد اور اصلی دھرم کو سمجھو۔ اس کے سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور تم نِروان کو جلد حاصل کر لو گے"۔ اور کشیپ کے شک و شبہات اس تقریر کو سُن کر دُور ہو گئے۔

چھٹا سرگ

خیال کی طاقت

> ذاتِ حق کو مختلف سمجھا ہے جو اپنی ذات سے
> وہ یقیناً نادانی سے داتا آپ ناداں ہو گیا

بُدھ نے فرمایا "جو شخص جیسا سوچتا ہے ویسا ہی بولتا ہے۔ اور جو جیسا سوچتا اور بولتا ہے ویسا ہی کرتا ہے۔ خیال ہی سے خودپسندی آتی ہے۔ اور یہی خود پسندی قید و بندکی زنجیر گھڑ کر جانداروں کو جکڑ کر باندھ لیتی ہے۔ اگر کوئی شخص میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے۔ تب بھی میں اُس کے ساتھ نیک سلوکی کرتا رہوں گا نادان کیا نہ سمجھتے ہیں۔ کہ بُدھ کے دل میں کس قدر رحم اور ہمدردی ہے۔ اگر وہ غلطی سے بُدھ کے ساتھ دُشمنی کرتے ہیں۔ تو بُدھ پھر بھی اُن کی دوستی اور خیراندیشی کا دم بھرتے رہیں گے۔ نیکی کی خوشبو تو نیک کو ضرور ملے گی۔ کیونکہ اُس کے نیکی کے خیال واپس آکر اُس کو شاد کام کرتے رہیں گے۔ لیکن افسوس ہے۔ اُس شخص کے لئے جو اپنے دل کے مشتعل آتشکدوں سے مُضر سیاہ دلی کا دُھواں پیدا کریں گے۔ یہ اُن کی آنکھ اور ناک کو خود تکلیف دے گا۔ اور خود اُنہیں کا دم رُکیگا۔ اور گلا گھُٹیگا نیکی نیک را اور بدی بد را۔ جو جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے۔ جو جیسا بوتا ہے ویسی ہی فصل کاٹتا ہے"۔

جس زمانہ میں بھگوان اُپدیش کر رہے تھے۔ کسی نادان آدمی نے دل میں سوچا "یہ کبھی ممکن نہیں ہے۔ کہ انسان انسان ہو کر بدی کے عوض بدی نہ کرے۔ آؤ میں بُدھ کو بُرا بھلا کہوں۔ اور دیکھوں اُن کے دل پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے"۔ وہ نادان بدتمیز اور بدی پسند آدمی عین مجمع میں بُدھ کو گالیاں دینے لگا۔ یہ چُپ چاپ کھڑے ہوئے اُس کی سُنتے رہے۔ اور اپنے اتھاہ دل کی گہری ہمدردی سے اُس کو دیکھتے ہوئے اُس کی نادانی پر ترس کھاتے رہے۔ وہ دیر تک گالیاں دیتا رہا۔ مگر جب اُس کو کچھ جواب نہ دیا گیا۔ وہ خود ہی تھک کر چُپ ہو رہا۔ اُس وقت مبارک بُدھ اُس کی طرف مخاطب ہوئے بیٹے! میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اگر جی میں آوے تو اُس کو جواب دو۔ سوال یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس تحفہ لادے

اور وہ اُس کے لینے سے قطعی انکار کر دے۔ تو تم یہ بتاؤ کہ وہ تحفہ کس کا سمجھا جائے گا"! گالی دینے والے نے ترشروئی سے جواب دیا" بدھ کہلاتے ہوئے بھی تم کو اتنی سمجھ نہیں ہے۔ یہ تحفہ اُسی کا ہوگا۔ جو لایا ہے۔ دوسرے کا وہ کیسے ہو سکیگا"؟

بھگوان مسکرائے" بیٹے! تم اس قدر گالیوں کا تحفہ میرے واسطے لائے ہو۔ اور مجھ کو تم نے گالیاں بھی بہت دیں۔ گالی دینا اچھا تو نہیں ہے بُرا ہی ہے میں اب تمھارے اس تحفہ کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ اور تم سے مستدعا کرتا ہوں۔ کہ ان کو اپنے پاس ہی رہنے دو۔ مجھ کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ تو پھر لیا یہ گالیاں تمھارے لئے مُصیبت اور پریشانی کی باعث نہ ہونگی! جو جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے! جس طرح آواز بازگشت اپنی اصلی آواز کی طرف رجوع کرتی۔ اور اُسی کے پاس بار بار واپس جاتی ہے۔ اور جیسے نقل کے ساتھ اور سایہ جسم کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ ویسے بدکردار کی بدی اُسی کے دل کی طرف واپس جاتی اور اُس میں جمع ہو ہو کر اُس کو زہریلا اور مسموم بناتی رہتی ہے کہو۔ یہ سچ ہے کہ نہیں"!

گالی دینے والا اس بات کو سُن کر دنگ رہ گیا۔ اُس سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ بلکہ تصویر حیرت بنا ہوا وہ مہاگیانی شاکیہ مُنی کو دیکھتا رہا۔ بدھ اُس کی دلی حالت کو جان کر بولے" بیٹے! جو بدکار آدمی نیک آدمی کی ملامت کرتا ہے۔ وہ مثل اُس آدمی کے ہے۔ جو آسمان پر تھوکتا ہے۔ اُس کا تھوک آسمان کو تو ناپاک اور گندہ نہیں کرتا۔ ہاں اُسی کے جسم پر پڑ کر اُسی کو نفرت اور کراہیت کی چیز ضرور بنا دیتا ہے۔ آسمان اس قدر اُس سے اُونچا ہے۔ کہ تھوک کی اُس تک رسائی نہیں ہے۔ اسی طرح نیک دل آدمی اس قدر نیک خیال اور عالی رتبہ ہے۔ کہ

بُرے آدمیوں کے بدی کے خیال نہ اُس تک پہنچتے۔ اور نہ اُس کو ستا ہی سکتے ہیں۔ بلکہ بد کی بدی گھٹتی ہو جاتی ہے۔ اور اُس کے سر پر مصیبت لاتی ہے۔ نیت گو اس آدمی کی طرح ہے۔ جو باد مخالف کے چھوٹنے چلتے وقت دوسروں پر دُھول پھینکتا ہے دھول دوسروں پر نہیں پڑتی۔ بلکہ اُلٹ کر اُسی کی آنکھ۔ ناک۔ کان اور مُنہ میں بھر جاتی ہے۔ نیک کو دُکھ نہیں ہوتا۔ بد اپنی بدی کے دُکھ سے حیران ہونے اور اپنے دل سے بدی کے خیال پیدا کرکے اُسی کے اُلجھن میں پھنس کر پریشان ہوتے ہیں" ×

وہ آدمی اپنے دل میں سخت نادم ہؤا۔ اُس کی بدی بھگوان کی نیکی سے مغلوب ہوگئی۔ اور دوسرے دن اُس نے بُدّھ۔ دھرم اور سنگھ کی شرن لی۔ اور بھکشو بن گیا ×

ساتواں سرگ

تپ اور ریاضت کی غلط فہمی

"سخت میگرد فلک بر آدمے سخت کوش
راہ آساں میں نے پکڑی۔ کار آساں ہوگیا"

دیودت۔ سدھارتھ کا سالا۔ یشودھرا کا بھائی اور دنڈ پانی سوپر بُدھ کا لڑکا تھا۔ متعدد شاہزادوں کی طرح اُس نے بھی بُدّھ دھرم اور سنگھ کی شرن لی۔ جس وقت وہ بھکشوؤں کی جماعت میں شریک ہؤا تھا۔ اُس کو یہ خیال نہیں تھا۔ کہ بُدّھ کی اس قدر عزت کی جائے گی۔ کوشمبی کے باشندوں سے ناراض ہوکر وہ راجگرہ میں آیا۔ اور بمبسار کے لڑکے اجات شترو کو اونچا نیچا سمجھا کر اپنا معتقد بنا لیا۔ اور راجگرہ میں وہار

تعمیر کرا کے اُس میں مہنت کی حیثیت میں رہنے لگا۔ اُس کی یہ دلی خواہش تھی۔ کہ سب لوگ بدھ جی کی طرح اُس کی بھی تعظیم کریں +

جب دورہ کرتے کرتے بدھ دیو بن وہار (راجگرہ) میں برسات گذارنے کی نیت سے آئے۔ دیودت اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اب تک وہ اپنے آپ کو بدھ کا پیروکار بھی سمجھتا تھا۔ اور اپنے علیحدہ وہار کے تعمیر ہونے کا حال سُنا کر درخواست کی کہ یہ جسم ناپاک ہے۔ اس کے بتیس حصّوں میں سے کوئی بھی پاک نہیں ہے۔ آپ اجازت دیجئے۔ کہ بھکشو زیادہ سخت تپ کریں۔ کھلی ہوائیں رہیں۔ صرف مرگھٹ کے چیتھڑوں سے اپنا جسم ڈھک لیا کریں۔ اور وہاں رہیں جو کھانے پینے کا سامان آتا ہے اُس سے تعلق نہ رکھیں۔ صرف بھیکھ مانگ کر اُسی پر زندگی بسر کریں" بدھ نے جواب دیا" یہ سچ ہے۔ کہ جسم ناپاک ہے اُس کا انجام مرگھٹ ہے۔ لیکن انسان کے اختیار میں ہے کہ اُس کو پاکی کا ظرف بنائے یا ناپاکی کا! جسمانی ضرورتوں کی طرف سے غافل ہونا۔ اور ناپاک کو ناپاک تر بنانا بھی تو اچھا نہیں ہے۔ جس چراغ کی صفائی نہیں کی جاتی وہ دیکھنے میں مکروہ ہوتا ہے۔ اور کثیف اور میلے ہونے سے زیادہ روشنی نہیں دیتا۔ اسی طرح اگر جسم کو یُوں ہی چھوڑ دیا گیا۔ اور نہانے دھونے۔ کھانے پینے کی طرف سے بے احتیاطی کی گئی۔ تو پھر وہ گیان کے نور کا چراغ نہ ہو سکیگا۔ نہ انتہا درجہ کی تن آسانی پسند ہے۔ اور نہ انتہا درجہ کی جفاکشی بلکہ درمیانی راہ پر چلنا مناسب ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص انتہا درجہ کی ریاضت (تپ) کرنا چاہتا ہے۔ تو اُس کی مزاحمت بھی نہ کی جائے گی۔ ہاں کسی سے سختی کے ساتھ تپ کرانا منع ہے۔ کیونکہ انسان کے حالات طبایع اور شوق مختلف ہیں۔ جس کو جو پسند آئے۔ موسم ملک اور حالت کے لحاظ سے کھائے پیئے پہنے۔ ہاں اگر ممانعت ہے تو صرف بے اعتدالی کی۔ بعض آدمی درخت کے نیچے رہ سکتے ہیں۔ بعض نہیں رہ سکتے۔ اس لئے اگر سب کو

سخت تپ کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو سنگھ کو بالعوض فائدہ کے نقصان پہنچے گا۔ اور نروان حاصل کرنا مشکل ہوگا"۔

دیودت کو یہ صلاح پسند نہیں آئی۔ وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ اور اجات شترو کو اپنا حامی پا کر علیحدہ پنتھ کی بنیاد ڈالی۔ اور بہت سے چیلے کر لیے۔ اور راجکمار کو اس قدر بہکایا۔ کہ اُس کا سلوک اپنے باپ کے ساتھ قریب قریب باغیانہ ہو گیا۔ بمبسار بیٹے کو مخالف پا کر خود سلطنت سے علیحدہ ہو گیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں بعد مر گیا۔ اجات شترو جب راجہ ہوا۔ دیودت نے اپنے شاگردوں کو بدھ کے قتل کرنے کی ہدایت کی۔ مگر کسی سے بھی یہ بڑا کام نہ ہو سکا۔ تب اور تدبیروں سے اُس کے جان لینے کی فکریں کی گئیں۔ مگر سب کی سب بے سود ثابت ہوئیں۔ جب لوگوں نے بدھ کو دیودت کی سازش کا حال سنایا۔ آپ فرمانے لگے "جانے دو شکایت نہ کرو۔ دنیا کا یہی ہر جگہ حال ہے۔ جو بولتا ہے۔ اُس کو زیادہ گو کہا جاتا ہے۔ اور جو نہیں بولتا۔ اُس کی بھی بُرائی ہوتی رہتی ہے۔ تم اپنا کام دیکھو۔ اور درمیانی راہ پر چلو"۔

جب اجات شترو کو دیودت کی تعلیم سے فائدہ نہیں پہنچا۔ اور وہ اپنی بُرائیوں کے خیال سے خود دُکھی رہنے لگا۔ مجبور ہو کر بدھ کے پاس آیا۔ بدھ نے اُس کو نروان کے مارگ کی تعلیم دی۔ اب جبکہ اجات شترو دیودت کا حامی نہ رہا۔ اور اُس کی روش ناپسندہ نظر آئی۔ اُس کے قریب قریب تمام شاگرد یکے بعد دیگرے منحرف ہو گئے۔ آخر وہ بیمار پڑا۔ اور پالکی میں سوار ہو کر بدھ کی خدمت میں آیا۔ معافی مانگی۔ اور بدھ کی ستتی گاتے ہوئے تکلیف کی حالت میں جان دی۔

آٹھواں سرگ

دھرم پد

ریخ دنیا خوف عقبیٰ۔ دل کے دونوں ٹھیں ہیں
یہ کبھی دوزخ کبھی گلزار رضواں ہو گیا

بُدھ نے اپنے بھکشوؤں کو سمجھایا۔ (۱)۔ دُنیا میں شہد کی مکھی کی طرح رہو۔ وہ پھُولوں کا رس لے لیتی ہے۔ مگر اُن کو نہ بگاڑتی اور نہ بدصورت کرتی ہے۔ (۲)۔ غافلوں میں ہشیار اور ہوشیاروں کے درمیان بیدار رہ کر دانا آدمی ترقی کر جاتا ہے۔ اور جاہلوں کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ (۳)۔ دِل کی تربیت کرو۔ اُس کو بھٹکنے نہ دو۔ اُس کا روکنا مشکل ضرور ہے۔ کیونکہ وہ جدھر چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ اُس کو تابو میں کر لو۔ اور تم سکھی رہو گے۔ (۴)۔ جس طرح چھپّر پر پانی کی بوندیں پڑتی ہیں اُسی طرح چنچل من میں کام۔ کرودھ وغیرہ آتے ہیں۔ (۵)۔ دشمن کے ساتھ دشمن کی بدسلوکی بُری ہے۔ غصّہ ور کا غصّہ غصّہ ور پر بھی اچھا نہیں ہے۔ لیکن یہ ہر شخص کے ذہن نشین ہونا چاہیئے کہ جس کا من بدی کی طرف مائل ہے وہ اِن سے بہت بدتر ہے۔ (۶)۔ دوسروں کی کمی بیشی اور کام کے اُدھورے پن کو نہ دیکھو۔ گیان وان صرف یہ دیکھتا ہے۔ کہ میرا اپنا کام مکمل ہے ادھورا ہے یا مَیں نے اُس کو بالکل ناتمام چھوڑ رکھا ہے (۷)۔ جو شخص شیریں زبانی سے صرف اچھی باتیں کہتا ہے اور کرتا نہیں ہے وہ خوش نما پھُول کی مثال ہے جس میں خوشبو نہیں ہے اور جو شخص شیریں زبانی سے اچھی باتیں کہتا اور اُن پر عمل بھی کرتا ہے۔ وہ اُس پھُول کی طرح ہے جس میں رنگ اور بُو دونوں ہیں (۸)۔ جب تک بُرے کرم کا پھل نہیں ملتا تب تک مورکھ اُس کو میٹھا سمجھتا ہے۔ مگر جب وہ پک جاتا ہے اور پھل دینے لگتا ہے۔ تب اُس کی تلخی کا مزا ملتا ہے۔

(۹)۔ ممکن ہے ایک آدمی میدان جنگ میں ہزاروں کو مغلوب کر لے۔ لیکن جو شخص صرف اپنے آپ کو مغلوب کر لیتا ہے۔ وہ سب سے بڑا اور سچا سورما ہے (۱۰)۔ یہ نہ سوچو کہ پاپ ہم کو کبھی نہ لگیگا۔ جیسے ایک ایک بوند سے تالاب بھر جاتا ہے ویسے ہی تھوڑے تھوڑے پاپ سے آدمی بڑا پاپی بن جاتا ہے۔ (۱۱)۔ جب دل میں نفرت۔ کینہ اور راگیان کی آگ مشتعل ہے۔ تو پھر ہنسی خوشی کیسی! اندھیرے میں رہنے والو! تم روشنی کو کیوں نہیں ڈھونڈھتے۔ (۱۲)۔ دوسروں کے وعظ سنانے سے اپنے آپ کو اُپدیش دینا بدرجہا بہتر ہے۔ دوسروں پر غالب آنے سے اپنے آپ کو زیر کرنا مشکل تر ہے۔ (۱۳)۔ جو پہلے غافل تھا۔ مگر اب سُدھر گیا ہے۔ وہ چاند کی طرح بادلوں کے پردوں سے نکل کر اپنی دُنیا کو روشن کرتا ہے۔ (۱۴)۔ جو دھرم کو چھوڑ دیتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ اور پرلوک (عاقبت) پر تمسخر اُڑاتا ہے۔ وہ ہر ایک قسم کی بُرائی کر گذرے گا۔ (۱۵)۔ جو تم سے نفرت کرتے ہیں اُن سے نفرت نہ کرو۔ بلکہ نفرت سے بچتے ہوئے اُن کے درمیان خوشی سے گذران کرو۔ (۱۶)۔ بیماروں کے درمیان بیماری اور روگ سے آزاد رہ کر خوشی سے زندگی بسر کرو۔ (۱۷)۔ فکرمندوں کے درمیان بےفکری اور خواہشمندوں کے ساتھ بےخواہشی سے رہو۔ (۱۸)۔ کسی شے کو اپنی نہ کہو۔ اور خوشی سے رہو۔ دیوتا خوشی اور آنند کا بھوگ کرتے ہیں۔ اور کسی کو اپنا نہیں کہتے۔ (۱۹)۔ فتحمندی سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ مفتوح کو ہمیشہ دُکھی ہونا پڑتا ہے۔ شانتی اور خوشی صرف اُن کے حصّہ میں آتی ہے جو شکست اور فتح کے خیالات سے آزاد ہیں۔ (۲۰)۔ جو غصّہ کو روک لیتا ہے وہی اس جسم کا سچا رتھ بان ہے۔ ورنہ اور لوگ بھی تو گھوڑوں کی لگام تھامنا جانتے ہیں (۲۱)۔ غصّہ کو مہربانی سے۔ بدی کو نیکی سے۔ کنجوس کو بخشش سے اور جھوٹے کو سچ سے مغلوب کرو۔ (۲۲)۔ سچ بولو۔ غصّہ کو روک رکھو۔ اور مانگنے پر تھوڑا رکھنے

ہوئے بھی دان دو۔ انھیں تین باتوں سے تم دیوتاؤں کے پاس پہنچ سکوگے۔
(۲۳)۔ مغرور اور کاہل ہمیشہ بھرم میں پڑے رہتے ہیں۔ اور جو کرنا چاہئے اُس کو
نہیں کرتے۔ اور جس کو نہ کرنا چاہیئے وہی کام کر گذرتے ہیں۔ (۲۴)۔ دھرم کا
دان سب دانوں سے بڑھکر ہے۔ دھرم کی مٹھائی تمام مٹھائیوں سے زیادہ میٹھی
دھرم کا سُکھ سارے سُکھوں سے بہتر ہے۔ اور خواہش کی بربادی ہی سے دُکھ کی
بربادی ہوتی ہے۔ (۲۵)۔ جنم سے کوئی شودر نہیں ہوتا۔ اور نہ جنم سے کوئی براہمن
ہوتا ہے۔ کرم ہی سے شودر اور براہمن بنتے ہیں۔ (۲۶)۔ ویدوں کے پڑھنے۔
پروہتوں کو دان دینے اور یگیہ کرنے سے نہ کوئی پاک ہوتا ہے۔ اور نہ اُس کا بھرم
مٹتا ہے۔ (۲۷)۔ غصہ۔ مے نوشی۔ ضد۔ کٹرپنا۔ فریب۔ حسد۔ خودستائی۔ بدگوئی
غرور اور مذمت سے دل ناپاک ہوتا ہے۔ (۲۸)۔ سر گھٹانے۔ جٹا بڑھانے۔
جبھوت لگانے۔ چیتھڑے لپیٹنے اور اگنی ہوتر کرنے سے نہ پاکی آتی ہے۔ نہ اگیان دُور
ہوتا ہے۔ (۲۹)۔ شہوت سے بچو۔ دل کو قابو میں رکھو۔ فضول ہنسی دلگی
سے باز آؤ۔ راجاؤں۔ مہاراجاؤں کے غیر مفید کہانیوں کو نہ سنو۔ مکاری۔
ریاکاری۔ دھوکا بازی۔ لالچ۔ اور اگیان سے بچو۔ (۳۰)۔ اُٹھو۔ غفلت
کی نیند میں کیوں سو رہے ہو۔ جو لوگ تیر کا زخم کھائے ہوئے ہیں۔ اُن کے
لئے سونا کیسا! سستی ناپاکی ہے۔ اور بے پروائی بھی ناپاکی ہے۔ سرگرمی
سے دُکھ کی گانسی کے نکالنے کی فکر میں لگو +

۱۹۔ پری نروان کانڈ

پہلا سرگ

گردھ کوٹ پر آخری اُپدیش

ہجر کی کلفت مٹی جب وصل کے دن آ گئے
اے مسیحا تیرے بیماروں کا درماں ہو گیا

بدھ کو دھرم کی اشاعت کرتے ہوئے چوالیس برس گذر گئے۔ لاکھوں آدمیوں کو اُن کے اُپدیش کا فیض پہنچا۔ ان کی یہ زندگی سرگرمی اور سخت محنت کی زندگی کہی جا سکتی ہے۔ سوا برسات کے موسم کے وہ کبھی متعدد دنوں تک ایک جگہ نہیں ٹھہرے۔ ہمیشہ گھوم پھر کر جا بجا دورہ کرتے ہوئے سب کو سچائی کی راہ دکھاتے رہے۔ اگر حساب لگایا جاوے۔ تو سب سے زیادہ اُنہوں نے شراوستی کے جیتون آرام میں قیام کیا ہوگا۔ اور اس سے کم راجگرہ میں۔ یہاں زیادہ تر وینوبن یا گردھ کوٹ پر ٹھہرا کرتے تھے۔ گردھ کوٹ پانچ پہاڑیوں کی سب سے بڑی چوٹی تھی۔ اور اسی کے پہلو میں ایک قدرتی گپھا بنی ہوئی تھی۔ یہی بدھ کے قیام کی جگہ تھی +

جب وہ آخری دفعہ یہاں پہنچے۔ اجات شترو مگدھ دیش کا راجہ اُجّین یا اُرجنیا پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ یہ ایک چھوٹی سلطنت تھی۔ جو گنگا کے اُتر مگدھ کی سرحد سے ملی ہوئی واقع تھی۔ جب راجہ نے سنا۔ کہ بدھ آئے ہیں۔ اپنے منتری ورشکار سے کہا۔ تو جا۔ بدھ سے مل۔ اور اشارہ اشارہ میں میرے حملہ کی نیت اور اُرجی قوم کے برباد کرنے کے ارادے سے اُن کو خبر دے۔ اور وہ جو کچھ کہیں اُس کو

لفظ بہ لفظ یاد رکھنا۔ کیونکہ بدھ سچے ہوتے ہیں۔ اور اُن کی باتیں کبھی جھوٹی نہیں نکلتیں۔ اور میں اُن کے کہنے کے بموجب کاربند ہونگا"۔

ورشکار وہاں آپہنچا۔ اور جب اُس نے اجات شترو کی طرف سے پرنام کرکے پیغام سنایا۔ آنند پیچھے کھڑا ہوا گورو کو پنکھا جھل رہا تھا۔ بدھ آنند سے مخاطب ہوئے "کیوں آنند! کیا تم نے سنا ہے۔ ورجینی ہمیشہ پنچایت کرتے ہیں۔ اور بغیر پنچ کی رائے کے کوئی کام نہیں کرتے"۔ آنند نے جواب دیا "ہاں! میں نے ایسا ہی سنا ہے"۔ تب بدھ نے کہا "سنو آنند! جب تک ورجینی ملے جلے ہوئے پنچایت کی رائے کے موافق کام کرتے رہیں گے اور اُن کے درمیان تفرقہ پیدا نہ ہوگا۔ تب تک تو وہ برابر بڑھتے جائیں گے۔ اور کسی کی طاقت نہیں ہے کہ اُن پر غالب آئے۔ میل ملاپ میں طاقت اور نفاق و تفرقہ میں کمزوری ہوتی ہے۔ جب تک یہ بڑوں کے ادب۔ عورتوں کی عزت۔ دھرم کا خیال۔ سماجک قاعدوں کی پابندی۔ اور گوروؤں کی حفاظت اور حمایت کا لحاظ رکھیں گے۔ تب تک اُن کو کسی طرح زوال کا خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ روز بروز ترقی ہی کرتے رہیں گے"۔ اور تب بھگوان نے ورشکار کی طرف نظر کی "براہمن! تم نے سن لیا۔ جب میں ویشالی میں مقیم تھا۔ ورجینی سنگھ میں آجایا کرتے تھے۔ میں نے اُن کو سچائی کی راہ دکھائی دھرم کی عظمت بتائی۔ اُن کی تعلیم و تربیت اچھی ہے۔ وہ مارگ پر مستعدی اور ثابت قدمی سے چلتے ہیں۔ اُن کو شکست دینا۔ مغلوب کرنا۔ یا برباد کرنا سخت مشکل ہے۔ دھرم اُن کی حفاظت کرتا رہیگا۔ اور وہ برابر بڑھتے رہیں گے"۔ ورشکار نے اپنے مطلب کی بات سن لی۔ اور نمسکار کرکے راجگیرہ کا راستہ لیا۔

تب پھر بھگوان بھکشوؤں کی جانب رجوع ہوئے "قومی اور مجلسی فلاح کی صورتوں کو مجھ سے سنو۔ اور اُن کو ذہن نشین کر رکھو۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے

کہ اتحاد اور میل ملاپ میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ جو بات میں نے ابھی اجتیوں کی بابت کہی ہے۔ وہ سنگھ پر بھی صادق آتی ہے۔ تم کسی حالت میں بھی میل ملاپ کے اصول کی پابندی کو ترک نہ کرو۔ اور جب تک کسی بات کی پوری پوری آزمائش نہ کر لو تب تک اُس کو سنگھ میں شامل نہ کرو۔ اور اگر اُس کو داخل ہی کرنا ہے۔ تو مِل مِلا کر اچھی طرح اُس پر غور کرو۔ جب تک بڑوں میں انصاف۔ چھوٹوں میں بڑوں کی تعظیم اور دھرم کی خوشی کا خیال ہے۔ اور وہ کاہلی۔ بے دلی۔ اور چنچل پنے سے آزاد ہیں۔ اور اپنے آپ کو ضبط میں رکھتے ہیں۔ تب تک سنگھ کو تنزلی کا خطرہ نہیں ہے۔ اُس کی برابر ترقی ہوتی رہے گی۔ اس لئے تم ہمیشہ پاپ سے دُور۔ تن کے مضبوط۔ ہمت کے چست۔ اور گیان حاصل کرنے میں ہمیشہ سرگرم بنے رہو۔ اور انھیں باتوں میں تمھاری بھلائی ہے"۔

دوسرا سرگ

بُدھ کا طوائف کے گھر کھانا پانا

> معرفت کا شوق ہے فطرت میں انساں کے خمیر
> اسلئے وہ وارثِ اقلیم عرفاں ہوگیا

در شکار اور جہانشوؤں کو سکشا دیکر بُدھ ویشو گرام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں برسات کی چیتالیسویں برسات گذاری۔ اور پھر ویشالی کا ارادہ کیا۔ راہ میں جب وہ پٹنہ کے قریب گنگا سے گذر رہے تھے۔ آس پاس گاؤں کے رہنے والے گروہ کے گروہ درشنوں کو آئے۔ اور بھگوان زیادہ دیر رات تک اُن کو نیک بننے اور نیک کام کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔ اور دوسری صبح کو وہ گنگا کے پار ہوگئے

اُن کے پار اُتارنے کے لئے ملاح بے شمار کشتیاں لائے - اور ہر شخص کی یہی خواہش تھی - کہ بھگوان اُسی کی کشتی پر سوار ہوں - مگر اُن کو یہ نہیں منظور تھا - کہ ایک کی کشتی پر بیٹھ کر دوسروں کی دل شکنی کریں - اس وجہ سے وہ بغیر کشتی کے پار اُترے - اور چونکہ ہر معمولی واقعہ سے وہ لوگوں کے سبق دینے کے عادی تھے - اس موقع پر فرمایا - "سنسار ساگر سے پار ہونے کے لئے جپ تپ اور سنجم نیم کی معمولی کشتیاں کافی نہیں ہیں - اس سے پار ہونا صرف گیان کے جہاز سے ممکن ہے" جس گھاٹ سے بھگوان پار ہوئے - وہ اُس وقت سے غالباً گوتم گھاٹ مشہور ہوا ✠

جب وہ گنگا کے اس طرف آئے - اجات شترو کے حکم سے پاٹلی پتر کی محافظت کے خیال سے ایک نہایت مضبوط قلعہ تعمیر ہو رہا تھا - اُس کو دیکھ کر بھگوان بہت خوش ہوئے - اور فرمانے لگے "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس عمارت کے تعمیر کرنے میں دیوتاؤں سے مشورہ لیا گیا ہے - کسی وقت یہ مقام پاٹلی پتر (پٹنہ) دنیا کی شاندار راجدھانیوں میں شمار کیا جائے گا - اور آنے والی نسلیں اس کی عظمت کا گیت گائیں گی" جب شہر والوں نے یہ پیشین گوئی سُنی بہت خوش ہوئے - اور جس پھاٹک پر مہاپربھو نے یہ پیشین گوئی کی تھی اس کا نام گوتم کا پھاٹک رکھا ✠

پٹنہ سے پھر بھگوان ویشالی میں آئے - اور آنب پالی نامی راج ویشیا (گندھرب) کے باغ میں مقیم ہوئے - یہ عورت بڑی بھگتی کے ساتھ آئی - اور گورو کے چرنوں میں پڑی - تو وہ ظاہرا عیش پرست تھی - مگر باطن میں وہ گیان حاصل کرنے کے قابل تھی - اُس نے ہاتھ باندھ کر کہا "پربھو! میں ناپاک اور کم عقل عورت ہوں - آپ میری دعوت قبول کیجئے - اور مجھ کو عزت بخشئے" آپ نے فرمایا "دنیا داروں میں رہنے والی عورت میں اگر شانتی ہے - اور عیش و نشاط میں مصروف رہتے ہوئے بھی اگر وہ سمجھ بوجھ والی ہے - تو وہ سچائی قبول کرنے کے قابل ہے" اور خاموشی سے

اُس کی دعوت قبول کی +

عورت خوش ہوکر اپنے گھر گاڑی میں سوار ہوکر جا رہی تھی سادھ سے لچھاوی قوم کے سردار گاڑی پر بیٹھے ہوئے آ رہے تھے۔ اس کی گاڑی اُن کی گاڑی سے ٹکرائی۔ یہہ برہم ہوکر کہنے لگے "تجھ کو کیا ہوگیا۔ جو اس بے پروائی کے ساتھ گاڑی ہانکتی ہے"؟ وہ بولی "آج میری خوشی کی انتہا نہیں ہے۔ بھگوان بدھ میرے گھر بھکشوؤں کے ساتھ بھکشا کریں گے"۔ وہ سُن کر دنگ ہوگئے "آنب پالی! ایک لاکھ روپیہ لو۔ اور یہہ دعوت ہمارے لئے رہنے دو"۔ اُس نے جواب دیا "اگر آج تم مجھ کو ویشالی اور اُس کے تمام باجگذار ریاستوں کو دیدو تب بھی اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دوں گی"+

عورت چلی گئی۔ یہہ بدھ کے درشن کے لئے آگے کی طرف بڑھے۔ بدھ نے ان کو دیکھ کر بھکشوؤں سے کہا "لچھاوی سردار دیوتاؤں کی طرح خوش پوشاک ہیں"۔ سردار تعظیم سے قدموں پر جھکے۔ اور منت کی "ستگورو! کل ہمارے یہاں بھکشا پایئے"۔ بھگوان بولے "کل کا دن تو آنب پالی کے گھر کے لئے مخصوص کر دیا گیا"۔ اور وہ بھگوان کی باتوں کو سُن کر خوش ہوکر کہنے لگے "شردھا اور پریم بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اُن کی وجہ سے ایک ادنٰے لڑکی سرداروں پر سبقت لے گئی"۔ اور افسوس کرتے ہوئے گھروں کو واپس گئے +

دوسرے دن بھگوان نے آنب پالی کے گھر میں بھکشا کی۔ عورت نے اپنا مکان وہار کے لئے نذر کر دیا۔ اور بھگوان نے اُس کو اُپدیش دے کر بھکشوؤں کو ویشالی میں قیام کرنے کی ہدایت کی۔ اور آپ دینوبن کی طرف راہی ہوئے +

تیسرا سرگ

بدھ اپنی موت کی خبر دیتے ہیں

زندگی کا عالم امکاں میں امکاں تھا اگر
موت کا بھی عالم امکاں میں امکاں ہو گیا

ڈیفودن میں بدھ بیمار ہو گئے۔ ضعیفی۔ بیماری۔ یہہ سب اس جسم کے وصف ہیں۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ہوتا۔ جو جسم رکھتا ہؤا یہہ کہہ سکے۔ کہ وہ بیمار یا بوڑھا نہ ہوگا۔ بیماری سخت تھی۔ اور اُس نے بڑی طرح پر حملہ کیا۔ اُس وقت بدھ کو معلوم ہؤا کہ اب دُنیا سے کوچ کرنے کا وقت آگیا۔ مگر دل میں سوچنے لگے "اگر میں شاگردوں کو بغیر اچھی طرح تلقین کئے ہوئے چلا جاتا ہوں۔ تو بہتر نہ ہوگا۔ اس لئے آؤ۔ قوت ارادی سے ایک مرتبہ بیماری کو مغلوب کرو۔ اور اچھی طرح اِن کو سکھا پڑھا کر تب جسم کو ترک کرو"۔

یہہ سوچ کر اُنھوں نے محض اپنے خیال سے جسم کو اُس وقت تندرست بنا لیا اور کھلی ہوئی ہوا میں آ بیٹھے۔ تمام بھکشو آنند کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اور آنند نے اُن سے مخاطب ہو کر عرض کیا "بھگوان! میں صحت اور تندرستی کی حالت میں آپ کے ساتھ رہا ہوں۔ اس دفعہ آپ کی بیماری دیکھکر میرے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ زندگی کا کیا ٹھکانا ہے۔ پھر بھی مجھ کو پوری اُمید تھی۔ کہ آپ پوری ہدایت کئے ہوئے بغیر اس قالب کو نہ چھوڑیں گے"۔ اور بھگوان بولے "نہ سُنو آنند! میں نے ظاہری باطنی اصول کی تعلیم دی۔ کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی سکھوں کو ست چھپانے کی چیز نہیں ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص یہ سوچے۔ کہ میں ہی سنگھ کا پیشوا اور گورو ہوں۔ اور سنگھ میری ماتحت ہے۔ اور وہ خود اُس کی ہدایت

سے کے لئے نئے قاعدے گھڑنے لگ جائے۔ تم اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ایسے کسی شخص کو سنگھ کے مالک۔ پیشوا یا ہادی ہونے کی ضرورت کیا ہے! سنگھ کسی کے ماتحت کب ہے! اس خیال سے غلط فہمی پھیلنے کا خطرہ رہتا ہے۔ میں اب بوڑھا ہوا میری عمر اسّی برس کی ہو گئی۔ میری زندگی کا سفر ختم ہونے پر آیا۔ بڑھاپا میں کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ جب جسم میں طاقت ہی نہیں رہی۔ تو پھر کام کیسے ہو۔ یہ وقت دھیان میں محو رہنے کا ہے۔ میں نے جس دھرم کو سوچا۔ اور پرگٹ کیا ہے۔ تم لوگ اُس کو سیکھو۔ اس پر قایم رہو۔ اُس کی تکمیل میں سرگرمی سے کام لو۔ اور جہاں تک ہو سکے اس کی اشاعت کرتے رہو تاکہ اور جیوں کا کلیان ہو۔ دیوتا اور انسان دونو اس سے فائدہ اُٹھاویں۔ اور اُن کو اصلی آنند اور سُکھ پراپت ہو۔ بھکشو! اب بدھ کے دن قریب آ گئے۔ میری عمر پوری ہو گئی۔ جو کام مجھ کو کرنا تھا وہ کر لیا گیا۔ اب میں تم کو چھوڑ جاؤں گا۔ کیونکہ اس ناشمان جگت میں کوئی ہمیشہ نہیں رہتا۔ میں نے زندگی میں کسی پر بھروسہ نہیں کیا۔ صرف اپنا ہی بھروسہ رکھا۔ تم بھی ایسا ہی کرو اپنے قوت بازو کا سہارا رکھو۔ سرگرمی سے وچار کرتے ہوئے اپنی زندگیوں کے پاک بنانے میں لگے رہو۔ اور ہمیشہ اپنی اور اپنے من کی پرکھ کرتے رہو۔ جو شخص دھرم اور دھرم پر چلنے میں مضبوط رہیگا وہ سنسار ساگر کو پار کر جائے گا۔ اور اُس کے دُکھ ہمیشہ کے لئے دُور ہو جائیں گے۔ تم اپنے لئے شمع بنو۔ اور تمھاری روشنی سے تم کو اور دوسروں کو فائدہ ہوگا۔ اور اگیان کی تاریکی مٹ جائے گی"۔

"سنو آنند! یہ زندگی لالچ اور فریب ہے۔ جو اس کے فریب میں آیا وہ ہلاک ہوا۔ مجھ کو بھی مار یعنی کام دیو نے تین مرتبہ لالچ دینا چاہا۔ پہلی مرتبہ جب میں گھر سے باہر نکلنے والا تھا۔ مار نے مجھ کو چکرورتی راجہ ہونے اور دھرم کی تحقیقات کے ارادہ کو ترک کرنے کی لالچ دی۔ اور میں نے اُس کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دیا

دوسری دفعہ نیرنجا ندی کے کنارے جب میں وچار کا تپ کرتے ہوئے بالکل
دُبلا پتلا ہو گیا۔ تب اُس نے مجھ کو جسم پرستی اور زندگی کے پیار کی لالچ دی۔ اور میں
اُس کے دام میں نہیں پھنسا۔ اور اُس کی سات برس کی محنت اکارت گئی۔ کیونکہ وہ
سات برس تک میرے فریب دینے کے کام میں مصروف تھا۔ تیسری دفعہ پھر وہ
بہکانے آیا۔ اور مجھ کو کہا "اب مرنے کا وقت قریب آیا۔ شانتی کے ساتھ چل کے کوچ کو
جا ہیئے"۔ میں نے اس کو جواب دیا "میں سنگھ کے بھائی بہنوں۔ بھکشو۔ بھکشونیوں۔
اور گرہستی مرد و عورتوں کو چتائے بغیر نہ مروں گا۔ اور جب تک یہ دھرم کی تشریح
توضیح کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ اور اپنی مُراد دوسروں کے ذہن نشین نہ کرا سکیں
اور اُن کو دھرم کی پیروی کرنے کے قابل نہ بنا لیں میں دُنیا سے کوچ نہ کروں گا۔ دھرم
کی جب خوب اشاعت اور تشہیر ہو لے گی۔ اور یہ ہر دلعزیز بن جائے گا۔ اور باز بان
سمجھ جائیں گے۔ کہ آریہ دھرم کیا ہے۔ اور نروان کی پراپتی کیسے ہوتی ہے۔ تب
میں یہاں سے کوچ کروں گا"۔ اور آنند! ایسا ہی ہوا۔ اور دیکھو۔ دھرم کے سمجھنے۔
ماننے۔ اور اُس پر چلنے والے کثرت سے ہو گئے۔ آنند! تین مرتبہ میں نے مار بدکردار
کی بات نہیں مانی۔ آج وہ پھر چوتھی مرتبہ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا "مرنے کے
دن قریب آ گئے۔ اب تھوڑے ہی عرصہ بعد بدھ کی وفات ہونی ہے"۔ اب آنند!
میں جلدی تم کو چھوڑ جاؤں گا"۔

آنند نے کہا "خداوندا! کچھ دنوں اور ٹھہریئے"۔ یہ درخواست دو دفعہ کی گئی۔
اور دونوں مرتبہ بھگوان نے اُن کو نفی میں جواب دیا۔ تیسری مرتبہ آنند کے پھر درخواست
کرنے پر آپ نے فرمایا "آنند! تمہارا سوال فضول ہے۔ تم بدھ پر وشواس رکھتے ہو۔
اور پھر بھی ایسی ناحق باتیں کرتے ہو۔ سنو۔ جو ہم سے قریب اور عزیز ہیں وہ بچھڑیں گے
پیدائش کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے۔ جسم سانندھوں سے بنا ہے۔ اِس کے

اجزا بغیر منتشر ہوئے نہ رہیں گے۔ میں نے اس کو پہلے ہی سے چھوڑ رکھا ہے۔ اب تم اس مقام کے ارد گرد جتنے وہار ہیں اُنکے سب بھکشوؤں کو یکجا کرو۔ اور میں اُن کو اپنا آخری اُپدیش سناؤں گا"

آنند نے ایسا ہی کیا۔ سب دم کے دم میں حاضر ہوئے۔ بدھ نے وہار کے منڈپ میں بیٹھ کر اُن کو یہ ارشاد کیا "بھائیو! تم نے ست کو پالیا۔ سمجھ لیا۔ معلوم کرلیا۔ اور اس کے ماہر ہو۔ اب اُس پر عمل کرو۔ اور وچار کرو۔ اور چہار طرف جا جا کر اُس کے پرچار میں لگو۔ تاکہ دھرم عرصہ تک قایم رہے۔ خیال رکھو۔ جوتش کی مدد سے کسی کی خوش قسمتی یا بدقسمتی کی پیشین گوئی نہ کرنا۔ اور کسی طرح کے علم سے کسی کا حال بتانا۔ ان کی تم کو ممانعت کی جاتی ہے۔ من کو بےلگام چھوڑ دو گے۔ تو پھر نروان نہ پراپت کر سکو گے۔ دُنیا کے سنسنی پیدا کرنے والے معاملات سے علیحدہ رہکر من کو شانت رکھنے کا خیال رکھو۔ کھانا پینا صرف بھوک پیاس کے دُور کرنے کی غرض سے ہو۔ تتلی جس طرح پھول کا رس لے لیتی ہے۔ مگر نہ خوشبو کو بگاڑتی اور نہ پنکھڑی کو بدنما بناتی ویسے ہی تم بھی رہو۔ چار سچائیاں۔ اشٹانگ مارگ۔ دھیان وغیرہ میں نے تم کو سب کچھ سکھا دیا ہے۔ انھیں کی مشاقی سے تم نروان کی راہ پر چل سکو گے۔ اور اُن کی پیروی تم کو نروان تک ضرور پہنچا دے گی۔ میں اب مرنے کے قریب آگیا۔ چند روز بعد میں اب تمھارے درمیان نہ رہوں گا۔ زندگی اور موت دونوں ایک ہی اصول کے تابع ہیں۔ تمام مرکب اشیاء پرانی ہو کر تحلیل ہو جانے والی ہیں۔ ان کی محبت کا دم نہ بھرو۔ صرف ایسی چیز کی تلاش کرو جو دائمی ہے۔ اور اپنی نجات کی کوشش میں برابر محنت کرتے رہو۔ یہ میری آخری نصیحت ہے"

یہ کہکر بدھ نے سب کو رخصت کر دیا۔ اور پھر آپ بھی وہاں سے اور طرف کو چل دیئے۔

چوتھا سرگ

بیماری کی ترقی

زندگی اور موت دونوں وید کی ہیں صورتیں
دور ہوگا کیسے یہ۔ بے سود درماں ہوگیا

سفر کرتے کرتے جب بدھ پاوا میں پہنچے۔ چند اسونار نامی ایک بھگت نے اُن کی مہمانی کی اور خشک شوکر مارگد (۱) کی ترکاری اور چاول کی چپاتیاں کھلائیں۔ دونو ہی چیزیں ثقیل تھیں۔ اُن کو ہضم نہ ہو سکیں۔ اور وہ سخت بیمار ہو گئے۔ تاہم اُس موقع پر وہ ضبط کر گئے۔ اور تیسرے پہر کوشی نگر کی طرف روانہ ہوئے۔ جو بنارس کے شمال مشرق ۱۲۰ اور کپل وستو کے پورب ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جب وہ آدھا فاصلہ طے کر چکے راہ میں کوکت ندی دریا ملا۔ ایک تو بیماری اور درد۔ دوسرے دھاپا۔ تیسرے سفر کی ماندگی آگے کی طرف نہ بڑھ سکے۔ اور وہاں ہی آرام کرنے کی نیت سے بیٹھ گئے۔ پیاس معلوم ہوئی۔ آنند ساتھ تھے۔ اُن سے کہا۔ "آنند پانی لاؤ۔ میں پیاسا ہوں۔" آنند نے جواب دیا "ابھی چھکڑوں کے چلنے سے پانی گندہ ہو گیا ہے۔ ذرا ٹھہر جائیے۔ تب میں لاؤں۔" مگر پیاس زور کی تھی۔ دوبارہ سہ بارہ آنند سے پھر وہی درخواست کی گئی۔ آخر وہ گئے۔ کمنڈل بھر کر لائے۔ پانی بالکل صاف ہو گیا تھا۔ اور بدھ نے پی کر اپنی پیاس بجھائی ٭

اُسی جگہ پکش (ملا) اور ارکام ملے جو پاوا کو جا رہے تھے۔ بھگوان نے اِن

(۱) سوکر مارگ۔ وہی چیز ہے جس کو پورب میں گوبر چھتا اور پنجاب میں کھمب کہتے ہیں۔ سنسکرت میں اس کے معنی سور کے گوشت کے ہیں۔ انگریزی عالم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ بدھ نے سور کا گوشت کھایا تھا جو بالکل غلط ہے۔ بدھ گوشت کا کھانا منع کرتے تھے۔ اُس کا بریلی کے اطراف میں گرجڑا نام ہے ٭

دونوں کو اُپدیش دیا۔ پکش نے بدّھ اور آنند دونوں کو زردوزی کے کپڑے بھینٹ کئے اور بدّھ نے جب اُس کو پہنا اُن کا جسم خود بخود روشن ہو گیا۔ اور سب اس واقعہ کو دیکھکر دنگ ہو گئے۔ آنند نے پوچھا "بھگوان! کیا سبب ہے۔ کہ اس وقت آپ کا چہرہ اس طرح دمک رہا ہے۔ کہ سونے کا رنگ بھی اُس کے سامنے فق ہو گیا ہے؟" آپ نے جواب دیا۔ "شنو آنند! زندگی میں دو موقعوں پر بدّھ کے جلال کا تیج خاص صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔ ایک تو نروان کے گیان حاصل کرنے کی رات اور دوسرے اس کی کوچ کی رات کو۔ اور اس کے بعد پھر کبھی بدّھ کا جنم مرن نہیں ہوتا[1]"

کافی طور پر آرام کر لینے کے بعد بھگوان نے دریا میں سنان کیا۔ اور شام ہوتے ہوتے وہ کوشی نگر کے قریب ایک باغ میں پہنچے۔ اور اُن کی حالت خراب ہو گئی تب آنند کو یاد کیا۔ اور اُن سے مخاطب ہو کر بولے "آنند! یہ میری زندگی کا آخری دن ہے۔ اب میں زندہ نہ رہوں گا۔ ممکن ہے میرے بعد کوئی چند اسونار سے کہے کہ تیرے یہاں کھانا کھانے سے بدّھ کی موت ہوئی ہے۔ اس لئے تیرا بھلا نہ ہو گا۔ تم چند اکے پاس خود جا کر کہدینا۔ کہ جس کے گھر آخری غذا کھا کر بدّھ نروان میں داخل ہوئے ہیں۔ اُن کو بہت پھل ملتا ہے۔ اور اُن کے پُنیہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ دو آدمی ہیں۔ جو بڑے پُنیہ کے وارث ہیں۔ ایک تو جاتا ستری جس کی کھیر کھانے کے بعد بدّھ کو نروان کا گیان ملا۔ اور دوسرا یہ چند جس کی روٹیاں کھانے کے بعد بدّھ پری نروان دشا میں داخل ہونگے۔ تم اس سے کہدینا۔ کہ میں (بدّھ) نے خود یہ باتیں اپنی زبان سے کہی ہیں۔ اور اُس کو تسلی دینا۔"

[1] اس کا سبب سنتوں کی تعلیم کے موافق یہ ہے۔ کہ جسم کے رگ و ریشوں سے سُرت کھنچکر اوپر کو چڑھ جاتی ہے۔ تب آنکھ اور پیشانی خاص طرح پر چمکنے لگتی ہے۔ اس مکھ پر برہم کا تیج بھی کہا جاتا ہے۔

حالت بد سے بدتر ہوتی گئی جسم اکڑنے لگا۔ اس وقت بھگوان بولے "دانی کو اصلی نفع۔ اہل ضبط کو سچی طاقت۔ من اور اندریوں کے بس کرنے والے کو اعلےٰ درجہ کی حکومت ملتی ہے اور گناہ۔ شہوت۔ بدفراجی۔ اور بھرم۔ اگیان کے دُور ہو جانے سے نروان کی پراپتی ہوتی ہے"۔

پانچواں سرگ

آخری وقت کی دردآمیز باتیں

مسائلِ توحید کا کلمہ زباں سے جو سُنا
سالکوں کا بس وہی دین اور ایماں ہوگیا

کوشی نگر کے اُپ بن اور ملّا قوم کے باغ میں ہرنیاوتی ندی کے کنارے دو درختوں کے درمیان۔ بستر لگادیا گیا۔ سیرھانا اُتر کی جانب اور پیتانا دکھن کی طرف ہے۔ مرتے وقت آریوں میں اسی طرح لیٹ رہنے کا دستور سناتن زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ اور گورو اُس پر لیٹ گئے۔

آنند کو دُکھ ہوا۔ وہ ابھی سے گورو کی جُدائی کو محسوس کرنے لگے۔ اور ایک کنارے جاکر رونے لگے "ہائے اسنسار میں اگیان کی تاریکی تھی۔ ہر چہار طرف گھُپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا تھا۔ سب ٹٹول ٹٹول کر چل رہے تھے۔ پھر بھی کسی کو نہ کسی بات کی خبر تھی نہ ٹھور ٹھکانا ملتا تھا۔ بدھ دگیان کے سورج بن کر روشن ہوئے۔ اور نروان کے نور سے سنسار کو منور کر دیا۔ افسوس اب وہ سورج ڈوب رہا ہے"! بدھ کو آنند کے دلی جذبات کی خبر تھی۔ بولے "بھائیو! آنند کو بلاؤ۔ وہ اس وقت کہاں ہیں"؟ آنند بلائے ہوئے آئے۔ آنکھیں

خون کے آنسو رو رہی تھیں — ہونٹ ہل رہے تھے۔ جسم میں لرزہ تھا۔ دل بھرا اور مضطرب تھا۔ آتے ہی اُن کی آنکھوں کا چشمہ اُبل آیا۔ اور زور شور کے ساتھ اُنسو بہنے لگا۔ گورو نے یہہ حالت دیکھی۔ فرمایا "آنند! آؤ۔ میرے پاس بیٹھ جاؤ — تم آخر اِس قدر روتے کیوں ہو! رونا موقوف کرو۔ رنج کرنا عبث ہے۔ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہے ہو۔ میری باتیں سُنی ہیں۔ کیا میں نے تم کو پہلے نہیں بتایا تھا۔ کہ جنم کے لیے مرن۔ اور ملاپ کے لئے جُدائی لازمی ہیں — ہر مرکب شے میں تحلیل ہونے کا قدرتی خاصّہ ہوتا ہے۔ جو آیا ہے وہ چلا جائے گا۔ جو بنا ہے وہ بگڑ جائیگا۔ جو ملا ہے وہ چھوٹ جائے گا۔ نادان آتما کے جال میں پھنسے ہوئے "میرا تیرا" کرتے رہتے ہیں۔ نہ کوئی میرا ہے۔ نہ کوئی تیرا ہے۔ کوئی کسی کا نہیں ہے۔ اور وہ کسی کا ہو کیسے سکتا ہے! یہہ سوچنے سمجھنے کی بات ہے۔ تم من بچن کرم سے میری سیوا کرتے رہے ہو۔ تمہاری زندگی بہت نیک اور پاک ہوئی۔ جس طرح تم نے کام شروع کیا ہے۔ اُس کو جاری رکھکر پُورا کرو۔ اور وہ وقت اب دُور نہیں ہے۔ جب تم بھی زندگی کی پیاس۔ اگیان کے پھندوں۔ اور آتما کے قرضی اور کلپت جھگڑوں سے چھوٹ جاؤگے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اِس گوشت پوست کے جسم کو محفوظ رکھوں؟ نہیں۔ یہہ بالکل غلط خیال اور نادانی کی گفتگو ہے۔ میں نے کام پُورا کرلیا۔ اب مجھ کو سنسار سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جانا چاہئے"۔

آنند نے آنسو پونچھ کر سوال کیا "آپ کے پیچھے کون ہم کو دھرم سکھائے گا؟"

اور گورو نے جواب دیا "نہ میں بدھوں کے سلسلہ کا پہلا ہوں نہ آخری ہوں — وقت وقت پر۔ ضرورت کے موافق۔ جیووں کے کلیان کرنے کے لئے بدھ دیو پرگٹ ہوتے رہتے ہیں۔ اس کلپ میں میں چوبیسواں بدھ ہوں۔ پچیسویں میتیر ہونگے۔ اور پھر دھرم چکر کا پربورتن ہوگا۔ بدھ سچائی کا نام ہے۔ بدھ چھوا عقل

وغیرہ کو نہیں کہتے۔ یہہ ست ہے۔ ست نہیں مرتا۔ جب جب بھرم کے بادل دھرم کے آکاش کو اندھیاریا سیاہ کر دیتے ہیں تب تب بدھ پرگٹ ہو کر اپنے جلال اور تیج سے اُس کو روشنی دیتے ہیں۔ اور اگر تم سچائی پر وشواس ہے تو پھر بدھ کو فانی کیوں سمجھتے ہو۔ جس کے دل میں سچائی ہے۔ بدھ اُس کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ بدھ سچائی اور ست ہی کا نام ہے"۔

آنند نے پوچھا ہم میترے کو کن علامتوں سے پہچانیں گے"؟ آپ نے فرمایا "سورج کے دکھانے کے لئے چراغ کی کب ضرورت ہوئی ہے۔ کیا سورج کا لاثانی نور خود اُس کے پہچان کی یقینی علامت نہیں ہے؟ میترے دیا مجسم ہونگے۔ پریم کی جھلکتی ہوئی مورتی۔ جیوں پر دیا کرنے والے۔ نہ کسی سے نفرت نہ کسی سے رشک وحسد۔ یہہ اُن کی پہچان ہوگی۔ پریم کبھی چھپانے سے چھپا ہے؟ وہ چاند کی نورانی کرنوں کی طرح پھوٹ نکلتا ہے۔ اور دم کے دم میں محیط کل ہو جاتا ہے۔ چاند کی روشنی چاندنی بن کر ایک جگہہ تو نہیں رہتی۔ اسی طرح میترے جب آویں گے اپنے پریم کی دھاروں سے سب کے دلوں کو معمور کر دیں گے۔ یہہ اُن کی پہچان ہوگی"۔

تب بھگوان اور بھکشوؤں کی طرف مخاطب ہوئے "بھائیو! آنند قابل تعظیم ہیں۔ اُن کا دل بہت وسیع ہے۔ اور پریم سے بھرا ہوا ہے۔ تم سب لوگ ملے جلے ہوئے۔ مرد وعورت۔ بھکشو اور بھکشونی سب کرم بیشش دھرم کے فرض کو انجام دیتے رہو۔ یہی بدھ کی مناسب تعظیم اور تکریم ہے"۔

چھٹا سرگ

سوبھدر کے ساتھ بات چیت

بے عمل کا علم ہے بے سود۔ اُس سے نفع کیا
علم کا عامل تھا جو سچا سخن داں ہوگیا

جب ملا قوم کے آدمیوں نے سُنا۔ کہ بُدھ آئے ہیں۔ اور ہمارے باغ میں مقیم ہیں"۔ وہ سب درشن کے لئے حاضر ہوئے۔ بھگوان اُن کی شردھا بھگتی دیکھکر خوش ہوئے۔ اور گو اُن کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ پھر بھی اُن سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے "بُدھ کا درشن کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ بُدھ کی ہدایت پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔ دانہ پانی کے دیکھ لینے ہی سے بھوک پیاس نہیں جاتی۔ کھانے پینے سے آسودگی ہوتی ہے۔ جنہوں نے میرے اُپدیش کو سُنا۔ لیکن اُس کے مطابق زندگی نہیں بنائی"۔ اور نہ دھرم کی راہ اختیار کرتے ہوئے نروان کی پدوی حاصل کی۔ تو اُن کا سُننا اور نہ سُننا برابر ہے۔ لیکن جس نے مجھ کو نہیں دیکھا۔ نہ میری زبان سے اُپدیش سُنا۔ بلکہ ست کو پیار کرتا ہوا ست کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اُسی کو بُدھ کا سچا درشن ملا۔ اور وہ اُن کا پیرو کار ہے۔ جیسے حکیم کے محض دیکھ لینے سے مرض دور نہ ہوگا ویسے ہی بُدھ کے محض درشن سے سنسار کا دُکھ نہ جائے گا۔ جو میرے حکم پر چلتا ہے۔ مجھ سے قریب ہے۔ مگر جو میرے ساتھ ہو کر حکم نہیں مانتا وہ مجھ سے بہت دُور ہے۔ تم نے بُدھ کا آخری مرتبہ درشن کر لیا۔ بہت اچھا کیا۔ لیکن تعریف تو اُس وقت ہے۔ جب دھرم پر ثابت قدم رہکر اُس کی پیروی کرتے رہو"+

یہ کہکر بھگوان لیٹ گئے۔ اور چُپ ہو رہے۔ کیونکہ آخری وقت پہنچ گیا تھا

اور ہاتھ پاؤں کی طاقت زایل ہو رہی تھی۔ مگر اُسی وقت آواز سنائی دی " آنند! مجھکو بُدھ کا درشن کر لینے دو۔ کیوں روکتے ہو۔ ایسا موقع صرف کسی کسی خوش نصیب آدمی کو ملتا ہے۔ بُدھ روز روز نہیں پیدا ہوتے۔ میں بھگوان سے کچھ سوال کرونگا۔" مگر آنند کنا تھا " نہیں سادھو! یہ درشن کا وقت نہیں ہے۔ آج بھگوان کے چولہ چھوڑنے کا دِن ہے۔ تم بحث کرو گے اُن کو تکلیف ہوگی۔" پھر کہا گیا " مترا درشن کی اجازت دو۔ اس آخری وقت ہی میں مجھکو روحانی فایدہ حاصل کر لینے دو۔ بُدھ کبھی نہ روکیں گے مجھکو یقین ہے۔ اور میں اُن کی دیا سے اپنے شکوک رفع کر لوں گا۔" آنند نے کہا " سوبھدر! بُدھ آج ہی سفر سے آئے ہیں۔ اور بات کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ اُن کو اور زیادہ تکلیف نہ دو"۔

جب بھگوان نے یہ باتیں سُنیں۔ آواز دی " آنند! نہ روکو۔ سوبھدر کو آنے دو وہ دھرم کے جاننے کی خواہش سے سوال کرے گا۔ مجھکو تکلیف نہ دیگا۔ اس وقت اُس کے سوال کا میں جو کچھ جواب دوں گا وہ آسانی سے سمجھ جائے گا۔ اور اُس کی تسلی ہو گی۔" آنند نے بھگوان کا حکم سُن کر سوبھدر کو گورو کے پاس آنیکی اجازت دی اور اُنھوں نے آکر ساشٹانگ ڈنڈوت کیا۔ اور حکم پاکر پوچھنے لگے " بھگوان! اکھٹ[1] درشنوں کے معلّم کی تعلیم آیا نجات دینے والی ہے یا نہیں۔ اُن کو گیان کا دعوےٰ تھا۔ اور اُن کی رائیں ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔" بُدھ بولے " سوبھدر! یہ مسئلہ بہت بحث طلب ہے۔ تم دیکھتے ہو۔ میرے کوچ کا وقت پہنچ گیا ہے۔ میں تم کو کیا جواب دوں۔ صرف اتنی بات کہتا ہوں۔ جس درشن میں پاکدامن زندگی بسر کرنے کی ہدایت نہ ہو۔ اُس کی مدد سے

[1] کھٹ درشن ہم ہندوؤں میں ویدانت۔ سانکھیہ۔ یوگ۔ نیائے۔ ویشیشک۔ اور میمانسا ہیں۔ مگر بُدھ کے اوقات ان سے کھٹی۔ گو۔ سالی۔ تھنندری۔ جالی۔ اور گیتی مراد لیتے ہیں۔ اور پوری طرح پر ان کی وضاحت نہیں کرتے۔

نجات کی اُمید رکھنی غلطی ہے۔ تم اشٹانگ مارگ پر چلو۔ چار آریہ سچائیوں کو سمجھو۔ پاک بنو۔ پریم کو اپنے دل میں جگہ دو۔ یہی نجات اور مُکتی کا راستہ ہے۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتے ہو"!

سُبھدر کی اتنی ہی باتوں سے تسلّی ہو گئی۔ اور اُس نے اُسی وقت بُدھ دھرم اور سنگھ کی شرن لیکر آنند سے کہا۔ "مجھ کو تو صرف آخری دن گورو کی سنگت نصیب ہوئی تم ساری عمر اُن کے ساتھ رہے ہو۔ تم مبارک اور خوش نصیب ہو"+

ساتواں سرگ

بُدھ کی وفات

ہے قمر نظروں سے غائب۔ وصل کی شب ہو چکی
جلوہ گر اب آفتاب روزِ ہجراں[۱] ہو گیا

ادوم نمو پدسے سُبھدر کے دیکشا دینے کے بعد، بُدھ کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے۔ پھر بھی وہ آنند سے مخاطب ہو کر بولے "آنند! ایسا نہ ہو۔ کہ تم میرے پیچھے اس طرح کہو۔ کہ اب اُپدیش ختم ہو گیا۔ اور گورو کے گُپت ہونے پر تعلیم کا سلسلہ بند ہو گیا۔ ایسا کبھی خیال نہ کرنا چاہئے۔ یہ سچ ہے۔ کہ میں اب پھر کبھی پیدا نہ ہونگا۔ میرے جنم مرن کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے مگر میرے بعد دھرم اور سنگھ دونوں رہینگے۔ اور تم اُن ہی کو گورو سمجھنا۔ سنگھ کو اختیار ہے کہ میری عدم موجودگی میں وہ ضرورت۔ خواہش اور مصلحت وقت کے موافق صرف ادنےٰ اور معمولی احکام کے متعلق ترمیم اور

[۱] شاہ ظفر مرحوم کا کلام ہے :-

وصل کی شب ہو چکی رخصت قمر ہونے لگا   آفتاب روز محشر جلوہ گر ہونے لگا

تمسیخ سے کام لے"+

اس کے بعد آپ نے بھکشوؤں کو خطاب کیا "بھائیو! یہ میرے مروار دی کا وقت ہے۔ ممکن ہے دھرم اور سنگھ کے معاملات میں کسی بھائی کے دل میں کوئی اعتراض یا شک و شبہہ باقی ہو۔ اور وہ پیچھے سے افسوس کرے۔ کہ میں نے بدھ گورو سے اُن کی زندگی میں نہیں پوچھ لیا۔ اس لئے میں تم کو حکم دیتا ہوں۔ کہ ابھی وقت ہے۔ جس کو جو سوال کرنے ہوں وہ کرلے" مگر نہ کسی نے کچھ دریافت کیا۔ اور نہ پوچھنے کی کسی کو ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ حالت دیکھکر آنند کو تعجب ہوا۔ اور وہ کہہ اُٹھے "اس مجمع میں ایک بھی تو ایسا بھائی نہیں نظر آتا ہے۔ جس کے دل میں بدھ۔ دھرم۔ اور سنگھ کی بابت اعتراض ہو۔ یا غلط فہمی ہو۔ سب نے سچائی کی رُوح کو جذب کرلیا ہے"

بدھ آنند کی بات سُن کر بولے "آنند! ان لفظوں سے تمھارے اپنے وشواس اور بھگتی کا پتہ لگتا ہے۔ لیکن حقیقت یوں ہی ہے۔ کہ کسی بھائی کے دل میں بدھ دھرم اور سنگھ کے متعلق شک و شبہہ کی گنجایش نہیں ہے۔ اور جس کا سنسکار کر دیا گیا ہے وہ نروان کا ادھکاری اور پرم پد پانے کے قابل ہو گیا ہے۔ لیکن میں احتیاطاً پھر بھی تم سے پُوچھتا ہوں۔ کہ آیا تم سچ مچ شک و شبہہ نہیں رکھتے یا محض بدھ کی تعظیم اور اُن کی آخری حالت کی تکلیف کے خیال سے خاموش ہو؟" بھکشو ہم زبان ہو کر بولے "نہیں بھگون! ایسا نہیں ہے۔ بلکہ سچ مچ ہمارے دلوں میں کوئی بھی شک و شبہہ باقی نہیں رہ گیا ہے"+

تب بدھ نے پھر فرمایا "اگیان نے سنسار کو گھیر رکھا تھا۔ جیسے انڈے کے جانور انڈے میں پڑے اور پھنسے رہتے ہیں۔ ویسے ہی سب اندھکار میں تھے۔ میں نے اس اودیا کے انڈے کو توڑ دیا۔ اور بدھ ہوا۔ اس لئے تم کو بدھ کی عزت اور تعظیم دل میں رکھنی چاہیے۔ اور ان کے معراج اور اِشٹ کے پورے کرنے کی

خواہش کرنی چاہیئے - اور تم کو بھی بُدھ پد اور نروان اَوستھا کو حاصل کرنا چاہیئے - اب
میں تم سے رُخصت ہوتا ہوں - تمام مُرکّبات میں تحلیل ہونے کا قدرتی خاصہ ہے۔
ست دائمی دائم وقایم ہے - تم اپنی مُکتی آپ اپنی محنت سے کرو - اور کسی کا سہارا نہ
تلاش کرو - یہ تم سے میرے آخری الفاظ ہیں" +

اس تقریر کے بعد گہری سمادھی لگ گئی - آنکھیں بند ہوگئیں - اور وہ پھر نہیں
کھُلیں - بُدھ نے دُنیا سے کوچ کیا - نروان پد کے سِکھانے والے گُورو نے شریر
کو ہمیشہ کے لئے تیاگ دیا - ایک نور کا شعلہ تھا - جس نے روشن ہوکر دُنیا کو نورانی کر دیا
تھا - اور پھر خاموش ہوگیا - زمین میں بھونچال آیا - آسمان میں رعد کی گرج ہوئی -
جس مخلوق کو ابھی تک گیان کی دولت نہیں حاصل ہوئی تھی تڑپتی ہوئی رنج اور ملال
سے فرشِ خاک پر گر پڑی "ہائے گُورو نے بہت جلد شریر کا تیاگ کر دیا - ابھی ہماری
ضرورت رفع نہیں ہوئی تھی - اور نہ دلوں کی تاریکی مٹی تھی - کہ دُنیا کا روشن کرنے
والا نور آسمانِ فانی میں بُجھ گیا" ماتم کی صدا بلند ہوئی - سب رونے لگے - ملّا قوم کے
مرد و عورت اس واقعہ کو سُن کر سب وہاں آ گئے - اور گورو کی موت پر ماتم کرنے
لگے +

آنند نے اِن لوگوں کو سمجھایا "بھائیو! رونا اور شور کرنا عبث ہے - گُورو نے
ہمارے ذہن نشین کرا دیا تھا - کہ ہر پیدا شدہ شے میں تحلیل کا قدرتی خاصہ ہے - جو
بنتا ہے وہ بگڑتا ہے - یہ جسم عنصری اجزا سے بنا ہے - اس کا تو کمزور ہوکر زائل ہو
جانا لازمی ہی تھا - تم صبر کرو" +

اُسی وقت ملّا قوم کے سرداروں نے باجے گاجے منگائے - پھول - ہار - لباس
پوشاک - عطریات وغیرہ کے سامان مہیا کئے گئے - اور دوسرے دن جسم کو غسل دیا گیا اور
بڑی شان و شوکت کے ساتھ چتا پر لاش کو رکھکر اُس کا داہ کرم کر دیا گیا - کہتے ہیں کہ کسی

شاہنشاہ یا مہاراجہ کا بھی انتم سنسکار اس دھوم دھام سے کبھی نہیں ہوا تھا +
جب جسم جل گیا۔ مختلف راجاؤں کے دربار سے ایلچی آئے۔ اور گورو کے
پھول کے حصہ کی درخواست کی۔ یہ آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور جو لوگ
جہاں جہاں اُس کو لے گئے۔ دھات کے صندوق کے اندر رکھکر اُس پر عالیشان
ستھوپ (مینار) بنوائے۔ اور اُس کو بُدھ گورو کی یادگار کا ذریعہ ٹھہرایا۔ اور آج
تک تمام مُلکوں کے معتقد اِن پاک مقامات کے درشن کرنے کے لئے آتے ہیں۔
اور بُدھ بھگوان کی لامثال تعلیم۔ لامثال زندگی کی مثال۔ اور لامثال گیان میں
اپنی رُوحانی تسلّی تلاش کرتے ہیں۔ جب سے بھگوان نے دھرم کا پرچار کیا اربوں
آدمیوں کو اُس سے فیض پہنچا۔ اب بھی کروڑوں ایسے ہیں جو رات دن اُن کی
سچی تقدیس کا گیت گاتے ہوئے اپنا جنم سپھل کرتے ہیں +

بُدھ کی جے ہو۔ دھرم کی جے ہو۔ سنگھ کی جے ہو +
دُکھیوں کے دُکھ دُور کرنے والے۔ بھوجال میں پھنسے ہوؤں کی بندھ
کاٹنے والے۔ بھوساگر سے پار اُتارنے والے۔ سب کے
بھائی۔ پیارے۔ گورو۔ دھرم چکر کے پرورتن کرنیوالے
بُدھ بھگوان کی جے ہو

ادم نیو یدیے نمہ
ہولی کے دن ۹ مارچ ۱۹۱۷ء کو نذر ہی وگیان بودھاین سماپت

ضمیمہ جات گیان بودھاین

یعنی

شاکیہ منی بھگوان بدھ کا

دھرما لوک مُکھ سُتر

بدھ دھرم کے تمام فلسفہ اور دھرم کرم کے
مستعملہ اصطلاحات کے مجموعہ سے سوتر
مہایان شاکھا کے بموجب

مع مختصر تشریح کے
و دیگر ضمیمہ جات

از ایڈیٹر وگیانی لاہور

جملہ حقوق بنام منشی گوری شنکر لال اختر

فہرست ضمیمہ جات وگیان بودھاین

اکتوبر ۱۹۱۶ء

ضمیمہ وگیان بودھاین نمبر ۱

دھرما لوک سکھ سوتر

ایک مشہور سنسکرت کتاب کا ترجمہ معہ نہایت مختصر تشریح کے

دیباچہ۔ یہ سنسکرت کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں بُدھ دھرم کے قریب قریب تمام متعلقہ دھارمک اور فلسفیانہ اصطلاحات آجاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ سُوتر خود بدھ بھگوان کے تصنیف کردہ ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط اور غیر صحیح بات ہے۔ کیونکہ اوّل بھگوان نے خود کوئی بات نہیں لکھی۔ دوسرے اس میں ہین یان اور مہایان کا ذکر آتا ہے جن کا بھگوان کی زندگی میں کہیں نام ونشان تک نہیں تھا۔ اُس وقت بُدھ دھرم صرف آریہ دھرم کے نام سے موسوم تھا۔ صدیوں کے بعد اُس کی دو شاخیں ہو گئیں۔ قدیم شاخ ہین یان اور نئی مہایان کہلانے لگی۔ یہاں ہم مصلحتاً اس مختصر کتاب کو بطور ضمیمہ داخل کر دیتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو اس مذہب کے تمام مسایل سے معمولی طور پر واقفیت ہو جائے۔ اس کے سوا اور ہماری کوئی غرض نہیں ہے۔ ایک ایک سُوتر تفصیل کے ساتھ بیان کئے جانے میں کئی صفحے لے لیتے۔ اس لئے بہت مختصر مگر واضح پیرایہ میں اُن کو بیان کیا گیا ہے۔ مزید تشریح کے لئے اسی نام کی ہندی کتاب مرتبہ مرحوم شاستری کشنی لال جی کو دیکھنا چاہیئے ؎

شیبو

پہلا سُوتر۔ (۱) شردھا (عقیدت) پہلا دھرما لوک مکھ ہے[1]۔ اُسکا پھل یہ ہے۔ کہ چت کا آشے (مقصد) نہیں ٹوٹتا +

مختصر تشریح جس شخص کو جس بات جس کام اور جس خیال میں شردھا ہوتی ہے وہ لگاتار اُس بات اُس کام اور اُس خیال میں لگا رہتا ہے اور جبتک اُن کی تکمیل نہیں کر لیتا تب تک نہیں چھوڑتا۔ دھرم میں بھی شردھا نہایت ضروری شے ہے۔ بغیر اس کے دھرم کی کمائی کرنا۔ دھرم کے پھل آتمّا کرتے رہنا اور دھرم کے مقصد میں کامیاب ہونا مشکل ہے۔ شردھا دھیرج دے دے کر چت کو مقصد معراج اور تمنا کی طرف مائل رکھتی ہے۔ اور بد دل۔ بے دل اور بے صبر نہیں ہونے دیتی +

دوسرا سُوتر۔ (۲) چت کی پرسنّتا کو پرساد کہتے ہیں۔ اور وہ چت کی شُدھی کو پیدا کرتا ہے +

مختصر تشریح ۔ شردھا کے ساتھ ساتھ جس قدر من کی کثافت دور ہوتی جائے گی اور وہ پاک صاف اور لطیف بنتا جائیگا۔ اُسی قدر وہ خوش مطمئن اور بیفکر رکھیگا۔ اسی حالت کا نام پرساد ہے۔ اور وہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ چت شُدھ ہو رہا ہے۔ رج اور تم کے پردوں کی وجہ سے من چنچل مَلین اور آلسی رہتا ہے یہ عیب جس قدر دور ہوتے جائیں گے۔ اُسی قدر وہ پاک ہوتا جائے گا۔ جیسے صبح کے وقت سورج کے آہستہ آہستہ طلوع ہونے پر رات کی تاریکی دور ہوتی ہے۔ ویسے ہی شردھا سے ملینتا کا ناش ہوتا ہوا شُدھتا آتی اور چت کو پرسنّ کرتی ہے +

تیسرا سُوتر۔ پرمودیہ جگت میں پرسدّھی پیدا کرتی ہے +

مختصر تشریح ۔ پرمود نام ہرش۔ آنند اور خوشی کا ہے۔ جس میں شردھا اور پرساد کے سلسلہ میں آتی ہے۔ اُس کو دھرماتماؤں کو دیکھکر خوشی ہوتی ہے۔ وہ کسی کی حسد نہیں کرتا۔ اور جگت میں پرسدّھ ہو جاتا ہے۔ سادھو کو شہرت یا نیکنامی کی خواہش نہیں ہوتی۔ نہ دنیاوی شہرت سے اُس کو

---

[1] دھرما لوک مکھ ہر سُوتر میں آیا ہے۔ ہم نے اپنے ترجمہ میں صرف پہلے سوتر میں یہ الفاظ داخل کئے ہیں +

کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر سنسار کے لابھ کا تو ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر اور لوگ اُن کے پاس اُپدیش پانے اور ست سنگ کرنے کیسے آئیں گے۔ اس وجہ سے سنسار میں پربتہ ہونا جیوں کے اپکار اور اُن کے گیان دھرم سکھانے کی غرض سے ہے +

چوتھا سُوتر۔ پریت سے چِتّ کی شُدھی پرگٹ کرتی ہے +

مختصر تشریح۔ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنا پریت ہے۔ اور جب یہ وصف آجاتا ہے تو حسد نفرت اور خود غرضی نہیں رہتی۔ پراپکار میں جی لگتا ہے۔ اور پھر جتنا کام کیا جاتا ہے اُسی قدر چِت میں پاکی آتی جاتی ہے اور آدمی فیاض اور سیر چشم ہو جاتا ہے +

پانچواں سُوتر۔ (۵)۔ کائے سمورتی سے شریر کے تین دوش دُور ہو کر شُدھتائی آتی ہے +

مختصر تشریح۔ کائے جسم کو اور سمور سم ورتی کو کہتے ہیں۔ اس سے تین جسمانی عیب مٹتے ہیں۔ قتل چوری۔ اور زنا +

چھٹا سُوتر۔ (۶)۔ واک سمور سے بانی کے چار دوشوں کی نورتی ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ بانی کی شُدھی کا نام واک سمور ہے۔ جھوٹ بولنا۔ سخت کلامی کرنا۔ چغلی کھانا۔ اور بلا ضرورت بات چیت کرتے رہنا۔ یہ چار زبان کے پاپ کہلاتے ہیں۔ واک سمور سے یہ سب دور ہو جاتے ہیں +

ساتواں سُوتر۔ (۷)۔ من سمور سے ابھدھیا۔ ویاپاد۔ اور متھیا درشٹی کی نورتی ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ من کی سم ورتی سے تین پاپ دُور ہو جاتے ہیں۔ اول ابھدھیا یعنی کسی کی دولت یا چیز کو چھین لینا۔ دوسرے ویاپاد یعنی کسی کے برخلاف دل میں بغض اور کینہ رکھنا۔ تیسرے متھیا درشٹی یعنی ناستک بھاؤ کو جیت دینا۔ یہ تین من کے پاپ ہیں۔ اور من سمور سے جاتے رہتے ہیں +

آٹھواں سُوتر (۸)۔ بُدھ کے بار بار سمرن کرنے سے شُدھ درشن پیدا ہوتا ہے

مختصر تشریح۔ بُدھ کو ایشور۔ برہم۔ سروگیہ وغیرہ کہتے ہیں۔ اس طرح بار بار سمرن کرنے سے آدمی کو

شدھ درشن یعنی اصلیت اور حقیقت کے جلوہ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بدھ نام اُس کا ہے جس نے جنم بڑھاپا موت اور دکھ کو جیت لیا ہے۔ سو وہ آدرش۔ اشٹ اور معراج ہے۔ اُس کے بار بار یاد کرتے رہنے سے چت اُسی طرح بن جاتا ہے اور حقیقت کی سمجھ آنے لگتی ہے۔ یہ شدھ درشن کا مطلب ہے +

نواں سوتر۔(۹)۔ دھرما نوسمرتی دھرم کے اُپدیش کی شدھی پیدا کرتی ہے

مختصر تشریح۔ دھرم کے بار بار سمرن کرنے کو دھرما نوسمرتی کہتے ہیں۔ جو شخص دھرم کا سمرن کر لیتا ہے وہ دوسروں کو بھی شدھ دھرم کا اُپدیش دیتا ہے۔ شدھ دھرم کا اُپدیش کرنا بڑی فیاضی ادا کرتا ہے +

دسواں سوتر۔(۱۰) سنگھا نوسمرتی نیلے کا اوگرن پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح۔ سنگھ نام ہے سادھو کے مجمع اور جگیاسوؤں کے سنگ کا۔ اس کے سمرن کرنے سے دھرم کے مارگ پر چلنا اور دھرم کے برخلاف کام کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ دھرم میں درڑھ ہونا اور اُس کی مریادا کو خراب نہ کرنا نیلے کا اوگرن کہلاتا ہے +

گیارھواں سوتر (۱۱) تیاگا نوسمرتی سے سب اُپادھیوں کی نورتی پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ تیاگ نام ہے ویراگ اور سنیاس کا۔ اس کے سمرن کرنے سے جتنی سنسار کی اُپادھی ہوتی ہیں وہ مٹ جاتی ہیں۔ اور پھر پرشے بھوگ میں بندھن نہیں ہوتا۔ ویراگ اور ابھیاس دونوں ہی ضروری ہیں۔ انوسمرتی یعنی بار بار سمرن کرنے کو ابھیاس کہا جا سکتا ہے۔ روپ رس۔ گندھ۔ شبد۔ سپرش وغیرہ کی چاہ کو مٹنا ویراگ ہے +

بارھواں سوتر۔(۱۲)۔ لیلا نوسمرتی سے پورن پرندھان پیدا ہوتا ہے

مختصر تشریح۔ لیلا نام ہے چرتر کا۔ پرندھان کہتے ہیں چت کی اچھا دشٹی کو۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص مہاپرشوں کے چرتر کو بار بار غور کرتا رہتا ہے۔ اُس کے دل میں خود بخود سیری۔ سیر چشمی اور اُدارتا آتی ہے۔ اور پھر وہ اور جیوں پر دیا کر کے اُن کے اُپکار میں لگتا ہے۔ اور جس طرح مہاپرشوں نے چرتر کئے ہیں

ویسے ہی اس کا بھی عمل دشغل بن جاتا ہے +

تیرھواں سُوتر (۱۳) دیوتاؤں کی سمرتی سے چت کی اُدارتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - دیوتا ساتوک ہوتے ہیں۔ ستوگن اُدارتا کا لکشن ہے۔ اسلئے دیوتاؤں کے سمرن کرنے سے دیوتاؤں کے گُن چت میں پیدا ہو کر اُس کو اُدار بناتے ہیں +

چودھواں سُوتر (۱۴)۔ کایا گتا نو سمرتی سے کایا کا بودھ پیدا ہوتا ہے

مختصر تشریح - کایا جسم اور شریر کو کہتے ہیں۔ اس پر بار بار سوچتے رہنا کایا گتا نو سمرتی ہے۔ یہ شریر کیا ہے ؟ رس۔ رکت۔ پھیپھڑا۔ چربی۔ ہڈی۔ بیج وغیرہ سے بنا ہے اشُدھ ہے۔ ناپاک ہے۔ ناپائدار ہے۔ جو شخص اس طرح غور کرتا رہیگا وہ شریر کو ناشمان جان کر اس سے اپنے موہ میا کو ہٹا لیگا۔ اسی کو کایا کا بودھ یعنی جسم کی اصلی حالت کا گیان کہتے ہیں۔ یہ گیان شریر سمبندھی وچار سے پیدا ہوتا ہے +

پندرھواں سُوتر (۱۵)۔ ویدنا گتا نو سمرتی سب وستوؤں کی شُدھی کے نشچے کو پیدا کرتا ہے +

مختصر تشریح - ویدنا نام ہے دُکھ کا۔ جب دُکھ پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دُکھ کا اصلی سبب صرف راگ اور دویش ہے۔ اور جب غور کرتے کرتے یہ عیب دل سے دور ہو جانے میں تو پھر اور سب چیزوں کے بے عیب ہونے کا یقین آتا ہے۔ اگر ہم میں خودی۔ خود غرضی اور اہنکار نہ ہو تو پھر ہم کسی کو بھی بُرا نہ سمجھیں +

سولھواں سُوتر (۱۶)۔ چتا نو گتا نو سمرتی سے مایا کے اُپچے کا وچار پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح - اُپچے نام ہے مجموعہ گروہ اور سموہ کا۔ جب چت کے سنکلپ وغیرہ کی مناسب سمرتی ہو جاتی ہے۔ تب یہ وچار خود بخود پیدا ہونے لگتا ہے۔ کہ سب چیزیں مایا کی سموہ ہیں۔ اور مایا کے طرح ناشمان اور دُکھ دینے والی ہیں۔ اور تب ان سب کی طرف سے ویراگ ہو جاتا ہے +

سترھواں سُوتر۔ (۱۷) دھرما نوگنا نوسمرتی سے اندھکار رہت گیان پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح۔ جب دھرم کے انگ پورے پورے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اور چت میں اُن کا سمرن رہتا ہے۔ تب پرش ادھرم روپ گیان کے اندھکار سے نکل کر گیان روپ اُجالے میں آجاتا ہے +

اٹھارھواں سُوتر۔ (۱۸) میتری سے تمام اُپادھی والے پُنیہ کرم دب جاتے ہیں۔ اور نشکام کرم کی رُچی پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ میتری نام ہے جیووں کے ساتھ مترتائی۔ اور پریم بھاو رکھنے کا۔ اور قاعدہ کی بات ہے۔ جو آدمی سب کا دوست اور خیر خواہ ہوگا۔ وہ تو پراُپکاری ہوگا۔ اُس میں خود غرضی نہ ہوگی۔ اور اپنے پُنیہ کرموں کے پھل کو جیووں کے اُپکار کے اَرپن کرنے سے وہ بیغرض بنا رہیگا اور صرف نشکام کرم میں اُس کا چت ہوگا۔ اور یہہ کرم اُس کے لئے کوئی اُپادھی نہ پیدا کریں گے +

اُنیسواں سُوتر۔ (۱۹) کرونا سے اہنسا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ کرونا نام ہے دیا کرنیکا۔ جس میں دیا ہوگی وہ رحمدل ہوگا۔ اور من بچن کرم سے کبھی ہنسا نہ کریگا۔ دل میں کسی کے برخلاف بُرے خیال لانا دلی ہنسا ہے۔ زبان سے بُری بات کہکر کسی کو دُکھی کرنا زبان کی ہنسا ہے۔ اور کسی کو مارنا۔ قتل کرنا۔ گوشت کھانا وغیرہ کرم کی ہنسا کہلاتی ہے +

بیسواں سُوتر۔ (۲۰)۔ مُدِتا سب کرموں کے کرشنتا (کشش) کو پیدا کرتی ہے +

مختصر تشریح۔ مُدِتا پرسن رہنے اور خوش رہنے کو کہتے ہیں۔ اور جو شخص خوش ہوکر کرم کرتا ہے تو وہ خوشی اُس کے کرم کو اِس قابل بنا دیتی ہے۔ کہ وہ صرف پرسن کرنے والے سنسکار اپنی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ اور بُرے سنسکار اُس کی طرف نہیں آتے۔ اور جو دُکھی ہوکر کوئی کرم کرتا ہے تو اُسکے طرف دُکھ دینے والے سنسکار کھچکر اُس کے دل کو اور بھی دُکھی کرتے رہتے ہیں +

اکیسواں سُوتر۔ (۲۱)۔ اُپیکشا سے اُپرام پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح ۔ اُپیکشا نام ہے ملُوا سینتا کا ۔ نفرت اور رغبت دونوں سے بے تعلق رہنا اُپیکشا ہے ۔ اس وِشے کے پیدا ہونے سے آدمی سہج ویراگی اور اُداسی بنا رہتا ہے ؛

نوٹ ۔ درشی پتنجلی کے یہاں بڑوں کی بڑائی دیکھکر خوش ہونا مُدِتا ۔ چھوٹوں کے اوپر رحم کرنا کرونا برابر والوں کے ساتھ محبت کرنا میتری ۔ اور بُرے آدمیوں سے بے تعلق رہنا اُپیکشا کہلاتی ہے ؛

بائیسواں سُوتر ۔ (۲۲) ۔ انِتیہ پرتیہ ویکشا سے کام ۔ رُوپ سے ویراگ ہو جاتا ہے ؛

مختصر تشریح ۔ انِتیہ کہتے ہیں فانی اور ناشمان کو ۔ پرتیہ ویکشا نام ہے وچار نے سوچنے اور دیکھنے کا ۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص سب کو ناشمان جان لیتا ہے اُس کو ویراگ ہو جاتا ہے ۔ اندر لوک کا نام کام لوک اور برہما کے لوک کا نام رُوپ لوک ہے ۔ اور وچار کرنے سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ برہم لوک اور اندر لوک تک کے سُکھ ناشمان ہیں ۔ اور اُن کی کیا خواہش کی جاوے !

تیئیسواں سُوتر ۔ (۲۳) ۔ دُکھ پرتیہ ویکشا سے سنسارک بندھنوں کا ناش ہوتا ہے ؛

مختصر تشریح ۔ سنسار کے سُکھوں کو دُکھ رُوپ جاننا ۔ سمجھنا ۔ اور ماننا ہی دُکھ کی پرتیہ ویکشا کہلاتا ہے ۔ جو ایسا سمجھتا ہے وہ سنسار میں نہیں پھنستا ؛

چوبیسواں سوتر ۔ (۲۴) ۔ اناتم پرتیہ ویکشا سے ابھی لفیتا پیدا ہوتی ہے

مختصر تشریح ۔ سنسار کو ناشمان جاننا اناتم پرتیہ ویکشا ہے ۔ اور ابھی لفیتا موہ ۔ غرض ۔ بندھن اور تعلق کو کہتے ہیں ۔ جب سنسار کو آتما سے مختلف سمجھ لیا تو پھر کس سے موہ ہوگا ؛

نوٹ ۔ بُدھ بھگوان نے "آتما" کو بھی ناشمان کہا ہے ۔ یہاں "آتما" کا ارتھ کچھ اور لیا گیا ہے ۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب بعد میں لکھی گئی ہے ۔ اور بودھوں نے "غلط العام فصیح" کے بموجب آخر آتما کو ست کے معنی میں قبول کر لیا ؛

پچیسواں سُوتر ۔ (۲۵) ۔ اشُبھ پرتیہ ویکشا سے کام وِترکوں کی نورتی

ہوتی ہے +

مختصر تشریح - سب ناشمان پدارتھوں کو ناپاک مان لینا اشبھ پرتیہ وکشا ہے - جس میں یہ آگئی پھر کام وغیرہ دشٹ بھوگ کے جادہ سے چھٹکارا ہو جاتا ہے +

چھبیسواں سوتر - (۲۶) - ہری مانس پاپ کو ناش کرتا ہے +

مختصر تشریح - شرم وحیا کی دو قسمیں ہیں - ظاہری اور باطنی - باطنی شرم کو ہری کہتے ہیں اُس کے پیدا ہونے سے دل کے چھپے پاپ ہوتے ہیں اُن سے نجات مل جاتی ہے - ظاہری شرم کی وجہ سے تو انسان اَوروں کی نظر بچا کر بھی پاپ کریگا - مگر دلی شرم ہونے سے وہ ہر قسم کے پاپ سے بچ جاتا ہے - مانس من کے پاپ ہیں +

ستائیسواں سوتر - (۲۷) - اپتراپیہ سے ہری کی ش اور پاپ مٹ جاتے ہیں

مختصر تشریح - ظاہری شرم کا نام اپتراپیہ ہے - یہ جس میں ہوگی وہ باہری پاپوں سے بچنے کی کوشش میں لگا رہیگا +

اٹھائیسواں سوتر - (۲۸) - شانت پرتیہ وکشا سے دینتا کی نورتی پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - سب کو شانت دیکھنا - اور کسی کو درشٹی سے نہ دیکھنا شانت پرتیہ وکشا ہے - جس میں یہ آگئی - پھر اُس میں دینتا - بے کسی - مانگنے - سوال کرنے وغیرہ کے عیب دُور ہو جاتے ہیں +

انتیسواں سوتر - (۳۰) - ستیہ سے دیوتا اور منشیہ کی وسم وادنتا دور ہو جاتی ہے +

مختصر تشریح - ستیہ نام ہے سچ کا - جب آدمی سچا ہو جاتا ہے تو پھر دیوتا اور منشیہ میں سے کسی کی بھی نندیا (غیبت) نہیں کرتا - اور نہ کسی کو بہکاتا ہے - بُرا کہنے اور نندیا کرنے کو وسم وادنتا کہتے ہیں +

تیسواں سوتر - (۳۰) - سبھوت سے آتما کی وسم وادنتا دور ہو جاتی ہے +

مختصر تشریح - واتا کی نورتی کا نام سبھوت ہے - جب واتا دور ہو جاتی ہے تو پھر آدمی کسی کو نہ

کلنک نہیں بکتا۔ کہ یہ آتما نہیں ہے۔ آتما کی نندیا یا لڑائی نہیں کی جاتی +

نوٹ ۔ یہاں بھی آتما شبد کا مطلب ذات اور حقیقت ہے +

اکتیسواں سُوتر۔ (۳۱) ۔ دھرم چرن سے دھرم پرتی سنتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح ۔ دھرم چرن نام ہے دھرم میں آچرن کرنے کا۔ اور دھرم پرتی سنتا کہتے ہیں دھرم کے سمیپ ورتی ہونے کو۔ یعنی جو شخص دھرم کی زندگی بسر کرتا ہے وہ دھرم سے قریب ہوتا ہے اور دھارمک ہو جاتا ہے +

بتیسواں سوتر۔ (۳۲) تینوں کے شرن میں جانے سے تین اپاپے کا ناش ہو جاتا ہے +

مختصر تشریح ۔ اپاے نام دکھ کا ہے۔ یہ تین طرح کے ہیں۔ اول ہنسا۔ شراب خوری۔ جوا کھیلنا ستری گمن کرنا۔ دوسرے نشچہ پراربدھ۔ تیسرے دکھ درد۔ تینوں سے مطلب بُدھ۔ دھرم اور سنگھ سے ہے جو شخص ان کی شرن میں آتا ہے وہ تین اپاپوں سے نجات پا جاتا ہے +

تینتیسواں سوتر (۳۳) کرتگیتا سے کُشل مول کا اَوِپرناش ہوتا ہے +

مختصر تشریح ۔ احسان ماننے کو کرتگیتا کہتے ہیں۔ کوشل مول نام ہے پُنیہ کے ناش ہونے کا اور اَوِپرناش کہتے ہیں ناش نہ ہونے کو۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص دوسروں کا اُپکار مانتا ہے اُس کے پُنیہ کا کبھی ناش نہیں ہوتا +

چونتیسواں سُوتر۔ (۳۴) ۔ کرتی ویدتا سے پرابھی مینتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح ۔ کسی کے اُپکار کے ماننے کو کرتی ویدتا کہتے ہیں۔ دوسرے کو بڑا ماننا پرابھی مینتا ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جو کسی کا احسان مانتا ہے۔ وہ اُس کی بڑائی اور عزت کرتا ہے۔ اور اس طرح برتاؤ کرنے سے اُس کا کرم سپھل ہوتا ہے +

پینتیسواں سوتر۔ (۳۵)۔ آتمگیتا سے آتما نو کرشتنا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ آتما کے جاننے والے کو آتمگیہ کہتے ہیں۔ اور اسی جاننے کا نام آتمگیتا ہے آتما نو کرشتنا نام ہے موافقت کرنے کا۔ یعنی جو شخص آتما کا جاننے والا ہے اس کے کام بھی آتما کے موافق (اور آتم گیانیوں کی طرح) ہوتے ہیں۔ (یہاں بھی آتما ذات کے معنی میں سمجھا گیا ہے) +

چھتیسواں سوتر۔ (۳۶)۔ ستو گیاتا سے پرایت سمتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ سمان آتما کے گیان کو ستو گیاتا کہتے ہیں۔ جو یہ سمجھتا ہے۔ کہ سب جیوں کو ایک ہی طرح دُکھ سُکھ ہوتے ہیں۔ وہ کسی کو بھول کر بھی دُکھ نہ دے گا۔ اور اپنی ہی طرح سب کو سُکھ دینے کی خواہش کرے گا۔ اسی کا نام پرایت سمتا ہے +

سینتیسواں سوتر۔ (۳۷)۔ دھرمگیتا سے دھرم اور انو دھرم کے گیان اور پراپتی کی پیدائش ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ دھرمگیہ۔ دھرم کے جاننے والے کو کہتے ہیں۔ جو دھرمگیہ ہوتا ہے دھرماتما بنتا ہے۔ وہ سب پرمارتھ اور بیوہار کے دھرموں کو سمجھ کر اُن کو پالیتا ہے +

اڑتیسواں سوتر۔ (۳۸)۔ کالگیتا سے اموگھ درشن پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح۔ کس وقت کیا کرم کرنا چاہیئے۔ اور کس کرم کو کس وقت میں کرنا چاہیئے۔ ایسے گیان کو کالگیتا کہتے ہیں۔ اموگھ درشن ساکشاتکار کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کرم کے وقت اور وقت کے کرم کو جانتا اور وقت پر کرم کرتا ہے۔ وہ حقیقت کا وقت پر درشن کر لیتا ہے +

اُنتالیسواں سوتر۔ (۳۹)۔ نہت ماناتا سے گیان کی پرتی پورتی پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ نہت مانتا کا ارتھ ہے منکار کو نیز بڑائی کی خواہش کے ہونا ہے۔ پرتی پورتی کہتے ہیں پورا ہونے کو۔ یعنی جس شخص میں غرور اور اہنکار نہیں ہوتا۔ وہی پورے گیان کو پاتا ہے +

چالیسواں سُوتر۔ (۴۰) اپرتی ہت چِتّتا سے آتم بل کی رکشا پیدا ہوتی ہے ٭

مختصر تشریح۔ جو کام کرتے ہوئے۔ محنت کرتے ہوئے۔ سادھن کرتے ہوئے نہ گھبرائے تو اُس کے اس وصف کو اپرتی ہت چِتّتا کہتے ہیں۔ جس میں یہ گُن ہے اُس کے آتم بل کی رکشا ہوتی رہتی ہے۔ اور اُس کا چِت نہیں ٹوٹنے پاتا۔ اگر چِت ٹوٹ گیا۔ اور آتم بل گھٹ گیا تو پھر شردّھا سے لیکر اور باقی تمام گُنوں کا ناش لگ جاتا ہے۔ اور کری کرائی محنت برباد ہو جاتی ہے ٭

اکتالیسواں سُوتر۔ (۴۱) انوپنا ہُو سے کرم کی نورتی پیدا ہوتی ہے ٭

مختصر تشریح۔ انوپنا ہو نام ہے بندھن کے نہ ہونیگا۔ جس کے سنساری بندھن ہی سے ٹوٹ گئے ہیں۔ اُس کے کچھ کرم کرنے کو نہیں رہتے۔ سنسار کے بندھن جبتک دل سے نہ توڑے جائیں گے تبتک پرمارتھ کا لابھ نہ ہوگا۔ اور جب یہ ٹوٹ گئے۔ تب کچھ کرنا باقی نہیں رہتا۔ کرم درمیانی حالت میں ہوتے ہیں ٭

بیالیسواں سُوتر۔ (۴۲) اَدھی مُکتی سے اوی چکتسا پیدا ہوتی ہے ٭

مختصر تشریح۔ پرمارتھ۔ یوگ سادھن اور سد گیتا کے متعلق دل میں کسی طرح کے شک وشبہ کا نہ ہونا ادھی مُکتی ہے اس حالت کے آتے ہی اوی چکتسا یعنی یقین کا درجہ ملنے لگتا ہے۔ اور وہ دھرم میں ایسا مضبوط ہو جاتا ہے۔ کہ پھر اُس کو کمزوری نہیں ہوتی ٭

تینتالیسواں سُوتر۔ (۴۳) اَویاپاد سے دروہ وغیرہ کا ناش ہوتا ہے ٭

مختصر تشریح۔ ویاپاد نام ہے دُشمنی۔ حسد اور بغض کے فکر کا۔ اس کے نہ ہونے کو اَویاپاد کہتے ہیں۔ اس کے دل میں پیدا ہونے سے پھر آدمی کسی کے ساتھ دشمنی یا خصومت نہیں کرتا۔ بلکہ پریت کرتا ہے ٭

چوالیسواں سُوتر۔ (۴۴) اموہ سے تمام اگیان کی نورتی ہوتی ہے ٭

مختصر تشریح۔ موہ کہتے ہیں بھرم کو۔ کسی وستو کو اُس کے اصلی رُوپ میں نہ دیکھنا بھرم ہے ست کو است اور است کو ست سمجھنا۔ نت کو انت اور انت کو نت جاننا بھرم ہے۔ اس کا بالکل

دور ہو جانا اموہ ہے ۔ جب آدمی اموہ ہو جاتا ہے تو پھر دھرم اگیان خود بخود مٹنے لگتا ہے ✦

دھرمارتھتا

پینتالیسواں سُوتر ۔ (۴۵) ۔ دھرمارتھتا سے ارتھ پرتی سرنتا پیدا ہوتی ہے ✦

مختصر تشریح ۔ دھرم ہی کو ارتھ سمجھنا دھرمارتھتا ہے ۔ ارتھ پرتی سنتا کا نام پرمارتھ کی پراپتی ہے ۔ یعنی جو شخص دھرم ہی کو مقصد سمجھ لیتا ہے وہ پرمارتھ کو پا لیتا ہے ✦

دھرم کا منّا

چھیالیسواں سُوتر ۔ (۴۶) ۔ دھرم کا منّا سے لوک کا پرتی لمبھ پیدا ہوتا ہے ✦

مختصر تشریح ۔ دھرم کی پراپتی کی کامنا کو دھرم کا منّا کہتے ہیں ۔ پرتی لمبھ پراپتی کو بولتے ہیں جس شخص کے دل میں دھرم کی سچی کامنا ہے وہ لوک کی پراپتی کرتا ہوا پرلوک یعنی سوَرگ لوک اور مُکتی لوک کی بھی پراپتی کر لیتا ہے ✦

شُرت پرائشٹی

سینتالیسواں سُوتر ۔ (۴۷) ۔ شُرت پرائشٹی سے یوگی کے شودھن کرنے والے وچار پیدا ہوتے ہیں ✦

مختصر تشریح ۔ شُرت نام گیان اور ودّیا کا ہے ۔ اُپدیش کو بھی شُرت کہتے ہیں ۔ پرائشٹی نام ڈھونڈنے کا ہے ۔ جو پُرش گیان ، اور ودّیا اُپدیش سمبندھی شاستروں کو ڈھونڈ کر پڑھتا اور وچارتا ہے اُس کو شُرت پرائشٹی کہتے ہیں ۔ جس کی ایسی عادت ہے اُس کو آواگون سے چھوڑانے والے دھرم کا وچار پیدا ہوتا ہے ✦

ستمیک پریوگ

اڑتالیسواں سُوتر ۔ (۴۸) ۔ ستمیک پریوگ سے ستمیک پرتی پتّے پیدا ہوتا ہے ✦

مختصر تشریح ۔ سب چیزوں کا ٹھیک ٹھیک استعمال ستمیک پریوگ کہلاتا ہے ۔ اور یتھو چت پھل کی پراپتی کا نام ستمیک پرتی پتّے ہے ۔ جو پُرش ست دھرم کا آچرن اور سب پدارتھوں کا مناسب استعمال کرتا ہے اُس کو یتھو چت اور ویسے ہی پھل کی پراپتی بھی ہوتی ہے ✦

اُنچاسواں سُوتر۔ (۴۹) نام رُوپ کے پرگیان سے سرب سنگ سمتی کرپا پیدا ہوتا ہے ✣

مختصر تشریح۔ نام روپ کے گیان کو نام روپ پرگیان کہتے ہیں۔ یہ ہر قسم کے سنگوں کی نورتی کو پیدا کرتا ہے۔ جس کسی کو ہر شے کے نام اور روپ کا واقعی گیان ہو جاتا ہے تب اُس کا تمام پدارتھوں سے سنگ چھوٹ جاتا ہے۔ نام اور رُوپ انتیہ یعنی ناپایدار اور فانی ہیں۔ اور جب یہ سمجھ میں آگیا کہ یہ ناش ہونے والے ہیں تو اُن کی طرف سے بھرم جاتا رہا۔ اور من آتم تتو میں مستغرق ہونے لگ جاتا ہے ✣

پچاسواں سُوتر۔ (۵۰) ہیتو درشٹی سمادھاٹ سے گیان کا نشچے پیدا ہوتا ہے ✣

مختصر تشریح۔ ہیتو اور ترک سے کسی چیز کے ثابت کرنے کا نام ہیتو درشٹی ہے۔ اِس ہیتو درشٹی کو توڑ دینے اور شردھا کے ساتھ بُدھ یا گورُو کے بچن کے مان لینے کو ہیتو درشٹی سمادھاٹ کہتے ہیں۔ اس سے شُدھ ودیا اور شُدھ گیان کا یقین ہو جاتا ہے۔ ساری باتیں دلیل اور منطق سے ثابت نہیں کی جا سکتیں۔ بہت سی دُنیاوی باتیں بھی اس سے ثابت نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً اپنی پیدائش کا واقعہ اور تاریخ وغیرہ۔ پھر جو پرمارتھ کی اور پرلوک کی باتیں نظر نہیں آتیں۔ اُن کے سچ جھُوٹ کا گیان ہیتو اور ترک سے کیسے ہوگا۔ وہاں تو ست پُرشوں کے بچن کو ماننا ہی پڑے گا۔ اور اس کے ماننے سے شُدھ گیان پیدا ہوتا ہے ✣

اِکاونواں سُوتر۔ (۵۱) سکندھ کوشلیہ سے سب دُکھوں کا واستو گیان پیدا ہوتا ہے ✣

مختصر تشریح۔ سکندھوں کا پُورا گیان رکھنا سکندھ کوشلیہ کہلاتا ہے۔ اس سے دُکھوں کا سچا گیان ہوتا ہے۔ سکندھ پانچ ہیں۔ (۱)۔ رُوپ۔ (۲)۔ ویدنا۔ (۳)۔ سنگیا۔ (۴)۔ سنسکار۔ (۵)۔ وگیان ✣ اب ان کی وضاحت کرتے ہیں۔ (۱)۔ سنسکار کے ہر چیز کا رُوپ ہے۔ جو نظر میں آئے وہ رُوپ

کہلاتا ہے۔ روپ والے جتنے بھی پدارتھ ہیں سب دُکھ کے پیدا کرنے والے ہیں۔ (۲)۔ سُکھ دُکھ کا انُبھو جو من میں ہوتا ہے اُس کو ویدنا کہتے ہیں۔ یہ بھی دُکھ کا سروپ ہے۔ کیونکہ دُکھ تو دُکھ ہی ہے۔ سنسار کے سُکھ بھی دُکھ رُوپ ہیں۔ (۳)۔ شبد ماتر کا نام سنگیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی سُکھ دینے والی بُدھو کلپنا بُدھی کا فراحم ہے۔ (۴)۔ من کی واسناؤں کا نام سنسکار ہے۔ یہی سنسکار بار بار جنم اور مرن کو پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ بھی دُکھ ہی ہے۔ (۵)۔ سروگیہ تا کے نہ ہونے پر الپگیہ دشا میں پدارتھوں کا واستو گیان نہیں ہوتا۔ پُرش صرف متھیا گیان کی کلپنا کر لیتا ہے۔ اور اس طرح اوِدّیا سے پیدا ہوئے متھیا گیانوں کا نام وگیان ہے۔ اور وہ دُکھ سروپ ہے۔ اِن پانچ سکندھوں کا جب سچا گیان ہو جاتا ہے تب اُسی کو سکندھ کو شاپیہ کہتے ہیں۔ اور اس گیان کے ہوتے ہی سنسار دُکھ رُوپ پرتیت ہونے لگتا ہے اور پُرش اُس کے دُور کرنے کے سادھن میں لگتا ہے +

باونواں سُوتر۔ (۵۲)۔ دھاتو سمتا سے سمودے پرمان پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح ۔ پرتھوی۔ جل۔ اگنی۔ وایو۔ اور آکاش۔ یہ پانچ تتّو۔ دھاتو کہلاتے ہیں۔ بُدھی اِن میں چھٹی ہے۔ ان چھٹوں کو سم یعنی ایک طرح پر دیکھنا۔ جاننا اور سمجھنا دھاتو سمتا ہے۔ اور جو شخص اس گیان میں ستھر ہوگا۔ وہ سمودے پرمان کے قابل ہوگا۔ سمودے کارن کو اور پرمان نامن کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی چھ تتّوں کے سم گیان میں ستھتی کرنے سے کارن کا ناش ہو جائے گا۔ پانچ تتّو تیاگ کرنے کے لایق ہی ہیں۔ بُدھی بھی چونکہ اوِدّیا سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ بھی تیاگنے کی وستو ہے اسی بُدھی کا نام وگیان ہے +

نوٹ ۔ ناظرین یاد رکھیں۔ وہ بودھی بُدھ جس کا بودھوں میں اس قدر خیال ہے اس بُدھی سے مختلف ہے وہ ست ہے یہ اَست ہے +

ترپنواں سُوتر۔ (۵۳)۔ آیتن کے کھینچنے اور ہٹانے سے مارگ بھاونا پوری ہوتی ہے +

مختصر تشریح - آتین اندریوں کا نام ہے - کان - توچا - آنکھ - جبھیا - ناسکا - یہ پانچ گیان اندریاں اور چھٹے من کا نام آتین ہے - جو شخص اندریوں کو اُن کے وِشیوں سے نہیں کھینچ سکتا - اور نہیں ہٹاتا وہ اشٹانگ مارگ کے بھاونا کو پوری نہیں کر سکتا - اشٹانگ یوگ کے مارگ پر وہ چل سکتا ہے - جو اندریوں کو روک رکھے +

چوونواں سُوتر - (۵۴) - اَنُت پاد سے نِرودھ کا ساکشاتکار ہوتا ہے +

مختصر تشریح - سب پدارتھ اپنے بھاد سے شُدھ ہیں اور شُدھ ستخت ہیں - ایسی بھاونا کو اَنُت پاد کہتے ہیں - اور جب اس قسم کی حالت میں مَن اُرُودھ ہو جاتا ہے تب اُس کو کسی بات کی اِچھیا نہیں رہتی - اور تب چت کا اور چت کی ورتیوں کا نرودھ ہو کر اُن کا ساکشاتکار ہو جاتا ہے - اور چت شُدھ ہو جاتا ہے +

پچپنواں سُوتر - (۵۵) - چار سمّیک پرمان سے سرب اکُشل دھرم پرہان اور سرب پرتی پورتی ہوتی ہے +

مختصر تشریح - سمّیک پرمان کہتے ہیں ٹھیک طور پر ناش ہو جانے کو - دُکھ کی نورتی کا نام پرمان ہے - یہ چار ہیں - (۱) - وترک پرمان - (۲) - وچار پرمان (۳) - سُکھ پرمان - (۴) - دُکھ پرمان - یہ چار پرمان دھیان میں آتے ہیں جن کا ذکر آگے چل کر کیا جائیگا - ان چاروں سے اکُشل دھرم یعنی پاپ کا ناش اور سرب کُشل پُنیہ کی پرتی پورتی (پورنتا) حاصل ہوتی ہے - پرمان کا نام مان بھی ہے +

چھپنواں سُوتر - چار رِدّھی پاد سے شریر اور چت ہلکے ہو جاتے ہیں +

مختصر تشریح - رِدّھی نام ہے سِدّھی کا - بودھ چار سِدّھیاں مانتے ہیں - (۱) - بیرج شکتی - (۲) - بویک شکتی - (۳) - بھاونا شکتی - (۴) - دھیان شکتی - ان چاروں کے حاصل کر لینے سے شریر اور من دونوں قابو میں آ جاتے ہیں - بیرج شکتی اُتساہ کا بل ہے - بویک شکتی شک و شبہ کا دُور ہو جانا - بھاونا شکتی سنسار کی چیزوں کو تُچھ جان کر چھوڑ دینا - اور دھیان شکتی چت کو دھیان میں لگانا ہے - یہ

چاروں سدھی کے پیدا کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو سِدّھی پاد کہتے ہیں +

ستاونواں سوتر - (۵۷) - شردھا اندری روپ دوسرے پرشوں کو نِیت بناتی ہے +

مختصر تشریح - جیسے من کی حرکت کا کارن اندری ہے - اندریوں سے من کو حرکت ملتی ہے - اور وہ شبد وغیرہ بھوگوں میں پھنستا ہے - ویسے ہی شردھا بھی اندری روپ ہی ہے - یہ گیان کی پراپتی کا کارن اور سادھن ہے - جس پرش میں شردھا ہو گی - اُس کی شردھا کو دیکھکر اور لوگ بھی نِیت رشردھالو) ہو جائیں گے - اور دھرم کو گرہن کریں گے - ویسے ہی ویریہ سمرتی - سمادھی پرگیا بھی اندریہ ہیں +

اٹھاونواں سوتر - (۵۸) - ویریہ اندریہ سے سُوچِنتت گیانتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - پُرش رتھ اور اُتساہ کا نام ویریہ (بیرج) ہے - جتنا جس میں بیرج زیادہ ہوگا اُتنا ہی اُس میں سُوچِنتت یعنی زیادہ وچارنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے - اور وہ بھاونا کو پورا کرتی ہے - بھاونا وچار - دبُدھ کہتے ہیں +

انسٹھواں سوتر - (۵۹) - سمرتی اندریہ سے سوکرنی کرنتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - جس کی یادداشت کی طاقت بنی رہتی ہے اُس کا چِت سوکرتی کرموں میں لگا رہتا ہے - سوکرتی یعنی کرموں کو کہتے ہیں +

ساٹھواں سوتر - (۶۰) - سمادھی اندریہ سے چِت کی ٹھکنتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - جو شخص سمادھی کا ابھیاس کیا کرتا ہے - اُس کو چِت ٹھکتی کو پراپت ہوتا ہے اور اُس کا چِت بند ھن نہیں رہتا +

اکسٹھواں سوتر۔(۶۱)۔ پرگیا اندریہ سے پرتیہ وکیشن گیانتا پیدا ہوتی ہے

مختصر تشریح۔ پرتیہ وکیشن گیانتا نام ہے پدارتھ کے تتھاوت گیان کا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ پرگیا درشنندریہ سے پدارتھ کا ٹھیک ٹھیک گیان ہو جاتا ہے +

باسٹھواں سوتر۔ شردھا بل سے مار کے بل اُلنگھن کرنے کی شکتی آجاتی ہے +

مختصر تشریح۔ شردھا۔ ویریہ۔ سمرتی۔ سمادھی اور پرگیا جب یہ پانچوں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہیں تو اسی حالت کا نام بل ہے۔ ان کے بل الگ الگ ہوتے ہیں۔ شردھا بل کے پیدا ہوتے ہی پھر ماد جو بہکانے والا ہے پُرش پر غالب نہیں آتا۔ اور پُرش اُس کے بل کا اُلنگھن کر جاتا اور اُس سے بچ جاتا ہے +

ترسٹھواں سوتر۔(۶۳)۔ ویریہ بل سے اَویورتکتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ اَویورتکتا نام ہے وِورت ہونے کا جس شخص میں ویریہ بل اور اُتساہ بڑھ جاتا ہے پھر وہ شروع کئے ہوئے کام سے رُک نہیں سکتا۔ وِورت نام ہے تبدیل ہونے اور چنچل رہنے کا +

چونسٹھواں سوتر۔(۶۴)۔ سمرتی بل سے اسنگھارتا پیدا ہوتی ہے

مختصر تشریح۔ جس پُرش میں سمرتی کا بل ہے۔ اُس کا کوئی بھی سنگھار نہیں کر سکتا۔ سنگھار نام ہے ناش کا۔ سمرتی بل سے پُرش کے کسی کرم کا ناش نہیں ہوتا +

پینسٹھواں سوتر۔(۶۵)۔ سمادھی بل سے ترک پرمان پیدا ہو جاتا ہے

مختصر تشریح۔ بدھ کہتے ہیں سنکلپ وکلپ کو۔ جو شخص سمادھی کا بل بڑھا لیتا ہے اُس کو سنکلپ وکلپ پھر نہیں ستاتے۔ چت کو ایکاگر ہونا سمادھی ہے +

چھیاسٹھواں سوتر(۶۶)۔ پرگیا بل سے انومردتیہ ہو جاتا ہے +

مختصر تشریح۔ انومردتیہ نام ہے۔ دمردن کرنے کا۔ مردن کرنا مغلوب کرنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سادھی کرنے سے پرگیا اندریہ کا بل ہو گیا تو پھر ایسے پُرش کو کوئی طاقت سمادھی یوگ سے نہیں گرا سکتی۔ دھیان کرکے اگر دیوتا بھی اس کو دیو لوک کا لالچ دینا چاہیں تو وہ ان پر غالب آجاتا ہے اور کسی طرح کی بندھن

نشکتی کے دلیچ کا خوف نہیں رہتا یہ گیا رو شنضمیری اور سمادھی گیان کی حالت ہے ✤

سرسٹھواں سوتر۔(۶۷) سمرتی سمبودھینگ سے بھاوت دھرم پرگیان پیدا ہوتا ہے ✤

مختصر تشریح ۔ سمبودھینگ نام ہے سردگیتا کا۔ سمرتی سمبودھی چونکہ سروگیتا کا انگ ہے اس لئے اُس سے سب پدارتھ اور دھرموں کا بھاوت گیان پیدا ہوتا ہے ✤

اڑسٹھواں سوتر۔(۶۸) دھرم پروچے سمبودھینگ سے سب دھرموں کی پورنتا پراپت ہوتی ہے ✤

مختصر تشریح ۔ پرویچے جتن سے ڈھونڈنے کو کہتے ہیں۔ یہ بھی سمبودھینگ یعنی سردگیتا کا انگ ہے۔ اس سے کام لینے پر پورا پورا دھرم پراپت ہوتا ہے ✤

انہترواں سوتر۔(۶۹) ویریہ سمبودھینگ سے سُو چتر بدھیتا پیدا ہوتی ہے ✤

مختصر تشریح ۔ ویریہ بہت اُتساہ کو کہتے ہیں۔ اس ویریہ سمبودھینگ سے پُرش وچتر بدھی والا ہو جاتا ہے جس کو دیکھ سُن کر سب کو تعجب ہوتا ہے۔ ویریہ ہی سے سب کچھ بیوہار۔ پرمارتھ وغیرہ ہوتا ہے اور یہ سردگیتا کا انگ ہے۔ اس لئے جس کسی میں یہ ہوگا وہ بدھی والا۔ اُنجھو والا۔ اور پرشارتھ والا ہوگا ✤

سترواں سوتر۔(۷۰) پرتی سمبودھینگ سے سم ادھتین پیدا ہوتی ہے ✤

مختصر تشریح ۔ سم کہتے ہیں ٹھیک ٹھیک کو۔ ادہ ادھتین نام ہے سوادھیائے کا۔ مطلب یہ ہے کہ جس میں پرتی سمبودھینگ ہوگی وہ پُرش برابر شانتی کے ساتھ اُدیوگی بنا رہیگا۔ اور کبھی نہ اُکتا ئیگا اور نہ گھبرائیگا ✤

اکہترواں سوتر۔(۷۱) پرشرہدھی سمبودھینگ سے کرتیہ کرنیتا پیدا ہوتی ہے ✤

مختصر تشریح ۔ پرشرہدھی کہتے ہیں وشواس کو۔ یہ بھی سردگیتا کا انگ ہے۔ جس میں یہ ہوتا ہے اُس کو کامیابی حاصل ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوتا۔ کرتیہ کرنیتا۔ کرنیکے قابل کام کی کامیابی کا نام ہے ✤

بہتروال سوتر (۷۲) - سمادھی سمبودھینگ سے سمتا نوروودھائے پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - سمتا نوروودھائے کا مطلب ہے سب پدارتھوں کو سمان سمجھنا - عام سمادھی میں یہ حالت ہوتی ہے - اور جب سمادھی سمبودھینگ ہوگی تب تو پھر کسی سے بھی ویربھاو پر ودھ یا دیش اور نہ پریم پریت ہی ہوگا - کیونکہ راگ دویش کے دور ہوتے ہی سمان بیوہار کا پالن شروع ہو جاتا ہے +

تہتروال سوتر - (۷۳) - اپیکشا سمبودھینگ سے اپرام پیدا ہوتا ہے

مختصر تشریح - اُپیکشا اُداسینتا کو کہتے ہیں - جب یہ حالت آ جاتی ہے - تو طاقت کھتے ہوئے بھی طاقت کی طرف توجہ نہیں جاتی - اور جہاں کامیابی کا امکان بھی معلوم ہوتا ہے اُس طرف سے بھی پیٹھ پھیری رہتی ہے - یہ راگ اور دویش سے علیحدگی کا نام ہے +

نوٹ - ہم نے اوپر سمبودھینگ کا ارتھ مردگیہ تا بتا دیا ہے - ممکن ہے کہ کوئی شخص اُس کو نہ سمجھ سکے - یا پھر دوبارہ سمجھاتے ہیں - مردگیہ تا بودھوں میں اُسی کو کہتے ہیں جس کو ویدانتی برہم - صوفی ذات حقیقت اور مہیشئی جوہر مانتے ہیں - اور وشواس ویریہ سمادھی اُپیکشا وغیرہ اُسی کے انگ ہیں - جب اُس کی نظر سے خاص خاص چیزوں کا سادھن کیا جائے گا تو خاص خاص بیوہار کی کامیابی میں نزدیکی آتی جائے گی - آگے اشٹانگ مارگ کا بیان آئے گا +

چوہتروال سوتر - (۷۴) - سمیک درشٹی سے نیاروکرنتا پیدا ہوتی ہے

مختصر تشریح - سمیک کہتے ہیں ٹھیک ٹھیک کو درشٹی کہتے ہیں دیکھنے کو نا سمجھنا درشٹی ہے - سمیک درشٹی ہے - نیاروکرنتا - نیاہ کے ساتھ دھرم پالنا اور اُس سے نہ ہٹنے کو کہتے ہیں - جس میں سمیک درشٹی ہوگی وہ نیاہ پور یک دھرم کو پالیگا - اور اُس سے کبھی نہ گرے گا +

پچہتروال سوتر - (۷۵) - سمیک سنکلپ سے سرب کلپ وکلپ کا ناش ہو جاتا ہے +

مختصر تشریح - سمیک کہتے ہیں ٹھیک - اور ستیہ کو - من میں شدھ سنکلپ کا ہونا سمیک

سنکلپ ہے۔ دھرم یوگ سادھی کی خواہش کو سمیک سنکلپ کہتے ہیں۔ جو شخص اس کو پراپت کریگا پھر اُس کے دل میں پاپ ادھرم اور استیہ کے کلپ وکلپ کبھی نہ پیدا ہونگے ۔

چھہتروان سوتر۔ (۷۶)۔ سمیک واک سے بانی کے سب انگ اکشر دھونی۔ پر تین۔ اور واک کی سامنیا کا گیان پیدا ہوتا ہے ۔

مختصر تشریح۔ بانی (بات) سچی ہو اور سن کر تکلیف نہ ہو۔ بدزبانی۔ دروغ بیانی۔ بیہودہ گوئی وغیرہ بدی سے پاک رکھنا سمیک واک ہے۔ جس پرش میں یہ وصف آجاتا ہے اُس کے الفاظ چنیدہ نکلتے۔ لب ولہجہ شیریں اور کلام پُر تاثیر ہوتا ہے اور الفاظ مستند کی مراد سننے والوں کے دلوں میں داخل ہوجاتی ہے۔ اور بات سچی اور پوری اُترتی ہے ۔

ستہتروان سوتر۔ (۷۷)۔ سمیک کرمانت سے شریر سے کیے ہوئے کرموں کا ٹھیک ٹھیک پھل پیدا ہوتا ہے ۔

مختصر تشریح۔ کرمانت کرم کو کہتے ہیں۔ اور شریر کے شبھ اور مناسب کرم کو سمیک کرمانت بولتے ہیں۔ جو شخص قاعدے کے موافق دھرم کا آچرن کئے ہوئے شریر کے کرموں کو کرے گا۔ اُس کو ضرور ہی اچھا پھل ملیگا۔ اس میں ذرا بھی شک نہ کرنا چاہیئے ۔

اٹھہتروان سوتر۔ (۷۸)۔ سمیک آجیو سے ہر قسم کی خوشی دینے والے سامان کے ملنے کا وشواس پیدا ہوتا ہے ۔

مختصر تشریح۔ آجیو نام ہے ورتی۔ رزق اور معاش پیدا کرنے کے پیشہ کا۔ سمیک آجیو حق حلال کی کمائی کو کہتے ہیں۔ یہ کمائی دو طرح کی ہے۔ ایک تو معاش دوسری معاد۔ ایک شریر سے روزی کے لئے محنت کرنا۔ دوسرے من کی ورتی کو نیک رکھنا۔ جو شخص اس طرح کام کریگا اُس کو خوشی دینے والے سامان ملیں گے۔ اور ان خوشی دینے والے سامان کے ملنے کا وشواس رہے گا۔ آدمی چاہے مجبور کیوں رہ جائے مگر بُرا پیشہ نہ اختیار کرے۔ اور اُس کے دل میں بُری طرح روزی کمانے کا خیال تک نہ پیدا ہو۔ اور وہ خوش رہیگا ۔

اناسیواں سُوتر (۷۹) - سمیک وایام سے پرتیر کرت پیدا ہوتا ہے

مختصر تشریح - وایام نام ہے پرشارتھ - محنت - مشاق - ورزش وغیرہ کا - پرتیر کہتے ہیں کنارے کو - گن نام ہے جانے کا - مطلب یہ ہے جو شخص ٹھیک ٹھیک - من - بانی - اور شریر سے کام لیتا رہتا ہے - اور پرشارتھ کرتا ہے - وہ کرموں کے دوسرے کنارہ پر پہنچ جاتا ہے - وایام - (جسمانی - دلی - اور زبانی ورزش) نہ کم ہو نہ زیادہ - اعتدال کا خیال ہر وقت رہے - اور پھر سستی آئے گی اور نہ تکان (تھکاوٹ) کا خوف رہیگا - بتار کی مثال اصل کتاب میں آگئی ہے

اسیواں سُوتر (۸۰) - سمیک سمرتی سے بڑی سمرتی کا ناش ہو جاتا ہے

مختصر تشریح - سمرتی نام ہے یاد کرنے - سمرن کرنے اور دھیان کرنے کا - جو شخص ٹھیک طور پر اچھی یاد - سمرن - دھیان اور چنتن کا خیال رکھتا ہے اُس کے دل میں پھر بدی کی یاد آتی ہے - اور نہ پہلے کئے ہوئے برے کرموں کی یاد دہانی ہوتی ہے - اور رفتہ رفتہ وہ سمادھی کا ادھکاری بنتا ہے

اکیاسیواں سُوتر (۸۱) - سمیک سمادھی سے چت کے کوپ اور دوش کا ناش ہو جاتا ہے

مختصر تشریح - ٹھیک طور پر سمادھی کرنے کو سمیک سمادھی کہتے ہیں - جب من میں غُصہ - بے چینی - اور بیکلی ہوگی - تو سمادھی کا لگنا مشکل ہے - چت نہ ایکاگر ہوگا - اور نہ سمادھی پراپت ہوگی - من لیے چت کو من کے تمام دوش اور کوپ (غصہ) سے میٹ دینے کا نام سمیک سمادھی ہے - پڑھنے والوں کو خیال رہے - دش انو سمرتی اور پرمان - چار بودھی پاد - پانچ اندریہ - پانچ بل - سات سمبودھینگ اور آٹھ مارگ - یہ سب ملکر سینتیس ۳۷ ہوتے ہیں - ان کا نام بودھی پکش ہے - اور یہ سروگیتا کے پراپت کرنے میں سہایک ہوتے ہیں - ان سب کا بیان پہلے آچکا ہے

بیاسیواں سُوتر (۸۲) - بودھی چت سے ترشنا کا ناش پیدا

ہوتا ہے +

مختصر تشریح - بودھی کہتے ہیں سروگیتا کو۔ جو چت کہ ہمیشہ سروگیتا میں لگا رہتا ہے اُس کو بودھی چت کہتے ہیں۔ تر بشن۔ تین جنس یعنی بُدّھ۔ دھرم۔ اور سنگھ کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص میں سروگیتا (محیط کل جوہر) کا خیال ہوگا وہ ہمیشہ بُدّھ۔ دھرم۔ اور سنگھ کا خیال رکھتے ہوئے کام کرے گا۔ نیک اوروں کو بھی بودھی اور سروگیتا کے ساکشا تکار اور نروان پد پراپت کرنے کا موقع ملتا رہے۔ جیسے گرہست اپنے نسل کو بڑھاتا ہے ویسے ہی ورکتوں کو بھی بُدّھ کا نس بڑھانا چاہئے۔ اس سے یوگ کی بھاونا اکھنڈ رہے گی +

تراسیواں سُوتر۔ (۸۳)۔ آشے سے ہین یان کی اچھیا کا ناش ہوجاتا ہے +

مختصر تشریح - سروگیتا کی اچھیا کا نام آشے ہے۔ یان کہتے ہیں مارگ کو۔ یہ یان یا مارگ دو طرح کا ہے۔ ہین یان۔ اور مہایان۔ یعنی چھوٹا مارگ اور بڑا مارگ۔ مہایان وہ مارگ ہے جو بُدّھ کی پدوی پر پہنچاتا ہے۔ اور سروگیتا کا ساکشاتکار کرا دیتا ہے۔ اور ہین یان شراوک اور پرتیک بُدّھ کے درجہ پر پہنچا کر سروگیتا کا ساکشاتکار کراتا ہے۔ شراوک اور پرتیک بُدّھ اُن کو کہتے ہیں۔ جو صرف اپنی نجات سے غرض رکھتے ہیں۔ اور بُدّھ اُن کا نام ہے۔ جو اوروں کو بھی اپنے ساتھ نروان پد کا ادھکاری بنا دیتے ہیں۔ یہ ان کے درمیان فرق ہے۔ سروگیتا تو دونوں کو پراپت ہوتی ہے۔ مگر ایک کو صرف اپنی ذات کا اور دوسرے کو اوروں کا بھی خیال رہتا ہے۔ سُوتر کا مطلب یہ ہے کہ جس پُرش میں سروگیتا کا آشے رہتا ہے وہ ہین مارگ کے شراوک اور پرتیک بُدّھ ہونے کی چھوٹی اچھیا کو چھوڑ کر بُدّھ بننے اور سارے جگت کے کلیان کی اچھیا رکھتا ہے +

چوراسیواں سُوتر۔ (۸۴)۔ ادھیہ آشے سے بُدّھ دھرم کا

لہ یورپ کے محقق اصلی بات کو نہ سمجھ کر بُدّھ دھرم کی جا بجا غلط تاویل کرتے ہیں۔ اس سُوتر سے ہین یان اور مہایان کا مطلب صاف ہوجاتا ہے +

اولمبن پراپت ہوتا ہے +

مختصر تشریح - ادمیہ آشے یا بڑے ہا شے یا اُوار آشے کو کہتے ہیں۔ اور جس میں بڑا آشے ہوتا ہے وہ بُدھ کا دھرم اختیار کرنا چاہتا ہے۔ یعنی جب تک وہ بے شمار پرانیوں کا اُدھار نہیں کریگا تب تک وہ اپنی نجات کا بھی خواہشمند نہ ہوگا +

پچاسیواں سُوتر - (۸۵) - پریوگ سے سرب گوشل دھرم کی پُورنتا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - پریوگ کہتے ہیں عمل شُغل کرنے کو۔ جب تک آدمی عامل اور شاغل نہیں ہوتا تب تب اُس کا کوئی کام پُورا نہیں ہوتا۔ اس لئے جو شخص دھرم میں پُوری طرح کوشل ہونا چاہے وہ پریوگ یعنی عمل ضرور کرے +

چھیاسیواں سُوتر - (۸۶) - دان پارمتا سے بُدھ کشیتر شُدھ ہوتا ہے - مہاپُرشوں کے لکشن اور انوبینجن پوری طرح بُدھ کے شریر میں پرگٹ ہوتے ہیں۔ اور کرپن کا پری پاچن کراتا ہے +

مختصر تشریح - پار پہنچے ہوئے کا نام پارمتا ہے۔ بہت دان کرنا دان پارمتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی دان نہیں ہو سکتا۔ تاج۔ دھن۔ شریر وغیرہ تک سب کا دان دینا دان پارمتا ہے جس میں یہ وصف ہے۔ اُس میں بُدھ جیسے شریر کی تمام اچھی علامتیں اور مہاپُرشوں کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اور کنجوس سے کنجوس آدمی اُس کو دیکھکر اُدار بننے لگتے ہیں۔ یہ پری پاچن کا ارتھ ہے بُدھ کشیتر اُس پرتھوی یا شریر کو کہتے ہیں جس میں بُدھ پرگٹ ہوتے ہیں۔ اور دان سے وہ بھی شُدھ ہو جاتے ہیں۔ یہی پاچن پکا دینے کو کہتے ہیں +

نوٹ ۱ - للت وستر میں لکھا ہے۔ کہ جب اسِت نامی رشی نے بُدھ کو دیکھا تو اُنکے شریر میں بتیس لکشن اور اسی انوبینجن (اوصاف) بتلائے۔ ان کی صراحت طوالت میں داخل ہے +

نوٹ ۲ - لکشن معمولی چینھ کو کہتے ہیں۔ اور انوبینجن غیر معمولی چینھ ہوتے ہیں +

ستاسیواں سُوتر۔(۸۷)۔شیل پارمتا سے ہر سمے کے سنتھی کے بادھک (برباد کرنے والے) کا ناش اور بڑے شیل والوں کا پری پاچن ہو جاتا ہے +

مختصر تشریح۔سب جیووں کے ساتھ یکساں پریم کا سلوک کرنا شیل پارمتا ہے جس میں یہ وصف ہوگا۔اُس کا چت ہمیشہ سنتشٹ رہیگا ۔اور جو لوگ بڑے آچرن والے ہیں اُس کو دیکھکر خود بخود سُدھر جائیں گے +

اٹھاسیواں سُوتر۔(۸۸)۔کشانتی پارمتا سے من کے تمام ورودہ دوش مان مدورپ کا ناش ہوتا ہے ۔اور ودہی مانی پرشوں کا پری پاچن ہوتا ہے +

مختصر تشریح۔قصوروں کا بہت معاف کرنا کشانتی پارمتا ہے ۔یہ انتہائی عفو ہے جس میں یہ ہوتا ہے وہ خود من کے تمام عیب ۔حسد۔پاپ۔غرور۔فریب وغیرہ سے آزاد ہو جاتا ہے ۔اور جن میں یہ عیب ہوتے ہیں وہ اُس کو دیکھکر سُدھر جاتے ہیں۔

نواسیواں سُوتر۔(۸۹)۔ویریہ پارمتا پُنیہ کرموں کے دھرم مُول اُدار تا کو پیدا کرتا ۔اور آلسی سنساری جیوں کا پری پاچن کرتا ہے +

مختصر تشریح سیمت پرُشارتھ ہونے کا نام ویریہ پارمتا ہے ۔اس سے پُرش اُدار چت ہوتا ہے پُنیہ کرموں کا پرکاش ہوتا ہے ۔اور جو سنساری اور آلسی جیو ہیں وہ ویریہ پارمتا والے کو دیکھکر یک جاتے ہیں ۔اور اُن کا سُدھار ہو جاتا ہے ۔اور وہ بھی پرُشارتھی بنتے ہیں +

نوے واں سُوتر۔(۹۰)۔دھیان پارمتا سے سرب گیان اور ابھگیا پیدا ہوتے ہیں ۔اور وکشیپ چت والوں کا پری پاچن ہوتا ہے

مختصر تشریح ۔ابھگیا سِدھی کو کہتے ہیں ۔دھیان سے تمام گیان اور سِدھی پیدا ہوتی ہیں اور جن کا من چنچل ہے وہ دھیان کے سنگ سے سُدھر جاتے ہیں ۔اور اُن کا چت ایکاگر ہونے لگتا ہے +

اکیانوے واں سُوتر۔ (۹۱)۔ پرگیا پارمتیا سے اوِدیا۔ موہ۔ تم کا اندھکار۔ اُپلبھ درشٹی کا ناش ہوتا ہے۔ اور پرگیا سے خالی پُرشوں کا پری پاچن ہوتا ہے +

مختصر تشریح۔ حد درجہ کی روشن‌ضمیری کا نام پرگیا پارمتا ہے۔ یہ گیان کی حد ہے۔ اس کے ہونے سے پھر اگیان۔ بھرم۔ اودیا سب دور ہو جاتے ہیں۔ اور اُپلبھ درشٹی نہیں رہتی۔ اُپلبھ درشٹی اپنے اور سنساری وشیوں کے سنکلپ رکھنے کو کہتے ہیں۔ یعنی پرگیا پارمتا سے آدمی نِروکلپ ہو جاتا ہے۔ اور جن پُرشوں میں گیان نہیں ہے۔ مگر شردھالو ہیں وہ ایسے پرگیا پارمتا والوں کے درشن میل اور صحبت سے شُدھ ہو جاتے ہیں +

بانوے واں سُوتر۔ اُپائے کوشل سے ادھی مکت بننے کی پراپتی اور مارگ دکھا کر بدھ دھرموں کی پوری پراپتی ہوتی ہے +

مختصر تشریح۔ اُپائے میں کوشل ہونا خوش تدبیر بننا ہے۔ جو اُپائے میں کوشل ہے وہ سروگیہ ہو جاتے گا۔ شردھالو پُرشوں کو مارگ دکھا سکیگا۔ اور بدھ دھرم کی پوری پراپتی کریگا۔ جو صرف اپنی ہی مکتی نہیں چاہتے بلکہ اور پرانیوں کا بھی کلیان چاہتے ہیں۔ وہی زیادہ اُپائے کوشل کہلاتے ہیں +

لوٹ۔ اشٹا سسر کا نامی کتاب میں اس مضمون پر پورا ایک ادھیائے دیا گیا ہے +

ترانوے واں سُوتر۔ (۹۳)۔ چار سنگرہ وستو سے انیک جیووں کا سنگرہ ہوتا ہے۔ سمبودھی کی پراپتی کا سادھن بھی بنتا ہے +

مختصر تشریح۔ دان دینا۔ میٹھے بچن بولنا۔ دھرم کا آچرن کرنا۔ سب جیوں کو ایک جیسا جاننا۔ یہ چار سنگرہ وستو کہلاتے ہیں۔ سنگرہ نام ہے اکٹھا کرنے کا۔ جن میں یہہ وصف ہوگا۔ بہت پرانی اُن کی طرف کھنچیں گے۔ اُن کے ساتھ رہیں گے اور سمرگیتا کے سادھن میں بھی کوشل ہونگے +

چورانوے واں سُوتر۔ (۹۴)۔ سَتوپری پاک سے اناتم وستو کے سُکھ کی نورتی اور سنسار کے سُکھوں سے دُکھ بُدھی پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح ۔ دھارمک پُرشوں کے آچرن دیکھنے سے جو دھرم کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اُس کو ستوپری پاک کہتے ہیں۔ اس شوق سے جتنے اناتم وستو ہیں اُن کی چاہ اور اُن کے سُکھ کی چاہ چلی جاتی ہے۔ اور سنسار کے سُکھ بھی دُکھ رُوپ پرتیت ہونے لگتے ہیں۔ یعنی جب پُرش کسی اچھے آدمی کو سنسار اور سنساری پدارتھ چھوڑتے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو اُس کے دل میں خود بخود یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب یہ بُری ہے۔ تب تو اُس کا تیاگ کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ +

پچانوے واں سُوتر۔ (۹۵)۔ سدھرم پریگرہ سے سب جیوں کے سب کلیشوں کی نورتی پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح ۔ ستیہ دھرم۔ یوگ دھرم۔ سروگیتا دھرم وغیرہ کا اختیار کرنا سدھرم پریگرہ کہلاتا ہے۔ جس میں یہ وصف ہوگا وہ تمام جیوں کے ہر ایک قسم کے دُکھ کو میٹ سکیگا۔ مثلاً کسی نے سروگیتا دھرم اختیار کیا ہے تو وہ خود سروگیہ بنتا ہوا اوروں کو اُس کی تعلیم دینے لگیگا۔ اور سروگیہ ہونے سے اُن کے دُکھ دُور ہو جائیں گے +

چھیانوے واں سُوتر۔ (۹۶)۔ پُنیہ سنبھار سے سب جیوؤں کو سہایتا اور لابھ ملتی ہے +

مختصر تشریح ۔ سنبھار نام سامگری (سامان) کا ہے۔ جس نے پُنیہ کو اکٹھا کیا ہے وہ اور جیوؤں کو اپنے پُنیہ سے مدد دیکر اُن کو فائدہ پہنچاتا رہیگا +

ستانوے واں سُوتر۔ (۹۷)۔ گیان سنبھار سے دس بل کی پُورنتا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - جب گیان اکٹھا ہو جاتا ہے تو دس بل یعنی دان - شیل - کشانتی - ویریہ - دھیان - پرگیہ - بل - اُپایے - پرندھی اور گیان - یہ پورے طور پر پیدا ہوتے ہیں - جہاں گیان ہوگا وہاں یہ بھی ہونگے +

اٹھانوے واں سُوتر - (۹۸) - شمتھ سنبھار سے تتھاگت کی سمادھی کا لابھ ہوتا ہے +

مختصر تشریح - شمتھ نام ہے شانتی کا - اور تتھاگت بُدھ کو کہتے ہیں - جب شانتی اکٹھا ہو جاتی ہے تب ہی بُدھ کوٹی یا بُدھ کے درجہ کی سمادھی ممکن ہے - جس سمادھی میں تتھاگت بُدھ بیوہار کرتے ہیں - اُس کا نام تتھاگت سمادھی ہے +

ننانوے واں سُوتر - (۹۹) - وِدرشنا سنبھار سے پرگیا چکشو کا لابھ ہوتا ہے +

مختصر تشریح - وشیش درشن کا نام وِدرشنا ہے - پرگیا چکشو گیان کی آنکھ کہلاتی ہے - چکشو (آنکھیں) پانچ ہیں - (۱) - مانس چکشو - (۲) - دھرم چکشو - (۳) پرگیا چکشو (۴) - دیبہ چکشو - (۵) سروگیتا چکشو - اندریوں کے گیان کو مانس چکشو - دھرم کے آچرن سے جو بھاو پیدا ہوتا ہے - اور وہ دھرم ادھرم کے انبھو کو بڑھاتا ہے وہ دھرم چکشو - نظر نہ آنے والی چیزوں کا انبھو اور بودھ پرگیا چکشو - دیوتاؤں کی لطیف درشٹی - دِویہ چکشو - اور سروگیتا کے پالینے سے جو گیان ہوتا ہے وہ سروگیتا چکشو کہلاتا ہے - اس سے آگے اور گیان نہیں ہوتا - جب پُرش کو وشیش درشن ہو جاتا ہے تو پرگیا کا پرکاش کھُل جاتا ہے - پدارتھوں کے ٹھیک ٹھیک جاننے اور دیکھنے ہی کو وِدرشنا بولتے ہیں +

سوواں سوتر - (۱۰۰) - پرتی سمود اوتار سے دھرم چکشو پیدا ہوتی ہے

مختصر تشریح - پرتی سمود کا نام بُدھی ہے - اوتار اُترنے کو کہتے ہیں - بُدھی کے آتے ہی ست است - اور نت اَنت جاننے کی شکتی آتی ہے - اور اسی سے دھرم کا آچرن کیا جاتا ہے - اور جہاں بُدھی کے اُترنے سے دھرم کا آچرن ہوگیا - دھرم چکشو پراپت ہو جاتی ہے +

ایک سو کے بعد پہلا سُوتر (۱۰۱) پری سرن اوتار سے بُدھ چلشو شُدھ ہو جاتی ہے +

مختصر تشریح - پری سرن نام ہے ستیہ بُدھی کا۔ اس کے اُٹھنے سے بُدھ چلشو پُوری پُوری شُدھ ہوتی ہے۔ اور سروگیتا وشے کی سمجھ آنے لگتی ہے +

سو کے بعد دوسرا سُوتر (۱۰۲) سدھارنا کی پراپتی سے بُدھ کے کہے ہوئے بچن کی دھارنا پیدا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - سدھارنا نام ہے دھارن کرنیکا۔ سُننا۔ سُن کر یاد رکھنا۔ اور اُس پر قایم رہنا یہ دھارنا ہے۔ جس میں یہ وصف ہوگا وہ بُدھ کے اُپدیش کو گرہن کرلیگا۔ اور اُس کا سمرن رکھیگا +

سو کے بعد تیسرا سُوتر - پرتی بھان کی پراپتی سے یوگ بچنوں کا اُپدیش دے کر پرش سنتشٹ کرا سکتا ہے +

مختصر تشریح - کسی بات کے سُننے کسی شے کے دیکھنے اور کسی پُرش سے ملنے پر جو نتیجے انیجو خود بخود ہو جاتے ہیں۔ اُن کو پرتی بھان کہتے ہیں۔ اس بانیجو کا آدمی جیوں کو اپنے اور دھارمک اُپدیش سُنا کر اُن کو شانتی دے سکتا ہے۔ اور وہ اُس کو مان جاتے ہیں +

سو کے بعد چوتھا سُوتر (۱۰۴) - انولومک دھرم سے تمام بُدھ دھرموں کا انولومن پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح - بارہ پیارتھوں کو کرم سے جان لینا اور اُن کا نرودھ کر دینا انولومک دھرم کہلاتا ہے۔ اس سے شانتی آجاتی ہے۔ یہ پدارتھ بارہ ہیں - (۱) - اودیا - (۲) - سنسکار - (۳) - وگیان - (۴) نام روپ (۵) - کھڈاین (۶) سپرش - (۷) ویدنا (۸) ترشنا (۹) - اُپادان (۱۰) - بھو (۱۱) جاتی (۱۲) جرا مرن تسوک پری دیو - یہ بارہ پدارتھ ہیں - ان میں سے سب کا مُول کارن اودیا ہی ہے - جب ان کا گیان ہو کر ان کا نرودھ ہو جاتا ہے تب سب دُکھ جاتے رہتے ہیں۔ اور اُس میں شانتی آجاتی ہے +

سو کے بعد پانچواں سُوتر - (۱۰۵) - انوتپتیک دھرم کے کشانتہ

دھرم سے ویاکرن پیدا ہوتا ہے +

مختصر تشریح - جب پُرش ایسی اونچی حالت کو پہنچ جاتا ہے - کہ پھر اُس سے گرنے کا ڈر نہیں رہتا - تو اُس انوتپتاک دھرم کی کشانتی دھرم کہا جاتا ہے - اس دشا کے پراپت ہونے پر یوگی یا سریشٹ پُرش اُس کو دُعا دیتے ہیں - کہ اتنے دنوں میں تم سروگیتا کو ضرور پراپت ہو جاؤ گے - اسی آشیرباد اور دُعا کو ویاکرن کہتے ہیں - انوتپتاک دھرم کی کشانتی کا یہ ارتھ ہے - کہ پُرش کو معلوم ہو جاتا ہے سکہ جگت کے پدارتھ صرف چت کے دھرم ہیں سوہ بطور خود نہ دُکھ کے کارن ہیں نہ سُکھ کے - پرانی صرف اپنے راگ، دویش اور چت کی وجہ سے دُکھ سُکھ پاتا ہے - وہ نہ پیدا ہوئے ہی کے برابر ہیں - دوش درشٹی کے ہٹ جانے سے پھر سب شُدھ پریت ہونے لگتے ہیں +

سو کے بعد چھٹا سُوتر - (۱۰۶) ساویورتک دھرم سے سب بُدھ دھرم کی پُورنتا ہوتی ہے +

مختصر تشریح - جو شخص بُدھ ہونے کا آدرش دل میں قائم کر کے پاکی اور دھرم کا جیون اختیار کر لیتا ہے - اُس کو بودھی ستو کہتے ہیں - جب پُرش لگاتار دھرم کی مشاقی سے بودھی ستو ہو جاتا ہے - تو اُسی حالت کی پراپتی کو اَویورتک کہتے ہیں - اِس اُونچے پد پر چڑھ جانے سے پھر بُدھ دھرم کی پُوری پُوری پُورنتا آنے لگتی ہے +

سو کے بعد ساتواں سوتر - (۱۰۷) - ایک بھُومی سے دوسری بھُومی پر جانے کے گیان سے دھرم میگھ گیان ابھی شیک کی پراپتی ہوتی ہے +

مختصر تشریح - جب بودھی ستو یا یوگی کو ایک بھُومی (درجہ) سے دوسری بھُومی پر جانے کا گیان ہو جاتا ہے - تو پھر وہ سروگیتا کا ساکشاتکار کر لیتا ہے تب دیوتا وغیرہ سنان کرا کے اُس بُدھ پُرش کو چکرورتی راج تیلک کی طرح دھرم میگھ گیان کا تیلک دیتے ہیں ابھی شیک

ابھی شیک تام تیاگ دینے کا ہے۔ اور جب تک اس طرح اُس کا ابھی شیک نہیں ہوتا تب تک اُس کی پُرشارتھ سے پورتی نہیں ہوتی +

سو کے بعد آٹھواں سُوتر۔ (۱۰۸)۔ ابھی شیک بھُومی دھرمالوک مکھ ہے (۱)۔ اوکرمن۔ (۲)۔ جنم۔ (۳)۔ ابھی نشکرمن۔ (۴)۔ دُشکر چریا۔ (۵)۔ بودھی منڈلوپ سنکرمن۔ (۶)۔ ماردھونس۔ (۷)۔ بودھی و بودھن۔ (۸)۔ دھرم چکر پرورتن۔ (۹)۔ مہانروان کی پراپتی ہوتی ہے +

مختصر تشریح ۔ جب ابھی شیک ہو جاتا ہے۔ اور بُدھ دھرم گیہ سنگھاسن پر بیٹھتا ہے تب یہ نو حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) اوکرمن یعنی گربھ میں آتا ہے۔ (۲)۔ جنم لیتا ہے۔ (۳) سنیاسی ہو جاتا ہے۔ (۴)۔ سخت تپ کرتا ہے۔ (۵)۔ پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ کر دھیان لگاتا ہے۔ (۶)۔ مار کو جیت لیتا ہے۔ (۷)۔ سرو گیتا کا ساکشاتکار کرتا ہے (۸)۔ دھرم چکر پرورتن یعنی دھرم کا پرچار کرتا ہے۔ اور (۹)۔ مہانروان پد کو پاکر پھر کبھی جنم نہیں لیتا +

سماپت ہوا شاکیہ مُنی بھگوان بُدھ کا دھرمالوک مکھ سُوتر

مع ٹیکا کے

ضمیمہ نمبر ۲

مہایان کے متعلق کچھ خیالات

ہین یان اور مہایان

یہہ پہلے بتایا گیا ہے۔ کہ بدھ دھرم کی آج کل دو بڑی شاخیں مانی جاتی ہیں۔ ایک ہین یان (چھوٹا مارگ) اور دوسرا مہایان (بڑا مارگ) ان کا فرق کسی قدر بدھ کے دھرما لوک تکھ سوتر میں بتا دیا گیا ہے یہاں اور واضح اور صاف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مہایان زیادہ آزادی پسند ترقی پسند اور فلسفہ پسند ہے۔ اور ہر قسم کے روحانی خیالات کی قبولیت تکمیل اور صراحت کی اس میں گنجایش ہے۔ ہین یان کسی حد تک کٹر اور کئی باتوں کے لحاظ سے ایک طرح کا اخلاقی طریق کہا جا سکتا ہے ❖

زمانہ

مہایان کی ابتدا کس زمانہ میں ہوئی۔ اس کا پتہ تواریخ سے نہیں ملتا۔ اشوگھوس اسنگ اور ناگ ارجن بدھ مذہب کے زبردست استاد ہوئے ہیں۔ اُن کی تحریروں میں یہ نام آتے ہیں۔ مگر وہ بھی یہہ اشارہ نہیں کرتے۔ کہ کب سے بدھ دھرم دو فرقوں میں تقسیم ہو گیا۔ ابتدائی اصول دونوں کے ایک ہیں۔ اور دونوں ہی اپنا ماخذ بدھ بھگوان کی تعلیم ہی کو بتاتے ہیں۔ مگر بہت باتوں میں اُنکے درمیان فرق ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتدا میں بدھ کی تعلیم بالکل سیدھی سادی تھی۔ بعد کے معلمین نے ضروریات زمانہ۔ اردگرد کے حالات۔ اور آریہ ورت کے مختلف فلسفوں کے خیالات کی وجہ سے بہت سی باتیں اپنے میں شامل کر لیں۔ اور اپنے طریق کو ترجیح دیکر مہایان موسوم کیا۔ اور پرانے طریقہ کو ہین یان کا خطاب عطا کیا۔

اسو گھوس اس مت کے پہلے پرچارک ہیں۔ جن کی کتاب میں یہ نام پہلی مرتبہ آیا ہے۔ یہ قریب قریب مسیح کے زمانہ میں تھے ✦

بدھ کے پیرو کاروں کی تقسیم	خیالات اور اثبات کے وجہ سے بدھ کے پیرو کار تین قسم کے کہلانے لگے۔ ایک بودھی ستو جن کو اپنی

نجات کے ساتھ دوسروں کی نجات کی بھی فکر تھی۔ دوسرے پرتیک بدھ جو صرف اپنی نجات کے خواہشمند ہوکر بدھ بھومی پر پہنچنے کے خواہشمند تھے۔ تیسرے شراوک جو معمولی معتقد اور پیرو کار کہلاتے ہیں۔ پرتیک بدھ اور شراوک کا تعلق زیادہ تر ہین یان سے ہے۔ اور بودھی ستو صرف مہایان سے مخصوص ہیں۔ اور گو اُن میں پرتیک بدھ اور شراوک بھی ہوں۔ مگر اس فرقہ کے تمام پیرو کاروں کا آدرش یہ ہے۔ کہ ان میں سے سب بودھی ستو ہوکر بدھ کی طرح جگت کا کلیان کریں۔ ان کا دعوٰے یہ ہے۔ کہ بدھ کی تعلیم ہی یہ تھی۔ کہ کوئی شخص صرف اپنی ہی نجات کا فکرمند نہ ہو۔ بلکہ اوروں کا بھی خیال رکھے۔ اس عقیدہ کے آدمی نیپال۔ تبت۔ چین۔ کوریا۔ منگولیا۔ منچوریا۔ مشرقی روس اور جاپان میں ہیں۔ اور شمالی شاخ کہلاتے ہیں۔ اور دوسرے خیال کے پیرو کار لنکا۔ برہما۔ سیام۔ انام۔ کمبوڈیا وغیرہ میں جنوبی شاخ کہلاتے ہیں۔ مہایان والے ان کے عقاید کو مبہم قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ مکھی پر مکھی مارتے ہوئے نقل اور تقلید پر تلے رہتے ہیں۔ اور مہایانیوں کی طرح وسیع دلی۔ بلند خیالی۔ اور سیر چشمی سے محروم ہیں۔ سوائے چند باتوں کے باقی ہر قسم کے مذہبی خیالات جو ہندو دھرم سے مخصوص ہیں۔ ان میں موجود ہیں۔ یہ مذہب کو الہامی نہیں مانتے۔ تصوف کے پہلو کو زیر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور جس طرح ہر شے کی ترقی ہوتی ہے۔ ویسے ہی وہ اسی اصول کے ماتحت مذہب کو بھی قرار دیتے ہیں۔ شردھا اور عقیدہ ان کے یہاں مذہب کی بنیاد ہے۔ مگر گیان اور تحقیق کی گنجائش بھی شمول رہتا ہے ✦

مہایان کی خصوصیتیں — عام لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ بدھ دھرم میں آتما اور ایشور کا عقیدہ نہیں ہے۔ یہ خیال صحیح بھی ہے۔ اور غلط بھی ہے آتما کو اگر فردیت اور شخصیت کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ تو بودھ اُس کو نہیں مانتے۔ اسی طرح اگر یہ خیال ہے۔ کہ ایشور کوئی ایسی ذات ہے۔ جو کائنات سے علیحدہ رہکر اس کو بناتی اور بگاڑتی رہتی ہے تو بودھ اس کو کسی حالت میں صحیح نہ تسلیم کریں گے۔ ہاں وہ حقیقت اور تمام کمال کی ہستی سے انکار نہیں کرتے۔ اور ساتھ ہی سکندھوں (اجزا) کی شمولیت سے جو جنم جنمانتر کے چکر سے گذرنے والا فانی آتما بن جاتا ہے۔ وہ اُس کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آتما سنسکرت لفظ 'ات' (حرکت کرنا) اور 'من' (سوچنا) سے بنا ہے۔ حقیقی اور لغوی معنی میں اس کو بدھ صحیح مانتے ہیں۔ ویدانتیوں کے مجازی معنی میں وہ اُسے غیر صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ دیا جائے۔ تو اُن کا خیال نسبتاً بالکل صحیح اور راستی پر مبنی معلوم ہوگا۔ اگر آتما حقیقت میں کوئی قائم فانی شخصیت یا فردیت کا نام ہے۔ اور وہ مفرد شئے ہے تو پھر نجات کیسی!

کرم — کرم کی سمجھ بودھوں میں ویسی ہی ہے جیسے ہندوؤں میں ہے۔ اس لئے اُس کی صراحت فضول ہے۔ یہ کائنات کرم کے قانون کے تابع ہے اور ہر موجودہ زندگی گذشتہ زندگیوں کے افعال کے اثرات سے بنی ہے +

اودیا — اودیا کی سمجھ بودھوں میں بھی ویسی ہی ہے جیسے ویدانتیوں میں ہے۔ اسی اودیا سے سنسار کا بھرم کرموں کے سلسلہ میں آیا ہے۔ اور اسی کے سبب سے جنم مرن کا چکر ہوا کرتا ہے۔ اس اودیا کا سلسلہ کیسے چلتا ہے۔ اس کا ذکر باب وگیان بودھ مایَن میں بارہ ندھان کے نام سے آگیا ہے۔ ناظرین اُس کو بغور پڑھ کر سمجھیں +

دھرم کایا — جس کو ویدانتی برہمہ کہتے ہیں۔ بودھ اُسی کو دھرم کایا کہتے ہیں۔ دونوں

ہی اپنے اپنے مُراد کو ست بتاتے ہیں - ویدانتیوں کا عقیدہ ہے - کہ کوئی ست پدارتھ جو محیط کُل ہے نا ورائسی کے سہارے کام ہُوا کرتا ہے - بودھ اُس کو بدھ کی دھرم کایا مانتے ہیں - جو پہلے بھی تھی - اور اب بھی ہے - اور گوتم بدھ نے اُس کی وضاحت کر دی ہے - اُسی میں کرونا - بودھی اور ہر قسم کے جذبات اور خیالات کا امکان ہے - اور وہ سب میں ہے سب کی ہے - کوئی اُس سے ایک دم کے لئے بھی جُدا نہیں ہے - اور اس نظر سے سوا اس ایک کے اور کچھ نہیں ہے - اس دھرم کایا کا گیان مایا کے سبب سے نہیں ہوتا - اور جب مایا دُور ہو جاتی ہے پھر اُس کے سوا اور کچھ بھی نہیں بھاستا +

نروان یہہ لفظ بھی بودھ اور ہندوؤں میں عام ہے - نروان کے معنی نیستی - معدومیت اور فنا ہونے کے کبھی نہیں ہیں - بلکہ مایا - اودیا - اور من کی تمام بدی اور خباثت کے دُور ہو جانے اور دھرم کایا سے مل کر ایک ہو رہنے کا نام نروان ہے - ویدانتی اس کے سوا اور کیا کہتے اور مانتے ہیں؟ صرف لفظوں کا فرق ہے - مُراد دونوں کی ایک جیسی ہے +

بودھی بدھ دھرم کی یہ خصوصیت ہے - کہ وہ سوا اپنے اور کسی کے سہارا لینے کی تعلیم نہیں دیتا - سوچو - سمجھو - وچار کرو - اور سوا اپنے کسی دوسرے کی اُمید نہ رکھو - یہہ بودھی ہے - ویدانت کا مہا واکیہ ہے؟ اہم برہم آسمی (میں برہم ہوں) - اور جب کوئی شخص اپنے ہی آپ کو برہم کہتا - مانتا اور سمجھتا ہے تو پھر وہ سہارا کس کا ڈھونڈے گا؟ بدھ دھرم عملی طریق ہے - صرف زبانی جمع خرچ نہیں کرتا - اس لئے وہ نیک کرم کراتا ہوا آخر میں ویدانت کی وحدانیت کی طرف واپسی کا پیغام دیتا ہے - دوسرے لفظوں میں یہہ عملی ویدانت ہی ہے - جس کا نام مدھیہ مارگ رکھا گیا ہے +

اور خصوصیتیں — جب مہایان کے اور دو فرقے یوگاچاریہ اور مادھیمک ہو گئے۔ ان کی تعلیم کے بموجب اُس کی خصوصیتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسنگ اپنی کتب (۱)۔ مہایان ابھی دھرم سنگیت شاستر (۲)۔ یوگاچاریہ بھومی شاستر اور (۳)۔ مہایان سمپر گیا شاستر میں اس طرح اُن کا ذکر کرتے ہیں۔ (۱)۔ مہایان کسی ایک ہی بُدھ کی تعلیم کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں پہلے کے تمام بُدھوں کی تعلیم کا شمول ہے۔ (۲)۔ اس کا خاصہ یہ ہے۔ کہ تمام زندہ مخلوق کا پریم ہر بودھ کے دل میں پیدا کیا جائے۔ (۳)۔ اس میں بڑی وضاحت اور خوبی کے ساتھ ذہن نشین کیا جاتا ہے۔ کہ آتما کی فردیت کا خیال غلط ہے۔ (۴)۔ بودھی ستو کو کبھی اپنے مقصد کی تکمیل کی طرف سے بالیونا اُمیدی نہ ہو اور وہ کبھی بھُول کر بھی کائنات کے جانداروں کی اصلاح فلاح اور نروان کے ارادہ کو ترک نہ ہونے دے۔ (۵)۔ اُپائے (تدبیر) سے غافل رہنا بُرا ہے۔ اور جس کے دل میں سب کا پریم ہے۔ اُس کو بے شمار تدبیریں سُوجھتی رہیں گی۔ اور وہ اُن کا اُپکار کرتا ہوا آخر میں اپنے ساتھ سب کو گیان کی دشا میں لے جائے گا۔ (۶)۔ مہایان میں سِدھی شکتی کمی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ مہایان کے پیرو کار سِدھی شکتی حاصل کرتے ہوئے بھی بُدھ کی پدوی پا سکتے ہیں۔ (۷)۔ بودھی ستو بُدھ بھومی پر پہنچکر اپنے آپ کو کائنات میں ہر جگہ پرگٹ کر کے جیوں کا اُدھار کر سکتا ہے +

نوٹ۔ یوگاچاریہ شاخ کے آچاریہ اسنگ اور واسو بندھو ہیں۔ اور مادھیمک شاخ کے ناگ ارجن ہیں سیان کے ترتیب ترتیب تمام عقاید دھرم لوگ سُوتر میں آگئے ہیں +

ترین کایا — مہایانی بودھ ترین کایا کو مانتے ہیں۔ کایا نام جسم کا ہے۔ مگر اُس سے کثیف جسم مُراد نہ لینی چاہئے۔ (۱)۔ دھرم کایا جس کا ذکر پہلے آگیا

ہے - یہہ محیط کُل حقیقت ہے - اِس میں دیوتا - مار - انسان - حیوان وغیرہ سب کے پیدا ہونے کا امکان ہے - اور جب یہ بات ہے - تو پھر اُسی کا نام (۲) نرمان کایا ہو جاتا ہے - گوتم بُدّھ نے اپنے آپ کو پرگٹ کیا - یہہ نرمان کایا کی مثال ہے (۳) - سمبھوگ کایا ہے - اُس سے مُراد شری دھاری بُدّھ کے آنند رُوپ ہونیکی ہے - جس کا سمجھنا اور سمجھانا ذرا مُشکل ہے +

دِل اور دماغ

ہندو دھرم کی خصوصیّت ہے - کہ وہ اور مذہبوں کی طرح صرف دل کے نشوونما پر زور نہیں دیتا - بلکہ دماغ کی ترقی کا بھی خیال رکھتا ہے - بُدّھ دھرم چونکہ ہندو مذہب کی ایک شاخ ہی ہے - وہ اس خصوصیت سے کیسے خالی رہ سکتا تھا - اُس میں پریم اور گیان دونوں ہی ہیں - مگر اُس کا پریم توہمات اور باطل عقاید سے آزاد رکھا گیا ہے - اور اُس کا گیان بھی بالکل خشک گیان نہیں ہے - جو خواہ مخواہ دِلی جذبات کی تحقیر کرتا ہو - اِسی وجہ سے وہ اِن دونو کے درمیان چل کر اپنے معراج کی تکمیل کی ہدایت کرتا ہے - اُس کا پریم کسی فوق البشر مخلوق کے ساتھ نہیں - بلکہ عام جانداروں کے لئے ہے - اور اُس کا گیان فضول فلسفہ کے بال کی کھال نکالنے سے غرض نہیں رکھتا - بلکہ اُس کا ماحصل نروان ہے +

تین قسم کی ودیائیں

یوگا چارج نے تین قسم کی وِدیاؤں کا خیال دلایا ہے - اوّل پری کلپتا اندریوں کا دھوکہ دینے والا بھرم اُدیان - دوسرے پرتنتر یا (نسبتی علم) اور تیسرے پری نِشپن (گیان مطلق) - اندریوں کا گیان بالشک اُس درجہ تک صحیح ہے - جہاں تک کہ اندریوں کے سپرش کا تعلق ہے - مگر اس علم کے تہہ میں من کی خودی کا خیال بنیاد ہو کر بیٹھا ہے - اس لئے جو کچھ ہم ان سے دیکھتے سُنتے اور جانتے بوجھتے ہیں - اُس میں من کے تکاسی سنسکار کا شمول رہتا ہے - اور

اس وجہہ سے وہ بھرم کا باعث ہوتا ہے۔ پرنتر ودّیا محض نسبتی علم ہے۔ اور ایک موجودگی سے دوسرے کا وہم دلاتا رہتا ہے۔ اگر وہ ایک غایب ہو جائے۔ تو پھر دوسرے کا امکان نہیں رہتا۔ اس لئے یہہ علم بھی ایسا نہیں ہے جس پر دار و مدار رکھا جائے۔ پرمی نسپن سچا اور مطلق گیان ہے۔ جس پر سب کا دار و مدار ہے۔ اور جو سب میں شامل رہ کر اخلاق۔ دھرم اور نظام عالم کا محرک ہوتا ہوا سب سے نیارا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے۔ تو اس کو ایشور کا نام دے لے۔ وہ کوئی شخصی وجود نہیں ہے۔ اور نہ اُس میں کسی طرح کا بھید ہے۔ بودھ اسی کو دھرم کایا بولتے ہیں۔ اور اسی کو معراج تمنّا بنا کر نروان پد کا ساکشار کرتے ہیں۔ ان کے سوا ناگ ارجن کے مادھیمک شاستر میں دو قسم کے گیان اور آئے ہیں۔ ایک کو سموتی ستّیا اور دوسرے کو پرمارتھ ستّیا بولتے ہیں۔ ایک نسبتی ہے۔ اور دوسرا مطلق ہے ÷

بھوتتھتا

مہایان کا فلسفہ شے کو خیال سے اور خیال کو شے سے علیحدہ نہیں کرتا۔ اس وچار کا نام اُس کے یہاں بھوتتھتا ہے۔ یعنی وہ جیسا ہے ویسا ہے۔ یہی پرمارتھ ستّا ہے۔ ویدانتیوں میں بھی تین قسم کے گیان مانے گئے ہیں۔ بیوہار۔ پرتی بھاس۔ اور پرمارتھ۔ اندریوں کا گیان بیوہار ہے۔ اور وہ بیوہارک ستّا کہلاتا ہے۔ پرتی بھاس کا گیان نسبتی۔ فرضی۔ کلپت۔ اور بھرم سے مشروط ہے۔ اس لئے اُس کا علم پرتی بھاسک شتائے ستّا سے متعلق ہے۔ مگر پرمارتھ حقیقت ہے۔ ذات ہے۔ سروپ ہے۔ اور اُس کا گیان پرمارتھک ستّا ہے۔ ان لفظوں سے ویدانت اور بودھ فلسفہ کی یکسانیت اور مشابہت ظاہر ہوتی ہے۔ یہہ بھوتتھتا پرمارتھ ستّا ہے۔ اس کا بغیر نج انبھو کے سمجھنا اور سمجھانا دونوں مشکل ہے۔ ناگ ارجن اپنے سنسکرت شاستر میں یوں

لکھتے ہیں:-

	سُوبھا دم پربھاوپچہ بھاونچہ بھاون میوچہ اے پشیتنی ناپشیتنی تتوم ہی بُدھ شاستے	(اُدان ادھیا ۴)

ترجمہ "سُوبھاو اور پربھاو میں ہستی اور نیستی کے درمیان جو تمیزی خط کھینچا ہے اُس کو بُدھ دھرم کا ساکشات کار نہیں ہوتا" *

پھر لکھتے ہیں:-

	استی سموتا گرہو، ناستی اُچھید درشنم تسمادستی تو ناستی رتوے ناشریتا ویچکشنا	

ترجمہ۔ استی کا سوچنا بقا۔ اور نیستی کا سوچنا فنا ہے۔ بقا اور فنا گیانی ان دونوں میں سے کسی سے بھی تعلق نہیں رکھتے" *

اور ملاحظہ ہو:-

	استی ناستی اُبھے یی انتا شُدھی اشُدھتی اِمے یی انتا تسما دوبھے انت ویوبر جیتو مدھے یی سیانم نہ کروتی پنڈتا	

ترجمہ "ہستی اور نیستی - دویت ہیں - شُدھی اور اشُدھی دویت ہیں - ایسے دویت کو چھوڑ کر پنڈت اُن کے درمیان (مدھیہ) بھی نہیں ٹھہرتے" *

اِسی مدھیہ پرتی پدا اور برابر مدھیہ ستا کو مادھیمک شونیتا کہتے ہیں - اشوگھوس بھی اس شونیتا کے متعلق کہتے ہیں کہ نہ وہ یہ ہے - اور نہ یہ وہ ہے - غور کیجئے - وید اور ویدانت بھی کیا کہتے ہیں - "نیتی نیتی" اور اس مشابہت کو دیکھ کر بھی بُدھ دھرم کو ہندو مذہب کا مخالف سمجھنا اگر ظلم ہے بے انصافی - ہے شد دھرمی اور

جہالت نہیں ہے تو کیا ہے!

ناگ ارجن کے آٹھ انکار — مادھیمک شاستر میں ناگ ارجن نے آٹھ طرح کے انکار کی صورت میں اس شونیہ تا کے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اُس پر غور کیجیے :۔

(مادھیمک شاستر سلوک نمبر ۱)	اُنرودھم انت پدم - اُوچھیدم - اسسوتم انیکارتھم - انانارتھم - اناگمم - اُنرگمم

ترجمہ "نہ موت ہے نہ جنم ہے - نہ بربادی ہے اور نہ قیام ہے - نہ ایکتا (توحید) ہے نہ بھنتا ہے (اثنیت) ہے نہ آنا نہ جاتا ہے"۔

دوسرے موقع پر بُدھ بھگوان کے متعلق اس طرح لکھتے ہیں :۔

(مادھیمک شاستر)	پرم نرودھا بھگوان بھوتیہ ایوا نوہیتہ تے نہ بھوتیو بھیم چیتی - نو بھیم چیتی نوہیتہ تے اُتستھانو پی بھگوان بھوتیتوایچا نوہیتہ تے نہ بھوتیو بھیم چیتی نو بھیم چیتی نوہیتہ تے

ترجمہ - گذر جانے پر یہ نہ سمجھو کہ بھگوان اب تک یہاں ہیں - وہ ہونے اور نہ ہونے کی حالتوں سے اُونچے ہیں - زندہ رہنے پر بھی نہ سمجھو کہ بُدھ بھگوان یہاں ہیں وہ ہونے اور نہ ہونے کی حالتوں سے اُونچے ہیں"۔

خاموشی — جب یہ کیفیت ہو تو پھر کوئی اُس کو بیان کیسے کرے! مجبوراً سب کو خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے تم اُس کو برہمہ کہو۔ پربرہمہ کہو۔ سنتنا کہو۔ بُدھ کہو۔ جو جی میں آوے اُس کا نام لو۔ مگر آخر جب اچنبھو بہت بڑھ جاتا ہے۔ تب سوا خامشی کے اور کچھ نہیں سُوجھتی۔ اور یہاں آکر ہم سب کو فارسی شاعر کا ہم خیال ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ :۔

بہ فہم ہیچ مضمون بہ زلف بستن نمے آید خموشی گستئے وارد کہ در گفتن سے نمے آید	

ویدانت اور بدھ دھرم

ویدانت میں اور بدھ دھرم میں ذرا بھی بھید نہیں ہے اسی وجہ سے ہم نے **لوودھاین** لکھنے سے پہلے **وسشٹاین** مذکر دی کہ پڑھنے والے جان گئے ہونگے۔ کہ جو بدھ ہے وہی وہ ہے جس کا جی چاہے لفظی بحث میں پڑے۔ ہم کو تو مطلب سے مطلب ہے۔ اور اس تصنیف و تالیف سے ہم کو صرف یہہ دکھانا منظور تھا کہ بدھ ہندو تھے۔ اُن کا دھرم ہندو ہے۔ اور اُن کی تعلیم ہندو ہے۔ نادان ہیں وہ لوگ جو اُن کو ہندو دھرم کا مخالف سمجھتے ہیں۔ ہماری نظر سے جتنے چینی۔ جاپانی۔ سیامی۔ برہمادی وغیرہ بدھ کے شاگرد ہیں۔ وہ بہ نسبت اوروں کے ہم سے زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ مذہبی خیال کے نقطہ نگاہ سے اُن میں بھی ہندوپن موجود ہے ✦

بدھ دھرم کے مضمون پر ہم بہت کچھ لکھ سکتے ہیں۔ مگر افسوس حالات اور واقعات ناموافق ہیں۔ بازار میں کاغذ تک تو ملتا نہیں۔ اس لئے اس کو یہاں ہی ختم کر دیتے ہیں آیندہ اگر ضرورت محسوس کی گئی۔ تو ہم نہایت سے فلسفہ کو وسیع طریقہ پر بیان کریں گے اس وقت اتنا ہی کافی ہے ✦

ضمیمہ نمبر ۳

وگیان بودھاین میں جو بیانات آئے ہیں وہ مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں

سنسکرت

للت وستر

اشٹاسہسرکا

مدھوریتھ ولاسنی

بدھ چرتر اسو گھوش

دھرما لوک مکھ سوتر

پالی

مدھیم نکائے

دیرگھ نکائے

انگ اُتر نکائے

سنجکت نکائے

ونے

تنتی سمبھد

مہالی سوترانت

الی اتنک

سوتر پتات

دھم پد

انگریزی

لائیٹ آف ایشیا

گاسپل آف بدھ

رہس ڈیوس ارلی بدھزم

رہس ڈیوس بدھزم

مونیر ولیمز بدھزم

اُردو کتب مترجمہ

ایڈیٹر وگیانی

بدھ دھرم کا علم الروح

بدھ دھرم کا علم اخلاق

بدھ دھرم اور ہندو دھرم میں مشابہت

کلیان دھرم (گاسپل آف بدھ کا اُردو ترجمہ)

بدھ بھگوان کی مختصر سوانح عمری

وغیرہ وغیرہ

شراوستی
کپل وستو
لکھنؤ
اجودھیا
فیض آباد
قنوج
بریلی
الہ آباد
بنارس
نالندہ
راجگڑھ
گیا
ان مقامات میں مہاتما بدھ نے خود پرچار کیا تھا

ضروری بلکہ نہایت ضروری التماس

اگر مالک نے چاہا تو ہم بودھاین کے بعد ستیارتھ بھی نذر کر کے اپنے ناظرین کے سنہ ۱۹۱۶ء کے قرضہ سے سبکدوش ہو جائینگے۔ اور ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء سے ہم فارغ ہو جائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ باقی آٹھ مہینہ کیسے گذرینگے۔ بازار میں چونکہ کاغذ کمیاب اور نایاب ہو چلا ہے۔ اسلئے ہم نے اور بھی جلدی کر کے ان کتابوں کو شایع کر دیا۔ تاکہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ اور ہمارے ناظرین قیمتی کتابوں کے اس سلسلہ کو پا کر خوش ہو جائیں +

بیکار نہ ہم ہی بیٹھ سکتے ہیں اور نہ ہمارے پڑھنے والے! اور بیکاری یوں بھی بڑی بلا ہوتی ہے۔

اس بد بلا کے ہاتھوں سے بچنے کے لئے ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آیندہ بام سنت مہاتماؤں کی بانی جو ہندی بھاشا میں دستیاب ہوتی ہے اُن کا انتخابی سلسلہ اُردو کی خوبصورت کتابوں کی شکل میں نکال دیں۔ ان کی لکھائی چھپائی بہت اچھی رہے گی۔ اور پڑھنے والوں کے پاس ایک نہایت نادر اور قیمتی خزانہ ہاتھ آجائیگا۔ بانی نہایت دلچسپ دلاویز اور دل پر چوٹ لگانیوالی ہوگی۔ سب سے پہلی جلد میں کبیر صاحب کے ہزاروں بہترین دوہوں کا مجموعہ ہوگا۔ دوسری میں شبد۔ پھر دادو صاحب۔ ریداس جی۔ گورو نانک صاحب دریا صاحب وغیرہ کی انمول بانیوں کے نکالنے کا اہتمام کیا جائیگا۔ ان جلدوں کی کس قدر تعداد ہوگی۔ ہم نہیں کہہ سکتے قیمت کسی جلد کی بھی ۸ر سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور جو صاحب مستقل خریدار ہونگے۔ اُن کو ۱/۴ قیمت کم کر دیجایا کریگی۔ ان محصول ڈاک اور وی پی کا خرچہ ہر کتاب کا ان کے ذمہ رہیگا۔ کتابیں بلا اجازت کسی کے پاس نہ جائینگی اگر وگیانی کے ناظرین اس ہمیشہ ساتھ رکھنے اور مطالعہ کرنیکے قابل ذخیرہ کو پسند کریں۔ تو اپنا نام مستقل خریداروں کی فہرست میں داخل کئے جانے کے لئے بھیجدیں تاکہ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۷ء سے انکے نام جاری کر دیا جائے۔ چونکہ خریداری کم ہوتی ہے صرف ۵۰۰ جلدیں چھاپی جائیں گی۔ لکھائی ودسی کتابوں کی طرح صاف اور واضح ہوگی اور ہندی لفظوں کے معنی نیچے دیدیئے جایا کریں گے۔ ہر مصنف کی مختصر سوانح عمری بھی دیباچہ میں رہیگی +

اس سلسلہ کا نام "سنت امرت بانی" ہوگا +

شیو برت لال ایڈیٹر وگیانی سنہ ۱۹۱۷ء

بغور پڑھئے

وگیان سنہ ۱۹۱۵ء

کی کچھ جلدیں دفتر میں ابتک موجود ہیں - ان میں سینکڑوں نظم و نثر کے مضامین بھگتی بھاو کے موجود ہیں سان کے سوا حسب ذیل کتابیں بھی ہیں :-

(۱) بھگت بھگونت بھگتی ناٹک (۲) - شاہی بھگت - (۳) - راج بھگتی - (۴) - سوانح عمری حضرت علی (۵) - سوانح عمری حضرت محمد صاحب (۶) - راج بھگت +

قیمت بارہ نمبروں کی ابتک صرف ۳ ہے - مجموعی ضخامت ۱۵۸۴ صفحہ +

وگیان سنہ ۱۹۱۶ء

کی بھی کچھ جلدیں دفتر میں ابتک موجود ہیں - ان میں سینکڑوں نظم و نثر کے مضامین بھگتی بھاو کے موجود ہیں - ان کے سوا حسب ذیل کتابیں بھی ہیں :-

(۱) سورج بدھی گیان (۲) شیو جی کی ادبھت کہانی - (۳) روحانی سبق (۴) پنچ تنتر (۵) کرم وچار (۶) بدھ سِکشا وچار (۷) بھگتی گیان وچار (۸) شیو سنکلپ اُپ نشد (۹) سچ وچار (۱۰) سپتاہ وچار (۱۱) بزرگ ولی رام کے کچھ مختصر بیانات (۱۲) گورو کے بچن (۱۳) سرب اُپ نشد (۱۴) پرشنوتر (۱۵) گیان وچار (۱۶) مہاتما پتنجلی جی کا مختصر جیون چرتر (۱۷) وگیان امابن ضخامت ۱۷۷۲ صفحہ قیمت للعہ

قیمت بارہ نمبروں کی یکجائی رعایتی طور پر صرف ۳ کی جاتی ہے جن کو ضرورت ہو - جلد منگالیں ورنہ پھر ملنا مشکل ہوگا ضخامت ۱۵۶۸ صفحہ +

وگیان سنہ ۱۹۱۷ء کی بھی کچھ جلدیں دفتر میں ابتک موجود ہیں ان میں متعدد نظم و نثر کے مضامین بھگتی بھاو کے موجود ہیں - ان کے سوا حسب ذیل بیش قیمت ضخیم کتابیں بھی ہیں +

(۱) وچار ترنگنی (۲) ویک ترنگنی (۳) دستیابین (۴) پنچ تنتر ناین (۵) بچاین (۶) وگیان یوگ دھیان [illegible]

قیمت بارہ نمبر کی صرف ۳ + محصول ڈاک بذمہ خریدار - المشتہر دھاری لال اسسٹنٹ منیجر وگیان لاہور

شاہی لکڑ ہارا

اور

ویدانت

(۱) شاہی لکڑ ہارا - یہ ناولوں میں سب سے مشہور اور ہر دلعزیز ناول ہے مصنفہ ایڈیٹر صاحب وگیانی - سال ہوئے تین ہزار جلدیں دو مرتبہ چھپا تھا - افسوس ہے اب دفتر میں اس کی ایک کاپی بھی نہیں رہی ہے - وگیانی کے خریداروں کو ہم صرف ۳ر لاگت کی قیمت پر دیتے رہے ہیں جنہوں نے پہلے منگا لیا - منگا لیا - اب اس کے تیسری دفعہ چھپانے کا اہتمام ہو رہا ہے - اور جلد چھپے گا - کاغذ کا نرخ چونکہ تگنا چوگنا بڑھ گیا ہے - اس مرتبہ یہ کتاب ۱۰ر لاگت کے حساب سے ناظرین وگیانی کو ملیگی - جن کو خواہش ہو پہلے سے درخواست بھیجدیں - بہت سی خواہشیں آگئی ہیں - چونکہ محدود تعداد میں چھپیگا - درخواست بھیجنے والوں کو دیر کرنے سے ممکن ہے پھر بھی نہ مل سکے - اور لوگ چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ لیجائیں ؛

(۲) - ویدانت - اسی طرح ویدانت کا عام فہم ہر دلعزیز - دلچسپ اور نہایت مفید [illegible] مصنفہ ایڈیٹر وگیانی کی بھی اب سو پچاس کاپیاں مشکل سے رہ گئی ہیں جن کو منگانا ہو فوراً منگا لیں - ابھی ہم وگیانی کے تمام خریداروں کو صرف ۸ر رعایتی قیمت پر دینگے ودبارہ چھپنے پر کاغذ کی گرانی کی وجہ سے قیمت بڑھ جائے گی ؛

(۳) - شاہی ڈاکو - یہ ناول زیر تجویز اور زیر ترتیب ہے جب شائع ہوگا - ہمارے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا - یہ بھی شاہی لکڑ ہارا کی طرح دلچسپ ہوگا ؛

المشتہر

منشی بہاری لال منیجر وگیانی لاہور

وگیان کرشناین

یہ وگیان کے دلآویز سلسلہ کا دوسرا نمبر ہے۔ جنہوں نے وگیان رامائن کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ اُن سے کچھ کہنے سُننے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کس قسم کی نادر چیز ہوگی۔ جنہوں نے نہیں دیکھا۔ وہ اس کو مطالعہ کریں۔ تاکہ اُن کی آنکھیں کھل جائیں۔ اور وہ سمجھ سکیں۔ کہ کرشن کے راس لیلا۔ گوپی وہار کنس مردن۔ کالیا نکندن وغیرہ کا کیا مطلب ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ بارہ سکند ڈیڑھ سو پرسنگوں اور سینکڑوں صفحوں میں یاسک منی کے پرکرت کی مدد سے ہر لفظ کی تشریح کھول کھول کر کر دی گئی ہے۔ پڑھنے میں ناول کا مزہ آتا ہے یہ بھی شاہی لکڑہارا کے مصنف کی نئی تصنیف اور شاہی لکڑہارا سے بدرجہا زیادہ دلچسپ ہے۔ قیمت فی جلد ۳ وگیانی کے خریداروں سے بشرطیکہ وہ خریداری کا نمبر ساتھ لکھیں۔ رعایتی نرخ عہ/۹ پے ملے گی ؛

دوسری کتاب۔ وسشٹاین ۳ تیار ہے۔ وگیان پرشنوتراین اُن کے ساتھ ہے۔ اور وگیان سنتاین زیر ترتیب ہے۔ وگیانی کے خریداروں کو سوائے کوشتاین کے باقی سب اُسی کے سلسلہ میں ملتی ہیں۔ وگیانی ماہوار رسالہ ہے خریداری کر لیجئے۔ سالانہ قیمت ۳ ہے کیسے مزے کی بات ہے ۳ میں دس گیارہ روپیہ کی کتابیں ہاتھ آجاتی ہیں ؛ اب محصولڈاک علاوہ لیا جائے گا ؛

المشتہر

بنسی دھاری لال اسسٹنٹ منیجر وگیانی لاہور

کتب تصنیفات مہرشی شیوبرت لال جی

نام کتاب	نوعیت	قیمت
سمرت شیدیوک کلپدرم	سمرت شیدیوگ کی کنجی عامل وشاغل ضرور اس کا مطالعہ کریں	عا
وچار کلپدرم	(ویدانت وادوییت واد) وچار ساگر کے ڈھنگ پر۔	۱۲ار
ویویک کلپدرم	علم وتجربہ عقل وتمیز کی بڑھانے والی ہر آدمی کی لائبریری میں ہونی چاہیئے	۱۰ار
چرتر کلپدرم	رشی منی۔ راجہ مہاراجہ سوربیر جودھاؤں کے حالات۔	۸ار
برہم وچار کلپدرم	اپنشدوں کا عطر ویدانت کا انمول رتن۔	۱۰ار
آتم وچار کلپدرم	آتما کا ورنن آتما کی وضاحت وصراحت۔	۶/
کتھا کلپدرم	بھگتوں کے مؤثر اور دلچسپ حالات پڑھئے اور اگر روتہ دین ہار اذمر	۶ار
رشی برتانت کلپدرم	رشیوں کی کتھائیں روحانی نقطہ نگاہ سے نہایت ہی دلچسپ ہے۔	۶ار
جین برتانت کلپدرم	ایک جلد میں مہاتماؤں کی پاک زندگی کے حالات۔	۶/
ویدانت کلپدرم	ویدانت کے مضامین پر مہرشی شیو کی نایاب کتاب۔	۱۲/
وشنو پوران جلد اول	پورانوں میں سب سے بہتر	۱۰/
کلکی پوران	کلجگ میں جو کلکی بھگوان ہونگے انکا حال اس کتاب میں درج ہے	۸ار
الحیات بعد الممات	موت کے بعد کے حالات ضرور مطالعہ کیجئے۔	۸/
عجیب وغریب قصے	سبق آموز اور دلچسپ قصے جن کو قصوں کا شوق ہو ضرور پڑھیں	۸/
نغمہ رحمانی (گیتا منظوم)	مترجمہ حضرت مہر صاحب	۸/
ویدانت	ویدانت کے دقیق مسائل عام فہم عبارت اور بچوں کی زبان میں	۱۰ار
برہم گیان پر لیکچر	ویدانت کے مضامین پر باوا انگیند سنگھ آتم درشی کی تصنیف	۸ار
معیار المکاشفہ	ویدانت پر " " "	۱۰/
ہمیر ہٹ۔	ایک سچے ہندو کے ہندوانی جذبات کا مؤثر نقشہ	۰۲/
یگیان دھرم۔	مہاتما بدھ دیو کا مقدس جیون چرتر از قلم مہرشی شیوبرت لال صاحب	۱۲ار
شاہی لکڑہارا۔	مشہور ومعروف عجیب وغریب ناول تیسرا ایڈیشن زیر طبع "	۱۰ار

المشتہر

ٹھاکر داس کتھوریہ منیجر وگیانی ایجنسی لاہور

کتب تصانیف منشی گوری شنکر لال اختر رئیس زادہ ایڈیٹر شیو شنبھو لاہور

نام کتاب	نوعیت	قیمت
بہار تصوف	یعنی کلام اختر کی جلد ثانی ایڈیٹر شیو شنبھو کا صوفیانہ کلام	۸ر
دیوار قہقہہ	حصہ اول مرتبہ 〃 ہنسی دل لگی کے ۲۶۱ نایاب چٹکلے	۳ر
〃	حصہ دوم مرتبہ 〃 ہنسے ہنسانے کی باتیں مزیدار کہانیاں	۳ر
پھر تری ہری شتاک	مشہور نایاب کتاب کا اُردو ترجمہ از اختر اس کے صلہ میں جوبلی دربار نے مترجم کو معقول انعام دیا ہے۔۔۔۔۔	۱۰ر
محاصرہ چتوڑ	راجپوتوں کی دلیری اور شجاعت کے کارناموں کا بہترین مجموعہ	۸ر
روحانی کتھائیں	بھگت مہاتماؤں کی سوانحعمریوں کا بیش بہا خزانہ	۱۲ر
واہ رے میں	ایڈیٹر شیو شنبھو کا مشہور و معروف نو تصنیف اچھوتا ناول	۸ر
اچھوتے قصے	پھڑکتے ہوئے انوکھے اور اچھوتے قصوں کا بہترین مجموعہ۔	۸ر
مخزن المضامین	جلد اول۔ نظم و نثر کے بینظیر گلدستوں کا مجموعہ ضخامت ۴۰۰ صفحات	۱۲ر
مخزن المضامین	〃 دوم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۱۲ر
مخزن المضامین	〃 سوم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	۱۲ر
راجپوتوں کے کرتب	رزم بزم کے تماشے شریف راجپوت عورتوں کے حالات	۳ر
راز تصویر تیغ	مصنفہ منشی گوری شنکر لال اختر اس کی نوعیت نام ہی سے ظاہر ہے	۸ر
شمشیر زنان کی کاٹ	فن سپہگری کے تین زبردست کارناموں کے دلکش نظارے۔	۳ر
ارژنگ معانی	نظم و نثر کے نہایت ہی دلچسپ مفید مضامین مختلف متعدد نامی گرامی شعرا اور انشاپردازوں کے جادو نگار قلموں کے نقش و نگار لکھائی چھپائی کاغذ نفیس	۳ر
چمنستان معانی	〃 〃 〃	۳ر
ہیرا کے خواب	لاثانی کتاب۔	۴ر

المشتہر

ٹھاکر داس کھوریہ منیجر وگیانی ایجنسی لاہور

ایک سے ایک بڑھکر روحانیت کی بیشبہا نہایت قیمتی کتابیں

دو مختلف سلسلوں میں

ان کو پڑھکر بھی اگر کوئی روحانیت کی دولت سے محروم رہے تو اُسکے نصیب کو کیا کہا جائے

پہلا سلسلہ	قیمت	دوسرا سلسلہ	قیمت
گیان سندیش ۱۶ باب گیان کا ذکر - -	۸/	انجیو سندیش ۱۵ باب انجیو کا ذکر -	۸/
کرم سندیش ۱۶ باب کرم کا ذکر - -	۸/	مرم سندیش ۱۱ باب بھید کی باتیں - -	۸/
اپاسنا سندیش ۲۷ باب اپاسنا کا ذکر - -	۸/	یوگ سندیش ۱۲ باب یوگ کا ذکر - -	۸/
کبیر چرتر سندیش ۲۸ باب کبیر صاحب کی سوانح عمری - - - -	۸/	وگیان سندیش ۱۱ باب وگیان کا ذکر - -	۸/
پنتھ سندیش ۳۰ باب اہل طریقت کا راز باطن	۱ر	بیجک سندیش ترتیب باب ... گنجینۂ اسرار الٰہی کا نادر خزینہ یعنی پرم سنت کبیر صاحب مہاراج کا بیجک گیارہ حصوں میں مفصل شرح و تفسیر آسان اردو ترجمہ کے ۷۰۰ صفحات	۱ر للعہ
جیون سندیش ۲۰ باب روحانی معقولات	۸/		
یاترا سندیش ۲۴ باب حصہ اول شیوجی کا سفرنامہ امریکہ وغیرہ ملکوں میں -	۸/	اگم سندیش سات مکالمہ میں ویدانت سہل اور سیدھے لفظوں میں - - -	۸/
سہج سندیش ۲۶ باب آسان آسان تصوف کے مضامین - - - -	۸/	ادبھت سندیش ۱۶ باب عجیب و غریب باتیں	۸/
پریم سندیش ۲۳ باب پریم کا ذکر - -	۸/	ست سندیش ۱۸ باب تہذیب نفس و تزکیہ نفس و تنزیہ نفس کے عمل و شغل کا بہترین نقشہ	۸/
وچار سندیش ۲۸ باب وچار کا ذکر - -	۸/		
ورتمان سندیش ۱۷ باب ۵۰ قصے گیان دھیان کی باتیں - - -	۸/	سار سندیش ۲۳ باب تصوف کی مسلسل زنجیر کی سنہری کڑیاں - - - -	۸/

ایک مرتبہ اس سلسلہ کو تمام و کمال پڑھ لیجیے۔ اگر تصوف کی پھر بھی تشنگی رہ جائے تو [illegible] جو صاحب تمام کتابیں یکجا خرید کریں گے اُن سے صرف [illegible] رعایتی قیمت لی جائیگی مجموعہ ضخامت ہر دو سلسلہ [illegible] صفحات

المشتہر — منیجر سنت سندیش لاہور

وگیان کے سلسلہ کی کتابیں

(۱)۔ وگیان راماین۔ شری رام چندر جی کا چرتر وگیان کی نظر سے (صرف تھوڑی سی کاپیاں فروخت ہونے سے رہ گئی ہیں) قیمت اصلی ۱۲ ؍ رعایتی ۱۲ ؍ +

(۲)۔ وگیان کرشنا ین۔ مہاپربھو کرشن کی زندگی وگیان کی نظر سے قیمت اصلی ۱۳ ؍ +

(۳ و ۴)۔ وگیان وششٹا ین (ایک ساتھ) ودانت کی نادر۔ عام فہم اور نہایت سہل کتابیں۔ قیمت اصلی ۱۳ ؍ رعایتی ۱۹ ؍
اور
وگیان پرشوترا ین

(۵ و ۶)۔ وگیان بودھا ین (ایک ساتھ) مہاپربھو بدھ بھگوان کا جیون چرتر مع انکی مفصل تعلیم کے قیمت اصلی ۱۲ ؍ رعایتی ۱۲ ؍
اور
وگیان سچتا ین

(۷) سوگیان سنتا ین۔ پورن دھنی حضور مہاراج صاحب کا جیون چرتر مع ارشادات و فیوضات کے (زیر ترتیب) +

المشتہر ۔۔۔ منشی دھاری لال آنند منیجر وگیانی لاہور